تیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم... بات حیرت کی ہے... آپ پڑھ کر حیران نہ ہوں' یہ اور بات ہے... میں کئی بار یہ اعلان کر چکا ہوں کہ بس اب میں زیادہ ضخیم ناول نہیں لکھ سکوں گا... اب جو خاص نمبر بعد میں آئیں گے... وہ زیادہ سے زیادہ چار سو صفحات کے ہوا کریں گے... اس بار جب یہ خاص نمبر شروع کیا تو سو فیصد ارادہ بھی یہی تھا کہ چار سو صفحات سے زیادہ کا نہیں ہو گا... کیونکہ کاغذ کی قیمتیں اب آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں... میں اگر بڑا ناول لکھوں گا تو آپ خرید نہیں سکیں گے... لیکن... میرا ارادہ' میری کوشش اور میرے خیالات دھرے کے دھرے رہ گئے... جبکہ ناول بھاری ہوتا چلا گیا... میں نے کئی بار اس کو ختم کرنے کا سوچا... کوشش کی... لیکن ہر بار یہ محسوس کیا کہ اس ناول کے ساتھ یہ ناانصافی ہو جائے گی... میرے ساتھ کوئی ناانصافی ہو جائے... میں پروا نہیں کرتا' لیکن کسی ناول کے پلاٹ کے ساتھ ناانصافی ہو جائے... یہ مجھے بالکل پسند نہیں... لہٰذا ناول لمبا ہوتا چلا گیا اور چار سو کی بجائے قریباً" نو سو صفحات کا بن گیا... امید ہے... آپ مجھے معاف کر دیں گے۔

ویسے ایک بار پھر میں وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ خاص نمبر چار سو صفحات سے زائد کا نہیں ہوا کرے گا... یہ ناول جیسے تیسے خرید لیں۔

دائرے کا سمندر کے صفحات سولہ سو اور قیمت -/۱۵۰ روپے
تھی۔۔۔ اس ناول کے صفحات قریباً نو سو اور قیمت -/۴۰' آپ اس
بات پر بھی احتجاج کریں گے۔۔۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھ کر احتجاج
کریں گے کہ اس وقت کی کاغذ کی قیمتوں میں اور اس وقت کی قیمتوں
میں زمین آسمان کا فرق ہے۔۔۔ لہٰذا میں اس سلسلے میں بھی معافی چاہتا
ہوں۔۔۔ آپ کڑوے کسیلے منہ بنا کر یہ خاص نمبر خرید لیں۔

یہ خاص نمبر تو ہے ۲۰ جون کا۔۔۔ جو کہ پرانے پروگرام کے
مطابق ہے۔۔۔ لیکن آپ یہ سن کر خوش ہوں گے (یہ میرا اندازہ ہے۔۔۔
ہو سکتا ہے۔۔۔ آپ میں سے اکثر ناراض ہوں) ۲۰ جولائی کو بھی آپ کو
خاص نمبر ملے گا جو -/۴۰ روپے کا ہو گا اور صفحات چار سو ہوں گے۔۔۔
اسی طرح ۲۰ اگست کو بھی آپ چار سو صفحات والا خاص نمبر پڑھیں
گے۔

یہ باتیں پڑھ کر آپ کتنے فی صد خوش ہوئے اور کتنے فیصد
ناراض۔۔۔ بتا ضرور دیجیے گا۔۔۔ یہ ناول قریباً ڈیڑھ ماہ میں مکمل ہوا۔۔۔
لیکن ڈیڑھ ماہ میں قریباً دو گھنٹے روزانہ اس پر کام کیا گیا۔۔۔ اس طرح
مجموعی طور پر یہ ناول نوے گھنٹے میں لکھا گیا۔۔۔ نوے گھنٹے کے اگر دن
بنائے جائیں تو قریباً چار دن بنتے ہیں۔۔۔ گویا اگر میں مسلسل چوبیس گھنٹے
لکھنے کے قابل ہوتا تو یہ ناول چار دن میں بھی مکمل ہو سکتا تھا۔۔۔ لیکن
یہ ممکن نہیں۔۔۔ ہاں آپ کے لیے یہ ممکن ہے کہ آپ اسے ایک دن
میں ہی ختم کر دیں۔۔۔ آپ کا کیا ہے۔۔۔ آپ کے لیے یہ بے حد آسان
ہے۔۔۔ میرے لیے مشکل۔

اس بار ناول کا نام تجویز کرنے کے سلسلے میں خوب ہی چکر
آئے۔۔۔ اس چکر میں طاہر ایس ملک کو بھی چکرانا پڑا۔۔۔ پھر میں ایک نام
بول اٹھا۔۔۔ نام تھا۔۔۔ "زمین کے اس پار۔۔۔" لیکن طاہر ایس ملک کو
"دنیا کے اس پار" زیادہ بہتر محسوس ہوا' لہٰذا ان کی تجویز پر یہی نام طے
کیا گیا۔۔۔ امید ہے آپ کو پسند آیا ہو گا۔۔۔ یوں بھی یہ آپ کو "برف
کے اس پار" کی یاد دلائے گا۔۔۔ "برف کے اس پار" بہت جلد ختم ہو گیا
تھا۔۔۔ اکثر قارئین کو ڈھونڈے نہیں ملا تھا۔۔۔ اور اکثر کو اب تک نہیں
مل سکا۔۔۔ لیکن ایسے قارئین اب پریشان نہ ہوں۔۔۔ جلد وہ ڈائجسٹ
سائز میں یہ خاص نمبر پڑھ سکیں گے۔۔۔ ویسے یہ ڈائجسٹ سائز ترکیب
خوب رہی۔۔۔ پہلے میں سوچا کرتا تھا۔۔۔ دائرے کا سمندر' سنہری چٹان'
جزیرے کا سمندر اور باطل قیامت جیسے خاص نمبر اب میرے کسی
قارئین کو بھلا کہاں مل سکیں گے۔۔۔ لیکن اس ترکیب نے یہ بات ممکن
بنا دی ہے۔۔۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے۔

اپنے ملک کی حالت اخبارات میں پڑھ پڑھ کر اب میں کڑھنے لگا
ہوں۔۔۔ اس کڑھن میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔۔۔ آخر کب ہمارا ملک
ان رسہ گیروں سے نجات حاصل کرے گا۔۔۔ کب کوئی پکا سچا مسلمان
حکمران ہمیں نصیب ہو گا۔۔۔ آیئے سب مل کر دعا کریں۔۔۔ یا اللہ
ہمارے ملک کو ایک کھرا مسلمان حکمران عطا فرما دے۔۔۔ جو اس ملک کی
کایا پلٹ دے۔۔۔ اسے ملک دشمنوں سے پاک کر دے۔۔۔ ملک کو جو
لوگ گدھوں کی طرح مسلسل نوچ رہے ہیں' ان سے پاک کر دے۔۔۔
اور اس طرح پاک کر دے کہ آئندہ ان لوگوں کا ذکر تک سننے میں نہ
آئے۔۔۔ کیا ایسا ممکن ہے۔۔۔ دل و دماغ۔۔۔ ذہن۔۔۔ احساس۔۔۔ سوچ۔۔۔
سمجھ۔۔۔ غرض ہر چیز اس سوال کا جواب نفی میں دے رہی ہے۔۔۔ لیکن

ایک بات ہے۔۔۔ جو امید کی کرن کو جگمگانے کے لیے کافی ہے۔۔۔ اور وہ
یہ کہ اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔۔۔ اللہ جب چاہیں جو چاہیں
کر سکتے ہیں۔۔۔ لہٰذا ہم تو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کر سکتے ہیں۔۔۔ امید
ہے۔۔۔ آپ بھی پانچ وقت نماز پڑھ کر دعا کریں گے۔۔۔ اصل رونا میں
آپ کو بتائے دیتا ہوں۔۔۔ کہ خرابی کیا ہے۔

یہ جمہوری نظام سرے سے غلط ہے۔۔۔ ملک میں صدارتی نظام
شروع کرنا ہو گا۔۔۔ موجودہ نظام کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم
لوگ انتخابات کے موقع پر جن لوگوں کو منتخب کرتے ہیں۔۔۔ ملک کا
وزیراعظم اور دوسرے وزیر ان کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے رہتے ہیں،
پانچ سال حکومت کرنے کا خواب ان کے تمام جائز اور ناجائز مطالبات
ماننے پر انہیں مجبور کرتا ہے۔۔۔ اور یہ جائز اور ناجائز مطالبات ملک کو ہر
وقت ڈانواڈول رکھتے ہیں۔۔۔ اگر پوری قوم مل کر کسی ایک فرد کو چن
لے۔۔۔ تو اس پر کسی کا کوئی دباؤ نہیں ہو گا۔۔۔ وہ ملک میں سے انتہائی
بااعتماد آدمی لے کر اپنی کابینہ بنا سکتا ہے۔ اس کابینہ کے لوگ چونکہ
عوام کے چنے ہوئے نہیں ہوں گے۔۔۔ لہٰذا وہ عوام کے دباؤ میں نہیں
ہوں گے اور وہ صدر اس کابینہ کے دباؤ میں نہیں ہو گا۔۔۔ ہاں وہ اس
کے معاون ضرور ہوں گے۔۔۔ اس طرح جائز ناجائز مطالبات کا سلسلہ
ختم ہو جائے گا۔۔۔ اور ملک سکھ کا سانس لے سکے گا۔۔۔ لہٰذا ملک میں
امن و امان کے لیے صدارتی نظام لانا ہو گا۔۔۔ اس جمہوریت میں تو یہ
ممکن نہیں ہے۔۔۔ یہاں تو بکنے بکانے کا سلسلہ ہی ختم نہیں ہوتا۔۔۔ خرید
و فروخت جاری ہی رہتی ہے۔۔۔ یعنی جو نمائندے منتخب کر کے ہم آگے
بھیجتے ہیں کہ وہ ہمارے علاقے کے مسائل حل کریں گے۔۔۔ وہ جا کر

اپنے مسائل حل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔۔۔ اور ان مسائل کو حل
کرنے کے چکر میں خود کو بیچ تک دیتے ہیں۔۔۔ جو لوگ خود کو بیچ دیں،
کیا وہ حکومت میں رہنے کے قابل ہوتے ہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ وہ تو کل
کو ملک کو بھی بیچ سکتے ہیں۔۔۔ دشمن ممالک سے اس کا سودا کر سکتے
ہیں۔

آپ سوچ رہے ہوں گے۔۔۔ میں۔۔۔ اپنے خاص نمبر کی دو باتیں
میں یہ مشکل باتیں کیوں لے بیٹھا۔۔۔ ہم بچوں کو ان باتوں سے بھلا کیا
لینا۔۔۔ لیکن یہ نہ تو مشکل ہیں نا غیر اہم۔۔۔ آپ کو بھی آخر کل بڑے
ہونا ہے۔۔۔ آپ تو کم زکم یہ باتیں ذہن میں لے کر بڑے ہوں۔۔۔ کیا
خیال ہے۔۔۔ ضرورت ثابت ہوئی یا نہیں۔۔۔ موجودہ بڑے لوگ اس
نظام کو تبدیل نہیں کریں گے۔۔۔ کیونکہ ان کا روٹی پانی اس نظام سے
چل سکتا ہے۔۔۔ آپ تو بڑے ہو کر اس نظام کو تبدیل کریں۔۔۔ ان شاء
اللہ ایک دن ایسا ہو گا۔

اب آپ خاص نمبر میں ڈوب جائیں۔۔۔ امید ہے، خاص نمبر
آپ کو پوری طرح اپنے گھیراؤ میں لے لے گا اور آپ اس کے شکنجے
میں مکمل طور پر جکڑے جائیں گے۔۔۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ
میرا گھیراؤ کر لیں اور میں آپ کے مکمل طور پر شکنجے میں آ جاؤں۔۔۔
ایسے وقت سے میں بہت ڈرتا ہوں۔

خاص نمبر کے ساتھ آپ پرانا خاص نمبر جزیرے کا سمندر بھی
پڑھیں گے۔۔۔ اس طرح آپ کی ڈبل عید ہو جائے گی۔۔۔ یہی نہیں۔۔۔
پرانے کئی ناول بھی آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔۔۔ اس طرح تو پھر آپ
کی چار گنا عید ہے۔۔۔ یہی نہیں۔۔۔ آئندہ بھی خاص نمبر اور اس کے بعد

بھی خاص نمبر۔ اور ان کے ساتھ پرانے خاص نمبر۔ آپ کے تو ہو
گے ناوارے نیارے۔ حیرت ہے۔ کمال ہے۔ آپ پھولے نہیں
سما رہے۔ اور مجھے پتا تک نہیں رہے کہ آپ کی کیا حالت ہے۔
خیر۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ آئندہ ماہ پھر باتیں کریں گے۔ انشاء
اللہ۔

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

○

ان کی جمعیت کا ہے مُلک و نسب پر انحصار
قوّتِ مذہب سے مُستحکم ہے جمعیت تیری

○

دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رُخصت تو مِلّت بھی گئی

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

چوکس رہو

"محمود! آج تم بہت اداس ہو"۔ فاروق نے پریشان آواز میں کہا۔

"میں.... نہیں تو.... میں تو بالکل اداس نہیں ہوں.... تمہیں اداسی کی وجہ دور دور تک نظر آ رہی ہے"۔ محمود حیران ہو کر بولا۔

"وجہ نظر آیا نہیں کرتی، خیر.... تو پھر فرزانہ تم اداس ہو"۔ فاروق اس کی طرف مڑا۔

"بالکل نہیں.... میں بہت خوش ہوں"۔ اس نے بہت برا سا منہ بنایا۔

"بہت خوش لوگ بہت برے منہ نہیں بنایا کرتے.... خیر.... تو امی جان آپ تو ضرور اداس ہیں"۔ فاروق ان کی طرف مڑ گیا۔

"آخر آج تمہیں ہو کیا گیا ہے.... میں کیوں ہونے لگی اداس"۔

"ابا جان آپ.... آپ تو خیر اداس ہیں ہی"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... سب کو اداس کرنے کا ٹھیکا لے لیا ہے کیا"۔

"یہ بات نہیں... ایک منٹ"۔ یہ کہہ کر اس نے فون اپنی طرف سرکایا اور اس پر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"کسے فون کرنے لگے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"جی انکل خان رحمان کو"۔

"ان سے کیا کہنا ہے؟" محمود بولا۔

اسی وقت سلسلہ مل گیا۔

"انکل! یہ میں ہوں"۔

"فاروق... بھئی یہ بتانے کی بھلا کوئی ضرورت ہے"۔ خان رحمان کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ آج اداس ہیں... ہیں نا"۔

"نہیں تو... یہ کس احمق نے کہہ دیا تم سے"۔

"شکریہ انکل... میں آپ کو پھر فون کروں گا"۔

"ارے ارے... سنو تو"۔

لیکن فاروق نے فون بند کر دیا اور اب پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے۔

"انکل! آپ آج اداس ہیں"۔

"اداس... کیا مطلب؟" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"مجھے یقین ہے... آج آپ اداس ہیں"۔

"نہیں... بالکل نہیں"۔

"اوہ! تب تو برا ہوا"۔ وہ بولا۔

"کیا برا ہوا"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"میں آپ کو پھر فون کروں گا"۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور ان کی طرف مڑا۔

"بات ثابت ہو گئی"۔

"کون سی بات ثابت ہو گئی... ہمیں تو یہاں دور دور تک ایسی بات نظر نہیں آتی... جو ثابت ہو گئی ہو"۔ محمود نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... میں کہتی ہوں... ایسی بات بھی کب نظر آ رہی ہے... جو ثابت نہ ہوئی ہو"۔ فرزانہ نے پاؤں پٹخے۔

"فاروق کا آج دماغ چل گیا ہے... یہ بات ثابت ہوئی ہے شاید"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ بات نہیں ابا جان... آج میں بہت اداس ہوں... بات بس اتنی سی ہے... ایسے میں مجھے یاد آ گیا کسی شاعر کا ایک شعر... میں نے سوچا... ذرا اس شعر کا وزن کر لوں"۔

"شیر کا وزن"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"جی نہیں... وہ تو بہت زیادہ ہوتا ہے اور شیر تو ویٹ مشین پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا... کیونکہ اس کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں... میں تو شاعری والے شعر کی بات کر رہا ہوں"۔

"اور تمہیں کون سا شعر یاد آ گیا تھا؟" بیگم جمشید مسکرائیں۔

"کسی شاعر نے کہا ہے۔

دل تو اپنا اداس ہے ناصر
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

"یہ کسی شاعر نے نہیں... کسی ناصر نے کہا ہے"۔ محمود بولا۔

"ارے تو وہ بھی تو شاعر ہی ہو گا نا... ہاں تو یہ بات آج بالکل درست ثابت ہو گئی... جب انسان خود اداس ہو تو اسے سب اداس لگتے ہیں"۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ تم اداس کیوں ہو"۔

"یہی بات تو سمجھ میں نہیں آ رہی اب تک کہ میں اداس کیوں ہوں"۔ فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"یار بلاوجہ دماغ نہ چاٹو"۔ انسپکٹر جمشید جھلائے۔

"آپ کو خوش فہمی ہو گئی ہے ابا جان"۔

"خوش فہمی... مجھے... کیا بے پر کی اڑا رہے ہو"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"بھلا میں کیوں چاٹنے لگا آپ کا دماغ"۔

"تو یہ خوش فہمی ہو رہی تھی مجھے... تم آج مار تو نہیں کھاؤ گے"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"اداس تو پہلے ہی ہوں... مار کھانے کے بعد غمگین بھی ہو

جاؤں گا"۔ فاروق بولا۔

"سوائے ادھر ادھر کی ہانکنے کے ان صاحب کو کچھ نہیں آتا"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"یوں تو مجھے اور بہت کچھ آتا ہے... البتہ جاتا کچھ نہیں"۔

"لیجئے... یہ ایک اور کہی... جاتا کچھ نہیں"۔ محمود الٹا۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"آ گئی مصیبت"۔ فاروق بولا۔

"چلو اچھا ہے... تمہاری اداسی تو دور ہو گئی"۔ بیگم جمشید مسکرا دیں۔

ادھر انسپکٹر جمشید ریسیور اٹھا چکے تھے۔

"یس سر... جی جی... کیا فرمایا... اوہ نہیں... ہیں... کیا... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے... اف... مالک... اچھی بات ہے... میں آ رہا ہوں"۔

انہوں نے ریسور رکھ دیا... وہ خلا میں گھور رہے تھے... پھر وہ چھلانگ مار کر اٹھے اور دروازے کی طرف دوڑ گئے۔

"کیا ہوا ابا جان... کیا ہم بھی آئیں"۔

"نن نہیں... یہیں ٹھہرو... چوکس رہو... خطرہ سر پر ہے"۔

دوسرے ہی لمحے وہ کار میں بیٹھ کر یہ جا ہوا ہو چکے تھے۔

"فون کس کا تھا؟" محمود بڑبڑایا۔

"میں کیسے بتا سکتا ہوں"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"میں نے تم سے نہیں پوچھا"۔

"فرزانہ بھی یہ بات کس طرح بتا سکتی ہے"۔

"میں نے فرزانہ سے بھی نہیں پوچھا"۔ وہ چلایا۔

"امی جان بھی یہ کس طرح بتا سکتی ہیں"۔ فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"میں نے امی جان سے بھی نہیں پوچھا"۔

"تو پھر کیا ہوا سے پوچھا تھا... اگر یہ بات ہے تو لے لو جواب ہوا سے"۔ وہ بھنا کر بولا۔

"تم تو بلا وجہ ہواؤں میں اڑ رہے ہو... کبھی اداسی کی بات کرتے ہو تو کبھی آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہو... کام کی بات تو تم سوچ ہی نہیں سکتے... میں نے بات خود سے کی تھی"۔

"اوہو... اچھا... تو پھر تمہیں اپنے آپ سے کیا جواب ملا"۔

"اپنے آپ سے جواب... کیا مطلب؟" محمود نے اسے گھورا۔

"جب تم نے خود سے ایک سوال پوچھا تو جواب بھی تو خود سے ملے گا نا"۔

"کان نہ کھاؤ"۔ محمود بھنا اٹھا۔

"فرزانہ دیکھنا... اس نے کانوں کو شہد لگا رکھا ہے کیا"۔

"نہیں تو... شہد کا تو دور دور تک پتا نہیں... آج کل بہت مہنگا

ہے"۔ فرزانہ نے اس کے کانوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج کسی چیز کا دور دور تک پتا نہیں چل رہا... کہاں رکھ دیتے ہو تم اپنی چیزیں"۔ بیگم جمشید نے منہ بنایا۔

"چاند کے اس پار"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا... چاند کے اس پار"۔ فرزانہ چونکی۔

"کیوں! اس میں چونکنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔ محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت دوڑ گئی۔

"ضرورت پیش آنے کی بھی ایک ہی کہی... بھئی ضرورت تو کسی چیز کی بھی کسی بھی وقت پیش آ سکتی ہے"۔

"حد ہو گئی... شاید آج کے دن ہم کوئی کام کی بات نہیں کریں گے"۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی... انداز خان رحمان کا تھا... وہ فوراً دروازے کی طرف دوڑے... دروازہ کھولتے ہی ایک ساتھ بولے۔

"السلام علیکم انکل..."

لیکن پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں... اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے۔

○☆○

انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کے سامنے پہنچ کر دم لیا۔

"ہاں! اب بتائیں... آپ نے فون پر کیا فرمایا تھا"۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا جمشید... آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں... ویسے میں نے ابھی تک اس بات کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا"۔

"آپ نے اچھا کیا"۔ وہ بولے۔

صدر انہیں اپنے ساتھ ایک اندرونی کمرے میں لے آئے... اس کمرے میں چاروں طرف جدید ترین الماریاں نصب تھیں۔

"یہ دیکھو جمشید... میں نے اس الماری کا تالا کھولا تھا"۔ وہ ایک الماری کے سامنے رکتے ہوئے بولے۔

"اور کیا آپ نے باقی الماریوں کو کھول کر دیکھ لیا ہے"۔

"نہیں... ہمت نہیں پڑی"۔ صدر صاحب بولے۔

"خیر... مجھے دکھائیں کھول کر"۔

انہوں نے تالے کے نمبر ملائے اور پھر الماری کا دروازہ کھل گیا... اندر کا منظر دیکھ کر انسپکٹر جمشید کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"اف مالک... یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"ذرا سوچو جمشید... اگر باقی الماریوں کا بھی یہی حال ہے... تو میرا کیا بنے گا... پورے ملک کا کیا بنے گا"۔

"خیر... یہ سامنے والی کھولیے"۔ انسپکٹر جمشید ڈوبتے دل کے ساتھ بولے۔

صدر صاحب نے لرزتی انگلیوں سے تالے کے نمبر ملائے اور

الماری کو کھول ڈالا... دونوں سکتے کے عالم میں رہ گئے... پھر انہوں نے باری باری سب الماریوں کو دیکھ ڈالا... سب کا حال ایک جیسا نظر آیا۔

"کمرے کو تالا لگا دیں... ابھی اس بات کا ذکر کسی سے نہ کریں... ہم پہلے غور کریں گے... پھر کوئی قدم اٹھائیں گے"۔

"اب ہم کیا قدم اٹھائیں گے جمشید... قدم وہ اٹھائیں گے جنہوں نے یہ کام کیا ہے... انہیں تو معلوم ہے کہ وہ کیا کر چکے ہیں"۔

"ہاں! لیکن فی الحال ہم تیل دیکھیں گے... تیل کی دھار دیکھیں گے... اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے... اب جو تم کہو گے... میں تو بس وہ کروں گا"۔

"تو بس پھر... خاموشی اختیار کریں... میں پہلے اپنے دوستوں سے بات کروں گا... پھر آپ کو کوئی مشورہ دوں گا"۔

یہ کہہ کر انہوں نے گھر کے نمبر ملائے... لیکن سلسلہ نہ مل سکا... انہیں بہت حیرت ہوئی... دوسرے فون کے نمبر ملائے... وہ بھی بالکل بند تھا... تیسرے فون کے نمبر ملائے... وہ بھی بند تھا۔

"اف مالک! یہ کیا ہو رہا ہے"۔ وہ کانپ کر بولے۔

"کک... کیوں... کیا ہوا؟" صدر صاحب بوکھلا کر بولے۔

"میرے گھر کے تینوں فون بالکل بند ہیں... جب کہ ابھی جب میں گھر سے چلا ہوں تو تینوں فون ٹھیک تھے"۔

یہ کہہ کر انہوں نے ایکسچینج کے نمبر ملائے۔

"میرے گھر کے تینوں نمبروں کو چیک کریں... جلدی... بتائیں"۔

"ایک منٹ سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر ادھر سے انہیں بتایا گیا کہ تار کاٹ دیے گئے ہیں۔

"سر... میرے گھر میں بھی زبردست گڑبڑ شروع ہو چکی ہے... پہلے مجھے وہاں جانا ہو گا"۔

"ٹھیک ہے جمشید... ضرور جاؤ... کیا میں اکرام کو بھی بھیج دوں؟"

"ہاں سر... اکرام کو ہی نہیں... آپ ذرا انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کو بھی رنگ کر لیں... میں فوری طور پر ان کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں... شاید ہمارے ملک پر برا وقت آنے والا ہے... آپ اپنے بارے میں بھی سوچیں سر... اگر کل کے اخبارات میں اس ڈاکے کے بارے میں کوئی خبر آ گئی تو"۔

"تو پھر کیوں نہ جمشید... ہم پہلے ہی خبر شائع کرا دیں کہ"۔

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا... اس لیے کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہو گا... ابھی آپ خاموش رہیں... پہلے میں مشورہ کر لوں... اور یہ مشورہ انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز سے ہو گا... اور محمود، فاروق اور فرزانہ سے ہو گا"۔ انہوں نے باہر کی طرف دوڑ

لگاتے ہوئے کہا... صدر صاحب کا چہرہ لٹکتا جا رہا تھا۔

مطلب یہ تھا کہ گڑبڑ کی لپیٹ میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی آ چکے ہیں۔

انہوں نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دروازے پر دستک دی... انہیں یوں لگا جیسے اندر یک دم خاموشی طاری ہو گئی ہے... پھر کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی... یہ آواز ان کے گھر کے کسی فرد کی نہیں تھی... نہ ان کے دونوں دوستوں میں سے کسی کے قدموں کی تھی... اس کا مطلب تھا... آنے والا کوئی اور تھا... انہوں نے فوراً پستول نکال لیا... اسی وقت ایک آواز ان کے کانوں سے سر ٹکرائی۔

"پستول چلانے کی غلطی نہ کریں انسپکٹر جمشید... یہ گولی آپ کے کسی عزیز کو لگے گی... مجھے نہیں"۔

انہوں نے اس آواز کو پہچان لیا... انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے... پستول جیب میں ڈالنے کے بعد انہوں نے جلدی جلدی خود پر قابو پایا اور پرسکون آواز میں بولنے کی کوشش کی۔

"میں نے پستول جیب میں رکھ لیا ہے... دروازہ کھول دیں"۔

"ضرور... کیوں نہیں... اسی لیے تو دروازے تک آیا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

○☆○

خواب دکھانے والے

انسپکٹر کامران مرزا نے اس دیہاتی کو غور سے دیکھا.... پھر بولے۔

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں.... آپ نے پھول کو سونگھا' آپ بے ہوش نہیں ہوئے اور آپ کی بیوی.... آپ ذرا پھر سے بیان کریں"۔

"میں جانتا تھا... آپ بھی میری بات پر یقین نہیں کریں گے.... لیکن پورے شہر میں آپ کے سوا مجھے کوئی دوسرا ایسا نظر بھی نہ آیا.... جو میری بات سن لیتا.... آپ نے بات سن تو لی.... اچھا میں اجازت چاہتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگا۔

"آپ غلط سمجھے! میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ غلط بیانی کر رہے ہیں! بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ آپ کی بات کو سمجھ نہیں سکا.... مہربانی فرما کر ایک بار پھر اپنی بات کو دہرائیے"۔

"جی اچھا! میں کوشش کرتا ہوں.... ویسے اب تک میں نے جس آدمی کو بھی یہ بات بتائی ہے.... اس کا میرے بارے میں یہ خیال

ہے کہ میں پاگل ہو چکا ہوں"۔

"میں ایسا نہیں سمجھتا... آپ پاگل نہیں ہیں.... لیکن اپنی بات کو سمجھا نہیں پا رہے"۔

"ٹھیک ہے.... میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں.... یہ پرسوں رات کی بات ہے.... میں اپنے گھر میں سو رہا تھا.... میں نے خواب دیکھا... خواب میں چند پریاں مجھے نظر آئیں.... انہوں نے ایک پھولوں سے سجا ہوا تخت بچھایا.... اس تخت پر انہوں نے مجھے بٹھا دیا اور پھر تخت ہوا میں اڑنے لگا.... تخت اڑتا ہوا بادلوں تک جا پہنچا.... مجھے بہت مزا آ رہا تھا.... ساتھ ہی میں خوف بھی محسوس کر رہا تھا کہ کہیں تخت سے نیچے نہ گر پڑوں.... لیکن پریوں نے تخت کو چاروں طرف سے تھاما ہوا تھا... پھر تخت اترنے لگا.... میں نے دیکھا' وہ پہاڑوں کے دوسری طرف اتر رہا تھا.... آپ کو شاید معلوم ہو.... پہاڑوں کے دوسری طرف دشمن ملک کا علاقہ ہے.... اس علاقہ میں تخت ایک جگہ نیچے اتر گیا.... اب میرے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے.... پریاں میرے اردگرد ناچ رہی تھیں.... آخر خدا خدا کر کے یہ ناچ ختم ہوا.... اس وقت میں نے دیکھا.... پہاڑوں کے درمیان بالکل سفید رنگ کا دودھ جیسا ایک محل کھڑا ہے.... محل چاند کی روشنی میں اس قدر پیارا لگا کہ کیا بتاؤں.... اچانک اس محل کا دروازہ کھلا اور دو کالے رنگ کے جن نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر پریاں ادھر ادھر بھاگ گئیں اور جنوں نے مجھے اٹھا لیا....

تخت وہیں رہ گیا۔۔۔ جن مجھے اس محل کے اندر لے گئے۔۔۔ وہاں شاہ جنات کا دربار لگا تھا۔۔۔ جنوں نے مجھے اس کے سامنے پیش کر دیا اور ایک نے کہا۔

"یہ آدم زاد ہمارے علاقے میں گھس آیا ہے۔۔۔ شاہ جنات"۔

"تو اس کا سر قلم کر دو"۔ وہ گرج دار آواز میں بولا۔

میں لگا تھر تھر کانپنے۔۔۔ ایک جن نے جلادوں والا بہت بڑا کلہاڑا اٹھا لیا۔۔۔ دوسرے نے میرا سر جھکا دیا۔۔۔ پھر جلاد کا ہاتھ اٹھا اور کلہاڑا میرے سر پر لگا۔۔۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔۔۔ میں بری طرح پسینے میں نہایا ہوا تھا انسپکٹر صاحب"۔

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔ اس وقت تک کی بات میں کوئی عجیب بات نہیں۔۔۔ اس قسم کا خواب نظر آ سکتا ہے۔۔۔ خاص طور پر ایسے لوگوں کو جو جنوں پریوں کی کہانیاں پڑھنے کے شوقین ہوں۔۔۔ آگے چلیے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ۔۔۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔۔۔ میں اپنے گھر میں تھا۔۔۔ پاس میری بیوی پڑی سو رہی تھی۔۔۔ میں نے اسے جگایا۔۔۔ اپنا خواب سنایا۔۔۔ وہ سن کر ہنسنے لگی۔۔۔ خیر دن نکل آیا۔۔۔ میرے ذہن میں اب تک وہی خواب گھوم رہا تھا۔۔۔ بے خیالی میں میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔۔ کوئی نرم چیز میری انگلیوں کو محسوس ہوئی۔۔۔ جب میں نے

وہ نرم چیز نکالی تو میں حیرت زدہ رہ گیا۔۔۔ وہ ایک پھول تھا۔۔۔ ایسا پھول میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔ البتہ ویسے پھول اس تخت پر ضرور بچھائے گئے تھے۔۔۔ اور بادلوں کی سیر کے دوران میں نے وہ پھول تخت پر سے اٹھا کر سونگھنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ اس کی خوشبو بہت پیاری تھی۔۔۔ اب جب وہ پھول جیب سے نکلا تو میں حیرت زدہ رہ گیا۔۔۔ میں نے پھول جیب میں رکھ لیا اور ایک بار پھر بیوی کو رات کا خواب سنانے کی کوشش کی۔۔۔ وہ کہنے لگی۔۔۔ رات میں یہ خواب سنا تو چکا ہوں۔۔۔ میں نے اس سے کہا کہ ایک عجیب ترین بات ہوئی ہے۔۔۔ جس کی وجہ سے میں خواب دوبارہ سنانا چاہتا ہوں۔۔۔ خیر اس نے خواب دوبارہ سنا اور جب میں نے اس پھول کا ذکر کیا تو وہ خوف زدہ ہو گئی۔۔۔ میں نے جیب سے پھول نکالا اس نے ہاتھ میں لیا اور اس کو سونگھا۔۔۔ وہ فوراً" بے ہوش ہو گئی تھی۔۔۔ میں ایک ڈاکٹر کو لے آیا۔۔۔ لیکن ڈاکٹر اس کی بے ہوشی کو دور نہ کر سکا۔۔۔ پھر میں نے کئی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کیں۔۔۔ لیکن کچھ نہ بنا۔۔۔ اچانک مجھے اس پھول کا خیال آیا۔۔۔ میں نے پھول نکالا اور اس کے ناک سے لگا دیا۔۔۔ وہ ہوش میں آ گئی۔۔۔ میرے ذہن پر ایک خیال سوار ہو گیا۔۔۔ میں ان پہاڑوں کی طرف نکل گیا۔۔۔ آپ کو بتاتا چلوں۔۔۔ میں ایک کوہ پیما ہوں۔۔۔ میں نے کوہ پیمائی کے کئی انعام جیتے ہیں۔۔۔ میں اوپر چڑھتا چلا گیا۔۔۔ یہاں تک کہ پہاڑی کی چوٹی پر جا پہنچا۔۔۔ آپ جانتے ہیں۔۔۔ میں نے کیا دیکھا"۔ یہ کہ کر وہ

خاموش ہو گیا۔

"آپ نے اس طرف وہ محل دیکھا ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اوہ... آپ نے یہ بات کیسے جان لی"۔ اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"پہلے آپ آگے بیان کریں... مگر نہیں... پہلے آپ وہ پھول دکھائیں"۔

"ہاں کیوں نہیں... ضرور"۔ یہ کہہ کر اس نے پھول جیب سے نکالا... ایسے میں اس نے ناک پیچھے کر لیا تھا۔

"یہ رہا پھول... لیکن آپ اس کو سونگھیے گا نہیں"۔

"فکر نہ کریں"۔ انہوں نے کہا اور پھول کو دیکھنے لگے... اپنے ملک میں انہوں نے اس جیسا پھول کہیں نہیں دیکھا تھا... بلکہ ان کی معلومات کے مطابق پوری دنیا میں ایسا پھول شاید نہیں ہو گا... وہ اس کو غور سے دیکھتے رہے... آخر بولے۔

"اب آپ اپنی باقی کہانی سنائیے"۔

"میری کہانی تو ختم ہو گئی... کیا آپ کو اس میں کوئی عجیب بات نظر نہیں آئی"۔

"عجیب باتیں تو اس کہانی میں بہت ہیں... اس پھول کی موجودگی آپ کی کہانی کی تصدیق کرنے کے لیے کافی ہے... لیکن ایسا معلوم ہوتا

ہے جیسے وہ خواب آپ کو دکھایا گیا ہے"۔

"جی کیا فرمایا... خواب دکھایا گیا ہے... بھلا خواب بھی دکھایا جا سکتا ہے"۔

"ہاں! آج کے دور میں خواب بھی دکھائے جا سکتے ہیں"۔

"آخر کیسے... اور پھر اگر مجھے بقول آپ کے خواب دکھایا گیا تھا تو وہ پھول کہاں سے آ گیا میری جیب میں"۔

"خواب دکھانے والوں نے ایک پھول آپ کی جیب میں رکھ دیا ہو گا... خیر یہ کوئی ایسی بات نہیں... سوال یہ ہے کہ یہ خواب دکھانے سے ان کا مقصد کیا ہے"۔

"میں یہی الجھنیں تو محسوس کر رہا ہوں"۔

"یہ پھول آپ نے کسی اور کو نہیں سنگھایا"۔

"جی نہیں... میں ہمت نہیں کر سکا"۔

"آپ یہیں تشریف رکھیے... میں ابھی آتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے، اپنے چڑیا گھر میں آئے... وہاں انہوں نے وہ پھول اپنی ایک بلی کو سنگھایا... بلی پھول سونگھتے ہی بے ہوش ہو گئی... اب وہ واپس ڈرائنگ روم میں آئے... انہوں نے فون پر کسی کے نمبر ملائے۔

"پروفیسر قاسمی صاحب... انسپکٹر کامران مرزا بات کر رہا ہوں... جی ہاں... بہت ضروری کام ہے... اگر آپ آ سکتے ہیں تو بہت مہربانی ہو

گی.... ورنہ پھر میں آتا ہوں.... اوہ اچھا.... بہت بہت شکریہ.... اور ہاں آتے آتے آپ ڈاکٹر سلیمی صاحب کو بھی لیتے آئیں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور دیہاتی کی طرف مڑے۔

"میں نے یہ پھول اپنی پالتو بلی کو سنگھایا تھا.... وہ بے ہوش ہو گئی ہے"۔

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"میرا نام دلیر خان ہے"۔ اس نے کہا۔

"آپ کے گاؤں کا نام کیا ہے.... اور وہ شہر کے کس طرف واقع ہے؟"

"گاؤں ہے شان پورہ.... شمال کی طرف واقع ہے.... ہمارے ملک کا اس طرف سے آخری شہر ہے کہ اس کے بعد سرحدی پہاڑ شروع ہو جاتے ہیں.... اور پہاڑوں کے اس پار دشمن ملک کا علاقہ ہے"۔

"ہوں.... اچھا"۔

اور پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی.... اسی وقت بیگم کامران مرزا نے چائے کی ٹرے اندر کی طرف بڑھا دی.... انہوں نے ابھی چائے شروع کی تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔

"آپ چائے پئیں.... میں ذرا اپنے دوستوں کو لے آؤں"۔

وہ باہر گئے اور دوستوں کے ساتھ لوٹے۔

"یہ میرے دوست پروفیسر قاسمی ہیں اور یہ ڈاکٹر سلیمی.... پروفیسر قاسمی ادویات کے ماہر ہیں.... اور ڈاکٹر سلیمی خوابوں کے، نفسیات کے اور ہپناٹزم کے ماہر ہیں"۔

"آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی"۔

"شکریہ.... اور آپ نے ان کا تعارف نہیں کرایا"۔

"یہ دلیر خان ہیں.... سرحدی گاؤں شان پورہ کے رہنے والے ہیں.... اب میں ان کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ سناتا ہوں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے دلیر خان کا خواب اور اس کے بعد کا واقعہ سنایا.... اس کے خاموش ہونے پر بھی وہ دونوں کچھ نہ بولے.... یوں لگتا تھا جیسے گہری نیند میں چلے گئے ہوں"۔

"میں آپ کے تبصرے کا انتظار کر رہا ہوں"۔ آخر انہوں نے کہا۔

"اوہ ہاں"۔ وہ چونک اٹھے۔

"تو پھر فرمائیے"۔

"وہ مصنوعی خواب تھا.... اب ایسی مشین ایجاد کر لی گئی ہے.... جسکے ذریعے سے ہم کسی کو بھی اپنی مرضی کا خواب دکھا سکتے ہیں.... لیکن اس کے لیے مشین دماغ پر فٹ کرنا پڑتی ہے.... پہلے ان کے دماغ پر مشین فٹ کی گئی.... اس کے بعد پروجیکٹر پر فلم کی صورت میں وہ خواب دکھایا گیا.... اور یہ صاحب یہ خیال کرتے رہے کہ وہ خود یہ

خواب دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔ اس کے بعد وہ پھول ان کی جیب میں رکھ دیا گیا"۔

"بات اگر یہاں تک ہوتی تو میں ہرگز پریشان نہ ہوتا۔۔۔۔ اصل معاملہ تو یہ ہے کہ پہاڑوں کے اس پار سفید محل موجود ہے"۔

"ہاں! اس پورے معاملے میں بس یہ بات زیادہ عجیب ہے"۔

"اور یہ پھول"۔

"یہ آپ مجھے دے دیں۔۔۔۔ میں اس کو لیبارٹری میں چیک کروں گا"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔۔ آپ پھول لے جائیں اور جس قدر جلد ممکن ہو۔۔۔۔ مجھے اس کے بارے میں فون کریں"۔

"ٹھیک ہے"۔

"آپ ذرا مجھے اس مشین کے بارے میں بتا دیں"۔

"وہ ایک بالکل نئی ایجاد ہے۔۔۔۔ ابھی ہمارے ملک میں نہیں آئی۔۔۔۔ بہت قیمتی ہے۔۔۔۔ اس کے ذریعے اپنی مرضی کے خواب دیکھے جا سکتے ہیں یا کسی دوسرے کو اپنی مرضی کے خواب دکھائے جا سکتے ہیں"۔

"تب پھر ان کا یہ خواب دکھانے سے ضرور کوئی مقصد ہے۔۔۔۔ کیونکہ اس طرف وہ محل موجود ہے"۔

"یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔۔۔۔ کیونکہ یہ میدان آپ کا ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔ ایک بات اور کسی کا خواب ریکارڈ بھی کیا جا سکتا ہے"۔

"اس مقصد کے لیے اس قسم کی دوسری مشین استعمال کی جاتی ہے۔۔۔۔ سوتے وقت اس مشین کے تار کے ساتھ لگی ایک نرم ملائم ٹوپی اوڑھا دی جاتی ہے۔۔۔۔ اب وہ شخص جو خواب بھی دیکھے گا۔۔۔۔ وہ اس میں فلم کی طرح ریکارڈ ہو جائے گا اور صبح آپ وی سی آر پر یہ دیکھ سکیں گے کہ رات بھر وہ شخص کیا کیا خواب دیکھتا رہا ہے"۔

"حیرت انگیز ایجاد ہے۔۔۔۔ ویسے میں نے کچھ عرصہ پہلے اخبار میں پڑھا ضرور تھا۔۔۔۔ اس وقت میں اس کو صرف اخباری خبر سمجھا تھا۔۔۔۔ آپ نے تصدیق کر دی۔۔۔۔ لیکن یہ مشین۔۔۔۔ یعنی مرضی کے خواب دکھانے والی اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے"۔

"ہاں یہ تو ہے"۔

ان کے رخصت ہونے کے بعد انسپکٹر کامران مرزا پھر ملاقاتی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"دلیر خان صاحب! آپ کو وہ خواب دکھایا گیا ہے۔۔۔۔ لہٰذا آپ کی جیب میں پھول کا ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔۔۔۔ جاتے ہوئے وہ یہ پھول آپ کی جیب میں رکھ گئے۔۔۔۔ باقی رہ گئی بات بے ہوشی کی۔۔۔۔ اس جیسے پھول پہلے کبھی نہیں دیکھنے میں نہیں آئے۔۔۔۔ لہٰذا میں پھولوں کے ایک ماہر سے ابھی بات کرتا ہوں۔۔۔۔ آپ کو جلدی تو نہیں ہے"۔

"نہیں۔۔۔۔ بالکل نہیں"۔ وہ مسکرایا۔

انہوں نے پھر ایک فون کیا' جلد ہی درمیانہ قد کے ایک صاحب وہاں پہنچ گئے۔

"آئیے پروفیسر نجمی صاحب... آپ کو زحمت اس لیے دی ہے کہ ایک پھول ہمارے راستے میں آگیا ہے"۔

"پھول راستے میں آگیا ہے... یہ کیا بات ہوئی"۔

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ... پہلے آپ یہ پھول دیکھ لیں"۔

انہوں نے پھول نکال کر جونہی ان کے سامنے رکھا وہ بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"خیر تو ہے... آپ کی تو شاید سٹی گم ہو گئی ہے"۔

"سٹی ہی نہیں... اور بھی بہت کچھ گم ہو گیا ہے"۔ وہ بڑبڑانے کے انداز میں بولے۔

"خیر... تو پھر بتائیے... یہ پھول کیسا ہے"۔

"پہلے آپ بتائیں... یہ آپ کو ملا کہاں سے اور آپ نے اس کو سونگھا تو نہیں"۔

"میں نے سونگھا... البتہ یہ صاحب سونگھنے کا تو نہیں سنگھانے کا تجربہ ضرور کر چکے ہیں اور تجربے کے نتیجے میں ان کی بیوی بے ہوش ہو گئی تھی"۔

"بس بس... میں اسی لیے خبردار کرنا چاہتا تھا... اب دو گھنٹے بعد

انہیں چاہیے کہ یہی پھول اپنی بیوی کو پھر سنگھائیں' اس لیے کہ وہ ہوش میں بھی اسی پھول سے آئیں گی"۔

"بہت خوب! یہ ہو سکتا ہے... آپ تو ہمیں پھول کے بارے میں بتائیں"۔

"یہ... یہ پھول ہماری زمین کا نہیں ہے"۔

"کیا کہا... ہماری زمین کا نہیں ہے... تو پھر؟" انسپکٹر کامران مرزا دھک سے رہ گئے۔

"ہاں ہماری زمین کا نہیں ہے"۔ وہ بولے۔

"تو پھر... کس زمین کا ہے"۔

"یہ میں نہیں جانتا... لیکن اس کے بارے میں اب تک یہی اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ کسی دوسرے سیارے کا ہے"۔

"اوہ... نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا دھک سے رہ گئے۔

"اس وقت تک کی تحقیقات یہی ہیں... اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہیں کیا جا سکا"۔ انہوں نے بتایا۔

"لیکن یہ پھول ملا کہاں سے؟

"شارجستھان کے ایک سائنس دان رام پونی کو ایک روز یہ پھول اپنی تجربہ گاہ کے باغ میں اگا نظر آیا... وہ بہت حیران ہوئے' کیونکہ اس نے اس قسم کا پھول کبھی نہیں دیکھا تھا... نہ اس نے اس پھول کا پودا باغ میں کہیں سے لا کر لگایا تھا حیرت کے عالم میں

اور بے خیالی میں اس نے پھول توڑ لیا اور سونگھ لیا.... وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کے ماتحت اسے اٹھا کر اندر لے آئے.... اسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں.... لیکن کوئی ڈاکٹر انہیں ہوش میں نہ لا سکا۔ آخر میں کسی ملازم نے سوچے سمجھے بغیر وہ پھول اس کے ناک سے لگا دیا۔ بس وہ ہوش میں آ گیا.... اسی وقت سے اس پھول پر تحقیقات کی جا رہی ہیں.... لیکن ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا"۔

"یہ کب کی بات ہے؟"

"آج سے تین سال پہلے کی"۔ انہوں نے بتایا۔

"اوہ.... تو یہ خبر چھپا کر رکھی گئی ہے"۔

"ہاں بالکل۔ آپ خود سوچیں.... ایک ایسا پھول جو دنیا بھر میں نہیں ملتا.... آخر زمین پر کہاں سے آ گیا.... اسے کون لایا.... نہ صرف لایا.... بلکہ پروفیسر ام بوتی کی تجربہ گاہ میں پھول یا پودا کون لگا کر چلا گیا"۔

"اور کیا وہ پودا اب تک ہے؟"

"ہاں! موجود ہے.... اس پر کئی اور پھول نکل چکے ہیں، لیکن.... اس پودے کے گرد زبردست پہرہ ہے.... اس پر مزید تحقیقات ہو رہی ہیں"۔

"اوہ اچھا۔ آپ کا شکریہ"۔

پروفیسر نجمی کے جانے کے بعد انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف مڑے۔

"اب اس محل کو دیکھنا ہو گا.... ویسے میرا خیال ہے.... اس تخت پر اس جیسے مصنوعی پھول بچھائے گئے ہوں گے.... صرف یہ ایک اصلی پھول آپ کی جیب میں ڈالا گیا ہے"۔

"ہم.... مگر کیسے.... سوال تو یہ ہے"۔

"تاکہ آپ ہمارے پاس آئیں اور اس پھول کے بارے میں بتائیں"۔ وہ مسکرا دیے۔

"کیا مطلب؟" وہ بری طرح چونکا۔

"مطلب یہ کہ جن لوگوں نے آپ کو خواب دکھایا ہے.... وہ چاہتے ہیں.... ہم اس پھول کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوں.... تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ پھول آخر کہاں سے آ گیا ہے.... وہ اس کے بارے میں شدید الجھن میں مبتلا ہیں.... ان کے سراغ رساں اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے.... لہٰذا انہوں نے کسی طریقے سے ہمیں اس طرف متوجہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے.... اپنی طرف سے انہوں نے چال چلی ہے.... لیکن دراصل ان کی یہ چال میں نے بھانپ لی ہے.... اب آپ اپنے گھر جائیں.... اس سلسلے میں آپ کو حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں.... معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کو بھی بتا دیا جائے گا.... اول تو یہ آپ کا موضوع ہی نہیں ہے"۔

"بہت بہتر.... آپ جانیں.... آپ کا کام جانے.... کیا میں چلوں؟"

"آپ کافی دور سے سفر کر کے آئے ہیں.... لہذا کھانا کھا کر جائیں.... کھانا تیار ہونے میں دیر نہیں لگے گی.... صرف تین منٹ بعد کھانا آپ کو مل جائے گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... ویسے کھانے کی ضرورت نہیں تھی"۔

"کوئی بات نہیں"۔

یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا باہر آئے.... بیگم کو کھانے کا کہا اور لائبریری میں گھس گئے.... وہاں موجود فون کے ذریعے سب انسپکٹر شاہد کو ہدایات دیں اور پھر مہمان کے پاس آ گئے.... کھانے کے بعد اسے رخصت کیا.... پھول انہوں نے رکھ لیا تھا۔

"آج یہ تینوں کہاں رہ گئے؟"

"کہہ رہے تھے.... سکول میں میچ ہے.... دیر سے آئیں گے"۔ بیگم بولیں۔

عین اس وقت دروازہ پورے زور سے دھڑدھڑایا گیا.... انسپکٹر کامران مرزا بری طرح اچھلے.... ساتھ ہی ان کی نظریں فرش پر پڑیں.... وہ دھک سے رہ گئے۔

○☆○
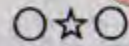
جادو کا دیس

انہوں نے دیکھا، دروازے پر راٹور موجود تھا.... وہی چھلاوہ جو ان کے دفتر کی حوالات سے اس طرح نکل کر بھاگ گیا تھا جیسے مکھن میں سے بال نکل جاتا ہے.... اور جس نے آخری جھڑپ میں انہیں لہولہان کر دیا تھا.... اس کے باوجود وہ پکڑا نہیں جا سکا تھا.... جس نے انہیں دھچکے پہ دھچکا دیا تھا.... چکرا کر رکھ دیا تھا.... اس وقت ایک بار پھر وہ ان کے سامنے تھا.... اور بالکل اکیلا، اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔

"تو آپ میرے گھر میں تشریف فرما ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بااخلاق انداز میں مسکرائے۔

"ہاں! اگرچہ میری تشریف آوری آپ کو ناگوار گزری ہو گی.... کی بات ہے نا"۔ وہ شوخ انداز میں مسکرایا۔

"اگر میرے گھر کے افراد خیریت سے ہیں اور میرے گھر کی کسی چیز کو آپ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نہ کوئی چیز اڑائی ہو تو اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا تشریف لانا ناگوار نہیں گزرا"۔

انسپکٹر جمشید سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"اگر گزرا بھی ہو انسپکٹر جمشید صاحب.... تو آپ میرا کیا بگاڑ لیں گے.... میں آپ کی زندگی میں ناقابلِ تسخیر چیز بن کر آیا ہوں.... آپ وہی ہیں جنہوں نے جیرال مجرم کو شکست دے دی ہے.... کالی آنکھ آپ کے مقابلے میں نہ ٹک سکا.... لی کاف.... سی مون.... جی عوف.... رے راٹا.... حد یہ کہ نظر نہ آنے والا مجرم ابطال تک آپ کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے.... اور مسٹر جوناٹ سے تو ابھی حال ہی میں آپ کی جھڑپ ہوئی ہے.... لیکن.... اس بار میں آپ کے مقابلے میں ہوں.... اگرچہ"۔ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اگرچہ کیا؟"

"اگرچہ اس مہم کی باگ دوڑ بھی جیرال اور ابطال کے ہاتھوں میں ہے.... میں اور جوناٹ تو بس ان کی عملی میدان میں مدد کریں گے.... دماغ وہ لڑائیں گے.... کام ہم کریں گے.... اس بار کوئی یہ منصوبہ لے کر آئے ہیں"۔

"یہ کہ منصوبہ ہے.... مقابلہ کرنے کا.... مقصد کیا لے کر آئیں ہیں؟"

"اس بار مقصد آپ کو نہیں بتایا جائے گا"۔

"کوئی پروا نہیں.... ہم خود معلوم کر لیں گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ اندر آ سکتے ہیں.... کوئی پابندی نہیں ہے"۔ اس نے راستا دیتے ہوئے کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور دھک سے رہ گئے.... محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید صحن کے کونے میں پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے تھے.... ان کے جسموں میں ذرا بھی حرکت نہیں تھی.... نہ وہ پلکیں جھپک رہے تھے.... انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے.... کیونکہ ایسی حالت مردہ لوگوں کی ہوتی ہے۔

"تم نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید پھنکارے۔

"ابھی تک تو کوئی خاص معاملہ ان کے ساتھ نہیں کیا.... اب آپ آ گئے ہیں تو بہت کچھ کروں گا"۔

"لیکن یہ ساکت کیوں ہیں؟"

"آپ نے انسپکٹر جمشید.... بچپن میں اپنی والدہ یا والد سے کہانیاں تو سنی ہوں گی.... وہ جادوئی کہانیاں"۔

"میری والدہ مجھے جادوئی کہانیاں نہیں سنایا کرتی تھیں.... وہ مجھے اسلام کے مجاہدوں کے قصے سنایا کرتی تھیں"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"خیر خیر.... ان کہانیوں میں کچھ ایسا ہوتا تھا کہ کوئی شہزادہ یا شہزادی یا کوئی لکڑہارا.... پتا نہیں ان کہانیوں میں کسی لکڑہارے کا ذکر ہی کیوں ہوا کرتا تھا.... کسی موچی، ترکھان، نائی وغیرہ کا ذکر کیوں نہیں کیا

جاتا تھا... ہاں تو جادوئی دیس میں جانے کے بعد ان میں سے اگر کوئی پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تھا تو وہ پتھر کا بن جاتا تھا... تو میرے انسپکٹر جمشید... آپ کے گھر کے افراد نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا ہے... اگرچہ میں نے انہیں منع بھی کیا تھا... کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا... ورنہ پتھر کے بن جاؤ گے... لیکن انہوں نے میری ایک نہ مانی... اور پتھر کے بن گئے... اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو انہیں چھو کر دیکھ لیں... ان سے بات کر کے دیکھ لیں"۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی... انداز خان رحمان کا تھا۔

"میرے دوست آئے ہیں... میں ذرا انہیں بھی اندر لے آؤں"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔ وہ مسکرایا۔

انسپکٹر جمشید دروازے پر گئے... خان رحمان کے چہرے پر حیرت نظر آ رہی تھی۔

"خیر تو ہے خان رحمان؟"

"خیریت فاروق سے پوچھیں گے... اسے کچھ ہو گیا ہے"۔

"وہ رہا فاروق، آؤ تم بھی آؤ"۔ وہ بولے۔

"کیا بات ہے جمشید... تمہارا لہجہ پرایا پرایا سا ہے"۔ خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے تو سارا گھر پرایا پرایا لگ رہا ہے... تم تو بات کر رہے ہو

لہجے کی"۔ انسپکٹر جمشید اداس انداز میں مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اندر آ کر دیکھ لو"۔

وہ اس کے ساتھ اندر آ گئے... راٹور کو دیکھ کر وہ چونکے۔

"یہ... یہ کون صاحب ہیں"۔

"یہ مسٹر راٹور ہیں... ان کا ذکر میں تم سے کر چکا ہوں"۔ انہوں نے جلدی جلدی بتایا۔

"اوہ تو یہ وہ صاحب ہیں"۔

"ہاں! یہ سو فیصد وہی ہیں... اور یہ رہے میرے گھر کے افراد... ان سے کچھ پوچھ سکتے ہو تو پوچھ لو"۔

"ارے! انہیں کیا ہو گیا ہے"۔ خان رحمان خوف زدہ سی آواز میں بولے۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"یہ پروفیسر صاحب ہیں... جاؤ خان رحمان... پہلے تم انہیں اندر لے آؤ... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں مسٹر راٹور"۔

"ارے نہیں... اعتراض کیسا... آپ کا اپنا گھر ہے"۔ وہ ہنسا۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا کہ یہ میرا اپنا گھر ہے... تم نے سنا خان رحمان... یہ میرا اپنا گھر ہے"۔

"م... میں... میں پروفیسر صاحب کو لا رہا ہوں... پتا نہیں

یہاں کیا ہو رہا ہے.... ویسے میری سٹی گم ہوتی جا رہی ہے"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا اور دروازے کی طرف بڑھے۔

"نہ.... نہ.... ابھی اپنی سٹی گم نہ کرنا.... کام کی چیز ہے"۔ وہ بولے۔

"کک.... کہیں تم میں روح کا فاروق تو حلول نہیں کر گیا"۔ انہوں نے گڑبڑا کر کہا۔

"کیا کہا.... روح کا حلول.... وہ کیا ہوتا ہے"۔ راٹور مارے حیرت کے بولا۔

"مم.... میرا مطلب تھا.... کہیں ان میں فاروق کی روح تو حلول نہیں کر گئی"۔ خان رحمان بولے۔

"آپ جائیں اور پروفیسر صاحب کو لے آئیں.... پتا نہیں یہاں اور کون کون آئے گا"۔ راٹور کا منہ بن گیا۔

"اگر آپ کو پروفیسر صاحب کی آمد ناگوار گزری ہے تو میں انہیں واپس بھیج دیتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"نہیں.... اب واپس بھیجنے کی ضرورت نہیں.... انہیں بھی اندر لے آئیں.... شاید آپ کو ان کی ضرورت ہے"۔ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

خان رحمان گئے اور پروفیسر داؤد کو اندر لے آئے.... اندر کا منظر دیکھ کر وہ بری طرح اچھلے۔

"ارے! یہ کیا.... یہ.... یہ.... یہ، یہ کیا"۔

"پروفیسر صاحب ان سے ملیے.... یہ مسٹر راٹور ہیں.... ان سے ایک دو بار پہلے جھڑپ ہو چکی ہے.... اور سچی بات یہی ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھوں شاندار قسم کی شکستیں کھائی ہیں.... لیکن اس وقت کی صورت حال کافی سنگین ہے.... آپ ان چاروں کو دیکھ رہے ہیں"۔

"ہاں! دیکھ رہا ہوں.... یہ سکتے کی حالت میں ہیں"۔

"نہیں مسٹر راٹور کا کہنا ہے کہ جس طرح پرانے زمانے کی کہانیوں میں.... لوگ کسی جادوئی دیس میں پیچھے مڑ کر دیکھ لینے کی وجہ سے پتھر کے بن جاتے تھے.... سو یہ افراد میرے گھر کے بقول ان کے پیچھے مڑ کر دیکھ لینے کی وجہ سے پتھر کے بن گئے ہیں"۔

"نن نہیں.... نہیں.... یار جمشید.... تم تو آج بالکل فاروق کے انداز میں مذاق کر رہے ہو.... اچھا اب سنجیدگی سے بتاؤ.... بات کیا ہے؟"

"بات ہی تو آپ کو بتا رہا ہوں.... اور سو فیصد سنجیدگی سے بتا رہا ہوں"۔

"کیا واقعی پتھر کے بن گئے ہیں، لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"میں نے انہیں ابھی تک چھو کر نہیں دیکھا"۔

"ایک منٹ جمشید"۔

یہ کہہ کر پروفیسر داؤد آگے بڑھے.... انہوں نے فاروق کی پیشانی

کو چھوا ہی تھا کہ ان کے منہ سے تیز چیخ نکل گئی... وہ لڑکھڑائے اور گر پڑے۔

"ارے ارے... یہ کیا؟"

"جادوئی دیس میں پیچھے مڑ کے دیکھ لینے سے جو لوگ پتھر کے بن جاتے ہیں نا... ان لوگوں کو چھو دینے سے جسم کو کرنٹ بھی لگتا ہے... یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں انہیں کسی نے کبھی چھو کر نہیں دیکھا... اب انہوں نے کیا ہے... لہٰذا بے ہوش ہو گئے... اس میں میرا کیا قصور"۔ راٹور نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید اور خان رحمان پروفیسر داؤد پر جھک گئے... انہوں نے انہیں ہلایا جلایا... تب کہیں جا کر انہوں نے آنکھیں کھولیں۔

"انہیں نہ چھونا... ان میں کرنٹ ہے"۔ وہ خوف زدہ انداز میں بولے۔

"ارے باپ رے"۔ خان رحمان کانپ گئے۔

"اگر ان میں بھی کرنٹ ہے تو پھر یہ زندہ نہیں رہ گئے ہوں گے"۔

"کرنٹ اس حد تک نہیں"۔

"پھر آپ بے ہوش کیوں ہو گئے تھے؟"

"اتنا کم بھی نہیں ہے"۔

"سوال تو یہ ہے کہ یہ زندہ ہیں یا نہیں"۔

"زندہ ہیں... لیکن حرکت نہیں کر سکتے... ان کے جسموں میں کرنٹ ہے، لہٰذا ہم انہیں چھو نہیں سکتے"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر... مسٹر راٹور آپ بتائیں... آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"صرف اور صرف ایک بات"۔ وہ مسکرایا۔

"اور وہ ایک بات کیا ہے؟"

"یہ کہ آپ لوگ بھی پتھر کے بن جائیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"جس طرح یہ پتھر کے بن گئے ہیں... اسطرح آپ تینوں بھی پتھر کے بن جائیں اور درویش کی صدا کیا ہے"۔ اس نے ہنس کر کہا... اور پھر ایک دم خان رحمان پر چھلانگ لگا دی... انہوں نے بچنے کی پوری کوشش کی، لیکن زد میں آئے بغیر نہ رہ سکے... اچانک ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔

"انسپکٹر جمشید نے دیکھا، خان رحمان کا بازو راٹور کے ہاتھ میں آ گیا تھا... اور ان کا جسم اس طرح لرز رہا تھا... جیسے انہوں نے بجلی کے ننگے تار کو ہاتھ میں لے لیا ہو... انہوں نے فوراً اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی... انہوں نے راٹو کے سر کا نشانہ لیا تھا، لیکن وہ دھک سے رہ گئے... کیونکہ راٹور ان کی چھلانگ سے پہلے خان رحمان سمیت وہاں سے اچھلا تھا اور کمرے کے دوسرے سرے پر کھڑا نظر آیا تھا... اس وقت خان رحمان کا جسم بے حس و حرکت ہو گیا... وہ کسی بت کی طرح

کھڑے کے کھڑے رہ گئے.... لیکن ان کی آنکھیں کھلی تھیں۔

"انسپکٹر جمشید ایک اور ساتھی پتھر کا بن گیا.... ہاہاہا.... پرانے زمانے کی کہانیوں کی یاد تازہ ہو گئی.... مزا آ گیا"۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے.... انہوں نے ایک بار پھر رانور پر حملہ کرنے کے لیے پر تولے.... لیکن اسی وقت رانور پروفیسر داؤد کی طرف ایک لمبی چھلانگ لگا چکا تھا.... اس نے ان کا بازو پکڑ لیا.... ان کے منہ سے بھی چیخ نکل گئی.... جسم میں کرنٹ دوڑ گیا.... وہ بری طرح لرزنے لگے۔

انسپکٹر جمشید نے اس بار خوب سوچ سمجھ کر چھلانگ لگائی.... لیکن منہ کے بل زمین پر آ رہے.... ان کے ناک سے خون بہہ نکلا۔

"مجھ پر چھلانگ لگانے کی بہت بے چینی ہے.... آپ اب جی بھر کر چھلانگیں لگائیے.... آپ کے بعد مجھے بیگم جمشید کو بھی پتھر کا بنانا ہے"۔

"تم بے وقوف ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے چلا کر کہا۔

"آخر کیسے.... آپ میری بے وقوفی ثابت کر دیں.... میں جان جاؤں گا"۔

"تم سمجھتے ہو.... ہمارے ملک کے میں من مانی کرتے پھرو گے اور تمہیں کوئی روکنے والا یا ٹوکنے والا نہیں ہو گا.... لیکن یہ تمہاری

بھول ہے.... ہمارے ساتھی آتے ہی ہوں گے"۔

"کون سے ساتھی"۔ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز"۔

"وہ کس کھیت کی مولیاں ہیں.... جب آپ میرے مقابلے میں پانی بھر رہے ہیں.... اور ذرا غور کریں.... ابھی صرف میں آپ کے مقابلے میں آیا ہوں.... میرے تین بڑے تو ابھی آئے ہی نہیں.... جیرال جس کی عقل کا مقابلہ کرنا آپ کے لیے ایک مسئلہ ہے.... ایقال.... جو نظر نہیں آتا.... جوناٹ.... جو...."

"ہم لوگ جب ایک ساتھ آپ لوگوں کے مقابلے پر آئیں گے.... اس وقت آپ کا کیا ہو گا"۔

"وہ بعد کی بات ہے.... تم نے اب تک یہ نہیں بتایا.... منصوبہ کیا ہے؟"

"نہیں بتا سکتے.... ویسے ہے بہت خوفناک، ویسے آپ منصوبے کی ایک جھلک دیکھ تو آئے ہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے.... صدر صاحب کے ہاں میں جو کچھ دیکھ کر آیا ہوں.... وہ اس منصوبے کی صرف ایک جھلک ہے"۔

"ہاں! کام تو ابھی آگے شروع ہو گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں پھر اس پر چھلانگ لگائی.... اس

وقت تک پروفیسر داؤد بھی پتھر کی طرح ساکت ہو چکے تھے۔۔۔ انسپکٹر جمشید فرش پر ڈھیر ہو گئے۔۔۔ وہ پھر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ آپ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اگر پتھر کا بننے کا ارادہ ہے تو آپ کی مرضی۔۔۔ جونہی آپ مجھے ہاتھ لگائیں گے پتھر کے بن جائیں گے۔۔۔ یا میں آپ کو پکڑ لوں گا تو بھی آپ پتھر کے بن جائیں گے"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"آخر یہ کیسے ہو جاتا ہے؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بتایا تو ہے۔۔۔ آج کے دور میں پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔۔ انسان ایسے بھی پتھر کے بن جاتے ہیں"۔ وہ ہنسا۔

"لیکن یہ جادو کا دیس نہیں۔۔۔ میرا گھر ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آج سے آپ اپنے گھر کو بھی جادو کا دیس خیال کریں تو بہت افاقہ ہو گا"۔ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"افاقہ ہو گا۔۔۔ میں کوئی بیمار ہوں کہ افاقہ ہو گا۔۔۔ لو۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔ بچ سکتے ہو تو خود کو بچا لو"۔ یہ کہ کر انہوں نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی۔۔۔ اس بار اس نے حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ لہٰذا انسپکٹر جمشید پوری طرح اس سے ٹکرا گئے۔۔۔ ساتھ ہی ان کے منہ

سے ایک دلدوز چیخ نکل گئی۔۔۔ وہ فرش پر گرتے چلے گئے۔۔۔ لیکن وہ بے ہوش نہیں ہوئے تھے۔۔۔ اس لیے کہ ان کی آنکھیں کھلی تھیں۔۔۔ وہ سوچ سکتے تھے، دیکھ سکتے تھے۔۔۔ لیکن حرکت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ وہ ان سے کچھ فاصلے پر پرسکون انداز میں کھڑا تھا۔۔۔ ان کی ٹکر سے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا۔۔۔ بس وہ ذرا سا اپنی جگہ سے اچھلا ضرور تھا۔۔۔ لیکن پھر اسی جگہ آ کھڑا ہوا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا۔۔۔ لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی۔۔۔ خیر۔۔۔ اب میں اپنا کام ختم کرتا ہوں۔۔۔ کافی دیر لگا دی میں نے۔۔۔ مسٹر جیرال ناراض ہوں گے۔۔۔ اگرچہ مجھے ان کی کوئی پروا نہیں"۔

انسپکٹر جمشید پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ یہاں کس کام سے آیا ہے۔۔۔ کیا کرنا چاہتا ہے۔۔۔ اور وہ یہ بھی پوچھنا چاہتے تھے کہ اسے جیرال کی پروا کیوں نہیں، لیکن وہ کیسے پوچھ سکتے تھے۔۔۔ ان کی تو زبان ساکت تھی۔

انہوں نے دیکھا راٹور ان کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

○☆○

پھول کا معمہ

انہوں نے بیگم کی طرف دیکھا اور بیگم نے ان کی طرف گھبرا کر دیکھا۔

"شاید کھیل شروع ہو گیا ہے"۔ بیگم بولیں۔

"کھیل تو اس دیہاتی کے آتے ہی شروع ہو گیا تھا... یار لوگ ہمیں کھلونوں کی طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں اور میں بھی خود کو مجبور پا رہا ہوں"۔

"کیوں! آپ کیوں مجبور پا رہے ہیں خود کو... نہ پڑیں اس جھمیلے میں"۔

"کیسے نہ پڑوں... پھر پھول کا معمہ کس طرح حل ہو گا"۔

"نہ ہو گا تو آپ کی صحت پر کیا اثر پڑے گا"۔

"آخر بڑی بڑی طاقتیں کیوں پریشان ہیں... ایک پھول سے... یہ تو دیکھنا ہی ہو گا"۔

"اچھی بات ہے... آپ دیکھیں... میں باورچی خانے دیکھتی ہوں"۔ انہوں نے منہ بنایا اور باورچی خانہ کی طرف مڑ گئیں... انسپکٹر

کامران مرزا فوراً جھکے اور فرش پر سے کوئی چیز اٹھا کر جیب میں رکھ لی... پھول بھی ان کی اسی جیب میں تھا اور وہ ایک خفیہ جیب تھی... اب وہ پرسکون انداز میں دروازے کی طرف بڑھے... اس وقت تک دو بار اور دستک دی جا چکی تھی۔

"کون ہے دروازے پر... اور اس قدر بدتمیزی سے کیوں دروازہ پیٹا جا رہا ہے"۔ وہ چلائے۔

"میں... میں ہوں... فوراً دروازہ کھولیں... ورنہ وہ مجھے مار دیں گے"۔

"کون مار دیں گے؟" وہ بولے۔

"میرے دشمن"۔ باہر سے کہا گیا۔

"اچھی بات ہے... میں دروازہ کھول رہا ہوں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا اور خود اوٹ میں ہوتے چلے گئے۔

"ارے! آپ کہاں ہیں... لیکن میں باہر نہیں رک سکتا"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک برے حال والا آدمی اندر آ گیا اور خود ہی اس نے دروازہ بند کر دیا... اب اس نے انسپکٹر کامران مرزا کو دیکھا۔

"معافی چاہتا ہوں... آپ کو زحمت دی... لیکن میں مجبور تھا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا... سانس پھولا ہوا تھا۔

"مسئلہ کیا ہے... آپ یہ بتائیں"۔

"جج... جی ہاں... کیوں نہیں... ابھی بتاتا ہوں... ذرا میں سانس درست کرلوں"۔

"آیئے میرے ساتھ"۔

"لیکن میں خطرے میں ہوں... کسی لمحے وہ بھی یہاں آ جائیں گے"۔

"کیا انہیں معلوم ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں"۔

"نہیں... انہیں یہ معلوم نہیں کہ میں اس علاقے کے کسی گھر میں چھپا ہوں... لیکن وہ یہ بات جانتے ہیں کہ میں اس علاقے میں ہی کسی گھر میں ہوں... اور ان کے لیے اس گھر کو تلاش کرلینا مسئلہ نہیں ہو گا"۔

"آیئے پہلے اطمینان سے بیٹھ جائیں... پھر بات کریں... جب تک آپ پوری بات مجھے نہیں بتائیں گے... بات پلے نہیں پڑے گی"۔

"جی ہاں! یہ بات تو ہے"۔

دونوں صحن میں آ کر بیٹھ گئے... چند سیکنڈ اس نے سانس درست کرنے میں لگائے پھر منہ کھولا۔

"وہ تین دن سے میرے پیچھے ہیں... کھنڈر کے غنڈے"۔

"کھنڈر کے غنڈے... یہ نام میں پہلی بار سن رہا ہوں"۔

"سن بھی کیسے سکتے ہیں... آپ کا بھلا ان معاملات میں سے

تعلق... آپ تو بس اتنا کریں کہ پولیس کو فون کر کے مجھے ان کے حوالے کر دیں... ایک بار میں جیل میں پہنچ گیا تو ان کے ہاتھ سے بچ جاؤں گا... یوں تو وہ مجھے جیل میں بھی نہیں چھوڑیں گے"۔

"اوہو... آخر وہ کون لوگ ہیں... اور کیا آپ جانتے ہیں... آپ کس کے گھر میں ہیں"۔

"نن... نہیں تو... میں تو بدحواسی کے عالم میں یہاں تک آ گیا ہوں... کچھ دیر باہر رکنے کا موقع نہیں ملا... کہیں میں ان کے ہی کسی ساتھی کے گھر میں تو نہیں آ گیا"۔

"نہیں... میرا کھنڈر سے کوئی تعلق نہیں... آپ بتائیں... کھنڈر کون ہے"۔

"ایک بہت بڑا بدمعاش... شہر میں اس کے بے شمار غنڈے ہیں... منشیات کا کاروبار کرتا ہے وہ... میں بھی اس کے گینگ میں شامل ہوں... لیکن اس کام سے اس حد تک تنگ آ چکا ہوں کہ اب یہ فیصلہ کر لیا ہے... گروہ کے لیے کوئی کام نہیں کروں گا... چاہے کچھ ہو جائے... چاہے ساری زندگی جیل میں سڑنا پڑے"۔

"اگر یہ بات ہے تو جان لیں کہ آپ کو ساری زندگی جیل میں نہیں سڑنا پڑے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیئے۔

"جی... کیا مطلب... آپ کون ہیں؟"

"مجھے انسپکٹر کامران مرزا کہتے ہیں"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلا اٹھا.... اور پھر اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

"کیا بات ہے.... تم خوف زدہ کیوں ہو گئے"۔

"اگر آپ انسپکٹر کامران مرزا ہیں.... تب تو میں پھنس گیا"۔ اس نے لرز کر کہا۔

"کیا مطلب.... یہ تم نے کیا بات کی"۔

"یہ بات میں نے اس لیے کی.... کہ دورا یاس بارہا مرتبہ کہہ چکا ہے کہ وہ ہر ماہ ایک بڑی رقم بطور رشوت کے انسپکٹر کامران مرزا کو دیتا ہے"۔

"اوہو اچھا.... اب ہم لوگوں نے یہ کام بھی شروع کر دیا ہے"۔

"پتا نہیں جناب.... ویسے اس کا کہنا ہے کہ آپ لوگ اوپر سے بہت پارسا بنتے ہیں.... اندر سے تو آخر پولیس والے ہی ہیں.... اور رشوت میں گردن تک دھنسے ہوتے ہیں"۔

"یہ جان کر دکھ ہوا.... اب تو اس کھنڈر کو پکڑنا ہی ہو گا"۔

"آپ کیا پکڑیں گے اسے.... آپ تو اس سے ہر ماہ ایک بڑی رقم وصول کرتے ہیں"۔

"وہ تمام رقمیں اسے واپس لوٹانے کے لیے تو ملاقات کرنا ہی ہو گی.... اگر آپ واقعی تائب ہو چکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے چنگل سے نکل جائیں تو اس کے ٹھکانے کا پتا بتانا ہو گا.... ہم اسی وقت

چھاپہ ماریں گے اور اسے گرفتار کر لیں گے.... پھر آپ سلطانی گواہ بن جائیں.... آپ جیل جانے سے بھی بچ جائیں گے"۔

"لیکن کیا فائدہ.... جیل سے باہر آ کر وہ میرا جینا حرام کر دیں گے.... آپ ان سب کو پھانسی تو لگوا نہیں دیں گے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"جیل سے باہر آ کر بھی وہ آپ کو ہاتھ نہیں لگا سکیں گے.... میں اس بات کا بھی آپ کو یقین دلا دوں گا"۔

"آخر کیسے؟" اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

عین اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی"۔

"وہ آگئے"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

"آپ ڈراما تو نہیں کر رہے"۔ انہوں نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"ڈ.... ڈراما.... یہ آپ نے کیا کہا.... مطلب یہ کہ میں آپ کے ساتھ دھوکا تو نہیں کر رہا.... توبہ توبہ.... آپ نے تو مجھے پناہ دی ہے.... سچ یہی ہے کہ مجھے نہیں معلوم تھا.... آپ کون ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... آپ اس کمرے میں چلے جائیں اور دروازہ اندر سے بند کر لیں.... جب تک میں نہ کہوں.... آپ دروازہ نہیں کھولیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔ اس نے فوراً کہا اور اس کمرے میں چلا

گیا۔ چٹخنی لگنے کی آواز سن کر وہ دروازے کی طرف بڑھے۔

"کون ہے دروازے پر؟"

"کھنڈر کے غنڈے... اس مکان میں کسی نے پناہ لی ہے... آپ فوراً اسے نکال باہر کریں... ورنہ ہم اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے"۔

"شکر ہے... کوئی تو ایسا آیا... جو اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا ارادہ رکھتا ہے... میں تو ترس گیا تھا ایسے کسی آدمی کو"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"کیا مطلب؟" باہر سے کہا گیا۔

"میں دروازہ کھول رہا ہوں... پہلے آپ اندر آ کر تلاشی لے لیں... پھر بات کریں گے"۔

"اوہ تو وہ یہاں نہیں ہے"۔ باہر سے مایوسانہ انداز میں کہا گیا۔

"میں نے کب کہا"۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیا مطلب... تو کیا وہ یہاں ہے؟"

"ہاں ہے... بالکل ہے... میں دروازہ کھول رہا ہوں"۔ انہوں نے کہا۔

"بہت خوب... مطلب یہ کہ آپ اس کو ہمارے حوالے کر رہے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں... میں تو اپنے آپ کو بھی آپ کے حوالے کر

دوں گا"۔ انہوں نے منہ بنایا... ابھی انہوں نے چٹخنی نہیں کھولی تھی کہ باہر سے کسی نے کہا۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ گھر تو انسپکٹر کامران مرزا کا ہے"۔

"اوہو اچھا... اگر یہ بات ہے تو اور بھی اچھا ہے... اس لیے کہ یہ تو اپنے ہی آدمی ہیں... باس انہیں بھی تو آخر حصہ دیتا ہے"۔

"اوہ ہاں... واقعی"۔

اور اسی وقت دروازہ کھل گیا... پانچ غنڈے یکدم اندر داخل ہو گئے... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے... انہوں نے خونخوار نظروں سے ادھر ادھر دیکھا... پھر ان کی طرف مڑے۔

"کہاں ہے وہ بزدل"۔

"سامنے دوسرے کمرے میں... میں نے آپ کے لیے بند کر رکھا ہے اسے"۔

"بہت خوب! مزا آ گیا"۔

"میرے گھر میں تم لوگوں کو پستول ہاتھ میں لے کر آنے کی ضرورت نہیں... پستول جیبوں میں رکھ لو"۔

"اوہ ہاں! آپ تو اپنے ہی آدمی ہیں"۔

"بالکل بالکل"۔ وہ خوش ہوتے ہوئے بولے۔

انہوں نے پستول جیب میں رکھ لیے... انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔

"ویسے اس کا مسئلہ کیا ہے"۔

"مسئلہ کیا ہوتا... باغی ہو گیا ہے... گینگ کے بارے میں پولیس کو بتانے پر تل گیا ہے... اور کہتا ہے، اب یہ کام نہیں کرے گا... آپ ذرا سوچیں... یہ کام نہیں کرے گا تو جیل میں جائے گا... اس کے گھر والے کیا کھائیں گے... یہ بات نہیں سوچتا"۔

"اب سوچے گا... جب آپ اسے لے جائیں گے... بیگم مہمانوں کے لیے اسپیشل چائے"۔ انہوں نے ہانک لگائی۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ ان میں سے ایک بولا۔

"پہلی بار میرے گھر میں کھنڈر کے آدمی آئے ہیں اور چائے پیے بغیر چلے جائیں"۔

"اوہ اچھا... آپ کی مرضی"۔

عین اس وقت اس کمرے کے اندر سے اس شخص نے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا... ساتھ ہی وہ چلانے لگا۔

"انسپکٹر کامران مرزا... تم نے مجھے دھوکا دیا... تم نے کیا کہا تھا... اب تم مجھے ان جلادوں کے حوالے کر رہے ہو... یہ مجھے کچا چبا جائیں گے... تم بھی ان میں سے ایک ہو... تمہیں اس ظلم کی سزا ملے گی... خدا تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا... ایک شخص جو گناہوں سے توبہ کرنے پر تل گیا... تم اسے غنڈوں کے حوالے کر رہے ہو... جبکہ تمہیں چاہیے تھا کہ تم اسے بچاتے اور غنڈوں کو قانون کے

حوالے کرتے... افسوس... جن کا اتنا نام سنا تھا... وہ بھی اندر سے گندے نکلے"۔

"دیکھا آپ نے... کیسے تڑپ رہا ہے"۔

"اس کا تڑپنا اور پھڑکنا ابھی نکل جائے گا... آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر باورچی [illegible]
[illegible] بنائی۔

"آپ نہیں پئیں گے؟"

"نہیں... میں صرف اپنے وقت پر پیتا ہوں"۔

وہ چائے پینے لگے... اچانک کپ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئے اور وہ کرسیوں سے گر کر فرش پر ڈھیر ہو گئے... اب انسپکٹر کامران مرزا مسکراتے ہوئے اٹھے اور کمرے کے دروازے پر پہنچ کر بولے۔

"لو... اب اپنا شکار"۔

یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

"تم... کس قدر برے ہو"۔ اندر موجود شخص بس اتنا کہہ سکا... پھر اس کی نظر پانچ بے ہوش غنڈوں پر پڑی... اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"بھنا گئے تھے... پریشان ہو گئے تھے... میری بات پر یقین نہیں

رہ گیا تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں"۔

اب انہوں نے دفتر فون کیا۔۔۔ وہاں سے سب انسپکٹر رضوان فوراً ان کے پاس پہنچ گیا۔۔۔ انہوں نے اسے ہدایات دیں۔۔۔ وہ پانچوں غنڈوں کو اٹھا لے گیا۔۔۔ اب انہوں نے اس شخص کے چہرے پر میک اپ شروع کیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"جی میں ٹونی ہوں"۔

"لیکن اب تم خالد ہو۔۔۔ اپنے گھر والوں کو لے کر کہیں دور نکل جانا۔۔۔ کھنڈر کے غنڈے کئی سال بعد جیل سے نکل سکیں گے۔۔۔ اس وقت تک لوگ تمہارے بارے میں بالکل بھول چکے ہوں گے اور کوئی انہیں تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتا سکے گا۔۔۔ نہ کوئی تمہیں پہچان سکے گا"۔

"لیکن کیسے نہیں پہچان سکے گا"۔

"بس دیکھتے رہو"۔

"لیکن کھنڈر کے غنڈے تو سو کے قریب ہیں۔۔۔ جب کہ آپ نے صرف پانچ کو گرفتار کیا ہے"۔

"ان پچانوے کو بھی ان کے باس سمیت آج رات گرفتار کر لیا

جائے گا۔۔۔ تم میرے ساتھ ہو گے۔۔۔ لیکن وہ تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔۔۔ وہ یہی خیال کریں گے کہ تم میرے کوئی ساتھی ہو"۔

"یہ کیسے ہو گا"۔

"تھوڑی دیر تک معلوم ہو جائے گا"۔

ایک گھنٹے بعد اس کی شکل و صورت بالکل بدل گئی تھی۔۔۔ وہ خود و دیکھ [illegible] اٹھا۔

"اب تو کھنڈر کا باپ بھی مجھے نہیں پہچان سکے گا"۔

"یہ تمہاری غلطی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ کون سی غلطی؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہنے سے پہلے آواز بھی بدل لی ہوتی۔۔۔ آواز سن کر وہ ضرور پہچان لے گا۔۔۔ رات کو ہم اس کے ٹھکانے پر چھاپہ ماریں گے۔۔۔ وہاں تم منہ سے آواز ہرگز نہ نکالنا۔۔۔ کیونکہ تم کامیابی سے آواز نہیں بدل سکو گے"۔

"بہت بہتر"۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بج اٹھی۔۔۔ وہ گھبرا گیا۔۔۔ لیکن انسپکٹر کامران مرزا کو پرسکون دیکھ کر اسے حوصلہ ہوا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ میرے بچے آئے ہیں"۔

یہ کہ کر وہ دروازے پر گئے اور چٹخنی گرا دی۔۔۔ دوسرے ہی لمحے

وہ سکتے میں آ گئے... دروازے پر آفتاب، آصف اور فرحت نہیں... کوئی اور موجود تھا۔

○☆○
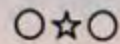
ایک خبر

وہ انور کو اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھتے رہے... وہ بالکل بے بس تھے... کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ صرف دیکھ سکتے تھے... یا سن سکتے تھے... صرف پندرہ منٹ بعد وہ مسکراتا ہوا باہر آگیا اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"آج کی شکست بھی آپ کو یاد رہے گی... دیکھ لیں... میں آپ لوگوں کو شکست پر شکست دیتا چلا آ رہا ہوں... کاش!" وہ کہہ کر رک گیا... مسکرایا اور پھر کہنے لگا۔

"اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کاش کے بعد کیا کہنا چاہتا ہوں... صرف یہ کہ کاش میرے پاس عقل بھی مسٹر جیرال اور اقبال جیسی ہوتی... پھر مجھے ان لوگوں کا بھی باس بنا دیا جاتا... اچھا اب میں جاتا ہوں... جو کام کرنے کے لیے آیا تھا... کر چکا ہوں... لہٰذا اب جانا ہی ہوگا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دروازے کی طرف بڑھا... دروازے پر پہنچ کر مڑا اور بولا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ صرف ایک گھنٹے کے بعد آپ لوگ ہلنے جلنے کے قابل ہو جائیں گے"۔

"وہ چلا گیا۔۔۔ ایک گھنٹہ بعد ان میں ہلنے جلنے کے آثار نمودار ہوئے اور آخر آہستہ آہستہ وہ سب اپنے آپ میں آ گئے۔

"اف مالک! یہ سب کیا تھا؟" خان رحمان نے کانپ کر کہا۔

"ایک خواب۔۔۔ جو ہم سب نے ایک ساتھ دیکھا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا۔۔۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"کیا ہو سکتا ہے"۔ انہوں نے ان کی طرف دیکھا۔

"ہم سب مل کر ایک خواب دیکھ سکتے ہیں"۔

"پتا نہیں۔۔۔ اس وقت تو یہی محسوس ہو رہا ہے"۔

"آخر یہ شخص کیا چیز ہے۔۔۔ جسے تم چھو بھی نہیں سکے"۔

"پتا نہیں۔۔۔ یہ انسان ہے بھی یا نہیں۔۔۔ کہیں یہ کوئی روبوٹ نہ ہو"۔

"لیکن بھئی۔۔۔ ایک روبوٹ اس قدر تیزی سے تو حرکت نہیں کر سکتا۔۔۔ جیسے کوئی ہلکا پھلکا بچہ"۔

"ابھی اس سے اور ملاقاتیں ہوں گی۔۔۔ اس وقت دیکھیں گے۔۔۔ یہ کیا ہے۔۔۔ اس وقت تو مسئلہ ہے اس معاملے سے نمٹنے کا۔۔۔ آیئے دیکھیں۔۔۔ وہ میرے کمرے میں کیا کر گیا ہے"۔

"کر کیا ہو گا۔۔۔ کسی فائل کی مائیکرو فلم بنا کر لے گیا ہو گا"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں۔۔۔ اتنے سے کام کے لیے یہ شخص نہیں آ سکتا تھا۔۔۔ یہ انشارجہ یا بیگال میں خاص مقام رکھتا ہے۔۔۔ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔۔۔ سنا نہیں تھا۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کاش اس کے پاس جیرال یا اقبال جیسی عقل بھی ہوتی تو وہ ان کا بھی اس وقت باس ہوتا، مطلب یہ کہ تو یہ شخص صرف عقل کے میدان میں ان سے قدرے پیچھے ہے۔۔۔ لڑائی بھڑائی میں ان سے دو ہاتھ آگے ہے۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ ہم ان لوگوں سے مقابلہ کرنے میں اب تک ناکام نہیں رہے۔۔۔ جب کہ اس سے مقابلہ کر ہی نہیں سکے۔۔۔ اور شکست پر شکست کھا چکے ہیں"۔

"بالکل فکر نہ کرو جمشید۔۔۔ آئندہ مہم میں اگر یہ تمہارے سامنے آیا تو تم اس سے بخوبی مقابلہ کر سکو گے، اس لیے کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔۔۔ یہ کون ہے۔۔۔ کیا ہے۔۔۔ کیا کر سکتا ہے۔۔۔ اور اب میں اس سے جنگ کی باقاعدہ تیاری شروع کروں گا۔۔۔ لہٰذا تم مجھے اجازت دو۔۔۔ خان رحمان کو بھی میں ساتھ لے جا رہا ہوں۔۔۔ ہم دونوں مل کر کام کریں گے۔۔۔ پھر تمہیں اطلاع دیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ کمرے میں آ گئے۔۔۔ انہوں نے فائلوں والی الماری کا ہندسوں والا تالا کھول ڈالا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ کانپ گئے۔۔۔ الماری کے اندر

کا منظر صدر صاحب کی الماریوں کے منظر سے مختلف نہیں تھا.... جو حشر وہاں دیکھنے میں آیا تھا.... بالکل وہی حشر یہاں بھی تھا.... تمام فائلیں راکھ میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

"ارے باپ رے.... یہ الماری تو صرف راکھ سے بھری ہوئی ہے"۔

"ہاں! میری تو صرف ایک الماری ہے.... صدر صاحب کی ایسی چھ الماریاں راکھ سے بھری ہوئی ملی ہیں"۔

"حد نہیں"۔ وہ کانپ گئے۔

"راٹھور کے مقابلے میں ہمیں دانتوں پسینہ آئے گا.... نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا سو فیصد یقین ہے"۔

"ہوں خیر.... کیا اب ہم جائیں"۔

"ہاں! آپ جائیں.... اس کے خلاف جنگ کی تیاری کے لیے جو بھی کر سکتے ہیں، کر ڈالیں.... ہمیں اب جوابی حملہ کرنا ہو گا.... اس کے دوسرے حملے کے انتظار سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اب ہم اس پر حملہ کریں"۔

"ایسا ہی ہو گا جمشید.... تم فکر نہ کرو"۔

اور وہ خان رحمان کو ساتھ لے کر چلے گئے.... دوسرے دن کے اخبارات نے ان کے ہوش اڑا دیئے.... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی دن ایسی خبریں بھی سننے کو ملیں گی.... خبر یہ تھی۔

"صدر مملکت اور انسپکٹر جمشید پر بدعنوانیوں کے سنگین الزامات.... دونوں نے اپنے سارے ریکارڈ جلا کر راکھ کر دیئے"۔

نیچے تفصیل کچھ یوں تھی:

"اسمبلی کے اجلاس میں چند بڑے لیڈروں نے صدر صاحب اور ان کے اشاروں پر ناچنے والے انسپکٹر جمشید پر بدعنوانی کے سنگین الزام لگائے ہیں.... ان الزامات سے بچنے کے لیے دونوں نے اپنے پاس موجود تمام فائلوں کو راکھ میں تبدیل کر دیا.... تاکہ ان کے خلاف کسی کو کوئی ثبوت نہ مل سکے.... لیکن وہ بھول گئے.... کہ وہ راکھ ہی تو سب سے بڑا ثبوت بھی ہے.... عوام ان سے سوال کرتے ہیں.... آخر انہوں نے ریکارڈ کو کیوں جلایا.... ریکارڈ تو قوم کی امانت تھی"۔

ابھی وہ یہ خبر پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی.... انہوں نے ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف صدر صاحب تھے.... اور کہہ رہے تھے۔

"تم نے یہ خبریں پڑھی جمشید"۔

"ہاں سر.... ابھی ابھی پڑھی ہیں"۔ وہ بولے۔

"اب کیا ہو گا؟" ان کی سرسراتی آواز کانوں میں گونجی۔

"ہم تیل دیکھیں گے، تیل کی دھار دیکھیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

"لیکن اتنی دیر میں دوسرے ہم پر چھا جائیں گے۔۔۔ کیا تم بھول رہے ہو۔۔۔ اس معاملے میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔۔۔ یہ صرف ہمارا ملکی مسئلہ تو ہے نہیں"۔ وہ جلدی جلدی بولے۔

"ہاں سر۔۔۔ بات تو ہے۔۔۔ لیکن فی الحال تو ہم کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

"اوہو جمشید۔۔۔ اف۔۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"

"کیا ہوا سر؟" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"افسوس! اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ شاید تم بھی اب کچھ نہیں کر سکو گے۔۔۔ ویسے آ سکتے ہو تو فوراً ایوان صدر میں آ جاؤ۔۔۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آ جاؤ"۔

"ہوا کیا ہے؟"

لیکن دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔۔۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"ایوان صدر میں کوئی خوفناک گڑبڑ ہے۔۔۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو۔۔۔ صرف میں وہاں جاؤں گا۔۔۔ صدر صاحب مجھے بلا رہے ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ لیکن دروازے پر پہنچتے ہی رک گئے۔۔۔ عین اسی لمحے کسی نے دروازہ بہت

زوردار انداز میں دھڑدھڑا دیا تھا۔

"کون ہے باہر؟" انہوں نے چلا کر کہا۔

"فوج۔۔۔ آپ کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں ہمارے پاس"۔

"لیکن میری گرفتاری سے فوج کا کیا تعلق؟"

"فوج کو ملک کی حفاظت کرنی ہے۔۔۔ بس یہ تعلق ہے"۔

"کیا میں نے اپنے ملک کے خلاف کوئی کام کیا ہے"۔

"ہاں! الزامات کے جوابات دینے کے بجائے، ریکارڈ کو جلا دیا۔۔۔ کیا یہ ملک سے غداری نہیں"۔

"میں نے کوئی ریکارڈ نہیں جلایا۔۔۔ نہ صدر صاحب نے ریکارڈ جلایا ہے۔۔۔ یہ کوئی بہت گہری سازش ہے"۔

"آپ اپنے خلاف عدالت میں بیان دے سکتے ہیں۔۔۔ اپنی صفائی میں جو کچھ کہنا چاہیں کہہ سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں، آپ سے کچھ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ لیکن آپ مجھے وارنٹ کے بغیر گرفتار نہیں کر سکیں گے۔۔۔ وارنٹ آپ کو دکھانا ہو گا"۔

"میں نے کہا نا۔۔۔ وارنٹ ہیں ہمارے پاس"۔ باہر سے چلا کر کہا گیا۔

"ایک بات اور۔۔۔ مجھ پر اور صدر صاحب پر تو سرے سے کوئی الزام لگایا ہی نہیں گیا، جوابات کس بات کے دیتے"۔

"پھر صدر صاحب کا ریکارڈ کیوں جل کر راکھ ہو گیا ہے.... یہی اطلاع آپ کے ریکارڈ کی ہے"۔

"جس نے یہ اطلاع پھیلائی ہے.... وہی تو ہے ریکارڈ جلانے والا"۔

"تو ٹھیک ہے.... آپ یہ بات ثابت کر دیں"۔

"اور میں ثابت کس طرح کر سکوں گا.... گرفتار ہوتے ہوئے"۔

"آپ کے بچوں کو تو گرفتار نہیں کیا جا رہا.... انسپکٹر کامران مرزا کو تو گرفتار نہیں کیا جا رہا.... کیا وہ آپ کے لیے ثبوت حاصل نہیں کر سکیں گے"۔ الفاظ گہرے طنزیہ انداز میں کہے گئے۔

"اوہ! تو یہ بات ہے"۔ وہ اٹھے۔

"کیا بات ہے؟"

"یہ سب کچھ باقاعدہ سازش کے تحت کیا جا رہا ہے.... اور آپ کا یہاں آنا بھی اس سازش کا ایک حصہ ہے.... میرا مطلب ہے.... سازش کرنے والے ہی گرفتار کرنے آئے ہیں.... تب پھر میں گرفتاری نہیں دوں گا۔

"کیا کہا.... آپ اپنے ملک کے قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں یہ کہہ کر"۔

"تب پھر گرفتاری کے لیے میرے علاقے کے پولیس آفیسر کو بھیجا جائے.... ملک میں مارشل لاء نہیں لگا ہوا کہ فوج مجھے گرفتار کرنے

کے لیے آ گئی ہے.... قانون کی خلاف ورزی آپ کی طرف سے ہو رہی ہے.... میں تو خلاف ورزی کا جواب دے رہا ہوں"۔

"ہم کچھ سننے کے لیے تیار نہیں ہیں.... آپ کو گرفتاری دینا ہو گی"۔

"افسوس! اب آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکیں گے"۔

"[illegible] ہے"۔

فوراً دروازے پر چوٹ پڑنے لگی.... انسپکٹر جمشید فوراً مڑے اور ان چاروں کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا.... چھت کے ذریعے دوسرے گلی والے پڑوسی کی چھت پر پہنچے اور نیچے اتر گئے.... سیڑھیاں اترنے کی آواز سن کر ان کے پڑوسی غلام رسول گھبرا کر باہر نکل آئے اور پھر انہیں دیکھ کر پرسکون ہو گئے۔

"میں تو ڈر گیا تھا"۔

"کچھ بتانے کا وقت نہیں ہے.... بس آپ ہمیں نکل جانے دیں.... ورنہ آپ بھی مشکل میں پھنس جائیں گے"۔

"کیا مطلب؟"

"فون پر بتا دوں گا.... آؤ بھئی"۔

وہ گھر سے نکل آئے.... اور فوراً تجربہ گاہ پہنچے.... وہاں سے پروفیسر داؤد اور خان رحمان کو ساتھ لیا.... شائستہ اور خان رحمان کے بچوں کو بھی ساتھ لیا گیا.... جلد ہی وہ اپنے ایک خفیہ ٹھکانے پر موجود

تھے اور اپنی خفیہ فورس کو فون پر ہدایات دے چکے تھے۔

"اب کیا ہو گا جمشید"۔ پروفیسر داؤد نے پریشان آواز میں کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ میں مانتا ہوں۔۔۔ سازش بہت زبردست ہے۔۔۔ اور میرے یا صدر صاحب کے خلاف نہیں۔۔۔ بلکہ پورے ملک کے خلاف ہے۔۔۔ علاج سوچنا ہو گا۔۔۔ ورنہ پھر ملک اس سازش کا شکار ہو جائے گا۔۔۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔۔۔ صدر صاحب کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔۔۔ اور ملک میں شاید اب تک مارشل لاء لگایا جا چکا ہو گا"۔

"اف مالک۔۔۔ یہ ہم کیا سن رہے ہیں"۔

"تھوڑی دیر تک میرے آدمی صدر صاحب کے بارے میں اطلاع دیں گے"۔

"کیا فون پر اطلاع وصول کرنا ہمارے لیے خطرناک نہیں ہو گا جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"بالکل ہو گا۔۔۔ لیکن ہم مجبور ہیں۔۔۔ فوج ہمارے اس ٹھکانے کا سراغ لگا لے گی۔۔۔ لیکن اس وقت تک ہم ٹھکانہ بدل چکے ہوں گے۔۔۔ اطلاع ملنے کے ساتھ ہی ہم کہیں اور چلے جائیں گے۔۔۔ اور اس بار ایسی جگہ جائیں گے۔۔۔ کہ وہ سراغ نہیں لگا سکیں گے"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ تب تو ٹھیک ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"لیکن جمشید۔۔۔ ہمارے باقی سب دوستوں کے فون ٹیپ ہو چکے

ہوں گے۔۔۔ ہم اب انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کو بھی فون نہیں کر سکتے۔۔۔ نہ اپنے کچھ اور دوستوں کو فون کر سکتے ہیں"۔

"وہ خود یہاں آ جائیں گے۔۔۔ اور ہم سے رابطہ کر لیں گے۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"سر! صدر صاحب کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر پہنچا دیا گیا۔۔۔ ہم کوشش کے باوجود ان کا سراغ نہیں لگا سکے۔۔۔ اگر ہمیں صرف آدھ گھنٹے پہلے ان کی گرفتاری کی اطلاع مل جاتی تو ہم سراغ لگا لیتے۔۔۔ لیکن جب ہمیں اطلاع ملی۔۔۔ اس وقت تک انہیں وہاں پہنچایا جا چکا تھا"۔

"اوہ! یہ تو برا ہوا۔۔۔ یہ لوگ ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے۔۔۔ خیر تم برابر سراغ لگانے کی کوشش کرتے رہو۔۔۔ میں خود تم لوگوں کو فون کروں گا۔۔۔ اب تم مجھے فون نہیں کرو گے"۔

"اوکے سر"۔ اس نے جواب دیا۔

"چلیے۔۔۔ اب یہ جگہ بھی ہمارے لیے غیر محفوظ ہے"۔

وہ وہاں سے نکل کر ایک دوسرے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔۔۔ کار کے نمبر انہوں نے پہلے ہی تبدیل کر لیے تھے۔۔۔ اور ملیے بھی ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے تبدیل کر لیے تھے۔۔۔ اس ٹھکانے پر پہنچ کر انہوں نے سب کے چہرے پختہ میک اپ سے بدل ڈالے۔۔۔ کیونکہ اب وہ اپنے ایک خفیہ فورس کے کارکن کے گھر میں تھے۔۔۔ اور یہاں کوئی

ملاقاتی آ سکتا تھا۔

اب انہوں نے ایک ماتحت کو فون کو فن کیا۔

"ہاں افضل سبزی لے آئے"۔ وہ کوڈ میں بولے۔

"جی ہاں... بالکل لے آیا... آپ کے پڑوسی بھی شدید بیمار ہو گئے ہیں"۔

"وہ، وہ اچھا... خیر میں دیکھتا ہوں... تم جلدی سے کھانا تیار کر لو"۔

"یس سر"۔

یہ باتیں آوازیں بدل کر کی گئی تھیں... فون کا ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"ایک پریشان کن خبر"۔ وہ بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"بے چارے غلام رسول کو گرفتار کر لیا گیا ہے"۔

"اوہ لیکن ان کا کیا قصور؟"

"ہمیں اپنے مکان کے راستے فرار کیوں ہونے دیا انہوں نے... یہی الزام عائد کیا ہو گا... حالانکہ اس بے چارے کو اس وقت تک کچھ معلوم نہیں تھا... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں اُس کے لیے"۔

"چھڑانا ہو گا انہیں... ہماری وجہ سے وہ کیوں مصیبت میں پڑیں"۔ محمود نے کہا۔

"او کے... تم لوگ یہاں ٹھہرو... میں انہیں لے آتا ہوں"۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو جمشید... تم کیسے چھڑا لاؤ گے بھلا"۔ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا... ورنہ غلام رسول صاحب ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے"۔

"اچھی بات ہے... تو پھر جاؤ... لیکن صدر صاحب کا کیا ہو گا"۔

"میرے آدمی اس جگہ کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں... جونہی سراغ ملا... وہ انہیں وہاں سے نکال لانے کی پوری کوشش کریں گے... اگر نہ لا سکے تو بھی حالات تو فوراً بتائیں گے"۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی... وہ چونک اٹھے۔

"یہ نمبر ۳ ہے سر... یعنی افضل"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ پرسکون ہو گئے۔

جلد ہی ان کا ماتحت افضل کو ساتھ لیے اندر آ گیا... وہ یہ دیکھ کر خوش ہو گئے کہ اس کے ساتھ غلام رسول صاحب بھی تھے۔

"بہت خوب... یہ کام دکھایا ہے تم نے"۔

"انہیں کسی خفیہ جگہ نہیں رکھا گیا تھا سر... اس لیے یہ انہیں لے آئے... صدر صاحب کو انہوں نے بہت خفیہ مقام پر رکھا ہے"۔

"لیکن تم اس مقام کا سراغ لگانے کی سر توڑ کوشش کرتے رہو"۔

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ ہم لگاتار کوشش کر رہے ہیں"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم جاؤ"۔

اس کے جانے کے بعد وہ غلام رسول کی طرف مڑے۔۔۔ ان کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

"یہ کیا ہوا جمشید صاحب؟" وہ بولے۔

"سب کچھ اچانک ہوا ہے۔۔۔ ہمیں سوچنے اور سمجھنے کی ذرا بھی مہلت نہیں مل سکی۔۔۔ ہم اگر آپ کی چھت کے راستے فرار نہ ہوتے تو اس وقت ہمیں بھی نامعلوم مقام پر پہنچا دیا گیا ہوتا۔۔۔ اگر یہ معاملہ صرف اور صرف ہماری حکومت کا ہوتا تو ہم خود اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیتے۔۔۔ اور عدالت میں جا کر صفائی دیتے۔۔۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ صدر صاحب کو قانون کے حوالے نہیں کریں گے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ عدالت میں پیش نہیں کریں گے اور یہ کوئی انصاف نہیں ہے۔۔۔ لہٰذا اس معاملے میں ہمیں خود کو گرفتاری سے بچانا ضروری ہو گیا تھا۔۔۔ رہ گیا آپ کا مسئلہ۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا' وہ آپ کو بھی گرفتار کر لیں گے۔۔۔ خیر۔۔۔ ہم آپ کو تو نکال لائے۔۔۔ اب فکر ہے تو صرف اس بات کی کہ کہیں وہ آپ کے گھر

والوں کو پریشان نہ کریں۔۔۔ اس کا حل میرے ذہن میں یہ آیا ہے کہ انہیں بھی یہیں لے آیا جائے"۔

"اور کیا خبر۔۔۔ اس وقت تک وہ انہیں گرفتار بھی کر چکے ہوں"۔

"نہیں۔۔۔ وہ ابھی ایسا نہیں کریں گے۔۔۔ وہ چاہیں گے کہ ہم انہیں وہاں سے نکال لانے کے لیے جائیں اور وہ ہمیں گرفتار کر لیں۔۔۔ جب وہ دوسری طرف سے مایوس ہو جائیں گے' اس وقت انہیں گرفتار کریں گے"۔

"گویا ہمیں ان لوگوں کو نکال لانے کے لیے اب حرکت میں آنا پڑے گا۔۔۔ میری فورس کو اب میدان عمل میں پڑے گا۔۔۔ ہم نے آج تک اپنے ملک کی پولیس یا فوج پر نہ تو گولی چلائی۔۔۔ نہ ہاتھ اٹھایا۔۔۔ نہ میں ایسا چاہتا ہوں۔۔۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں۔۔۔ یہ تو بس حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔۔۔ قصور تو ان سازشیوں کا ہے۔۔۔ جو ہمارے ملک کو آئے دن کسی نہ کسی مشکل سے دوچار کرتے رہتے ہیں"۔

"لیکن اس بار یہ لوگ کیا چاہتے ہیں"۔

"یہ بات ایک آدھ دن تک سامنے آ جائے گی"۔

اب انہوں نے پھر فون اپنی طرف سرکایا۔۔۔ لیکن ابھی ریسیور نہیں اٹھایا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔۔۔ وہ بہت زور سے اچھلے۔

آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

○☆○

کیا مطلب

انہوں نے دیکھا۔۔۔۔ وہ ایک لمبے قد کا چوڑا چکلا آدمی تھا۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں بے تحاشہ چمک تھی۔۔۔۔ اس کے پیچھے چار غنڈہ صورت آدمی موجود تھے۔

"کیا بات ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

"مجھے کھنڈر کہتے ہیں۔۔۔۔ میرا آدمی ٹونی اس گھر میں آیا ہے۔۔۔۔ پہلے ہم نے اس کا سراغ لگایا' پھر دستک دی۔۔۔۔ ہماری معلومات ہرگز غلط نہیں ہو سکتیں"۔

"میں نے کب کہا کہ معلومات غلط ہیں۔۔۔۔ وہ آیا ضرور تھا' خیر آپ گھر کی تلاشی لے لیں"۔

"آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں۔۔۔۔ ہمیں آپ سے کوئی غرض نہیں' ہم تو بس ٹونی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں"۔

"وہ اگر یہاں ہے تو آپ اسے لے جائیں"۔ انہوں نے راستا دیتے ہوئے کہا۔

ان کے اندر داخل ہونے پر انہوں نے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا

دی۔

"یہ کیا... آپ نے دروازہ کیوں بند کیا"۔

"آپ اطمینان سے پہلے اپنے ساتھی کو تلاش کر لیں.... دروازے کا کیا ہے... کسی وقت بھی کھولا جا سکتا ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے... آپ کا نام کیا ہے؟"

"کیا آپ نے باہر لگی نام کی تختی نہیں پڑھی؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں... اتنا وقت نہیں ملا"۔ وہ مسکرایا۔

انسپکٹر کامران مرزا سمجھ گئے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں... وہ کون ہیں... پھر بھی ادھر ادھر کی ہانک رہے تھے۔

"مجھے انسپکٹر کامران مرزا کہتے ہیں... اگرچہ آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں"۔

"اوہو اچھا... یہ اندازہ لگا لیا آپ نے... خوشی ہوئی... اب آپ بتائیں... وہ دیہاتی کہاں ہے؟"

"کون سے دیہاتی کی بات کر رہے ہیں؟"

"وہی جو پھول لایا تھا"۔

"وہ تو جا چکا ہے"۔ انہوں نے کہا۔

"اور یہ کون ہے؟" انہوں نے ڈنی کی طرف دیکھا۔

"یہ... یہ میرے مہمان ہیں"۔

"ہوں اچھا... وہ پھول کہاں ہے... جو دیہاتی لایا تھا؟"

"آپ اپنے ساتھی کی تلاش میں آئے ہیں یا اس پھول کی تلاش میں"۔

"ساتھی تو پہلے ہی باغی ہو چکا ہے، اس کا ہم کیا کریں گے... آپ تو بس ہمیں وہ پھول دے دیں"۔

"اور اس پھول سے مسٹر کھنڈر کا کیا تعلق ہے"۔

"ان کی خدمات اس پھول کو حاصل کرنے کے لیے حاصل کی گئی ہیں"۔

"یہ سن کر حیرت ہوئی... کہ ایک پھول کو حاصل کرنے کے لیے اتنے اہم آدمی کی خدمات حاصل کی گئی ہیں"۔

"وہ پھول بھی تو کم اہم نہیں ہے... پوری دنیا میں ایسا پھول آپ کو کہیں نہیں ملے گا"۔

"لیکن یہ کہاں سے آ گیا؟"

"پوری دنیا یہی تو معلوم کرنے کے چکر میں ہے کرنے کے چکر بس یہ کہ رام پوٹی کے باغ میں کھلنے والا پھول کہاں سے آ گیا... انہوں نے خود تو وہ پودا لگایا نہیں تھا"۔

"میں سمجھ گیا... تم جاؤ اور اپنے باس سے کہہ دو... ہم پھول کا راز معلوم کرنے کے لیے نکل رہے ہیں... زیادہ ڈرامے کی ضرورت نہیں"۔

"کیا مطلب... ڈرامے... تو ہم ڈرامے کر رہے ہیں"۔

"ہاں اور کیا... پہلے ایک شخص کو دیہاتی کے روپ میں بھیجا کہ وہ مجھے پریوں کی کہانی سنائے... اس پھول کا انوکھا ہونا بتائے... خواب میں دیکھے گئے محل کا واقعی موجود ہونا بتائے... تاکہ ہم رہ نہ سکیں اور فوراً محل کی طرف روانہ ہو جائیں... ڈرامے میں اور زور پیدا کرنے کے لیے ٹونی کو بھیج دیا گیا... اور پھر ٹونی کی تلاش میں تم لوگ یہاں آ گئے... میں ابھی ابھی اس سارے ڈرامے کو سمجھا ہوں... جب ٹونی نے تمہیں آنکھ کا اشارہ کیا ہے... اس سے پہلے میں کم از کم ٹونی کو اس ڈرامے کا حصہ خیال نہیں کر رہا تھا... لیکن تم لوگوں کے آنے پر ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں نظر آنے لگیں... تم جاؤ... اور اپنے اس ساتھی کو بھی لے جاؤ... ہم بہت جلد اس پھول کی حقیقت کو جاننے کے لیے روانہ ہو رہے ہیں"۔ وہ روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"ہوں... خیر... یونہی سہی... ہم جا رہے ہیں... آؤ ٹونی چلیں... اگرچہ اب تمہیں ٹونی کہنے کو دل نہیں کر رہا"۔

"ہمارے طرف سے تم اسے خالد کہہ سکتے ہو... بشرطیکہ یہ مسلمان ہو جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

اور وہ باہر نکل گئے... ابھی انہوں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا کہ آفتاب، آصف اور فرحت آتے نظر آئے۔

"تو چلے آ رہے ہیں جھومتے جھامتے... اور یہاں کیا کچھ ہو گیا

ہے"۔

"کیا ہو گیا ہے... ذرا ہم بھی تو سنیں... لیکن پہلے السلام علیکم"۔

"وعلیکم السلام"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

پھر وہ اندر داخل ہوئے... انہیں ساری کہانی سنائی گئی... فرحت ان کے خاموش ہوتے ہی بول اٹھی۔

"لیکن آپ نے ان سے یہ نہیں پوچھا... یہ لوگ ہیں کون... کیا ان کا تعلق شارجستھان سے ہے"۔

"کم از کم شارجستھان سے نہیں ہو سکتا... ان لوگوں سے ہو گا... جنہوں نے اس پھول کا پودا رام پونی کے باغ میں لگایا ہے"۔ انہوں نے کہا۔

"جی... جی کیا فرمایا... جن لوگوں نے رام پونی کے باغ میں پودا لگایا ہے... وہی اس پھول کے پودے کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں"۔

"ہاں بالکل... اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"ان لوگوں کو تو معلوم ہی ہو گا... آخر وہ کیوں یہ شوشہ چھوڑنے لگے"۔

"نہیں کچھ معلوم نہیں... اگر معلوم ہوتا تو شاید اس پھول کی ہوا بھی کسی کو نہ لگنے دیتے"۔

"چلیے یونہی سہی... آپ کا کیا پروگرام ہے؟؟"

نہیں جاننا چاہتا ہوں... اس پھول کا چکر کیا ہے... اس کے لیے ہمیں اس محل میں جانا ہو گا"۔

"ہمیں تو یہ کوئی جال لگتا ہے"۔ آصف بڑبڑایا۔

"ہاں! ہے تو یہ جال ہی... لیکن اس انداز میں بچھایا گیا ہے کہ ہم اس میں پھنسنے پر مجبور ہو گئے ہیں"۔

"تو پھر بسم اللہ کریں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا مطلب... کیا اسی وقت چلنا ہے"۔

"ہاں اور کیا... اب یہاں رک کر کیا کریں گے"۔

"لیکن وہ علاقہ شار جستھان کا ہے"۔ فرحت نے پریشان آواز میں کہا۔

"جانتا ہوں... پھر بھی جانے پر مجبور ہوں... لیکن ہم قانونی انداز میں چلیں گے... اپنے پاسپورٹوں کے بل پر شار جستھان میں داخل ہوں گے"۔

"اس طرح تو ہر قدم پر ہماری نگرانی کی جائے گی اور ہو سکتا ہے... اس محل کی طرف نہ جانے دیا جائے"۔

"کوئی بات نہیں... ہم تیل دیکھیں گے... تیل کی دھار دیکھیں گے"۔

"ایک تو آئے دن ہمیں تیل اور تیل کی دھار دیکھنے پڑ جاتے

ہیں... ہے کوئی تک"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"اگر تمہارا جانے کو جی نہیں چاہ رہا تو تم یہیں رہ جاؤ"۔

"یہی تو مصیبت ہے"۔ وہ بولا۔

"کیا مطلب... کیسی مصیبت"۔

"میرا بھی جانے کو بے تحاشہ جی چاہ رہا ہے... بلکہ مارے سسپنس کے برا حال ہے"۔

"حد ہو گئی... جانے کو بے تحاشہ جی بھی چاہ رہا ہے اور جان بھی نکلی جا رہی ہے"۔

"بھئی میں نے جان نکلنے کی بات نہیں کی تھی... تیل دیکھنے اور تیل کی دھار دیکھنے کی بات کی تھی"۔ آفتاب نے تلملا کر کہا۔

"یہ باتیں ہم سفر کے دوران کر لیں گے... آؤ چلیں"۔

"حد ہو گئی... نہ کھانا کھایا... نہ سفر کا سامان ساتھ لیا اور فرما رہے ہیں آؤ چلیں"۔ بیگم کامران مرزا نے جل بھن کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے... تو پھر پہلے کھانا اور پھر سامان اور اس کے بعد سفر"۔

تھوڑی دیر بعد وہ سفر پر روانہ ہو رہے تھے... انہیں گھر سے نکلے ابھی چند گھنٹے نہیں ہوئے تھا کہ فون کی گھنٹی بجی... بیگم کامران مرزا نے ریسیور اٹھا لیا اور بولیں۔

"جی فرمائیے... کس سے ملنا ہے"۔

"انسپکٹر جمشید صاحب کی خفیہ فورس کا ایک ماتحت بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ اچھا... خیر تو ہے"۔ وہ چونکیں۔

"اس طرف خیریت نہیں ہے... حالات حد درجے خطرناک ہیں... انسپکٹر صاحب... ان کے بچے اور دوست سب مشکل میں ہیں... انسپکٹر کامران مرزا صاحب' آصف آفتاب اور فرحت صاحبان کی بھی یہاں فوری طور پر ضرورت محسوس کر رہے ہیں"۔

"افسوس! یہ اطلاع اگر چند گھنٹے پہلے مل جاتی تو میں انہیں روانہ کر سکتی تھی... اب نہیں"۔

"جی... کیا مطلب؟"

"چند گھنٹے پہلے وہ سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور اب ان کا جہاز شارجستھان کے ایئرپورٹ پر اتر چکا ہو گا"۔

"تو پھر کیا ہوا... انہیں وہاں پیغام دیا جا سکتا ہے... آپ فکر نہ کریں... یہ کام ہم کر لیں گے"۔

"ٹھیک ہے... تو پھر ضرور ایسا کریں"۔ انہوں نے کہا۔

ریسیور رکھ کر وہ دروازے کی طرف مڑیں... کیونکہ اسی وقت دروازہ کی گھنٹی بجائی گئی تھی... دروازے پر پہنچ کر وہ بولیں۔

"کون ہے دروازے پر؟"

"انسپکٹر کامران مرزا کے نام ایک پیغام ہے"۔ باہر سے کہا گیا۔

"وہ گھر میں نہیں ہیں... پیغام اندر سرکا دیں"۔

"اس لفافے میں پیغام کے ساتھ دوسرے کاغذات بھی ہیں... دروازے کے نیچے سے نہیں سرک سکے گا"۔

"اچھا"۔ یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

دوسرے ہی لمحے ان کے منہ سے کوئی چیز ٹکرائی۔

○☆○

اندر کے راستے

[illegible]

ایک [illegible] تھا... اور یہ بات چونکہ کوڈ میں ہو رہی تھی اس لیے کو

خطرہ نہیں تھا۔

"سر! ایک اطلاع فوری طور پر آپ کو دینا تھی... انسپکٹر کامرا

مرزا اور ان کے بچے کسی مہم کے سلسلے میں شارجستھان کے لیے روانہ

ہو چکے ہیں اور وہاں کے ایئرپورٹ پر اترنے والے ہیں"۔

"ان کی پرواز کا نمبر تو معلوم کیا ہے نا"۔

"ہاں سر... کر چکا ہوں اور وہاں کے ایئرپورٹ سے بھی رابطہ

چکا ہوں... لیکن ابھی جہاز وہاں نہیں پہنچا"۔

"اچھی بات ہے... پرواز کا نمبر بتاؤ... میں ان سے خود بات

کروں گا"۔

"اسی لیے تو میں نے آپ کو فون کرنا ضروری خیال کیا"۔

"تم نے بہت اچھا کیا... تم اسی دوران ایک اور کام کر ڈالو"۔

یہ کہہ کر انہوں نے غلام رسول کے بیوی بچوں کے بارے میں

ہدایات دیں۔

"او کے سر... یہ کام ہم کر دیں گے"۔

"لیکن وہاں فوج اور پولیس کی نظریں گڑی ہیں... پہلے یہ سوچ

لو"۔

"اوہ... وہ کیوں سر؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہم انہی کی چھت کے راستے آئے ہیں... لیکن تم صرف وہاں

موجود رہو... انہیں وہاں سے نکالنے کے لیے میں خود آؤں گا... بس

گاڑی تیار رکھنا ہے"۔

"کیا آپ گاڑی پر نہیں آئیں گے"۔

"گاڑی پر آؤں گا... میک اپ میں ہوں گا... احتیاط کا تقاضا یہ

ہے کہ دو گاڑیاں تیار ہوں"۔

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو"۔ یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور

پھر شارجستھان کے دارالحکومت کے ایئرپورٹ پر فون کیا... پرواز کا نمبر

بتاتے ہوئے بولے۔

"کیا یہ پرواز ایئرپورٹ پر آ چکی ہے"۔

"آنے ہی والی ہے"۔

"اس پر میرے ایک عزیز آ رہے ہیں، کیا انہیں میرا ایک پیغام

دیا جا سکتا ہے... بہت ایمرجنسی پیغام ہے"۔

"آپ کون بول رہے ہیں... اپنا نام اور ان کا نام نوٹ کروا

دیں"۔

"انسپکٹر جمشید ایک لمحے کے لیے چکرا کر رہ گئے... وہ نہ تو ان
نام بتا سکتے تھے اور نہ ان کا لیکن پھر فوراً ہی ان کے دماغ میں بجلی سی
کوندی، وہ بولے۔

"بیگم کامی ہے ان کا نام اور میں انسپکٹر جامی بات کر رہا ہوں"۔

"بہت بہتر سر آپ کا پیغام سپیکر پر نشر کر دیا جائے گا جب
سواریاں اتر کر اس طرف آئیں گی... اس وقت وہ یہ پیغام سن لیں
گے"۔

"بہت خوب... شکریہ"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کا بھی جواب نہیں"۔ فرزانہ بولی۔

"لیکن میں چکر کھا گیا تھا اس وقت"۔

"بہرحال خوب سوجھی"۔

"میں جا رہا ہوں... فون گھر کے نمبر پر آئے گا... اور اس وقت
ہمارے گھر کی طرف کسی کی کوئی توجہ نہیں ہو گی... میں ایک اور پڑوسی
کے گھر کے ذریعے اپنے گھر جاؤں گا... کیا سمجھے"۔

"اور فون سننے کے بعد وہاں سے غلام رسول صاحب کے ہاں جا
سکتے ہیں... اسی پڑوسی کے راستے انہیں باہر لا سکتے ہیں"۔ فرزانہ نے
جلدی جلدی کہا۔

"بالکل یہی کروں گا... تم بس دعا کرو"۔

"اللہ آپ کو حفاظت سے لے جائے اور بحفاظت لے آئے...
ویسے کیا ہم بھی ساتھ نہ چلیں"۔

"اس طرح ہم پہچان لیے جائیں گے"۔ انہوں نے جلدی جلدی
میک اپ کیا اور گھر سے نکل گئے... اس پڑوسی تک پہنچنے میں انہیں
کوئی رکاوٹ نہ ہوئی... لیکن وہ انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔

"آپ کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں... آپ پر کوئی آنچ
نہیں گزرے گی... کیونکہ یہ اندر کے راستے ہمیں معلوم ہیں... غلام
رسول کا پتا بھی انہیں اس وجہ سے چل گیا کہ ان کے سامنے سوال یہ
تھا کہ ہم نکل کیسے گئے"۔

"لیکن جب آپ غلام رسول کے بچوں کو نکال کر لے جائیں
گے... اس وقت بھی ان کے سامنے یہ سوال آئے گا"۔ اس نے کہا۔

"آئے گا... لیکن جب وہ حالات کا جائزہ لیں گے انہیں پتا چلے
گا کہ میں اپنے گھر کے راستے انہیں نکال کر لے بھاگا ہوں... اور اگر
باہر خطرہ ہو گا تو میں اس کا سامنا کر سکتا ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں ... آپ اپنا کام کر ڈالیں... میں آپ کا
ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں... اور اگر اس سلسلے میں کوئی پریشانی مجھ
تک آئی تو آپ اس سے نبٹ ہی لیں گے... جیسے اس وقت غلام
رسول کے بچوں کو نکالنے کے لیے آئے ہیں"۔

"ہاں بالکل... اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ کام ہم

صرف اور صرف اپنے دین اور ملک کے لیے کر رہے ہیں"۔

"یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں۔۔۔ آپ جائیں۔۔۔ چھت کا راستا کھلا ہے"۔

وہ اس طرح پہلے اپنے گھر پہنچے۔۔۔ وہاں عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ کچھ دیر تک بجتی رہی۔۔۔ پھر انہوں نے آواز نکالے بغیر ریسیور اٹھالیا۔

"بیگم کاظمی بات کر رہی ہوں"۔

"جی میں جامی بول رہا ہوں"۔ انہوں نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"ہم نے آپ کا آرڈر تیار کر رکھا ہے۔۔۔ اب کیا کوئی نیا حکم ہے"۔

"ہاں! آپ فوری طور پر یہاں آکر ملاقات کریں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں اپنے باس سے بات کرتی ہوں"۔

"کتنی دیر بعد فون کریں گی۔۔۔ میں ذرا جلدی میں ہوں"۔

"پندرہ منٹ تک"۔

"اچھی بات ہے"۔ وہ بولے۔

اب انہیں وہاں پندرہ منٹ کے لیے رکنا پڑا۔۔۔ وہ چھت پر آئے اور سوراخوں سے مکان کے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔۔۔ صرف دو کانسٹیبل صدر دروازے کی طرف موجود تھے۔۔۔ وہ مسکرا دیے۔۔۔ ان

سے پیچھا چھڑانا ان کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں تھا۔

پندرہ منٹ بعد فون کی گھنٹی پھر بجی۔

"ہم آرہے ہیں۔۔۔ انتظار فرمائیں"۔

"شکریہ بہت بہت"۔ وہ مسکرا کر بولے۔۔۔ پھر فون کا ریسیور رکھ کر چھت کے راستے غلام رسول کے گھر میں داخل ہوئے۔۔۔ ان کے بیوی بچے پہلے تو انہیں دیکھ کر ڈر گئے۔۔۔ لیکن ان کی آواز سن کر فوراً خوش ہو گئے۔۔۔ انہوں نے جلدی جلدی صورت حال بتائی۔۔۔ گھر کے دروازے اندر سے بند کیے اور انہیں چھت کے ذریعے اپنے گھر تک لے آئے۔

چھت پر انہوں نے چند کپڑے ڈھیر کیے اور ان کو آگ لگا دی۔۔۔ دھواں اٹھنے لگا۔۔۔ انہوں نے کانسٹیبلوں کو چونکتے دیکھا۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے نیچے آگئے۔۔۔ غلام رسول کے بیوی بچوں کو ساتھ لیے بائیں باغ والی کھڑکی تک آگئے۔۔۔ کانسٹیبلوں نے باہر کا تالا توڑا اور انہوں نے اندر داخل ہو کر سیدھے چھت کی طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ اسی لمحے وہ باہر نکل گئے اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھے۔۔۔ دوسرے ہی لمحے ان کی گاڑی ہوا ہو گئی۔۔۔ حفاظت کے خیال سے ان کے کارکن نے اپنی گاڑی کچھ فاصلے سے ان کے تعاقب میں لگا دی۔۔۔ اس طرح وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔۔۔ غلام رسول' بیوی اور بچوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"اور شار جستھان کا کیا رہا"۔

"طریقہ خوب رہا۔۔۔ بات ہو گئی ہے۔۔۔ وہ لوگ آ جائیں گے"۔

"اور ہم نے اب تک شوکی برادرز سے بات نہیں کی"۔ فاروق نے کہا۔

"ہاں انہیں بھی بلا لینا چاہیے۔۔۔ ابھی تک کوئی سرکاری اعلان نہیں کیا گیا۔۔۔ نہ جانے ان لوگوں کا پروگرام کیا ہے۔۔۔ حالات کس کروٹ بیٹھنے والے ہیں۔۔۔ خیر۔۔۔ میں اپنے کارکنوں کو ہدایات دیتا ہوں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے باہر موجود کارکن کو وائرلیس سیٹ پر مخاطب کیا۔

"بھئی تم نے ایک پارٹی سے تو بات کر لی۔۔۔ اور دوسری پارٹی"۔

"وہ سر۔۔۔ اس کے بارے میں تو آپ نے ہدایات نہیں دی تھیں"۔

"اگر میں بھول گیا تھا۔۔۔ تو تم یاد تو کرا سکتے تھے"۔ وہ مسکرائے۔

"غلطی ہو گئی سر"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ اب ان سے رابطہ کرو۔۔۔ سارا کاروبار خوب ہو رہا ہے"۔

"او کے سر"۔ وہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پھر رابطہ کیا۔

"سر! ان سے بات نہیں ہو رہی۔۔۔ گھر کے کسی فرد نے بتایا ہے۔۔۔ کسی سلسلے میں کئی روز سے غائب ہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ پیغام نوٹ کروا دینا تھا"۔

"کرا چکا ہوں سر۔۔۔ اب یہاں کے لیے کیا حکم ہے"۔

"تمام کارکنوں کو مختلف جگہوں پر رہنے کی ہدایت دے دو۔۔۔ لیکن اس طرح کہ جس وقت بھی انہیں اشارہ ملے' ایک جگہ جمع ہو سکیں۔۔۔ بیرون ملک کارکنوں کو بھی خبردار کر دو۔۔۔ انہیں بھی کسی بھی وقت جمع کر کے ہدایت مل سکتی ہے"۔

"او کے سر"۔ کارکن بولا۔

سیٹ بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے۔

"اب تم تینوں کے لیے ایک کام ہے۔۔۔ پہلے میک اپ کرا لو۔۔۔ پھر کام شروع کرنا"۔

انہوں نے ان کے چہروں پر میک اپ کیا۔۔۔ میک اپ کا جائزہ لیا۔۔۔ اور غلام رسول اور ان کے بچے ان کی تبدیل شدہ شکلوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ اب تم تینوں کو آسانی سے پہچانا نہیں جا سکے گا"۔

"بالکل ایسا ہی ہے"۔

"تو پھر اپنے ذمے کام سن لو۔۔۔ صدر صاحب کو کہاں رکھا گیا

ہے... بس تمہیں اتنا سراغ لگانا ہے... وہاں سے انہیں نکال کر لانا میرا کام ہو گا"۔

"جی... سراغ لانا ہے... اور آپ یہ بات اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے یہ کوئی مسئلہ ہی نہ ہو"۔

"اگر یہ کوئی مسئلہ نہ ہوتا تو پھر تم سے کہنے کی ضرورت نہیں تھی نہ میک اپ کرنے کی ضرورت تھی... میں جانتا ہوں... یہ ایک مشکل کام ہے... لیکن ذرا سوچو... صدر صاحب کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک ہو رہا ہو گا... اور ان کے گھر کے افراد کے ساتھ بھی... آخر ان کا قصور کیا ہے... صرف یہ کہ وہ اسلامی دنیا کے آدمی ہیں... اور ملک میں اسلام کا قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں... یہ اسلام دشمن طاقتیں ان کے صرف اسی وجہ سے خلاف ہیں نا... اور یہ سازش کی گئی ہے... اس کی بنیاد بھی یہی بات ہو گی... تم دیکھ لینا... ملک کی باگ ڈور اب ضرور کسی بے دین کے ہاتھوں میں دی جائے گی"۔

"آخر ایسا کس طرح ممکن ہے؟"

"سازش کے ذریعے... پہلے ان کا اور میرا ریکارڈ جلا کر راکھ کیا گیا... اس کام لیے جدید ترین آلات استعمال کیے گئے اور آدمی وہ چنا گیا... جو کسی کے ہاتھ نہیں آتا... یعنی راتوس... جب ریکارڈ راکھ کر دیا گیا... تو الزام عائد کر دیا گیا کہ صدر صاحب اور مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے گئے تھے... ہم ان کے جواب نہیں دے سکے اور ہم نے

ریکارڈ جلا دیا... لہٰذا ہم غدار ہیں... صاف ظاہر ہے... اس سازش میں صرف بڑے لوگ شامل ہو سکتے ہیں اور ان بڑے لوگوں نے یہ کام انشارجہ یا بیگال کے اشارے پر کیا ہے... دیکھنا یہ ہے کہ اب ملک کس کے حوالے کیا جاتا ہے"۔

"ہم نے ریڈیو نہیں لگا رکھا... خبریں کس طرح سنیں گے"۔

"اوہ ہاں... بھئی خاور! ریڈیو تو لگا لو"۔ انہوں نے گھر کے مالک سے کہا... اس کا نام تو خاور تھا... لیکن کارکن ہونے کے لحاظ سے اس کا نمبر ستائیس تھا... خاور ریڈیو لگانے کے لیے اٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی... باہر موجود ایک کارکن کا فون تھا... اس نے بتایا کہ ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا ہے... اور اب حکومت فوج کے ہاتھ میں آگئی ہے"۔

"میرا بھی یہی خیال تھا... کہ ایسا ہو گا"۔ وہ مایوسانہ انداز میں بولے۔

"لیکن ابا جان... ہماری فوج کے بڑے بڑے تو تمام آفیسر بہت محب وطن ہیں... انہوں نے سازشیوں کا ساتھ کس طرح دے ڈالا"۔

"انہیں ثبوت دکھائے گئے ہیں... کہ صدر صاحب نے آخر سارا ریکارڈ کیوں جلا دیا"۔

"اور ساتھ ہی آپ کا ریکارڈ کیوں جلایا گیا"۔

"صدر صاحب کا ریکارڈ جل جانے کی صورت میں میرے پاس

کچھ ایسی فائلیں تھیں... جن سے کام چلایا جا سکتا تھا"۔

"اوہ! لیکن یہ بات انہیں کس طرح معلوم ہو گئی"۔ فرزانہ اچھل پڑی۔

"واہ... بہت خوب فرزانہ... بہت اچھا پوائنٹ ہے... ہم اب پہلے یہ کام کریں گے... ہمیں غور کرنا ہو گا... یہ بات انہیں کس طرح معلوم ہو گئی... انسپکٹر جمشید نے کہا"۔

"یہ بات آپ اور یا صدر صاحب کو معلوم ہو سکتی ہے"۔ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! واقعی... یہ بہت غور طلب بات ہے... ہمارے لیے بہت اہم... سوچو... غور کرو"۔

"لیکن ہم تو صدر صاحب کا سراغ لگانے کے لیے نکل رہے ہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ہوں ٹھیک ہے... تم جاؤ... ایک ایک کر کے نکلنا... تاکہ باہر کوئی معاملہ پیش آ جائے تو اس سے نبٹ سکو... یوں تو خفیہ کارکن باہر موجود ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں اور اس بات پر جلد از جلد غور کر لیں کہ سازشیوں کو کس طرح پتا چل گیا کہ آپ کے فائلوں کی ذریعے بھی صدر صاحب کام چلا سکتے ہیں"۔

"ہاں! تم فکر نہ کرو... یہ میرا کام ہو گا... صدر صاحب کا

سراغ لگانا تمہارا کام ہو گا"۔

"اگرچہ ہمیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا کہ انہیں کس طرح تلاش کریں... کیا کریں... کیا نہ کریں"۔ محمود نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ بات فرزانہ سے پوچھو... لیکن باہر جا کر... جس قدر جلد تم سراغ لگاؤ گے... اتنی ہی زبردست تمہیں شاباش ملے گی"۔

"جی بہت بہتر"۔ وہ ایک ساتھ بولے اور باہر نکل گئے... دروازہ اندر سے بند کرتے ہوئے انسپکٹر جمشید سوچ رہے تھے... کہ آخر سازشیوں کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی... اچانک ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے... پھر وہ اچھل پڑے۔

"میں جا رہا ہوں... اس آدمی کا پتا چل گیا ہے... جس نے فائلوں کے بارے میں سازشیوں کو بتایا تھا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ اٹھے... عین اس وقت کسی نے دروازے پر دستک دی... وہ سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے... پھر انسپکٹر جمشید کے قدم دروازے کی طرف اٹھنے لگے... اور ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔

○☆○

دروازہ کھول دو

تینوں باہر نکل کر ایک جگہ جمع ہو گئے اور پیدل چلتے دور نکل آئے... پھر ایک پارک میں آکر بیٹھ گئے۔

"سوال یہ ہے کہ ہم صدر صاحب کا سراغ کس طرح لگائیں"۔ محمود نے کہا۔

"شاید یہ اس کیس کا سب سے مشکل سوال ہے"۔ فاروق بولا۔

"اور اس کو حل کرنا ہو گا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"یہ کوئی حساب کا سوال نہیں ہے... جس کو حل کرنا ہو گا"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"تب پھر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں... آؤ واپس چلیں اور ابا جان سے کہہ دیں... یہ کام ہمارے بس کا نہیں"۔

"افسوس! ہم ایسا نہیں کر سکتے"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"نہیں کر سکتے تو پھر اتنا تو کر سکتے ہیں کہ صدر صاحب کا سراغ لگا لیں"۔

"یہی تو مسئلہ ہے... کیسے لگا لیں"۔

"عقل سے کام لے کر... ہمیں سوچنا ہو گا... انہیں کہاں رکھا گیا ہو گا"۔

"تو پھر عقل تو تمہارے پاس ہے... مارو اس کو ہاتھ"۔ فاروق [illegible]

فرزانہ سوچ میں ڈوب گئی... بہت دیر تک غور کرتی رہی... [illegible] اٹھایا اور دونوں تنگ آ گئے تو محمود بولا۔

"[illegible] چلیں تم ترکیب"۔

"[illegible]... اس پر عمل شروع کرو"۔

"[illegible]؟" دونوں فوراً بولے۔

"[illegible] ترکیب پر... جو میں سوچ چکی ہوں"۔ اس نے جھلائے [illegible] میں کہا۔

"[illegible] تیرے کی"۔ محمود نے اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"[illegible] مارا"۔ ساتھ ہی فرزانہ چلائی۔

"[illegible] ہے... ادھر تو محمود نے ہاتھ مارا... اور فرزانہ کہہ رہی [illegible] مارا... آخر یہ چکر کیا ہے"۔

"[illegible]... میرے ذہن میں ایک عدد ترکیب آ گئی ہے"۔

"[illegible] سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے... ان حالات میں [illegible] سوجھ جائے"۔

"اس وقت باگ ڈور ہے کمانڈر انچیف کے ہاتھ میں... صدر

صاحب کے بارے میں انہیں ضرور ساتھ ساتھ بتایا جا رہا ہو گا.... لہٰذا ہم ان سے پوچھ لیتے ہیں"۔

"کیسے پوچھ لیتے ہیں.... سوال تو یہ ہے.... کیا تمہارا دماغ آج گھاس چرنے گیا ہوا ہے"۔

"نہیں.... یہیں ہے.... ابھی ابھی تو اس نے مجھے یہ ترکیب بتائی ہے"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اس سے زیادہ بھونڈی ترکیب ہم نے آج تک نہ سنی ہو گی"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"اور نہ آئندہ سنیں گے"۔ فاروق بولا۔

"لیکن تم نے ترکیب پر غور نہیں کیا"۔ فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں کوئی غور کرنے والی بات ہو تو غور کریں گے نا.... یہاں تو دور دو تک کوئی بات نظر نہیں آ رہی.... بلکہ غور کرنے والی بات اس طرح غائب ہے.... جس طرح گدھے کے سر سے سینگ"۔

"تم غور کرو گے تو بات نظر آئے گی نا"۔ فرزانہ نے پھر کہا۔

دونوں نے حیران ہو کر فرزانہ کی طرف دیکھا.... اس کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔

"ہائیں.... یہ تو حد درجے سنجیدہ ہے.... اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی بات پر واقعی غور کیا جا سکتا ہے"۔

"تو پھر چلو.... کر لو غور.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔

"ہاں اور کیا"۔

دونوں نے غور شروع کیا.... اور پھر اچھل پڑے.... واقعی فرزانہ کی ترکیب پر عمل کیا جا سکتا تھا.... کمانڈر انچیف کی بیٹی فرزانہ کی سہیلی تھی.... باتوں باتوں میں اس سے کوئی بات کی جا سکتی تھی۔

وہ ایک پبلک فون بوتھ تک آئے.... فرزانہ نے کمانڈر انچیف کے گھر کے نمبر ملائے۔

"میں سونیا سے بات کرنا چاہتی ہوں.... اس کی سہیلی بات کر رہی ہوں"۔

"آپ کا نام"۔

فرزانہ نے ایک لمحہ کے لیے سوچا.... پھر بولی۔

"میرا نام ہے فرزانہ ہے"۔

"جی اچھا.... ایک منٹ انتظار فرمائیں"۔

ایک منٹ بعد سونیا کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو فرزانہ.... تم لوگ کہاں ہو.... میں نے تو سنا ہے.... "

"پہلے میری بات سن لو"۔ وہ جلدی سے بولی۔

"ہاں ضرور"۔

"میں ملنا چاہتی ہوں.... کیا ہم پارک میں مل سکتے ہیں"۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں.... میں وہاں آ جاتی ہوں"۔

"شکریہ بہت بہت"۔ فرزانہ نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"وہ پارک میں ملے گی.... آؤ چلیں"۔

"کیا ہم یہ کام اس قدر آسانی سے کر سکیں گے"۔

"کمانڈر انچیف جالب ریاض سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ کام ماں بیٹی کے ذریعے بھی کر سکتے ہیں.... لہٰذا انہوں نے بیٹی کو کچھ جتایا ہو گا"۔

"پھر بھی خطرہ ہے.... کہیں ہم پکڑے نہ جائیں"۔

"دیکھا جائے گا.... جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر" محمود نے کہا۔

تینوں پارک میں پہنچ گئے.... سونیا ان سے پہلے پہنچ گئی تھی بے تابانہ انداز میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی.... انہیں دیکھ کر گئی اور بے چینی کے عالم میں ان کی طرف بڑھی۔

انہوں نے منہ سے آواز نکالی تو اس نے آواز کے ذریعے لیا....

(نوٹ= تینوں بہن بھائی تو میک اپ میں ہیں سونیا کیسے پہچان گئی؟)

"خطرہ ہے.... تم لوگ گرفتار کر لیے جاؤ.... میں پہلے ہی دیتی ہوں"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے.... چہروں کے رنگ گئے.... ان حالات میں ان کی گرفتاری ان کے والد کی پریشانیوں

اضافہ کر سکتی تھی۔

"جب میں گھر سے نکلنے لگی تو نگران نے ان گنت سوالات کیے.... جب کہ پہلے ایسا نہیں ہوا تھا.... اس نے مجھے خبردار بھی کیا کہ میرا گھر سے باہر نکلنا ٹھیک نہیں.... ملک کے حالات بہت خوفناک ہیں.... کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے.... اس پر میں نے ان سے کہا کہ مجھ پر باہر نکلنے کے سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہے.... اور اگر ایسا ہوتا تو پاپا ضرور مجھے بتا دیتے.... لہٰذا وہ میرا راستا نہ روکے.... اس طرح اس نے مجھے آنے دیا.... لیکن میں جانتی ہوں.... اسے شک ہو چکا ہے"۔

"اچھا.... اللہ مالک ہے.... ہم لوگ تو بس یہ جاننا چاہتے ہیں کہ صدر صاحب کو کہاں رکھا گیا ہے.... آپ جانتی ہی ہیں.... ہمارے صدر صاحب ملک کے سچے ہمدرد ہیں"۔

"ہاں! مجھے پاپا کا یہ اقدام بالکل پسند نہیں آیا.... پاپا کو حکومت پر قبضہ نہیں کرنا چاہیے تھا"۔

"انہوں نے بھی اپنی خواہش سے ایسا نہیں کیا.... وہ بھی مجبور ہیں"۔ فرزانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہمارے ملک کے خلاف ایک زبردست سازش کی گئی ہے.... اس قدر زبردست کہ اس کی لپیٹ میں آپ کے پاپا بھی آ گئے ہیں.... جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ان کا شاید کوئی قصور نہیں.... لیکن وہ کیوں ایسا

کرنے پر مجبور ہوئے... یہ ہمیں سراغ لگانا ہے... اور ہم اس بات کا
سراغ اس وقت تک نہیں لگا سکتے جب تک کہ صدر صاحب کا سراغ
نہ لگالیں... اور صدر صاحب کو کسی نامعلوم مقام پر رکھا ہوا ہے"۔

"اچھا تو پھر؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"پھر یہ کہ ہم جاننا چاہتے ہیں... صدر صاحب کو کہاں رکھا گیا
ہے۔

"یہ بات تو مجھے بھی نہیں معلوم... میں بھلا اس سلسلے میں کیا
مدد کر سکتی ہوں"۔ اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"آپ مدد کر سکتی ہیں... اپنے پاپا کے آس پاس رہیے... یا پھر
چھپ کر باتیں سنئے... کوئی پیغام فون پر آئے... وائرلیس پر آئے...
اس کو ٹیپ کرنے کی کوشش کریں... اور سننے کی بھی کوشش کریں...
ہم آپ سے فون کر کے رپورٹ لیتے رہیں گے... اس طرح آج نہیں
تو کل ہم سراغ لگالیں کہ صدر صاحب کو کہاں رکھا گیا ہے... پھر ہم
انہیں وہاں سے نکال لائیں گے"۔

"کیا واقعی... لیکن اس طرح تو میرے پاپا مشکل میں پھنس
جائیں گے... اگر صدر صاحب آگئے تو وہ ملک کے پھر سے صدر بن
جائیں گے اور پاپا کو گرفتار کر لیا جائے گا"۔

"میں نے کہا نا... آپ کے پاپا بھی سازشیوں کے جال میں
ہیں... انہیں جب تک اس جال سے نکالا نہیں جاتا اس وقت تک وہ

بھی مصیبت میں مبتلا رہیں گے"۔

"اچھی بات ہے... میں یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں... لیکن
دیکھ لیں میرے پاپا کسی مشکل میں نہ گرفتار ہو جائیں"۔

"نہیں... ایسی بات نہیں ہو گی"۔

"او کے... آپ فکر نہ کریں... بہت جلد میری طرف سے آپ
لوگوں کو اطلاع ملے گی... اپنا فون نمبر تو مجھے دے دیں"۔

"ہم خود فون کر لیں گے... کیونکہ اس وقت ہمارا کوئی مستقل
فون نمبر نہیں ہے"۔

"اچھی بات ہے"۔

"اور اس ملاقات کا پتا آپ کے پاپا کو ہرگز نہ چلے"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ وہاں سے چلے آئے... اس سے زیادہ وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے
تھے... اسی روز رات کو انہوں نے کمانڈر انچیف کے گھر کے نمبر
ملائے... ملازم سے فرزانہ نے کہا۔

"سونیا سے بات کرا دیں... میں ان کی سہیلی بات کر رہی
ہوں"۔

جلد ہی سونیا کی آواز سنائی دی۔

"ہاں سونیا... سکول کے کام کا کیا رہا"۔ فرزانہ نے فوراً کہا...
رخصت ہوتے وقت یہ انہوں نے کوڈ مقرر کیا تھا۔

"خدا کا شکر ہے... سب کام ہو گیا... ارے ہاں ہرنائی جانے کا لیا رہا"۔ سونیا بولی۔

فرزانہ چونک اٹھی... ہرنائی کا نام اس کے کانوں میں گونجنے لگا... اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"افسوس! ابھی تک ہمارا کوئی پروگرام نہیں بن سکا"۔

"خیر کوئی بات نہیں... اور کوئی بات؟"

"نہیں بس... اور کوئی کوئی خاص بات نہیں... خدا حافظ"۔

ریسیور رکھ کر فرزانہ ان کی طرف مڑی۔

"صدر صاحب کو ہرنائی لے جایا گیا ہے"۔

"اف مالک... وہ پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی جیل... جس میں تہ خانے کے نیچے تہ خانے ہیں"۔

"ہاں... وہی... سنا ہے آج تک وہاں سے کوئی شخص فرار نہیں ہو سکا... ورنہ ان تینوں کو وہاں سے رہا کرا لیا جاتا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... اب ہمیں اباجان کی واپسی کا انتظار کرنا ہو گا... ان کے ساتھ ہی ہم ہرنائی کا پروگرام ترتیب دے سکتے ہیں"۔

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی... لیکن انداز انسپکٹر جمشید کا سا نہیں تھا۔

"یہ کون ہو سکتا ہے؟" فرزانہ نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

"اللہ جانے... مجھے تو ڈر لگ رہا ہے... اباجان کو یہ جگہ چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہیے تھا... وہ بس کارکنوں سے کام لیتے رہتے"۔

"اب دروازہ کھولنا ہو گا"۔ محمود نے کہا۔

"آپ لوگ دائیں طرف والے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جائیں... ہم دیکھتے ہیں... وہ کون ہے"۔

خان رحمان اور پروفیسر داؤد سمیت سب لوگوں کو کمرے میں بند کر کے وہ دروازے پر آئے۔

"کون صاحب ہیں؟" محمود نے پرسکون انداز میں کہا۔

"دروازہ کھول دو... ورنہ توڑ دیا جائے گا"۔ باہر سے بارعب آواز میں کہا گیا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"حیرت ہے... خفیہ کارکن کہاں چلا گیا؟" محمود بولا۔

"اگر باہر ہے بھی تو بھی کیا کر سکتا ہے... ہو سکتا ہے... باہر فوج ہو... اب وہ فوج سے تو ٹکر نہیں لے سکتا نا"۔ فرزانہ نے کہا اور اسے دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا... محمود نے اللہ کا نام لے کر دروازہ کھول دیا۔

○☆○

ایک منٹ

انسپکٹر جمشید نے ایک دروازے پر دستک دی.... ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا اور سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"فرمائیے.... کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"آپ کاشان خان ہیں"۔ انہوں نے کہا۔

"ہاں بالکل.... لیکن میں نے آپ کو نہیں پہچانا"۔

"بیٹھ کر بات کر سکتا ہوں.... دروازے پر کھڑے ہو کر بات کرنے کی مجھے عادت نہیں"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"اوہ اچھا.... آئیے"۔

وہ انہیں اندر لے آیا.... ڈرائنگ روم شان دار طریقے پر سجا ہوا تھا.... بے تحاشہ دولت صرف کی گئی تھی۔

"یہ ڈرائنگ روم اس حد تک کیوں سجا ہوا ہے.... آپ تو صرف ایک سرکاری فوٹوگرافر ہیں.... سرکاری کاغذات کی فوٹو کاپیاں بنانے والے.... اور فوٹو سٹیٹ کرنے والے"۔

"جی ہاں.... آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"میں انسپکٹر جمشید ہوں"۔

"ارے.... کیا آپ میک اپ میں ہیں"۔

"ہاں! میک اپ کے بغیر میں یہاں آ بھی کیسے سکتا تھا.... کیا آپ کو معلوم نہیں.... اس وقت ملک میں مارشل لاء لگایا جا چکا ہے.... صدر صاحب پر اور مجھ پر ایک سنگین الزام لگایا گیا ہے.... یہ کہ ہم نے بدعنوانیاں کی ہیں.... اور جب بدعنوانیوں کے الزامات ہم پر لگائے گئے تو ہم نے تمام ریکارڈ راکھ کر دیا"۔

"ہاں! میں یہ الزامات پڑھ چکا ہوں.... اور مارشل لاء کی خبر بھی میں نے پڑھی ہے"۔ اس نے کہا۔

"دیکھئے کاشان صاحب.... اگر بات صرف صدر صاحب کی ہوتی.... یہ کہ انہوں نے اپنا ریکارڈ جلا دیا ہے تو ہم معاملے کو اور طرح لیتے.... لیکن اس معاملے کی عجیب ترین بات یہ ہے کہ ساتھ میں میں نے بھی اپنا ریکارڈ کیوں جلا دیا.... مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی.... یا پھر صدر صاحب کے بعد بھی صرف میں نے ہی کیوں اپنا ریکارڈ جلایا.... اس کا جواب یہ ہے کہ میرے پاس بھی کچھ ایسی فائلیں تھیں جن کے ذریعے بدعنوانیاں ثابت کی جا سکتی تھیں.... اوہو! آپ غلط سمجھ رہے ہیں.... میں نے یا صدر صاحب نے کوئی بے ایمانی نہیں کی

تھی.... اصل میں تو ریکارڈ جلا کر یہ الزام لگایا گیا ہے.... یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریکارڈ جلانے والے کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی تھی کہ صدر صاحب سے متعلق کچھ فائلیں میرے پاس بھی ہیں.... اور جب تک ان کو بھی نہ جلا دیا جائے گا.... بات نہیں بنے گی.... الزام مکمل نہیں ہو گا.... کیونکہ اگر صرف ایک کا ریکارڈ جلایا جاتا تو میں اپنے ریکارڈ کے ذریعے ان کو بے گناہ ثابت کر سکتا تھا.... لہٰذا ادھر ان کا ریکارڈ جلایا گیا.... ادھر میرا"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے.... لیکن آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میرا آپ سے سوال ہے.... فائلیں جلانے والے کو یہ بات کیسے معلوم ہو گئی تھی کہ کچھ ایسی فائلیں میرے پاس بھی ہیں.... جن سے بے گناہی ثابت ہو سکتی ہے.... جب کہ یہ بات صرف میرے اور صدر صاحب کے درمیان تھی"۔

"کیا مطلب؟" وہ بہت زور سے اچھلا۔

"ان فائلوں کے بارے میں یا تو صدر صاحب کو معلوم تھا.... یا مجھے.... ہم دونوں تو فائلیں جلانے والے کو یہ بات بتا نہیں سکتے تھے.... لہٰذا یہ بات ہم دونوں کے علاوہ اگر کسی کو معلوم تھی تو آپ کو.... کیونکہ فائلوں کی کاپیاں آپ کے ذریعے تیار کروائی گئی تھیں.... آپ کو یاد ہو گا.... وہ فائلیں خود میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے دی تھیں، اور

کہا تھا کہ یہ خفیہ قسم کی ہیں.... اور ان کے بارے میں کوئی بات باہر نہ نکلے"۔

"ہاں! آپ نے یہ بات مجھ سے کہی تھی"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر.... یہ راز باہر کیسے پہنچ گیا"۔

"میں نہیں جانتا"۔ وہ بولا۔

"کیا بات کرتے ہیں.... آپ نہیں جانتے.... آپ کے علاوہ اور کون جا سکتا ہے اس بات کو"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ آپ نے اس راز کو فروخت کر دیا ہے.... فائلیں جلانے والے نے صدر صاحب کا ریکارڈ جلانے سے پہلے آپ سے ملاقات کی تھی اور یہ پوچھا تھا کہ صدر صاحب کی فائلوں کا ریکارڈ کہیں اور تو نہیں ہوتا.... اس کی نقل کسی اور جگہ محفوظ تو نہیں کی گئی.... لہٰذا آپ نے لالچ میں آ کر.... ایک بڑی رقم اس سے لے کر اسے یہ بتا دیا کہ میرے پاس ہیں"۔

"نن نہیں.... یہ مجھ پر سراسر الزام ہے"۔

انہوں نے فوراً جیب سے پستول نکال لیا۔

"خبردار.... کوئی حرکت نہ کرنا.... ہاتھ اوپر اٹھا دو"۔

"کیا مطلب.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں"۔

"غداروں کے ساتھ میں ایسا ہی کیا کرتا ہوں.... تم اس ملک کے غدار ہو.... اور تمہاری غداری کی وجہ سے آج ملک کے صدر کو نامعلوم جگہ پر لے جایا گیا ہے.... وہاں ان کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک ہو رہا ہو گا.... جب کہ وہ بالکل بے گناہ ہیں.... انہوں نے ایک فیصد بھی بے ایمانی نہیں کی.... ہاں پچھلے صدر نے خوب بے ایمانیاں کی تھیں.... ان کا انجام سب کو معلوم ہی ہے.... لیکن ان کے ساتھ کیا ہوا.... یہ تو اسلامی ذہن رکھتے تھے.... ملک میں اسلام نافذ کرنے کے لیے بری طرح بے تاب تھے کہ ایسے میں بدعنوانی کے الزامات لگا دیے گئے.... بے کوئی تک.... مطلب تھا.... انہیں راستے سے ہٹانا.... اب فوج اعلان کرے گی کہ تین ماہ میں ملک میں نئے انتخابات کرا دے گی.... لیکن اس طرح جو ملک کا صدر بنے گا.... وہ اسلام دشمن طاقتوں کا چنا ہوا ہو گا.... اور ملک ایک بار پھر بڑی طاقتوں کی گود میں چلا جائے گا.... کبھی کبھی ایک آدمی کی غداری سے بھی ایسا ہو جاتا ہے.... اب تم بتاؤ.... کتنی رقم لی تھی تم نے"۔ انہوں نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"نن نہیں.... میں نے رشوت نہیں لی"۔ وہ کانپ گیا۔

"میں صرف تین تک گنوں گا.... تم نے سچ اگل دیا تو گولی نہیں چلاؤں گا.... اور اگر سچ نہ اگلا تو پھر میں تمہیں گولی ضرور ماروں گا' اگرچہ یہ میرا طریقہ نہیں.... لیکن ان حالات میں جب کہ نہ میں پولیس سے کام لے سکتا ہوں نہ کسی اور محکمہ سے.... مجھے قانون کو اپنے ہاتھ

میں لینا ہی پڑے گا.... لہٰذا ایک"۔

"نن نہیں"۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔

"دو.... تین کہنے کے بعد تمہیں مہلت نہیں ملے گی"۔

"ٹھہریے.... بتاتا ہوں.... میں نے ایک کروڑ روپے کی رشوت لی ہے"۔

"ہو سکتا ہے.... تم نے جان کے خوف سے جھوٹ بولا ہو.... اس بات کا ثبوت کیا ہے"۔

"کامان بنک میں رقم موجود ہے.... لیکن وہ کسی کو بتاتے نہیں.... صرف اکاؤنٹ والے کو بتاتے ہیں"۔

"فون کرو انہیں.... جب وہ بیلنس بتانے لگے' اس وقت ریسیور مجھے دے دینا"۔

"آپ میری بات پر یقین کیوں نہیں کر لیتے"۔ اس نے جل کر کہا۔

"نہیں کروں گا.... فون کرو"۔ وہ غرائے۔

"آ جائیں مسٹر راٹور.... یہ صاحب اس طرح نہیں مانیں گے.... آپ کا خیال ٹھیک تھا"۔ کاشان خان نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا کہا.... مسٹر راٹور"۔ انسپکٹر جمشید بری طرح چونکے۔

عین اس وقت ساتھ اندرونی دروازہ کھلا اور راٹور مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"اوہ! تو آپ یہاں بھی موجود ہیں"۔

"میں جانتا تھا... آپ کسی اور جگہ جائیں یا نہ جائیں... یہاں ضرور آئیں گے"۔

"اندازے کی تعریف کرنا پڑے گی... مسٹر کاشان خان کو کتنی رشوت دی گئی"۔

"پانچ کروڑ... چار کروڑ کا جھوٹ بول رہے تھے یہ... لیکن مذاق میں... میں نے انہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ انہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں... راٹور ان لوگوں کا موت کی حد تک ساتھ دیتا ہے... جو اس کے لیے کام کرتے ہیں"۔

"بہت خوب! مان گئے بھئی... اب تم ذرا اس سازش کے بارے میں بتا دو"۔

"نہیں... بس میں آپ کو یہ بات نہیں بتا سکتا"۔ اس نے پرزور انداز میں انکار کیا۔

"ویسے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے... صدر صاحب اسلامی ذہن کے ہیں... اگر انہیں صدارت سے نہ ہٹایا جائے گا... تو ملک اسلامی ہوتا چلا جائے گا... اور اسلام دشمن طاقتیں بس ایک یہی بات پسند نہیں کرتیں"۔

"جو جی میں آئے سوچیں... اب آپ سامنے دو راستے ہیں... یہاں سے نکل جائیں... اور مسٹر کاشان خان کو بھول جائیں... اگر

ہیں جان سے مارنے کی کوشش کریں گے تو میں آپ کے راستے میں وں گا... مجھ سے مقابلہ کرنا آپ کے بس کا روگ نہیں ہے... اور ر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہیں تو پھر آ ائیں"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکراتے وئے بولے۔

"کیا مطلب... آپ کا جواب سمجھ میں نہیں آیا... آپ جانا یں گے یا مقابلہ"۔

"میرا بھی ایک اصول ہے... اور وہ یہ کہ غدار کو ہرگز نہ چھوڑا ائے... اس نے آپ کو مدد کے لیے بلا کر یا آپ نے اس کی مدد کے لیے آ کر غلطی کی... اب اسے ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا... پہلے میں ک کی بنیاد پر شاید اسے جان سے نہ مارتا... لیکن اب تو اس کے جرم ا ثبوت مل گیا ہے... لہٰذا یہ میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکے گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے فائر کر دیا... ادھر انہوں نے ائر کیا... ادھر راٹور بجلی کے کوندے کی طرح گولی کے اور کاشان خان ے درمیان آ گیا... لہٰذا گولی راٹور کے جسم سے ٹکرائی اور ٹکرا کر اپس اسی زاویے سے انسپکٹر جمشید کی طرف گئی... اگر وہ گر نہ پڑتے تو ولی ان کے جسم میں داخل ہو گئی تھی۔

"بہت خوب! آپ کو بھی ماننا پڑے گا"۔ راٹور نے ہنس کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے دوسرا فائر کیا... راٹور نے پھر چھلانگ لگائی اور گولی اس کے جسم سے ٹکرائی... ادھر انسپکٹر جمشید بھی گرے۔

"مان گیا... مان گیا"۔ راٹور نے بے تحاشہ تالی بجا دی۔

اسی وقت انہوں نے تیسرا فائر کر دیا... راٹور اس وقت تالی بجانے میں مصروف تھا... لہٰذا فوری طور پر چھلانگ نہ لگا سکا اور گولی کاشان خان کے دل میں اتر گئی... وہ گرا اور ساکت ہو گیا۔

راٹور پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔

"اوہ... یہ برا ہوا... اب انسپکٹر جمشید... میں آپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

"آؤ... آج تم سے بھی فیصلہ ہو جائے"۔

"میں چاہوں تو اسی وقت آپ کو فوج کے حوالے کر دوں... لیکن اس طرح مجھے مزا نہیں آئے گا... میں اپنے ہاتھوں سے آپ کا گلا گھونٹوں گا... جب آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں گی نا... اس وقت مجھے مزا آئے گا"۔ یہ کہ کر وہ ان کی طرف بڑھنے لگا... اب انسپکٹر جمشید اس پر فائر نہیں کر سکتے تھے... فائر کرنے کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں تھا، گولی تو اچٹ کر انہیں ہی لگتی... لہٰذا انہوں نے پستول جیب میں رکھ لیا۔

"آؤ مسٹر راٹور... آج میں تمہیں حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں"۔ انہوں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

"نقصان میں رہیں گے"۔ وہ ہنسا۔

"کوئی پروا نہیں"۔ وہ بولے۔

"اچھا تو پھر میں وار کر رہا ہوں... روک سکتے ہیں تو روک لیں اور بچا سکتے ہیں تو بچا لیں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ان کی طرف چھلانگ لگا دی۔

ٹھیک اسی وقت انہوں نے اپنی جگہ سے سرک کر چھلانگ لگائی... ان کا خیال تھا... اس طرح راٹور دیوار سے ٹکرائے گا... لیکن ان کا اندازہ بالکل غلط ثابت ہو گیا... فضا میں ہی راٹور نے ان کی حرکت نوٹ کرتے ہوئے اپنا رخ تبدیل کیا اور ان سے ٹکرا گیا... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان پر کوئی بوجھ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو... دوسرے ہی لمحے وہ ساکت ہو گئے... تاہم ان کے حواس بحال تھے... وہ دیکھ بھی سکتے تھے اور سوچ بھی سکتے تھے... انہوں نے دیکھا... راٹور نے فون کا ریسیور اٹھایا... نمبر ڈائل کیے اور بولا۔

"ہاں! کاشان خان کو انسپکٹر جمشید نے قتل کر دیا ہے... میں نے ان پر قابو پا لیا ہے... آ کر انہیں گرفتار کر لیا جائے... ان پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلے گا... وہ بھی فوری نوعیت کی... میں اس قتل کا چشم دید گواہ ہوں... انسپکٹر جمشید کے پستول پر ان کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں... اور ان کے پستول سے چلائی گئی گولی کاشان خان کے جسم میں ملے گی... لہٰذا اس سے مکمل ثبوت اور کیا ہو گا"۔

یہ کہہ کر راٹور نے ریسیور رکھ دیا.... انسپکٹر جمشید نے حرک
کرنے کی کوشش کی.... لیکن کمرے میں ملٹری داخل ہوئی.... انہوں
انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں لگا دیں۔

"انہیں لے جائیں.... اور وہاں پہنچا دیں.... جہاں صدر صاح
کو رکھا ہوا ہے"۔

"او کے سر"۔ وہ بولے۔

"اور یہ دونوں فرار نہ ہونے پائیں.... جب تک یہ ہمارے
میں ہیں.... ہم اس ملک پر حکومت کرتے رہیں گے"۔

"تو پھر انہیں ختم ہی کیوں نہ کر دیا جائے"۔ ایک آفیسر نے ک

"ہاں! ایسا ہی کرنا ہو گا.... لیکن ذرا مزے دار انداز میں
باقاعدہ ایک تقریب منا کر کیا جائے گا.... اس تقریب میں ان کی مو
منظر پورے ملک کے لوگ دیکھیں گے.... مطلب یہ کہ ٹی وی
ذریعے.... یہ منظر سب دیکھ سکیں گے.... ان پر بھوکے شیر چھوڑ
جائیں گے.... لیکن پہلے ان کے باقی ساتھیوں کو گرفتار کرنا ہے....
بھی اپنے جال میں آنے ہی والے ہیں.... ہمارے پروگرام
مطابق.... انسپکٹر کامران مرزا کو ہم لوگ اطلاع دے چکے ہیں....
براورز بھی جونہی اپنے گھر آئیں گے.... انہیں یہاں آنے کی ہدایت
جائے گی.... وہ نہ بھی آئیں.... تو کوئی فرق نہیں پڑے گا.... وہ ہیں
گنتی میں.... ہمارے مقابلے میں انسپکٹر جمشید جیسے پانی بھرتے نظر آ

ہیں"۔

"یس سر.... آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں"۔ ایک فوجی آفیسر نے
کہا۔

اور پھر وہ انہیں باہر لے آئے.... گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی
روانہ ہو گئی.... ان کا سفر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا.... پھر پہاڑیوں میں
گھری ایک عمارت میں گاڑی داخل ہوئی.... انہیں گاڑی سے اتارا
گیا۔

"انہیں بھی صدر صاحب کے پاس پہنچا دیا جائے"۔ ملٹری آفیسر
نے گرج دار آواز میں کہا۔

"ایک منٹ.... کیا آپ میرے ملک کے ہی فوجی ہیں"۔ انسپکٹر
جمشید بولے۔

"آپ کے خیال میں میں کون ہوں"۔

"اگر آپ میرے ملک کے فوجی ہوتے تو مجھ سے یہ سلوک نہ
کرتے"۔

"آپ کی خوش فہمی ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"میں آپ کے ملک کی فوج کا ہی ایک آفیسر ہوں.... اور آپ کا
بدترین دشمن.... اس جیل خانے میں جتنے فوجی ہیں.... وہ سب آپ
کے بدترین دشمن ہیں.... اس لیے کہ آپ بھول رہے ہیں.... فوج میں

صرف مسلمان ہی نہیں ہیں.... آپ کے ملک کی حکومت نے فوج میں مرزائیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کو بھی تو ملازمتیں دے رکھی ہیں.... اور مرزائی تو اونچے عہدوں پر بھی لگے ہوئے ہیں.... ان حالات میں آپ یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم آپ ملک کے فوجی ہونے کے ناطے آپ کو یہاں سے فرار ہونے کی اجازت دے دیں گے.... یہ بھول ہے آپ کی"۔

"بھول تو ایک عدد مسٹر راٹور سے بھی ہو گئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید بھرپور انداز میں مسکرائے۔

"کیا مطلب.... کون سی بھول"۔

"جب تم راٹور کو یہ بات بتاؤ گے تو وہ فوراً سمجھ جائے گا اس سے کیا بھول ہو چکی ہے.... لیکن اس وقت' وقت گزر چکا ہو گا"۔

"آپ.... آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"راٹور سے پوچھو جا کر"۔ وہ بولے۔

آفیسر کی آنکھوں میں الجھن نمودار ہو گئی.... وہ چند لمحے تک انہیں گھورتا رہا پھر بولا۔

"آپ ہی بتا دیں' ان سے کیا غلطی ہوئی ہے"۔

"یوں مزا نہیں آئے گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... پھر کیسے مزا آئے گا؟"

"وہ ہماری لاشوں کا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں.... ایک تماشا ہم بھی

انہیں دکھائیں گے.... تم جاؤ اور راٹور کو بتاؤ.... میں نے کیا کہا ہے.... وہ فوراً ادھر آئے گا"۔

"تو تم نہیں بتاؤ گے"۔ وہ بولا۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔ وہ بولے۔

"لیکن میں زبردستی اگلوا سکتا ہوں"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لو"۔ وہ ہنسے۔

آفیسر ان کی ہنسی سن کر ہل گیا.... اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا.... پھر اس نے مرجھائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں! میں زبردستی نہیں اگلواؤں گا.... مسٹر راٹور کو فون پر اطلاع دوں گا کہ آپ کیا کہہ رہے تھے"۔

"جو جی میں آئے کرو.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

انہیں جیل کی ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کر دیا گیا.... لیکن ایک گھنٹا بھی نہیں گزرا تھا کہ انہیں باہر نکالا گیا.... جلد ہی وہ ایک کمرے میں راٹور کے سامنے بیٹھے تھے۔

"ہاں! اب کہیں کیا کہتے ہیں.... مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے"۔

"یہ آپ خود سوچئے.... مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں؟"

"سوچ چکا ہوں.... یہاں آنے سے پہلے سوچنا شروع کیا تھا.... اب تک سوچتا رہا ہوں.... لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"لیکن مسٹر راٹور... یہ تو آپ کو خود ہی سوچنا ہو گا کہ آپ سے کیا غلطی ہوئی ہے... میں نہیں بتاؤں گا... اس لیے کہ اگر میں نے بتا دیا تو مزا نہیں آئے گا"۔

"اچھی بات ہے... میں سوچ لوں گا... نہ سوچ سکا تو پھر آپ کی خدمات حاصل کروں گا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ضرور... کیوں نہیں... لیکن میں اس سوال کا جواب پھر بھی نہیں دوں گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" راٹور نے منہ بنایا۔

"تجربہ کر کے دیکھ لیں"۔

"مجھے وقت ضائع کرنے کا کوئی شوق نہیں... جب ضرورت محسوس کروں گا... آپ سے پوچھ لوں گا"۔

"ٹھیک ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

راٹور جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ بہت سے قدموں کی آواز سنائی دی۔

○☆○
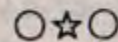
چائے پی لیں

"آپ کے لیے ایک پیغام ہے"۔ فرحت فون کے پاس سے ہٹ کر ان کی طرف آتے ہوئی بولی۔

"اور وہ کیا؟" انسپکٹر کامران مرزا چونک کر بولے۔

"آپ کی دارالحکومت میں ضرورت ہے... انکل جمشید کے ایک کارکن بات کر رہے تھے... پیغام خفیہ الفاظ میں تھا... جس کا مطلب ہے... وہ غیر یقینی حالات کا شکار ہیں"۔

"ٹھیک [illegible] میں [illegible]... [illegible] کچھ حالات معلوم ہو سکیں"۔ انسپکٹر کامران [illegible]

فون بوتھ کی طرف بڑھ گئے... تینوں نے ان کے ساتھ قدم اٹھائے... انہوں نے انسپکٹر جمشید کے گھر کے نمبر ملائے، گھنٹی بجتی رہی، لیکن کسی نے ریسیور نہ اٹھایا، اب خان رحمان کے گھر کے نمبر ملائے، لیکن دوسری طرف سے کسی نے ریسیور نہ اٹھایا... آخر انہوں نے تجربہ گاہ کے نمبر ملائے، وہاں بھی کسی نے ریسیور نہ اٹھایا۔

"حیرت ہے... سب کے سب آخر کیوں غائب ہیں... خان

رحمان کے گھر سے ظہور یا بیگم خان رحمان کو تو ریسیور اٹھانا چاہیے' تجربہ گاہ سے کسی ملازم کو ریسیور اٹھانا چاہیے.... اچھا خیر.... اکرام کے گھر تو کوئی ہو گا نا"۔

یہ کہہ کر انہوں نے اکرام کے گھر کے نمبر ملائے' لیکن اس کا فون بند تھا.... کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"اف مالک! یہ دارالحکومت میں کیا ہو رہا ہے.... میرا خیال ہے.... ہمیں سفید محل کو بھول کر دارالحکومت کا رخ کرنا پڑے گا"۔

"بالکل.... یہ ضروری ہے"۔

"اب انہوں نے دارالحکومت میں ایک دوست کے نمبر ملائے.... ان کے اس دوست کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلوم تھا.... سلسلہ جلد ہی مل گیا۔

"السلام علیکم.... کون صاحب؟" وہ بولے۔

"فیاض شیخ بات کر رہا ہوں"۔

"خدا کا شکر ہے.... کسی کی آواز تو سنائی دی.... میں کامران مرزا ہوں"۔

"اوہ! یہ آپ ہیں.... آپ.... آپ کہاں سے بات کر رہے ہیں"۔ دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"آپ بات نہ پوچھیں' پہلے یہ بتائیں.... یہاں کیا حالات ہیں؟"

"صدر صاحب اور انسپکٹر جمشید کو گرفتار کر لیا گیا ہے.... کچھ

فوجی افسروں کو بھی گرفتار کیا گیا ہے.... گرفتار شدگان کو نامعلوم جگہ پر رکھا گیا ہے.... اور ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"ہاں جناب.... یہاں کے حالات بالکل غیر یقینی ہیں"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔ وہ بولے.... پھر انہوں نے کہا۔

"انسپکٹر جمشید' خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے گھر کے باقی افراد کے بارے میں کوئی پتا ہے"۔

"جی نہیں.... انسپکٹر جمشید انہیں کچھ دیر پہلے نکال لے گئے تھے.... اور انہیں کسی نامعلوم جگہ پر پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے"۔ اس نے جلدی جلدی بتایا۔

"تب پھر.... وہ خود کس طرح گرفتار ہو گئے"۔

"ابھی ابھی ریڈیو پر خبر ملی ہے.... انہیں تھوڑی دیر پہلے ہی گرفتار کیا گیا ہے.... وہ یہ سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ ملک کے خلاف سازش کس نے کی ہے.... کہ پکڑے گئے"۔

"ہوں اچھا.... شکریہ.... اس فون کال کے بارے میں آپ کسی کو نہ بتایئے گا"۔

"بالکل نہیں بتاؤں گا"۔ اس نے کہا۔

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"اب ہمیں اسی وقت واپس جانا ہو گا.... میں جہاز کا پتہ کرتا

ہوں"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن خبریں کیا ہیں"۔

"انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی خبریں سنا ڈالیں.... پھر دفتر معلومات کی طرف بڑھ گئے.... واپس لوٹنے پر انہوں نے بتایا۔

"ایک گھنٹے بعد یہاں سے ایک جہاز دارالحکومت جائے گا.... لیکن سنا ہے.... وہاں کا ایئرپورٹ بند کر دیا گیا ہے.... اگر یہ اطلاع درست ثابت ہوئی تو جہاز اوپر سے چکر لگا کر واپس آ جائے گا"۔

"کیا مطلب.... کیا ہم وہاں نہیں جا سکتے"۔

"ہاں! فی الحال نہیں جا سکتے"۔

"یا اللہ رحم.... یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا"۔ فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"ہمارے ملک میں بس بیٹھے بٹھائے ہی ہوتا ہے.... جو کچھ ہوتا ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"مجھے سوچنے دو.... آخر ہم کس طرح اپنے ملک.... ارے ہاں.... دارالحکومت کے علاوہ دوسرے شہروں میں پروازیں جا رہی ہیں یا نہیں.... پہلے تو یہ پوچھنا ہو گا"۔

یہ کہ کر وہ ایک بار پھر دفتر معلومات کی طرف چلے گئے.... واپس آ کر انہوں نے بتایا۔

"ملک کے کسی بھی حصے میں کوئی پرواز نہیں جا رہی.... نہ خشکی

کا سفر ہو سکتا ہے.... نہ ٹرین کا.... تمام راستے بند ہیں.... مطلب یہ کہ اس وقت ہمارا پورا ملک، دنیا سے کٹا ہوا ہے"۔

"مارے گئے پھر تو.... ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے"۔ آفتاب بولا۔

"لیکن انہوں نے ہمیں آواز دی ہے.... ہم وہاں ضرور جائیں گے.... کسی پرائیویٹ ہوائی کمپنی سے بات کرنا ہو گی"۔ وہ بولے۔

"بھلا پرائیویٹ کمپنی کس طرح ہمیں لے جا سکے گی.... جب کہ سرکاری جہاز تک نہیں جا رہے"۔ آصف بولا۔

"آؤ.... کوشش کرنے میں کیا حرج ہے"۔

انہوں نے چند پرائیویٹ ہوائی کمپنیوں کے پتے وہاں سے لیے اور پھر فون بوتھ پر آ کر جٹ گئے.... پہلے ایک کمپنی کے نمبر ملائے۔

"دیکھیں جی.... ہمیں پاک لینڈ جانا ہے"۔

"وہاں داخلہ بند ہے.... حالات غیر یقینی ہیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

"تب پھر آپ کیوں یہ بات کر رہے ہیں.... کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ سے وصول ہونے والے کرائے کی خاطر ہم اپنی جانیں اور جہاز کو خطرے میں ڈال دیں گے"۔

"نہیں! میں یہ نہیں کہتا.... لیکن آپ پاک لینڈ سے ملنے والے

کسی بھی شہر یا دیہات میں تو ہمیں اتار سکتے ہیں نا... میرا مطلب ہے شارجستھان کے"۔

"ہاں! یہ ہو سکتا ہے... ہیلی کاپٹر پر آپ کو اس جگہ لے جا سکتے ہیں... لیکن کرایہ آپ کو بہت پڑے گا"۔

"کرائے کی آپ پروا نہ کریں... پہلے یہ بتائیں... آپ ہمیں کہاں اتاریں گے"۔

"یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں... اس جگہ سے پاک لینڈ صرف پندرہ کلو میٹر دور رہ جاتا ہے... آپ کو سرحد تک جانے کے لیے سواری بھی مل جائے گی... لیکن سرحد عبور کرنا آپ کا کام ہو گا"۔

"وہ ہم کر لیں گے... آپ فکر نہ کریں' لیکن دیہات کا نام تو آپ کو بتانا چاہیے"۔

"اچھی بات ہے... ہم آپ کو راج گڑھ اتاریں گے"۔

"چلیے ٹھیک ہے... ہمیں کہاں آنا ہے... ہیلی کاپٹر کس جگہ سے ملے گا"۔

وہ پتا بتانے لگا... آخر ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"آؤ بھئی چلیں... کچھ انتظام ہو گیا ہے"۔

وہ اسی وقت بتائے ہوئے پتے پر پہنچے... ہیلی کاپٹر انہیں تیار ملا... کرایہ وصول کرنے کے بعد انہیں اس پر بٹھا دیا گیا... پھر وہ اڑنے لگا... آخر انہیں ایک دیہات میں اتار دیا گیا۔

"شکریہ بہت بہت"۔

ایک دیہاتی سے انہوں نے سرحد کی سمت معلوم کی تو وہ کانپ گیا۔

"ادھر کا رخ نہ کرنا بابو جی"۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"حالات بہت گرم ہیں... فوجیں چوکس ہیں... ایسا لگتا ہے جیسے جنگ چھڑ جائے گی"۔

"آپ سمت بتا دیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

سمت معلوم کر کے وہ چل پڑے... آخر سرحد آ گئی... انہیں شارجستھان کے فوجیوں نے روک لیا۔

"آپ آگے نہیں جا سکتے... یہ سرحد ہے"۔

"جانتے ہیں... یہ دیکھیے... ہمارے کاغذات... ہم پاک لینڈ جا سکتے ہیں... ان پر تمام اندراجات مکمل ہیں"۔

"اوہو... وہ تو ٹھیک ہے... لیکن... پاک لینڈ کے فوجی آپ کو فوراً گولی مار دیں گے"۔

"نہیں ماریں گے... زیادہ سے زیادہ ہمیں گرفتار کریں گے... گرفتار ہونے کے بعد رہائی حاصل کرنا ہمارا کام ہو گا... وہ ہم کر لیں گے... اس طرف سے اسی لیے آنا پڑا کہ ایئرپورٹ بند ہیں"۔

"ٹھیک ہے... آپ کو ہمارے دفتر جانا ہو گا... وہاں آپ اپنے

کاغذات پر دستخط وغیرہ کروائیں گے... مہریں لگوائیں گے... یہ لکھ کر دیں گے کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو ذمہ دار آپ خود ہوں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ بولے۔

"ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ سرحد کی طرف بڑھے... شارجستھان کے فوجیوں نے اب انہیں سرحد عبور کرنے کی اجازت دے دی... ادھر پاک لینڈ کے فوجی انہیں گھور رہے تھے... شاید وہ سوچ رہے تھے کہ کیا چکر ہے... جونہی انہوں نے پاک لینڈ کی سرزمین پر پاؤں رکھا... ادھر سے فوراً کہا گیا۔

"خبردار! گولی مار دی جائے... واپس جاؤ"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے ایک خاص انداز سے بازو اٹھایا... تین بار ایک عجیب اشارہ دیا... فوجی چونک اٹھے۔

"یہ تو اپنے آدمی جان پڑتے ہیں... اچھا آپ لوگ آ سکتے ہیں... لیکن ہاتھ اوپر اٹھا کر آئیں"۔

"شکریہ" یہ کہہ کر انہوں بازو اٹھا دیئے۔

اس طرح وہ اپنے ملک کی سرحد میں داخل ہوئے... انہیں فوراً گھیرے میں لے لیا گیا۔

"آپ کو پہلے چیک کیا جائے گا"۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں"۔

... انہیں ایک فوجی خیمے میں لایا گیا... خیمہ بہت بڑا تھا... اور وہاں

کوئی فوجی آفیسر اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"سر... یہ لوگ سرحد پار کر کے آئے ہیں"۔

"تو تم نے انہیں گولی کیوں نہیں ماری"۔ آفیسر نے گرج کر کہا۔

"انہوں نے مخصوص اشارہ دے دیا تھا"۔

"اس کا مطلب ہے... آپ خود بھی پاک لینڈ کے فوجی ہیں"۔ اس کا لہجہ یک دم نرم ہو گیا۔

"نہیں... لیکن ہم پاک لینڈ کے خادم ضرور ہیں"۔

"کیا مطلب... اگر آپ فوجی نہیں ہیں تو پھر آپ کو فوجی اشارے کیسے معلوم ہیں"۔

"مجھے تو شاید ایسے اشارے بھی معلوم ہوں گے... جو آپ کو معلوم نہ ہوں"۔

"کیا مطلب... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ وہ بھنا اٹھا۔

"مجھے انسپکٹر کامران مرزا کہتے ہیں... شاید آپ نے یہ نام سنا ہو گا... ہمیں دارالحکومت جانا ہے"۔

"اوہ... یہ آپ ہیں"۔ وہ چلا اٹھا... اٹھ کر کھڑا ہو گیا... نہایت گرم جوشی سے ہاتھ ملایا... پھر بیٹھنے کے لیے کہا۔

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے"۔

"ایسے تو میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا... چائے تو آپ پی کر جائیں گے"۔

"خیر.... آپ کی مرضی.... ملک کے حالات کیا ہیں؟"

"آپ کو نہیں معلوم"۔

"ہم ایک غیر ملکی مہم میں شار جستھان میں پہنچے ہی تھے کہ یہ خبر ملی.... لہٰذا ہم نے فوراً واپسی کی ٹھانی"۔

"ہوں.... ملک اس وقت فوج کے ہاتھوں میں ہے"۔

"لیکن ایسا اچانک کیسے ہو گیا؟"

"ہم کیا بتا سکتے ہیں سر.... ہم لوگ تو بس سرحدوں پر موجود ہیں اور یہ بات جانتے ہیں کہ صبح سے شام تک ہمیں کیا کرنا ہے"۔

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔

انہیں چائے پیش کی گئی.... آصف' آفتاب اور فرحت نے چائے کے کپوں کی طرف ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ انسپکٹر کامران بول اٹھے۔

"ایک منٹ.... اس چائے میں اگر زہر نہیں ہے تو کم از کم بے ہوشی کی دوا تو ضرور ہے"۔

"کیا مطلب؟" آفیسر زور سے اچھلا۔

"آپ میرے اندازے کی داد دیں گے نا"۔ وہ مسکرائے۔

"میرا نام کیپٹن ساغر ہے"۔

"یہ بتانے کی اچانک کیا ضرورت پیش آ گئی"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"چائے پی لیں"۔ اس نے سرد آواز میں کہا۔

"آخر کیوں؟"

"آپ اگر بے ہوش نہیں ہوں گے تو پھر زنجیروں میں جکڑ کر آگے بھیجنا پڑے گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... ہم نے کیا جرم کیا ہے؟"

"یہ بات آپ کو ہمارے آفیسر بتائیں گے.... ہمیں تو ہدایات صرف یہ ہیں کہ اگر انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بچے سرحد عبور کر لیں تو انہیں ملٹری ہیڈکوارٹر پہنچا دیا جائے.... لیکن بے ہوشی کی حالت میں یا زنجیروں میں"۔

اگر آپ کہتے ہیں تو پھر ہم زنجیریں پہن لیتے ہیں.... ہم بے ہوشی کی حالت میں جانا پسند نہیں کریں گے"۔

"اچھی بات ہے.... آپ کی مرضی"۔

اور پھر انہیں واقعی زنجیروں میں جکڑا گیا.... ایک بڑی فوجی گاڑی میں لادا گیا اور گاڑی وہاں سے روانہ ہو گئی.... کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد ٹرک رک گیا.... انہیں اتارا گیا.... اس وقت انہوں نے دیکھا.... وہ ملٹری ہیڈکوارٹر میں کھڑے تھے۔

"آپ کو ہمیں یہاں تک لانے کا حکم تھا.... ہم جا رہے ہیں.... آپ جانیں.... یہاں کے حکام جانیں"۔

"ارے ارے.... یہ کیا.... کیا ہمیں کسی کے حوالے کر کے نہیں

جائیں گے"۔ آصف چلایا۔

"نہیں... حکم یہ تھا کہ ہیڈکوارٹر کے صحن میں چھوڑ کر واپس آ جائیں... لہٰذا ہم واپس جا رہے ہیں"۔

"عجیب ہیں آپ لوگ... خیر... تشریف لے جائیے... آپ کا بہت بہت شکریہ... یہاں تک تو پہنچایا... یوں بھی ہمیں دارالحکومت تک ہی آنا تھا"۔

ٹرک چلا گیا... وہ زنجیروں میں جکڑے کھڑے رہے... فوجی ان کے آس پاس سے گزرتے رہے... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں کوئی دیکھ ہی نہ رہا ہو... جیسے وہ وہاں کھڑے ہوئے بھی نہ ہوں... زنجیروں میں جکڑے ہوئے نہ ہوتے تو ادھر ادھر ہو جاتے۔

[illegible] انہیں دیکھ لیا... لیکن پھر بھی انہوں نے [illegible] پہچان دکھائی... آخر چند خونخوار قسم کے لوگ انہیں ایک طرف بڑھتے نظر آئے۔

○☆○

جی ــــ نہیں

راٹور نے نظریں اٹھائیں... چند فوجی چلے آ رہے تھے... ان کے گھیرے میں کچھ لوگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے... وہ بری طرح لہولہان تھے... نزدیک آنے پر انہیں پہچانا جا سکا... انسپکٹر جمشید تو کانپ کر رہ گئے... کیونکہ وہ انسپکٹر کامران مرزا، آفتاب، آصف اور فرحت تھے۔

"اف مالک... آپ کا یہ حال کس نے کیا؟"

"ہمارے فوجیوں نے... لیکن میرا خیال ہے... وہ مسلمان فوجی نہیں تھے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"آپ کا مطلب ہے... عیسائی تھے یا پھر مرزائی"۔

"ہاں بالکل... آخر ہماری فوج میں یہ لوگ بھی تو ہیں... اور یہ ملک کے خلاف ہی کچھ کریں گے... ملک کی ہمدردی میں تو کچھ کرنے سے رہے"۔

"ہوں! بالکل ٹھیک ہے"۔

اور پھر انہیں ایک کوٹھری میں پہنچا دیا گیا... صدر بھی وہیں

تھے.... وہ انہیں دیکھ کر اداس انداز میں مسکرائے۔

"تو تم لوگ بھی آ گئے.... لیکن نہیں.... تمہارے بچے کہاں ہیں"۔

"میں اور وہ الگ الگ سمت میں کام کر رہے تھے.... لہٰذا ایک وقت میں تو یہاں نہیں آ سکتے تھے"۔

"ہوں! ٹھیک ہے.... مطلب یہ کہ وہ بھی آ جائیں گے"۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے.... اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں"۔

"یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

"ہمارے ملک پر غیر ملکی حکمران ہوں اور بس"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... اپنے اوپر عائد کردہ الزام کس طرح دھوئیں.... یہ لوگ تو ہمیں کسی عدالت میں پیش نہیں کریں گے"۔

"جمشید.... اس کا علاج صرف اور صرف بغاوت ہے.... اور تم جانتے ہی ہو.... بغاوت کی سزا موت ہے.... مطلب یہ کہ اگر ہم اس بغاوت میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر ہمیں بغاوت کے جرم میں پھانسی دی جائے گی.... اور میرا خیال ہے یہی ان کا پروگرام ہے"۔ صدر صاحب نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں! میرا خیال ہے ان کا پروگرام کچھ اور ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا۔

"یہ بات تم اتنے یقین سے کیسے کہ سکتے ہو"۔

"میں اور بھی کئی باتیں اتنے یقین سے کہ سکتا ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

باقی لوگ بھی مسکرانے لگے.... یہ دیکھ کر صدر صاحب کو بھی مسکرانا پڑ گیا.... لیکن شاید ان کا جی مسکرانے کو نہیں چاہ رہا تھا.... اس لیے وہ بہت عجیب سے انداز میں مسکرائے۔

"جمشید! میں حد درجے سنجیدہ ہوں"۔

"ہم سب سنجیدہ ہیں.... لیکن یہ سنجیدگی ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی.... اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود کو بالکل ٹھنڈا رکھیں.... جوش میں نہ آئیں.... صرف ہوش سے کام لیں.... کیونکہ جوش میں آ کر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے.... ہاں ہوش میں رہ کر شاید بہت کچھ کر سکیں"۔

"میں انسپکٹر جمشید کی تائید کرتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور ہم سب اداسی محسوس کر رہے ہیں"۔ آفتاب ایسے میں بول اٹھا۔

"کیا مطلب.... یہاں جیل میں اداسی نہیں تو کیا خوشی محسوس کرو گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا ان کی طرف مڑے۔

"میرا مطلب ہے.... یا تو باقی چھوٹی پارٹی بھی یہاں ہوتی.... یا ہم

بھی باہر ہوتے.... اور ان سے گپ شپ لگا رہے ہوتے"۔

"حد ہو گئی.... ان لوگوں کو ایسے میں گپ شپ کی پڑی ہے"۔ صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

"آپ کو شاید معلوم نہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا معلوم نہیں"۔ وہ فوراً بولے۔

"یہ کہ ان کی گپ شپ بعض اوقات کئی باتیں سمجھا دیتی ہے"۔

"میرے سامنے ایسا ہو تو مانوں"۔

"سن رہے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا ان کی طرف مڑے۔

"جی ہاں! سن تو رہے ہیں.... لیکن ہم نامکمل ہیں.... ہماری تعداد پوری ہونے دیں.... پھر ہم صدر صاحب کو اپنی گپ شپ سنائیں گے.... اور اس وقت دیکھئے گا.... کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"چلو ٹھیک ہے.... فی الحال تو انہیں سوچنے دیتے ہیں کہ اب ہم کیا کریں"۔

"کرنا کیا ہے.... یہاں سے نکلنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور کیا ہم یہاں سے نکل سکیں گے جمشید"۔

"دراصل میں نے خود کو ابھی لیے ان کے حوالے کیا تھا کہ مجھے یہ لوگ یہاں پہنچا دیں.... تاکہ میں آپ کو یہاں سے نکالنے کے لیے

کچھ کر سکوں.... اور یہ اچھا ہو گیا کہ انسپکٹر کامران مرزا بھی یہاں آ گئے.... اب ہم مل کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے"۔

"شکریہ انسپکٹر صاحب"۔ کوٹھری سے آواز ابھری۔

وہ اچھل پڑے.... آواز راٹور کی تھی۔

"یہ کس کی آواز تھی؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"مسٹر راٹور کی.... ہمارے لیے ایک نیا فتنہ"۔

"نیا فتنہ.... کیا مطلب؟"

"جیرال، ابطال اور جونات سے زیادہ پریشان کرنے والا.... اگرچہ اس کے پاس عقل اتنی نہیں جتنی جیرال اور ابطال کے پاس ہے"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"لیکن.... یہ آپ کا شکریہ کس بات کا ادا کر رہے ہیں"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"اس بات کا کہ میں نے اسے بتا دیا.... اس نے کیا غلطی کی ہے"۔

"گویا آپ کو یہاں لا کر اس نے غلطی کی ہے"۔ آفتاب بولا۔

"ہاں! میرا یہی خیال ہے"۔

"بالکل غلط خیال ہے.... انسپکٹر جمشید.... آپ یہاں سے نکل ہی نہیں سکتے تو میری غلطی کیسے گنی جائے گی"۔ راٹور کی آواز ابھری۔

"بالکل ٹھیک.... لیکن اگر ہم نکل گئے تو"۔ انسپکٹر جمشید

مسکرائے۔

"ہاں! اس صورت میں میں اپنی غلطی مان لوں گا"۔

"چلو ٹھیک ہے... اب تم اپنی غلطی ماننے کی تیاری کرو... ہم یہاں سے نکلنے کی تیاری کرتے ہیں... دیکھنا یہ ہے کہ کس کی تیاری کیا گل کھلاتی ہے"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"لیجیے... اب تیاری صاحب بھی گل کھلائیں گی... پھر رہ کیا جائے جو گل نہیں کھلائے گا"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"صدر صاحب کی ہنسی نکل گئی... پھر انہوں نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"بھئی ایسی باتیں نہ کرو... ہنسنے کو جی نہیں چاہ رہا"۔

"جی بہت بہتر... اب ایسی کوئی بات نہیں کریں گے... لیکن انجانے میں کوئی ایسی بات ہو جائے تو ہمیں معاف کر دیجیے گا"۔ آفتاب مسکرایا۔

"خود بخود کوئی بات کس طرح ہو سکتی ہے... جب تک تم کرو گے نہیں"۔ صدر کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"آپ سمجھے نہیں... منہ سے کوئی بات اگر نکل گئی تو"۔ فرحت نے وضاحت کی۔

"ٹھیک ہے... وہ اور بات ہے"۔ صدر صاحب نے فوراً کہا۔

"وہ اور بات نہیں ہے سر"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے گویا انہیں

خبردار کیا۔

"کیا مطلب... تو پھر وہ کیا بات ہے"۔

"ایسی تمام باتیں تو ان کے منہ سے خود بخود ہی نکلتی ہیں... یہ جان بوجھ کر نہیں کرتے"۔

"ارے باپ رے"۔ صدر صاحب گھبرا گئے۔

باقی لوگ ہنس پڑے... پھر سب یک لخت سنجیدہ ہو گئے کیونکہ صدر صاحب حد درجے سنجیدہ نظر آنے لگے تھے۔

"ذرا سوچیں... ملک پر اس وقت کیا گزر رہی ہے... عوام پر کیا گزر رہی ہے... ملک غیروں کے قبضے میں چلا گیا اور ہم یہاں بیٹھ کر ہنسیں... نہیں جی چاہتا ہنسنے کو"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن آپ انہیں نہیں جانتے... یہ عجیب لوگ ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کن کی بات کر رہے ہیں آپ... ان بچوں کی"۔ وہ پھر حیران ہو کر بولے۔

"ہاں سر... یہ عجیب لوگ ہیں... موت کے لمحات میں بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں... اور سچ تو یہ ہے... مشکل ترین حالات میں ہمیں ان کی باتیں بہت سہارا دیتی ہیں... ہم اپنے دماغوں سے ماحول کی سنگینی کو نکال پھینکتے ہیں اور اس طرح کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں"۔

"خیر بھئی.... تم جانو.... اگر تم انہیں اجازت دیتے ہو تو میں بھی نہیں روکوں گا.... لیکن میں ہنسنے میں تم لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکوں گا"۔

"ٹھیک ہے سر.... آپ سے کہ کون رہا ہے کہ ان کی باتوں پر ہنسیں.... بلکہ ہمیں تو خود اکثر اوقات ان کی باتوں پر غصہ آنے لگتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"بالکل غلط ابا جان"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"ہائیں.... تم میری بات کو غلط کہ رہے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا بھنا اٹھے۔

"دیکھئے انکل صدر.... آگیا نا انہیں غصہ میری بات پر.... کس قدر جلد ثبوت فراہم کرایا میں نے.... ویسے میں اس وقت کہنا یہ چاہتا تھا کہ ہماری باتوں پر انہیں اکثر اوقات نہیں.... بعض اوقات غصہ آتا ہے"۔

"اس میں کیا فرق ہے بھئی.... اکثر اوقات اور بعض اوقات میں.... میری اردو بہت کمزور ہے"۔ صدر صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"دیکھا آپ نے.... آپ ان کی باتوں میں آ گئے"۔ انسپکٹر صاحب نے ہنس کر کہا۔

"بلکہ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ ان کی باتوں کے گھیرے میں آ گئے"۔

"ویسے سچ یہ ہے کہ...." صدر صاحب کہتے کہتے رک گئے۔

"جی فرمائیے.... سچ تو یہ ہے کہ؟"

"کہ.... اب مجھے بھی ان کی باتوں میں مزا سا آنے لگا ہے"۔

"واہ.... یہ ہوئی نا بات.... لیکن صدر انکل.... ابھی تو ہماری باتیں شروع ہی نہیں ہوئیں.... اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ابھی ہم نامکمل ہیں"۔

"کیا کہا.... نامکمل؟" صدر صاحب بولے۔

"جی.... وہ.... میرا مطلب ہے.... ہماری تعداد پوری نہیں ہوئی"۔

"خیر.... وہ تو بہت جلد ہونے والی ہے"۔ راٹور کی آواز ابھری۔

"ہائیں مسٹر کاٹور.... آپ بھی ہماری باتیں سن رہے ہیں"۔ آفتاب چلانے کے انداز میں بولا۔

"کیا کہا.... کاٹور"۔ انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

"کوئی بات نہیں.... یہ میرے نام کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کریں.... مجھے غصہ نہیں آئے گا' اس لیے کہ مجھے غصہ آتا ہی نہیں.... اور یہی میری کامیابی کا راز ہے"۔

"تو آپ یہاں ہماری باتیں سن کر رہے ہیں"۔

"ہاں! فارغ جو ہوں.... کرنے کو کوئی کام ہی نہیں.... آپ لوگ کوئی ال جل کریں تو میں کچھ کرنے کی کوشش کروں گا نا"۔

"ابھی ہمارا آرام کرنے کا موڈ ہے... کام کا جب موڈ ہو گا... حرکت میں آئیں گے... اور اس طرح آئیں گے... کہ آپ بھی مسٹر ٹارور یاد کریں گے"۔ آصف نے جل بھن کر کہا۔

"بھئی ٹارور نہیں... راٹور"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"شکریہ انکل... مان گیا آپ کو"۔

"اس میں مان جانے والی بات کہاں سے پیدا ہو گئی"۔ صدر صاحب کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"باتیں پیدا نہیں ہوتیں انکل صدر... بلکہ پیدا کی جاتی ہیں... اور یہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے"۔

"اور تمہارے دائیں ہاتھ کا کھیل کیا ہے؟" راٹور کی آواز سنائی دی۔

"آپ کی آواز سے غصہ جھانک رہا ہے"۔ فرحت نے گویا اعلان کیا۔

"نہیں تو... غصہ تو میرے پاس بھی نہیں آتا"۔

"تو اگر ہم آپ کو غصہ دلا دیں"۔

"تو میں آپ کو اس جیل سے نکال دوں گا"۔

"کیا کہا... آپ ہمیں اس جیل سے نکال دیں گے"۔ آصف چونک کر بولا۔

"ہاں بالکل... میں اپنے وعدے کا بہت پکا ہوں"۔

"ہوں گے... ہمیں کیا معلوم... عملی طور پر ثابت ہوں گے تو ہم تسلیم کریں گے"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے... تم مجھے غصہ دلاؤ... میں یہاں سے نکالکر دکھا دوں گا"۔

"غصہ تو خیر آپ کو آ رہا ہے"۔ آفتاب ہنسا۔

"نہیں آ رہا"۔ وہ بولا۔

"سامنے آ کر بات کریں... تاکہ سب کو معلوم ہو کہ غصہ آ رہا ہے یا نہیں"۔ فرحت نے کہا۔

"ایک منٹ... پہلے میری ایک بات سن لو"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"جی فرمایئے... ایک نہیں دس فرمایئے"۔ آفتاب ان کی طرف مڑا۔

"نہیں... اس وقت صرف ایک"۔

"چلئے خیر... کرلیں گے ہم گزارا"۔ آفتاب نے گنگناتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں تو پھر... وہ ایک بات کیا ہے"۔

"ہم بھیک میں ملنے والی رہائی نہیں لیں گے... اپنے زور بازو سے نکلیں گے یا یہیں رہیں گے... چاہے مسٹر راٹور کو غصہ آئے یا نہ آئے"۔

"بات یہ بھی معقول ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"پھر ہم کیوں انہیں غصہ دلائیں.... کیا کریں گے ہم غصہ دلا کر.... اور کیا کریں گے یہ غصے میں آ کر"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"بھئی تم دلاؤ مجھے غصہ.... میں صرف تم لوگوں کو جیل سے نکال دوں گا"۔ راٹور نے نئی بات کی۔

"کیا بات کرتے ہیں.... ہم اپنے باقی ساتھیوں کو یہاں چھوڑ کر رہائی قبول کر لیں گے.... ناممکن"۔ فرحت نے جھلا کر کہا۔

"چلے تھے مجھے غصہ دلانے.... خود غصے میں آ رہے ہیں"۔ راٹور نے قہقہہ لگایا۔

"بھئی تم یہیں آ کر بات کیوں نہیں کر لیتے.... دور بیٹھ کر باتیں کرنے کی کیا ضرورت.... کیا ہم سے خوف زدہ ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں کہا۔

"خوف زدہ.... اور آپ سے.... آپ بھی کیا بات کرتے ہیں.... آپ میں تو خوف زدہ کرنے والی ایک بات بھی نہیں ہے.... پتا نہیں کیوں.... ہمارے بڑے بڑے ساتھی آپ لوگوں سے خوف کھاتے رہے ہیں.... آپ کو ان لوگوں نے ہوا بنا رکھا ہے.... لیکن آپ تو میرے ایک ہاتھ کی بھی مار نہیں ہیں"۔

"وہ بڑے بڑے ساتھی عقل سے پیدل نہیں تھے.... اور تمہاری سب سے بڑی کمزوری ہی یہ ہے کہ تم عقل سے پیدل ہو.... ہم تمہیں

اپنی عقل سے شکست دیں گے"۔

"میں اس دن کا بے چینی سے انتظار کروں گا"۔

عین اس لمحے سانپ کی پھنکار گونجی۔

"ارے! یہ کیا.... کیا اس جیل میں کہیں سانپ بھی ہیں"۔

"کہیں کیا.... آپ کی کوٹھری میں بہتیر سانپ موجود ہیں"۔

راٹور ہنسا۔

"کیا.... نہیں!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے.... اور پھر ان کی آنکھوں سے بے تحاشہ خوف جھانکنے لگا.... کیونکہ اس لمحے کوٹھری میں ایک سوراخ نمودار ہوا تھا.... اور اس میں سے ایک سیاہ ناگ کا سر باہر نکلا تھا۔

○☆○
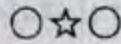
جھرجھری کی مار

محمود نے دروازہ کھول دیا، لیکن دروازے پر اسے کوئی بھی نظر نہ آیا۔

"ہائیں! یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب... تو پھر دستک کس نے دی تھی"۔ فاروق نے حیرت سے کہا۔

"شاید کسی بچے نے شرارت کی ہو گی"۔ یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"اوہو... کیا مصیبت ہے بھئی"۔ محمود نے جل کر کہا اور پھر یک دم دروازہ کھول ڈالا... اب بھی انہیں کوئی نظر نہ آیا۔

"میں ذرا باہر نکل کر دیکھتا ہوں، ورنہ یہ حضرت تو ہمیں بلاوجہ پریشان کریں گے"۔

یہ کہہ کر محمود باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھنے لگا... اس کی دیکھا دیکھی فاروق اور فرزانہ بھی باہر نکل گئے... عین اسی لمحے دروازہ بند ہو

گیا۔

"ارے! یہ دروازہ کس نے بند کر دیا... اپنے باقی ساتھیوں کو تو ہم نے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے"۔

"کوئی ان میں سے نکل آیا ہو گا"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ محمود اس کی طرف الٹ پڑا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو... ان حالات میں دماغ کی بجائے اور کیا چیز چلے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا اور فرزانہ ہنسنے لگی۔

"لو... اب تم ہنسنے لگیں فرزانہ... جب کہ ہم سنگین ترین حالات کا شکار ہیں"۔

"بھئی آخر کریں کیا... آؤ... دستک دیتے ہیں... کوئی تو ہے... جس نے دروازہ بند کیا ہے"۔

تینوں دروازے پر آئے... محمود نے دستک دی... لیکن اندر سے کوئی نہ بولا۔

"بھئی کیوں مذاق کر رہے ہو... ہم پہلے ہی بہت ستائے ہوئے ہیں... دروازہ کھول دو، ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے"۔ فاروق بولا۔

"کیا کہا... کچھ نہیں کہیں گے"۔ محمود نے اسے گھورا۔

"تو اس میں گھورنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"ضرورت پیش آنے کی بھی ایک ہی کہی... بھئی ضرورت کا کیا

ہے.... وہ تو یوں بھی ایجاد کی ماں ہے.... کسی لمحے بھی پیش آ سکتی ہے"۔ فرزانہ نے شوخ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے.... مجھے کیا"۔ محمود نے کندھے اچکائے۔

"یہ تم نے کیا کہا.... مجھے کیا"۔

"ہاں! ہانک لو ادھر ادھر کی.... میں بتا دوں گا ابا جان کو.... کہ تم ان حالات میں بھی سنجیدہ نہیں ہوئے تھے"۔ اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"یہ بات تو انہیں پہلے ہی معلوم ہے"۔

محمود نے تلملا کر ایک بار پھر دروازے پر ہاتھ مارا.... دروازہ کھل گیا.... وہ یک دم اندر داخل ہو گئے.... کسی نے پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"کک.... کون.... کون ہے"۔ وہ خوف زدہ آواز میں بولے۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں.... یہ میں ہوں"۔ ایک آواز ابھری۔

"کک.... کک.... کون.... یعنی کہ کون"۔ فاروق نے کانپتی آواز میں کہا۔

"ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں.... میں جانتا ہوں.... تم ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہو"۔

"ہائیں.... تو.... غضب.... خان انکل ہیں کیا آپ"۔ فاروق نے چلا کر کہا۔

"خوب پہچانا.... داد دیتا ہوں.... آپ کو ایک اطلاع دینے چلا آیا تھا.... ورنہ میری ڈیوٹی تو دوسری طرف ہے"۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمارا اتنا احساس کیا"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"آپ کے باقی ساتھی.... میرا مطلب ہے.... انسپکٹر کامران مرزا پارٹی، انسپکٹر جمشید اور صدر صاحب.... ہرنائی جیل میں ہیں.... راٹور ان کے سروں پر مسلط ہے.... وہ انہیں جیل سے نہیں نکلنے دے گا.... اس بات کی میں گارنٹی دیتا ہوں"۔

"کیا مطلب.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر اقبال"۔

"اگر تم پسند کرو تو میں تم لوگوں کو بھی وہاں پہنچا دیتا ہوں.... چاہو تو دروازہ کھولو اور خود وہاں چلے جاؤ.... حکومت کا کوئی آدمی تمہاری مدد نہیں کرے گا.... آپ چاہیں تو صرف ہم آپ لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں"۔

"ہم پر اتنی مہربانیاں کیوں؟"

"میرا خیال ہے.... پہلے تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ.... پھر بات کر لیں گے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ محمود نے کہا۔

"تو پھر.... اس عمارت کے پچھلی طرف ایک بڑی گاڑی موجود ہے.... چل کر اس میں بیٹھ جائیں.... کوئی گڑبڑ کریں گے تو آپ کے

حق میں معتبر ثابت ہو گی... ہمارا کچھ نقصان نہیں ہو گا... اس لیے کہ پورے ملک کی باگ ڈور ایک طرح سے ہمارے ہاتھوں میں ہے... بظاہر ملک پر فوج کا قبضہ ہے... لیکن فوج کا سربراہ اور بڑے بڑے آفیسر اس وقت ہمارے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہیں"۔

"ٹھیک ہے... ہم کوئی شرارت نہیں کریں گے"۔

وہ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئے... گاڑی چل پڑی... کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد آخر انہیں بھی ہرنائی کی کوٹھری میں پہنچا دیا گیا۔

"ہمیں پہلے ہی امید تھی... آخر تم بھی یہاں آ جاؤ گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمیں یہاں کون لایا ہے"۔

"نہیں... لیکن جہاں تک میرا خیال ہے... ابقال یا جونات لایا ہو گا"۔

"بالکل ٹھیک... مسٹر ابقال لائے ہیں... وہ ہم سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں"۔

"تو اب یہ کھل کر سامنے آنے لگے ہیں"۔

"ہاں بالکل... میں صاف صاف بات کرنا چاہتا ہوں... مسٹر جبرال نے مجھے آپ سے بات چیت کے لیے مقرر کیا ہے"۔ ابقال کی آواز ابھری۔

"فرمائیے"۔ وہ بولے۔

"آپ کا ملک ہمارے قبضے میں ہے... آپ خود ہمارے قبضے میں ہیں... مسٹر رانور جیسا شخص آپ کے سروں پر مسلط ہے... آپ لوگ بالکل بے بس ہیں... کچھ نہیں کر سکتے"۔

"یہ آپ کا خیال ہے... اور آپ اپنا خیال ہم پر ٹھونس رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"چلیے خیر... یونہی سہی... یہ میرا خیال ہے... آپ اسے غلط ثابت کر دیں... لیکن میری بات سننے کے بعد"۔

"اچھا خیر... آپ کہیے"۔

"انسپکٹر کامران مرزا... پہلے آپ انہیں اس پھول کے بارے میں بتا دیں"۔

"کک... کیا... کہا ہمیں... پھول"۔

انسپکٹر کامران مرزا اچھل پڑے... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"ہاں! پہلے آپ اس پھول کے بارے میں انہیں بتا دیں... پھر میں اپنی بات آگے بڑھاؤں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو پھول کی کہانی سنانے لگے... کہانی پوری کرنے کے بعد آخر کار انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"فرمائیے... اب آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"دنیا کے بڑے بڑے تمام ملک اس پھول سے پریشان ہیں"۔

ابطال کی آواز سنائی دی۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ....."

عین اس لمحے ایک عجیب بات ہوئی.... پروفیسر داؤد تڑ سے گرے اور بے ہوش ہو گئے.... وہ گھبرا گئے۔

"انہوں نے مجھے دیکھنے کی کوشش کی تھی"۔ ابطال کے لہجے میں خوف تھا۔

"کیا مطلب.... بھلا انہوں نے کس طرح کوشش کر ڈالی"۔

"اسی پر مجھے حیرت ہے"۔

"کیا کہا.... اس بات پر آپ کو حیرت ہے مسٹر ابطال.... ہماری سمجھ میں تو یہ بات بھی نہیں آئی"۔

"خود میں بھی نہیں سمجھ سکا کہ انہوں نے مجھے دیکھنے کی کوشش کس طرح کی.... لیکن میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کر دیا کہ یہ مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں"۔

"تب پھر آپ نے انہیں بے ہوش کس طرح کر ڈالا"۔

"یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے.... چاہوں تو آپ سب کو بھی بے ہوش کر دوں"۔ ابطال نے ہنس کر کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی.... کرنا چاہیں تو کر دیں.... ہمیں کوئی پروا نہیں"۔

"ایسا کرنے کی ضرورت نہیں.... مجھے آپ سے بات مکمل کرنا ہے.... ہاں تو دنیا کے بڑے بڑے ممالک اس پھول سے خوف زدہ ہیں"۔

"یہ بات حد درجے عجیب ہے.... ہم اس پر ہرگز یقین نہیں کر سکتے.... لیکن پہلے پروفیسر داؤد کو ہوش میں لانا چاہیے.... یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بے ہوش پڑے رہیں اور آپ ہم سے باتیں کرتے رہیں"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن خیال رہے.... جونہی یہ ہوش میں آئیں.... آپ انہیں بتا دیں کہ یہ مجھے دیکھنے کی ہرگز کوشش نہ کریں' کیونکہ اگر یہ مجھے پھر دیکھنے کی کوشش کریں گے تو میں پھر انہیں بے ہوش کر دوں گا"۔

"ٹھیک ہے.... میں انہیں بتا دوں گا"۔

ایک منٹ بعد پروفیسر داؤد نے آنکھیں کھول دیں.... چند لمحے پلکیں جھپکاتے رہے' پھر حیران ہو کر بولے۔

"ہائیں.... یہ مجھے کیا ہو گیا تھا"۔

"آپ کو مسٹر ابطال نے بے ہوش کر دیا تھا"۔

"لیکن کیسے؟" وہ بولے۔

"یہ تو ہمیں معلوم نہیں کہ بے ہوش کیسے کیا تھا' لیکن اتنا معلوم ہے کہ کیوں کیا تھا.... ان کا کہنا ہے.... آپ نے انہیں دیکھنے کی کوشش کی تھی.... اور اس بات کا امکان تھا کہ آپ انہیں دیکھنے میں

کامیاب ہو جاتے.... لیکن مسٹر ابظال نے یہ بات محسوس کر لی اور انہوں نے آپ کو بے ہوش کر دیا.... اب انہوں نے آپ کی بے ہوشی کو اس شرط پر ختم کیا ہے کہ آپ یہ کوشش پھر نہیں کریں گے"۔

"حیرت ہے"۔ وہ بولے۔

"آپ کو کس بات پر حیرت ہے انکل.... حیرت تو ہمیں ہونی چاہیے.... ایک بات پر کہ آپ اسے دیکھنے کی کوشش کس طرح کر رہے تھے"۔

"لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ ابظال کو میری اس کوشش کا پتا کس طرح چل گیا"۔

"پہلے تو آپ ہماری حیرت کو دور کریں.... پھر ان شاء اللہ مسٹر ابظال آپ کی حیرت کو دور کریں گے"۔ محمود نے کہا۔

"مطلب یہ کہ آج کا دن حیرتیں دور کرنے کا ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"میں نے ایک چیز ایجاد کی تھی.... ایسی لینز.... جو نظر نہ آنے والی چیزوں کو دکھا سکیں.... اور یہ لینز میں نے ابظال کو ذہن میں رکھ کر بنائے تھے.... لیکن ان کی مدد سے میں کئی نظر نہ آنے والی چیزوں کو دیکھنے کے قابل ہو چکا ہوں.... مثلاً اب میں ہوا کو دیکھ لیتا ہوں"۔

"کیا.... آپ ہوا کو دیکھ لیتے ہیں.... اف مالک.... وہ کیسی ہے"۔

"بس ہوا ہے.... جیسے بادل ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

"ہوں.... خیر.... اور کیا کیا چیزیں دیکھنے کے قابل ہو گئے ہیں آپ"۔

"خوشبو.... رات کی تاریکی میں.... ان کی مدد سے صاف نظر آتا ہے.... اور بھی کئی کام ان سے لیے جا سکتے ہیں"۔

"بھئی واہ.... تب یہ لینز بہت مزے کی چیز ہیں.... دو دو ہمارے لیے بھی بنا دیں.... لیکن یہ نظر کیوں نہیں آ رہے"۔

"باریک جھلی.... جو کہ بالکل شفاف ہے.... تم لوگوں کو نظر آ بھی کیسے سکتی ہے"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"چلئے خیر.... تو آپ نے ان کی مدد سے جب مسٹر ابظال کو دیکھنے کی کوشش کی تو آپ کو کیا نظر آیا"۔

"ابھی دھندلا سا خاکہ نظر آنے لگا تھا کہ میں بے ہوش ہو گیا"۔

"اس کا مطلب ہے.... اگر مسٹر ابظال کی چھٹی حس انہیں خبردار نہ کر دیتی تو آپ نے آج انہیں دیکھ لیا تھا"۔

"ہاں بالکل.... لیکن افسوس.... میری اس ایجاد کے مقابلے میں ان کی چھٹی حس زیادہ تیز ہے.... اب میں ان کو آنکھوں سے نکال رہا ہوں.... تاکہ پھر سے بے ہوش نہ ہو جاؤں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ہاتھ آنکھوں تک لے گئے۔

"اور اب مسٹر ابظال بتا دیں.... انہوں نے مجھے بے ہوش کس

طرح کیا تھا"۔

"اپنی آنکھوں کی طاقت سے.... یہ فن میں نے ابھی حال ہی میں حاصل کیا ہے"۔ اس نے بتایا۔

"کیا مطلب.... یہ کیسے ممکن ہے"۔ فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"جس شخص کو بے ہوش کرنا چاہوں.... اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوں.... اور وہ چند سیکنڈ کے اندر بے ہوش ہو جاتا ہے"۔

"بہت خوب.... انکل کب خال.... ذرا میرے بھائی کو بے ہوش کر کے دکھائیں"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا کہا.... اپنے بھائی کو.... خود کیوں بے ہوش نہیں ہوتی"۔

"اوہو.... تمہارا کیا نقصان ہے.... انکل کب خال"۔

"ابظال"۔ ابظال نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں انکل.... جب.... نن نہیں.... اب ظال.... ذرا میرے بھائی فاروق کو بے ہوش کر کے دکھائیں"۔

"اچھی بات ہے.... مسٹر فاروق ذرا اوپر دیکھیں"۔

"نن نہیں.... میں گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں"۔

"اوہو کچھ نہیں ہو گا"۔ فرزانہ نے سرد آواز میں کہا.... فاروق کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا.... اس کے لہجے کا مطلب وہ فوراً جان گیا.... اس نے نظریں اوپر اٹھا دیں.... اس کے جسم کو ایک اور جھٹکا لگا.... وہ تڑسے گرا اور ساتھ ہی فرزانہ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی.... وہ

ابظال کے جسم سے ٹکرا گئی.... ساتھ ہی اس نے اس کی ٹانگ پکڑ لی.... اس وقت تک محمود بھی اس کی چال کو سمجھ چکا تھا.... اس نے بھی اس سمت میں چھلانگ لگائی.... اور دوسری ٹانگ پکڑ لی۔

"تم لوگ بہت چالاک ہو.... یہ بات ماننا پڑتی ہے"۔

"تو مان لیں انکل.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ فرزانہ ہنسی۔

"ارے.... تو کیا تم نے مسٹر ابظال کو پکڑ لیا ہے"۔ خان رحمان نے چلا کر کہا اور ان کی طرف دوڑ پڑے۔

"ہاں.... اور کیا.... جلدی کریں"۔

خان رحمان نے ابظال کو کمر سے پکڑ لیا۔

"اس کا کوئی فائدہ نہیں.... الٹا نقصان اٹھاؤ گے.... چوٹ کھاؤ گے"۔ ابظال نے پرسکون آواز میں کہا۔

"وہ کس لیے"۔

"اس لیے کہ تم صرف تین ہو.... جب کہ تم سب مل کر مجھے پکڑتے رہے ہو.... اور میں تم سب کے قابو میں نہیں آتا.... تم تین تو میری صرف ایک جھرجھری کی مار ہو.... تم نہیں جانتے.... اس بار میں چند نئی تیاریوں کے ساتھ آیا ہوں"۔

"اوہ اچھا.... تو یہ بات ہے.... ذرا لے کر دکھائیں جھرجھری"۔ محمود نے منہ بنایا

"ضرور کیوں نہیں.... اگر چوٹ کھانے کا اتنا ہی شوق ہے.... تو

"یہ لو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ایک ہلکی سی جھرجھری لی.... وہ تینوں اچھل کر کمرے کی دیواروں سے بری طرح ٹکرائے.... لیکن ساتھ ہی ابطال کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"ارے.... یہ کیا؟"

○☆○

جیل کا بال

سیاہ ناگ کا سر پوری طرح باہر آ گیا.... انسپکٹر جمشید نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... اس کے سر پر اپنا جوتا رکھ دیا.... اس کا باقی جسم چونکہ ابھی سوراخ کے دوسری طرف تھا' اس لیے وہ ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"حیرت ہے.... آپ لوگ سانپ سے نہیں ڈرے"۔ رانور کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب.... تو کیا آپ ہمیں ان سانپوں سے خوف زدہ کرنا چاہتے تھے"۔

"میں آپ کی نیندیں اڑا دینا چاہتا ہوں.... اس جیل کی کوٹھری میں سانپوں کی موجودگی میں کیا آپ سو سکیں گے"۔

"سو تو خیر ہم واقعی نہیں سکیں گے.... لیکن کب تک.... آخر کو نیند آ دبوچے گی"۔

"اور اسی لمحے سانپ اندر آ جائیں گے.... سانپ صرف اس وقت تک سوراخ کے دوسری طرف ہیں جب تک کہ آپ جاگ رہے

ہیں"۔

"اس مسئلے کا ہمارے پاس بہت آسان حل موجود ہے.... ہم باری باری جاگ لیں گے.... ہم میں سے ایک جاگے گا.... باقی سب سو جائیں گے پھر اس کی باری سونے کی آئے گی تو وہ ہم میں سے ایک کو جگا دے گا.... اور خود سو جائے گا.... اس طرح یہ سانپ بے چارے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے"۔

"اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ دلیر ہیں.... نڈر ہیں.... ورنہ سانپوں کی موجودگی میں نیند کہاں"۔

"آپ نے اب تک نہیں بتایا کہ پروگرام کیا ہے؟"

"سچ بات یہی ہے کہ پروگرام کا علم ہم میں سے صرف اور صرف ایک کو ہے اور وہ ہیں مسٹر جیرال.... باقی تو صرف ان کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں"۔

"خیر کوئی بات نہیں، جب مسٹر جیرال سے ملاقات ہو گی اس وقت ان سے معلوم کر لیں گے.... وہ ہمارے اپنے دوست ہیں.... فوراً بتا دیں گے"۔

"یہ وہ جانیں"۔ راٹور بولا۔

"ابھی تک ہمارے ساتھی نہیں پہنچے.... اور شوکی برادرز کا تو دور دور تک پتا نہیں"۔

"شوکی برادرز بہت جلد یہاں ہوں گے.... فکر نہ کریں"۔ راٹور

ہنسا۔

"لیکن ہماری اطلاعات یہ ہیں کہ وہ اپنے شہر میں نہیں ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... لیکن مسٹر مونانٹ کو ان کی تلاش میں روانہ کر دیا گیا ہے.... اور جونانٹ کو تو آپ لوگ جانتے ہی ہوں گے"۔

"ہاں! یہ حضرت بھی کم خطرناک نہیں ہیں.... لیکن ہمیں ان کی اتنی فکر نہیں ہے"۔

"وہ تو خیر آپ کو کرنا پڑ جائے گی.... مسٹر جونانٹ اس بار نئی تبدیلیوں کے ساتھ آئے ہیں"۔

"اوہو اچھا.... تو وہ اس بار ہمارے مقابلے میں نئی تیاریوں کے ساتھ آتے ہیں"۔

"صرف وہی نہیں.... مسٹر انطال، ان سے کہیں زیادہ تیاریوں کے ساتھ آئے ہیں"۔ راٹور ہنسا۔

"ان میں تو پہلے ہی بہت تیاریاں ہیں.... اب رہ گئے مسٹر جیرال.... ان کی کیا اطلاعات ہیں"۔

"ان کا کہنا ہے.... آپ لوگوں کے مقابلے کے لیے انہیں کسی تیاری کی ضرورت نہیں.... آپ کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہیں.... رہ گیا میں.... میری اور آپ کی ملاقات ابھی ابھی نئی نئی ہے.... کھل کر مقابلہ نہیں ہو سکا.... جب ہو گا تو میں آپ سب کو چھٹی کا دودھ تو ضرور یاد دلا دوں گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائیے.... آخر ہم غریبوں کے مقابلے میں.... آپ کیوں بار بار آتے ہیں.... ہمیں سکھ اور چین سے جینے کیوں نہیں دیتے؟"

"ایک اور صرف ایک وجہ ہے اس کی.... اور وہ یہ کہ ہم سب لوگ اسلام سے خوف زدہ ہیں.... اسلام.... جو چودہ سو سال پہلے پوری دنیا پر چھا گیا تھا.... صرف اور صرف اسلام میں ہی یہ طاقت ہے کہ ہم لوگوں کا صفایا کر سکے.... اور کسی مذہب میں نہیں.... مسلمان اگر پھر سے پرانی زندگی پر لوٹ آئے تو ہم خس و خاشاک کی طرح اڑ جائیں گے.... بڑے سے بڑا طاقت ور ملک اور ان کے بڑے سے بڑے ہتھیار ناکام ہو جائیں گے.... اسلام وہ ہتھیار ہے غیر مسلموں کے لیے.... ہم اس ہتھیار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دینے پر تلے ہیں.... لہٰذا آئے دن سازشیں تیار کرتے ہیں.... اور اپنی ان گنت سازشوں میں ہم کامیاب ہو چکے ہیں.... اسلام کی قدریں آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں سے نکل رہی ہیں.... اسلام کے پاس جو سب سے بڑا ہتھیار ہے.... وہ ہے جہاد.... اور ہم نے مسلمانوں کے اندر سے جہاد کی روح کو نوچ نوچ کر بہت دور پھینک دیا ہے.... اس کے لیے ہم نے جو حربے اختیار کیے ہیں، وہ آپ لوگوں کو معلوم ہی ہیں.... جھوٹے نبی سے نبوت کا دعوٰی کروایا.... نبی ہونے کا اعلان کرنے کے ساتھ اس سے یہ اعلان کروایا کہ اب جہاد حرام ہو چکا ہے.... اس کے ساتھ ساتھ کچھ علماء کو

خریدا.... انہوں نے نبوت کا دعوٰی تو نہ کیا.... مجدد وغیرہ ہونے کے دعوے کیے اور اعلان کیا کہ جہاد حرام ہو چکا ہے.... ان کے علاوہ دوسرے طریقے اختیار کیے.... ان میں فلم.... ٹی وی.... اخبارات میں رنگین تصاویر.... ننگی تصاویر.... ننگی فلمیں.... یہ وہ زہر ہیں.... جو مسلمان کو دن بدن جہاد سے دور لے جا رہے ہیں.... اور ہم کامیاب سے کامیاب ہوتے جا رہے ہیں.... لیکن اس کے باوجود کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی گروپ سے جہاد کا نعرہ بلند ہونے لگتا ہے.... سرپھرے نوجوان جہاد کا نام سن کر اس گروپ کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگتے ہیں.... اور ہمیں اپنے سارے پروگرام ڈھیر ہوتے دکھائی دینے لگتے ہیں.... مطلب یہ کہ ہماری اصل لڑائی اسلام سے ہے.... اور اسلام کو ختم کرنے کا ہمارے پاس صرف یہی طریقہ ہے کہ جہاد کے جذبے کو اس حد تک سلا دیا جائے کہ یہ قوم اس کے بارے میں سوچنے سے بھی گھبرانے لگے.... ایسی کیفیات اب دیکھنے میں آنے لگی ہیں.... مسلمان باپ جہاد کے نام سے گھبرانے لگا کہ میں اپنی اولاد کو.... عیش و آرام.... ایئرکنڈیشن کمروں کو چھوڑ کر اتنے تکلیف دہ کام کے لیے کیسے نکلوں.... اپنی اولاد کو بھی انہی خیالات کے تحت جہاد کے لیے جانے کی اجازت نہیں دیتا.... یہ سب ہماری کامیابیاں ہیں.... لیکن کہیں نہ کہیں سے جہاد کی چنگاری نمودار ہو ہی جاتی ہے.... اب ہم ان چنگاریوں کی طرف توجہ دے رہے ہیں.... آئندہ دس بیس سال تک ہم ان چنگاریوں

کو بھی بجھا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے.... اور اسلام کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دنیا سے مٹ جائے گا"۔

"ایسا نہیں ہو سکے گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب.... آپ نے کہا کہ.... ایسا نہیں ہو سکے گا"۔

"ہاں! ایسا نہیں ہو سکے گا.... اس لیے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت آنے تک کے حالات بیان فرمائے ہیں.... ان حالات کی رو سے ایسا نہیں ہو سکے گا"۔

"ہم ان باتوں کو نہیں مانتے"۔

"ہمیں منوانے کی ضرورت بھی نہیں.... خود مان لو گے.... جب پتھر اور درخت تک پکار پکار کر کہیں گے کہ میرے پیچھے ایک کافر چھپا ہوا ہے.... اور ان کو چن چن کر قتل کر دیا جائے گا"۔

"پتھر اور درخت بھی بولیں گے"۔ راٹور ہنسا۔

"ہاں! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک فرمان سچا ہے.... آپ نے فرمایا تھا.... ایک زمانہ آئے گا.... جب گھر گھر سے گانے کی آواز آئے گی.... یہ اس وقت فرمایا تھا.... جب ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی وغیرہ کا کوئی تصور بھی نہیں تھا.... اب دیکھ لیں، گھر گھر سے گانوں کی آوازیں آتی ہیں یا نہیں.... اسی طرح قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے.... آسمان کا لفظ تک احادیث میں موجود ہے.... اور ایک نبی کی حیثیت سے نہیں اتریں

گے.... ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے اتریں گے.... نیچے اتر کر نبوت کا دعویٰ نہیں کریں گے.... بس کافروں سے جہاد کریں گے.... اور اس وقت کافر قتل ہوں گے یا اسلام لے آئیں گے.... جو ادھر ادھر چھپے گا قتل ہونے کے خوف سے ان کی نشان دہی درخت اور پتھر کریں گے.... مطلب یہ کہ کافروں کو چن چن کر قتل کیا جائے گا.... یہاں تک کہ پوری دنیا میں ایک بھی غیر مسلم نہیں بچے گا.... اس لیے میرے نئے دشمن.... تم کچھ بھی کر لو.... کتنی بھی عارضی کامیابیاں حاصل کر لو.... آخر کو تو تمہارا انجام یہ ہونا ہے"۔

"یہ وقت نہ جانے کب آئے گا"۔ راٹور نے ہنس کر کہا۔

"اپنے وقت پر آئے گا.... اور اس وقت ہم جیسے لوگ آپ لوگوں کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیے اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہے ہیں"۔

"تم لوگ تو اب مسل دیئے جاؤ گے"۔ راٹور نے منہ بنایا۔

"ہم مسل دیئے جائیں گے.... ہماری جگہ اور پیدا ہو جائیں گے"۔

"ہم بھی اور منصوبے بنائیں گے"۔ راٹور نے کہا۔

"وہی میں عرض کر رہا ہوں.... یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا وقت ہو

جائے گا"۔ وہ مسکرائے۔

"میرا خیال ہے.... ہم بحث میں پڑ گئے ہیں.... اب آپ لوگ آرام کریں.... جب تک آپ کے باقی ساتھی یہاں نہیں پہنچ جاتے.... اس وقت تک ہم اپنا پروگرام پوری طرح آپ کو نہیں بتا سکتے"۔

"آخر اس پھول سے آپ لوگ خوف زدہ کیوں ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ایک ہی بار بات کریں گے"۔ اس نے کہا۔

اور پھر خاموشی ہو گئی.... وہ بھی سونے کی تیاری کرنے لگے.... سانپوں والے سوراخ کی وجہ سے سب کو باری باری جاگنا اور اس کو بند رکھنا تھا.... اس طرح انہوں نے رات گزاری.... صبح راٹور نے انہیں ناشتا کرایا.... ناشتا شان دار تھا.... لیکن ساتھ سانپوں کا خوف بھی سوار رہا.... لیکن مردہ سانپ جس کا سر انسپکٹر جمشید نے کچل دیا تھا.... ابھی تک اس سوراخ میں پھنسا ہوا تھا.... لہٰذا کوئی اور سانپ اس طرف سے اس طرف نہیں آ سکا تھا۔

تین دن ان کے اسی طرح گزرے.... پھر کہیں جا کر کوٹھری کا تالا کھولا گیا اور راٹور نے انہیں خبر سنائی:

"آپ کے باقی ساتھی بھی آ گئے ہیں.... پہلے ان سے ملاقات کر لیں.... پھر ہم بات کریں گے"۔

انہیں ایک کمرے میں لایا گیا.... وہاں محمود، فاروق، فرزانہ، خان

رحمان اور پروفیسر داؤد موجود تھے۔

"لیکن ابھی شوکی برادرز نہیں آئے"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"کوشش کے باوجود ان کا کہیں پتا نہیں چل سکا.... نہ جانے وہ کس طرف نکل گئے.... ہو سکتا ہے.... ان کے کسی دشمن نے انہیں اغوا کر لیا ہو اور ختم کر دیا ہو"۔ راٹور بولا۔

"ایسی اوٹ پٹانگ باتیں نہ کریں"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"مسٹر جوناٹ.... آپ خود سامنے آ کر اپنی رپورٹ انہیں سنائیں"۔ راٹور نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

قدموں کی آواز ابھری اور انہوں نے جوناٹ کو اندر آتے دیکھا.... اس کے چہرے پر قدرے غصہ تھا۔

"میں نے انہیں ہر طرف تلاش کیا.... لیکن وہ اپنا کوئی سراغ نہیں چھوڑ گئے.... کسی کو بتا کر نہیں گئے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں.... صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ ایک شخص.... عجیب غریب سا شخص آیا تھا.... جو انہیں اپنے ساتھ لے گیا.... جانے سے پہلے اس عجیب شخص سے انہوں نے ایک بڑی رقم وصول کی تھی.... جو وہ اپنے والدین کو دے گئے تھے"۔

"کیا آپ کا پروگرام ان کے بغیر شروع نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ضرور ہو سکتا ہے... لیکن ہم چاہتے تھے... وہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ شامل ہوتے"۔

"اب اس سلسلے میں ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ فاروق نے مایوسانہ انداز میں کندھے اچکائے۔

"ہاں ٹھیک ہے... اب ہم اپنا پروگرام آپ لوگوں کے سامنے رکھیں گے"۔

"شکریہ... آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے یہ سوچا"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"پہلے پھول کی کہانی آپ لوگ سن لیں"۔ راٹور نے کہا۔

"اس سے پہلے ہم یہ بات جاننا چاہیں گے کہ ہمارے یہ ساتھی کس طرح یہاں تک پہنچے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"[illegible] یہاں پہنچا گئے ہیں"۔

"اور اب وہ کہاں ہیں؟"

"اس بات سے آپ کو کیا غرض" راٹور نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے... اس بات سے ہمیں واقعی کوئی غرض نہیں... آگے فرمایئے"۔

"یہ پھول... آپ دیکھ رہے ہیں... کئی روز پہلے شاخ سے توڑا گیا تھا... لیکن ابھی تک یہ مرجھایا نہیں... یہ ایک ماہ تک نہیں مرجھاتا... ایک ماہ بعد مرجھانا شروع ہوتا ہے اور مرجھانے میں بھی

ایک ہفتہ لے جاتا ہے"۔

"بہت خوب... یہ باتیں تو ہو گئیں معلوم... آگے چلیے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"پوری دنیا میں اس بات کی تصدیق کر لی گئی ہے کہ یہ پھول ہماری اس دنیا کا پھول نہیں ہے"۔ راٹور بولا۔

"اچھا تو پھر"۔

"اب اگر یہ دنیا کے کسی مقام پر نہیں اگتا تو پھر یہ کہاں سے آ گیا"۔

"سوال یہ واقعی بہت خوف ناک ہے... اہم ہے... لیکن یہ [illegible] بات [illegible] ہو"۔ فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"دنیا میں کچھ ایسی جگہیں بھی ضرور ہوں گی... جو ابھی تک انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں"۔

"لیکن اس جگہ سے پھول بھی تو نہیں آ سکتا"۔ راٹور نے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پھول مصنوعی ہو... انسانی ہاتھوں کا تیار کردہ"۔

"اس پر بھی تحقیقات کر لی گئی ہیں... یہ انسانی ہاتھوں نے نہیں بنایا"۔

"اگر یہ انسانی ہاتھوں نے نہیں بنایا اور پوری دنیا میں کوئی ایسا

مقام نہیں جہاں یہ اگا ہو تو پھر اس کا مطلب کیا ہو گا.... کیا آپ ہمیں اس نقطے پر لانا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔

"مطلب یہ کہ یہ پھول کسی دوسرے سیارے کا ہے.... آپ یہ کہنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں.... بالکل یہی بات ہے"۔

"آپ کو یہ معلوم کرنا ہو گا.... یہ پھول کون سے سیارے کا ہے"۔

"یہ بات ہم کس طرح معلوم کر سکتے ہیں.... ہم سراغ رساں ہیں.... کوئی خلاباز تو نہیں ہیں"

"باری باری تمام سیاروں پر آپ تو جانا ہمارا کام ہو نہ۔

"اگر یہ پھول کسی دوسرے سیارے کا ہے تو بھی یہ بات معلوم کر کے آپ کو کیا فائدہ ہو جائے گا"۔ پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

"اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس سیارے پر زندگی موجود ہے.... اور اس سیارے کی مخلوق ہماری زمین پر اتر چکی ہے.... تبھی تو یہ پھول یہاں دکھائی دے رہا ہے.... اگر ایسا نہ ہوتا تو پھول خود بخود تو اس سیارے سے زمین پر نہیں پہنچ سکتا تھا"۔

"اگر اس سیارے کی مخلوق ہماری زمین پر اتر چکی ہے تو پھر ہمیں پہلے اس جگہ کا سراغ لگانا چاہیے.... سیارے پر جا کر چھان بین کرنے

کی کیا ضرورت ہے"۔

"اس بات کا امکان ہے کہ.... اس سیارے کی مخلوق دنیا کے کسی مقام پر موجود ہے.... لیکن وہ جگہ ابھی تک ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے"۔ راثور نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں اگر وہ جگہ پوشیدہ ہو سکتی ہے تو پھول اگنے کی بھی کوئی ایسی جگہ ہو سکتی ہے جو دنیا والوں کی نظروں میں ابھی تک نہ آئی ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

"نہیں.... مخلوق کو کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے.... ضرورت کی بے شمار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے.... یہ سارا سامان وہ اپنے سیارے سے ساتھ تو لا نہیں سکتے تھے.... وہ ہماری اسی دنیا سے پورا کریں گے.... لہٰذا ایسی کوئی آبادی دنیا میں اگر ہو گی تو نظر آ جائے گی.... جب کہ ایک پھول کو ان ضروریات زندگی کی ضرورت نہیں ہوتی.... مطلب یہ کہ ہماری دنیا پر کسی دوسرے سیارے کی کوئی آبادی موجود نہیں ہے"۔

"سب سے اہم سوال ابھی تک پوچھا ہی نہیں گیا"۔ خان رحمان کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔

"اور وہ کیا خان رحمان"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ پھول ان تک کیسے پہنچا؟"

"اوہ ہاں.... واقعی.... سب سے پہلے تو اس سوال پر غور کرنا

چاہیے تھا"۔

"یہ پھول ... میرا خیال ہے... میں اس بات کی وضاحت نہیں کرسکوں گا"۔ اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"تب پھر ہم اس کام میں آپ کی کوئی مدد کس طرح کرسکیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ہاں اور کیا... پوری وضاحت تو آپ کو کرنا ہوگی"۔

"ہو سکتا ہے... اس بارے میں مسٹر جیرال کو یا مسٹر ابطال کو کچھ معلوم ہو... لیکن مجھے اور جوناٹ کو بالکل کچھ معلوم نہیں... ہم نہیں جانتے... یہ پھول دنیا والوں کے پاس کیسے پہنچا"۔

"تب پھر کون بتائے گا... ہم کیسے اس پھول پر کام شروع کرسکیں گے"۔

"اس کے لیے آپ کی اور مسٹر جیرال کی ملاقات طے ہے... اور جب کہ تیسری پارٹی اور ان کا پتا نہیں تو ہم آپ لوگوں کو ہی ان تک پہنچا دیتے ہیں... پھر آپ جانیں... آپ کا کام"۔

"بھئی واہ... تو آپ ہماری ملاقات جیرال سے کروا رہے ہیں... یہ تو بہت خوشی کی بات ہوگی... ان سے ملے بہت دن ہو گئے"۔

"وہ بھی آپ لوگوں سے ملنے کے لیے بری طرح بے چین ہیں"۔ راٹور مسکرایا۔

"تب پھر یہ ملاقات کب ہوگی"۔

"آج ہی رات... آپ کو ان تک پہنچا دیا جائے گا... آپ لوگوں کے گھروں کے باقی افراد ہماری قید میں ہیں... ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جائے گا"۔

"ان حالات میں ہم پرسکون رہ کر اپنا کام نہیں کرسکیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" راٹور نے چونک کر کہا۔

"ہمارے گھر کے باقی افراد کو آپ رہا کر دیں... وہ اپنے گھر چلے جائیں... ہم آپ کے ساتھ اسی طرح کام کرنے پر مجبور ہوں گے جیسے وہ آپ کے قیدی ہیں"۔

"نہیں... یہ نہیں ہو سکتا... انہیں آزاد نہیں کیا جائے گا... قید میں رکھا جائے گا... وہ بھی ایک نامعلوم مقام پر... اس لیے کہ آپ شرائط منوانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں... مکمل طور پر ہمارے قبضے میں ہیں... یقین نہیں تو یہاں سے نکل کر ہی دکھا دیں... محمود کے چاقو کو بھی آزما کر دیکھ لیں... اول تو چاقو ناکام رہے گا... لیکن اگر کسی طرح آپ لوگ باہر نکل بھی آئیں تو یہ خادم کس دن کام آئے گا... آپ لوگ مجھ سے تو مقابلہ کر ہی نہیں سکتے... کیا سمجھے"۔

"تب پھر ہم یہ کوشش ضرور کریں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے تلملا کر کہا۔

"کیا مطلب... کیا کوشش کریں گے آپ"۔

"یہی.... یہاں سے نکلنے کی اور اپنے بیوی بچوں کو چھڑانے کی"۔

"اس میں وقت ضائع ہو گا"۔ راتور ناخوش گوار انداز میں بولا۔

"تب پھر آپ ہماری بات کیوں نہیں مان لیتے.... انہیں رہا کر دیں.... اگر ہم آپ کے ساتھ طے پانے والے معاہدے کی پابندی نہ کریں.... تو آپ جس وقت چاہیں انہیں پھر سے پکڑ سکتے ہیں.... ہم تو رکاوٹ بن ہی نہیں سکیں گے"۔

"ہاں! یہ تو ہے.... خیر.... اس معاملے میں بھی مسٹر جیرال سے اجازت لی جائے گی' کیونکہ پلاننگ ساری کی ساری ان کی ہے"۔

"اچھی بات ہے.... یہ بات ان سے طے کر لی جائے گی.... وہ ہمارے بہت پرانے واقف ہیں' امید ہے ہماری بات مان جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے.... ویسے اس بار آپ قابو بہت برے آئے ہیں"۔

"ایسا نہیں ہے.... ہم ذرا اس پھول والی الجھن کو دور کرنا چاہتے ہیں.... ورنہ آپ لوگ ہم سے ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں لے سکتے"۔

"اگر اب بھی آپ یہ خیال کرتے ہیں تو پھر پہلے یہ بات طے ہو گی کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کی مرضی کے خلاف کام لے سکتے ہیں یا نہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... محمود اپنا چاقو نکالو"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"ضرور کیوں نہیں.... اپنی پوری کوشش کر دیکھیں"۔ راتور ہنسا۔

محمود نے چاقو نکال کر انہیں دے دیا.... انہوں نے وہ جیل کی سلاخوں پر آزمایا' لیکن سلاخ پر چاقو ذرا سا نشان بھی نہ ڈال سکا.... آخر تھک ہار کر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم یہ سلاخیں نہیں کاٹ سکے.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس جیل سے نہیں نکل سکتے.... ہم کوئی اور راستہ تلاش کریں گے"۔

"ضرور.... ضرور.... پوری پوری اجازت ہے"۔

"او کے.... ہم اپنی کوشش اسی وقت سے شروع کر رہے ہیں"۔

"بہت خوب! میں آپ کے باہر نکلنے کا انتظار کروں گا.... اور جب تک آپ خود یہ اعلان نہیں کریں گے کہ آپ کامیاب نہیں ہو سکے.... اس وقت تک کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا.... آپ سے یہ میرا وعدہ ہے"۔

"دیکھا جائے گا"۔ انہوں نے کندھے اچکائے۔

اور پھر انہوں نے اس پوری کوٹھری کا جائزہ لیا.... چاقو سے کئی جگہ سوراخ کرنے کی کوشش کی لیکن کہیں بھی چاقو نہ چل سکا۔

"پروفیسر صاحب.... آپ اس موقع پر کیا کام دکھا سکتے ہیں"۔

"میں جانتا تھا.... تم میری طرف آؤ گے.... میں انتظار کر رہا

۔۔۔وہ مسکرائے۔

"اس کا مطلب ہے.... آپ کے پاس کوئی چیز ہے"۔

"بھئی آخر سائنس دان ہوں.... چند چھوٹی موٹی چیزیں تو میرے پاس سے نکل ہی آئیں گی.... لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان سے کام بھی بن جائے.... اس لیے کہ یہ جیل خاص دھات اور سیمنٹ سے تیار کی گئی ہے.... بہرحال میں بھی اپنی کوشش کر کے دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"اس سے اچھی بات کیا ہو گی"۔ وہ خوش ہو گئے۔

انہوں نے اپنی جیبوں میں سے چند چھوٹی موٹی چیزیں نکالنی شروع کیں.... یہ چیزیں ظاہر میں روز مرہ استعمال کی تھیں.... مثلاً تمباکو پینے والا پائپ.... تمباکو کی تھیلی.... لائٹر.... ادویات کی چند شیشیاں.... جن میں سفید اور براؤن رنگ کے سفوف تھے.... لیکن پروفیسر داؤد جانتے تھے کہ دراصل یہ کیا چیزیں ہیں"۔

راٹور نے جیل میں بند کرنے سے پہلے اگرچہ ان میں سے کسی کی تلاشی نہیں لی تھی، لیکن اگر وہ تلاشی لیتا تو بھی کوئی چیز نہیں پا سکتا تھا.... کیونکہ ان چیزوں میں کوئی چیز ظاہر میں خطرناک تھی ہی نہیں۔

شیشیوں کے سفوف انہوں نے ایک کاغذ پر الٹا کر آپس میں ملا دیئے.... لیکن ملاتے وقت انہوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ ان کو رگڑ نہ لگ جائے.... باقی لوگ حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کوئی دوا تیار کر رہے ہیں انکل؟" فاروق نے حیرت زدہ انداز [illegible] کہا۔

"ہاں! راٹور کے سر درد کی دوا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"اب انہوں نے تمباکو پینے والے پائپ کی نلکی میں وہ سارا [illegible] بھر دیا.... جیب سے نکلنے والے دو چھوٹے چھوٹے سے بٹن جو [illegible] کے بٹن نظر آتے تھے.... اور تھے بھی پروفیسر داؤد کے کوٹ کے [illegible] کے.... انہوں نے پائپ کے منہ پر رکھے اور ان کو گھمانے [illegible].... وہ دونوں طرف بالکل فٹ آ گئے۔

"بم تیار ہے.... اب راٹور سے ہمیں یہاں سے باہر نکلنے سے [illegible] روک سکے گا"۔ پروفیسر داؤد نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"جی.... کیا فرمایا.... چنگل پروفیسر"۔ آفتاب نے بکھلا کر کہا۔

"بم کا نام سن کر الٹ پلٹ بولنے لگے.... جب بم پھٹے گا تو پتا [illegible] کیا کرو گے"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"کروں گا کیا.... صبر کروں گا.... تیل دیکھوں گا، تیل کی دھار [illegible] دیکھوں گا"۔

"دیکھنے کے لیے کوئی اور چیز نہیں رہ گئی کیا؟" فاروق نے حیران [illegible] کہا۔

"مجھ سے مغز نہ مارو.... میں پروفیسر انکل کی کارروائی دیکھنے میں [illegible] ہوں"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"اتنا بھی فالتو مغز نہیں میرا کہ تم سے اسے دے ماروں۔
بلاوجہ ہواؤں میں اڑ رہے ہو"۔

"نن نہیں تو"۔ آفتاب بوکھلا اٹھا اور اپنے آپ کو دیکھنے والا۔
سب مسکرا دیئے۔ فاروق کا اور منہ بن گیا۔

"بالکل مسخرے لگ رہو ہو کسی سرکس کے"۔ اس نے فو
کہا۔

"کبھی میں ہواؤں میں اڑنے لگتا ہوں۔ کبھی جوکر لگنے
ہوں۔ حیرت ہے۔ مجھے اپنی ان صلاحیتوں کا آج ہی چلا ہے"۔

"چلو شکر کرو"۔ آصف نے جلدی سے کہا۔

"ہاں چل تو گیا پتا۔ ورنہ ہم تو یہی سمجھ رہے تھے
آج تک پتا ہی نہیں چل سکا اور نہ کبھی چل سکے گا"۔ فرحت نے
خ آواز منہ سے نکالی۔

"بم تیار ہے"۔ انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"ارے باپ رے۔ بم تیار ہے"۔

"ہاں! مسٹر راٹور۔ تم سن رہے ہو۔ بم تیار ہے"۔

"سن رہا ہوں اور آپ کی کارروائی کو آنکھوں سے دیکھا
ہے۔ آپ سائنس دان ہیں یا مسخرے"۔

"مسک۔ کیوں۔ کیا ہوا۔ یہ لفظ تو ابھی شاید آفتاب
لیے کہا گیا تھا۔ اب تم نے مجھ پر فٹ کر دیا۔ ہے کئی تک"۔

"بھلا اس طرح بھی کبھی بم بنتا ہے"۔

"اچھا تو پھر تم بتا دو۔ بم کس طرح بنتا ہے۔ ہمارے انکل
طرح بنا لیں گے۔ بنا لیں گے نا انکل؟" فرزانہ نے جلدی جلدی

"مجھے پتا نہیں۔ فی الحال جو بنایا ہے۔ اس کا تو نظارہ کر
"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"اور ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ مسٹر راٹور۔ میں بم چلانے لگا
۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ ہمیں اس جیل سے خود نکال دیں۔ ورنہ
بم کی مدد سے باہر نکل آئیں گے"۔

"جی نہیں۔ آپ کا یہ چھوٹا سا بم اس جیل کا بال بھی بیکا
کر سکے گا"۔

"جیل کا بال۔ حد ہو گئی۔ کمال ہے۔ جیل کا بھی بال ہو
ہے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا"۔ محمود نے منہ بنا
کہا۔

"آپ کی مرضی۔ اگر آپ ضرور اپنی جیل کی ایسی کی تیسی
کرانا چاہتے ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ پروفیسر داؤد نے مایوسانہ انداز
کہا۔

"میں نے کہا نا۔ جیل کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ آپ بڑی خوشی

سے اپنا یہ پٹاخہ چلالیں"۔

"پٹاخہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں تو اور کیا... زیادہ سے زیادہ یہ ایک پٹاخہ ثابت ہو گا بس"۔

"اچھا بھئی... یہ لاتوں کا بھوت ہے... باتوں سے نہیں گا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"کک... کون... کیا یہ بم لاتوں کا بھوت ہے"۔ آصف کر بولا۔

"ارے نہیں... راٹھور کی بات کر رہا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ کوٹھری کی سلاخوں والی طرف بڑھ گئے... باہر کی طرف اس میں بڑا سا تالہ لٹک رہا تھا... انہوں نے جوتے کے ایک کی مدد سے اس بم کو تالے کے ساتھ باندھ دیا... پھر وہ ان بولے۔

"تم سب لوگ کوٹھری کے کونوں میں دبک جاؤ"۔

"اور آپ... آپ کیا کریں گے"۔

"میں بھی کونے میں آجاؤں گا... فکر نہ کر... اتنا وقفہ ملے گا"۔

"اوہ اچھا"۔

سب جلدی جلدی کوٹھری کے کونوں میں دبک گئے۔

"کیا کانوں میں انگلیاں دینے کی بھی ضرورت ہے انکل؟" محمود نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں... ہے ضرورت... کانوں کے پردوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے"۔

"ارے باپ رے"۔ وہ بولے اور سب نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

اب انہوں نے لائٹر جلایا اور اس بم کے پاس لے گئے... چند سیکنڈ تک شعلہ اس کے ایک سرے لگاتے رہے... پھر جلدی سے پیچھے ہٹ آئے اور دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر ان کے ساتھ دبک گئے۔

چند سیکنڈ گزر گئے... لیکن دھماکہ نہ ہوا... ایسے میں انہوں نے راٹھور کا قہقہہ سنا... اس کا قہقہہ طویل ہوتا چلا گیا... یہاں تک کہ وہ سنتے سنتے تنگ آگئے... تب کہیں جا کر قہقہہ ختم ہوا۔

"توبہ ہے... شیطان کی آنت جیسا لمبا قہقہہ تھا یہ"۔ فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"تو بم نہیں چلا... چل بھی جاتا تو اس جیل کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا"۔ راٹھور نے بلند آواز میں کہا۔

"جیل کی صحت... حیرت ہے مسٹر راٹھور... آپ تو جلدی جلدی عجیب و غریب الفاظ بول رہے ہیں"۔

"تو اور کیا کروں"۔ راٹھور نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا اور پھر ہنسنے لگا۔

ایسے میں انہوں نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے انکل.... بم کیوں نہیں چلا"۔ فرزانہ بولی۔

"بم کی.... اور سوری.... اللہ کی مرضی"۔ وہ مسکرائے۔

"اور آپ مسکرا رہے ہیں"۔

"تو اور کیا کروں.... اب میں مسکراؤں بھی نہ"۔ پروفیسر داؤد نے کہا.... اور راٹھور ابھی تک ہنس رہا تھا۔

ایسے میں کان پھاڑ دینے والا ایک دھماکہ ہوا۔

○☆○
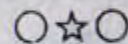
زمین کے باہر

شوکی نے نیچے سے لے کر اوپر تک اس آدمی کا جائزہ لیا۔

"ہم ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں سکے کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"آپ کو اپنے ساتھ ایک مہم پر لے جانا چاہتا ہوں.... اور کیا؟" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"یہاں تک تو بات سمجھ میں آ چکی ہے.... آگے والی بات سمجھ میں نہیں آ سکی"۔ مکھن مسکرایا۔

"اوہو .... آخر آگے والی بات میں سمجھ میں نہ آنے والی بات کیا ہے"۔ اس نے تلملا کر کہا۔

"آپ کو نہیں معلوم جناب.... ان باتوں میں بس یہی بات بری ہے کہ سمجھ میں نہیں آتیں.... اور اس بات کی بھی بھلا کوئی بات ہے.... جو سمجھ میں آ جائے"۔ مکھن نے جلدی جلدی کہا۔

"بات بے بات باتیں نہ بناؤ .... مجھے ان سے بات کرنے دو.... ہاں تو مسٹر.... ارے! آپ نے تو ابھی تک اپنا نام بھی نہیں بتایا"۔

"نام کی کیا بات ہے.... کچھ بھی کہہ لیں"۔ وہ مسکرایا۔

"آخر کچھ تو نام ہو گا آپ کا"۔

"ہاں! کیوں نہیں... میرا نام ٹوں خا ہے"۔

"ٹوں خا... ہم نے ایسا نام زندگی میں پہلی بار سنا ہے"۔

"ابھی آپ ایسے کئی نام سنیں گے... آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں یا نہیں"۔

"میں کہہ چکا ہوں... پہلے پوری بات بتائیں... پھر ہم بتائیں گے... کہ آپ کے ساتھ جا سکتے ہیں یا نہیں"۔

"پوری بات یہاں نہیں بتا سکتا"۔

"تو پھر... کہاں بتائیں گے"۔ شوکی بولا۔

"وہیں، جہاں آپ کو لے کر جانا چاہتا ہوں"۔ وہ مسکرایا۔

"اور وہ جگہ کہاں ہے"۔

"کم از کم آپ کی اس دنیا میں تو ہے نہیں"۔

"حد ہو گئی... ارے تو کیا آپ ہمیں اس دنیا سے باہر کہیں لے جانا چاہتے ہیں"۔ اشفاق تلملا اٹھا۔

"ہاں... دنیا سے باہر ایک جگہ"۔ اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"آج تک ہم نے ایسی بات نہیں سنی... کیا آپ ہمیں کسی دوسرے سیارے پر لے جانا چاہتے ہیں"۔

"نہیں... بالکل نہیں"۔

"تب پھر... اس دنیا سے باہر آخر کہاں لے جانا چاہتے ہیں"۔

"اس دنیا سے باہر بھی کچھ جگہیں ہیں... جو دنیا کی نظروں سے اوجھل ہیں... وہ جگہیں اسی دنیا کی ہیں، لیکن ہیں دنیا سے باہر"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم نے آج تک اس سے زیادہ اوٹ پٹانگ بات نہیں سنی"۔

"آپ [illegible] کیسے [illegible] ہیں، جب کہ ان جگہوں سے کوئی پہلی بار آپ سے ملنے آیا ہے"۔

"کک... کیا... کیا مطلب؟" اخلاق نے بوکھلا کر کہا۔

"مطلب یہ کہ اس جگہ سے... جہاں سے میں آیا ہوں... پہلے کوئی زمین کے اس طرف نہیں آیا"۔

"پہلے تو ہمیں یہ بتائیں... دنیا سے باہر دنیا میں کوئی جگہ کیسے ہو سکتی ہے"۔

"آپ نے کبھی گیند دیکھی ہے"۔ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں... اس لیے کہ نہ تو ہم نے کبھی کرکٹ کھیلی ہے... نہ فٹ بال... والی بال، نہ ہاکی... ہم تو دراصل پیدا ہی نہیں ہوئے"۔ مکھن نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے... آپ لوگوں نے گیند دیکھی ہے"۔

"یہ مطلب آپ نے خود نکالا ہے... ہم نے نہیں"۔

"چلئے خیر.... یونہی سہی.... یہ زمین بالکل گیند کی طرح ہے.... ٹھیک ہے.... یہ بات مانتے ہیں آپ"۔

"ہاں! ہم نے سنا ہے.... زمین گول ہے.... لیکن یہ بھی سنا ہے.... ایک طرف سے قدرے پچکی ہوئی ہے"۔

"بالکل ٹھیک.... ہم اس گیند کے صرف اندر رہتے ہیں.... باہر کی طرف نہیں رہتے"۔

"یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"اب میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں.... فرض کریں ایک گیند آپ کے ہاتھ میں ہے.... گیند کے اوپر چند جگہوں پر چھوٹے چھوٹے نشانات ہیں.... ابھرے ہوئے نشانات.... جس طرح زمین ایک طرف سے کچھ پچکی ہوئی ہے.... اسی طرح سمجھ لیں.... چند جگہوں سے ابھری ہوئی ہے.... بس یہی وہ ابھری ہوئی جگہیں ہیں.... جہاں ایسے لوگ آباد ہیں.... جو زمین کے اندر کبھی نہیں آئے.... نہ زمین کے اندر کے لوگ کبھی ان جگہوں میں گئے.... میں ایسی ہی ایک جگہ سے زمین کے اندر آیا ہوں۔ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیسے؟"

"بس یہی وہ بات ہے.... جو میں آپ کو نہیں بتا سکتا.... کوئی اور سوال پوچھ لو"۔

"اس سوال کا جواب دینے میں کیا حرج ہے"۔

"بس ہے.... اب جلدی سے بتائیں.... میرے ساتھ چلنا ہے یا نہیں.... منہ مانگا معاوضہ ملے گا"۔

"ہمیں وہاں کرنا کیا ہو گا؟"

"وہیں چل کر بتائیں گے"۔

"آپ عجیب ہیں.... آپ کی باتیں آپ سے عجیب ہیں اور آپ کی پیش کش آپ کی باتوں سے بھی عجیب ہے.... ہم سوچ رہے ہیں.... آپ کو کیا جواب دیں مسٹر خوں تا"۔ مکھن نے جلدی جلدی کہا۔

"خوں تا نہیں.... توں خا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ہاں وہی.... میں غلط کہہ گیا"۔

"پھر بتائیں.... کیا فیصلہ ہے آپ کا؟"

"زمین سے باہر جانا بہت زیادہ عجیب سا لگتا ہے.... غیر یقینی سا لگتا ہے.... اور لگتا ہے.... آپ ہم سے کوئی چال کھیلنے کے چکر میں ہیں.... بلکہ اس چکر میں آپ چکر دے رہے ہیں.... اس حد تک کہ خود مکھن چکر بن گئے ہیں.... لیکن آپ کان کھول کر سن لیں.... ہم آپ کی چال میں آنے والے نہیں ہیں"۔

"حد ہو گئی.... شاید میں غلط جگہ آ گیا.... مجھے کسی نے غلط بتایا تھا کہ آپ معاوضہ لے کر کام کرتے ہیں"۔

"تو کام کرتے ہیں نا.... آپ نے تو اب تک کوئی کام بتایا ہی نہیں"۔

"کام وہیں چل کر بتایا جا سکتا ہے"۔

"جب کہ ہم یہیں کام جاننا چاہتے ہیں... تاکہ فیصلہ کر سکیں کہ جائیں یا نہ جائیں... دوسری بات یہ کہ آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ جائیں گے کیسے؟"

"آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے... یہ میرا کام ہے آپ کو وہاں تک لے جانا"۔

"اور کام ختم ہونے کے بعد آپ کا کیا پروگرام ہو گا"۔

"اول تو آپ واپس آنا چاہیں گے ہی نہیں... اور اگر آئیں گے تو ہم فوراً آپ کو یہاں پہنچائیں گے... یہ ہمارا وعدہ ہے"۔

"ہو گا وعدہ... ہم ایسے وعدوں کو نہیں مانتے"۔

"تب پھر میں آپ کا اطمینان کس طرح کر سکتا ہوں"۔

"آپ کر ہی نہیں سکتے"۔

"تب تو بحث فضول ہے"۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ہاں! ہم بھی یہی کہتے ہیں"۔

"کیا کہتے ہیں"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ بحث فضول ہے"۔ مکھن مسکرایا۔

"آپ لوگ یوں نہیں مانیں گے"۔ وہ جل گیا۔

"تو پھر کس طرح مانیں گے"۔ شوکی بولا۔

"میں آپ لوگوں کو زبردستی بھی لے جا سکتا ہوں... اور اگر میں

آپ کو زبردستی لے گیا تو پھر وہاں آپ کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کروں گا... کیا سمجھے"۔

"سمجھ گئے... لیکن اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ آپ زبردستی کس طرح لے جا سکتے ہیں... کیا آپ کے خیال میں ہمارے ملک میں کوئی قانون نہیں ہے"۔

"آپ کا قانون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا... میں زمین کے باہر کا آدمی ہوں"۔

"لیکن آپ ہیں تو زمین پر... زمین یا زمین کے اندر"۔

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اگر آپ ہمیں زبردستی لے جانا چاہیں گے تو ہماری پولیس آپ کو ایسا نہیں کرنے دے گی"۔

"اچھی بات ہے... آپ اپنی پولیس کو بلا لیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"بلا وجہ کس طرح بلا لیں... آپ جب تک کوئی خلاف قانون کام... ارے... مم... مگر... مگر... آپ ہماری زمین کے باہر کے آدمی ہیں تب تو پولیس آپ کو گرفتار کر سکتی ہے"۔

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں... بلا لیں اپنی پولیس کو"۔

"ایک بات اور... اگر آپ زمین کے باہر کے آدمی ہیں تو پھر اردو کس طرح بول رہے ہیں"۔

"بہت دیر بعد خیال آیا"۔ وہ مسکرایا۔

"چلیے... آیا تو... آپ سوال کا جواب دیں"۔

"سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا... جو کرنا ہے کر لو... ساتھ تو تمہیں چلنا ہی ہو گا"۔ اس کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"ارے ارے... ساری سختی نرمی میں تبدیل ہو گئی... میرا مطلب ہے ساری نرمی سختی میں تبدیل ہو گئی"۔

"ہاں ہو گئی... جب تم سیدھی طرح بات نہیں کرو گے تو میں زبردستی بھی کروں گا اور سخت لہجے میں بات بھی"۔

"اچھی بات ہے... ہم سمجھ گئے... تم لاتوں کے بھوت ہو... کوئی عادی جرائم پیشہ ہو اور ہمیں فرضی کہانی سنا کر کہیں لے جانا چاہتے ہو... لیکن ہم اتنے بے وقوف نہیں ہیں"۔

یہ کہہ کر شوکی نے انسپکٹر کاشان کے نمبر ملائے... ملاقاتی پرسکون انداز میں بیٹھا رہا۔

"السلام علیکم کنگل اشان"۔ شوکی نے گڑبڑا کر کہا۔

"کنگل اشان... یہ کیا ہوتا ہے"۔ دوسری طرف سے انسپکٹر کاشان کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"حد ہو گئی... میں انکل کاشان کہنا چاہتا تھا... نہ جانے زبان کو ہو کیا گیا ہے... خیر یہاں دفتر میں ایک بڑا جرائم پیشہ موجود ہے... اگر آپ نے اسے گرفتار کر لیا تو آپ کی تو ہو جائے گی فوراً ترقی... کیا

خیال ہے"۔

"کیا اوٹ پٹانگ بول رہے ہو"۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں... آپ آ کر دیکھ لیں"۔

"اچھی بات ہے... میں آ رہا ہوں... لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ میرے پہنچنے تک بھاگ نہیں جائے گا"۔

"اس کا خیال ہے... آپ اسے گرفتار نہیں کر سکیں گے... لہٰذا اسے بھاگنے کی ضرورت کیا ہے"۔

"اوہ! اگر یہ بات ہے تو پھر میں ضرور آؤں گا"۔ اس نے غرا کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ انکل... ہمیں آپ سے یہی امید تھی"۔ شوکی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا کہا... امید تھی... لیکن ہے کیوں نہیں"۔

"اوہ ہاں... ہے بھی... اور رہے گی بھی... اب تو آپ خوش ہیں"۔

"میں تو پہلے بھی خوش تھا... میں آ رہا ہوں... اور ہاں... اس جرائم پیشہ کا نام کیا ہے"۔

"اس کا نام ٹوں خا"۔

"ٹوں خا... یہ کیا نام ہوا؟"

"یہ آپ کو یہاں آ کر پتا چلے گا"۔ شوکی بولا۔

"کیا یہ کوئی نیا غنڈہ ہے"۔ اس نے پوچھا۔

"نہیں... یہ غنڈا دکھائی تو نہیں دیتا... بس آپ آ ہی جائیں... دراصل ہمیں اغوا کرنا چاہتا ہے... اور کسی نامعلوم جگہ لے جانا چاہتا ہے... اور کہتا ہے... اسے ہمارے ملک کے قانون کی ذرا برابر بھی پروا نہیں"۔

"اوہ تب تو آنا پڑے گا... اس لیے کہ مجھے اپنے ملک کے قانون کی بہت پروا ہے... اور اس کو توڑنے والے مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے"۔

"شکریہ انکل... انکل ہوں تو آپ جیسے"۔

"بس بس رہنے دو... یہ تو تم ہر بار کہتے ہو... اور میرے کام ذرا بھی نہیں آتے"۔

"یہ ہم پر سراسر الزام ہے انکل"۔

"اچھا میں آ رہا ہوں... اسے روکے رکھنا"۔

"ہم اسے کیا روکے رکھیں گے انکل... وہ خود ہمیں اغوا کیے بغیر جانے کو تیار نہیں... اور چیلنج کر رہا ہے کہ مدد کے لیے جس کو بلانا ہے... بلا لو"۔

"اوہو اچھا... اس قدر بلند دعویٰ... خیر دیکھیں گے بھئی"۔

... اور پھر انسپکٹر کاشان وہاں پہنچ گیا... اس نے سر سے لے کر پیر تک اس شخص کو دیکھا۔

"تو یہ ہیں وہ صاحب؟"

"ہاں! میں ہی ہوں... میں شوکی برادرز سے ایک کام لینا چاہتا وں... انہیں منہ مانگا معاوضہ دے سکتا ہوں... لیکن یہ تیار ہی نہیں وتے"۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی شوکی... تم تو کہہ رہے تھے"۔

"آپ پہلے ان کی پوری بات تو سن لیں"۔ شوکی بولا۔

"پوری بات کیا ہے بھئی"۔

"اگر یہ لوگ نہیں جائیں گے تو پھر میں انہیں زبردستی لے ؤں گا"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ہمارے ملک میں کوئی قانون نہیں ہے"۔

"ہو گا... لیکن وہ مجھ پر نہیں چلے گا... اگر یقین نہیں تو آزما کر ھ لیں، میں انہیں لے کر جا رہا ہوں، روک سکتے ہیں تو روک لیں"۔

ہ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا... اس وقت انسپکٹر کاشان کو محسوس ہوا وہ چھوٹے سے قد کا تھا... چار فٹ سے زیادہ نہیں رہا ہو گا... یٹھی حالت میں وہ اتنا چھوٹا نظر نہیں آ رہا تھا"۔

"کیا پدی... اور کیا پدی کا شوربہ"۔ انسپکٹر کاشان نے برا سا منہ

"ہاں ہاں کیوں نہیں... ابھی معلوم ہو جاتا ہے... تم اٹھو اور ساتھ چلو"۔ اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

چاروں کو ایک زبردست جھٹکا لگا... وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے... وہ دروازے کی طرف چل دیا... اور وہ اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چلے۔

"ارے ارے... یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"پتا نہیں انکل... ہمیں کیا ہو گیا ہے... شاید یہ شخص ہپناٹزم بہت بڑا ماہر ہے"۔ شوکی نے کانپ کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ بدستور جاری رہا... اس وقت تک اجنبی دروازے پر پہنچ چکا تھا۔

انسپکٹر کاشان نے پستول نکالا اور فوراً اس پر فائر کر دیا... انہوں نے صاف دیکھا... گولی اس کی کمر پر لگی اور پگھل کر نیچے گر گئی... ساتھ ہی اس نے قہقہہ لگایا۔

انسپکٹر کاشان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"اپنے دفتر واپس جاؤ انسپکٹر... ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے اونہاں۔ کسی کو شوکی برادرز کے بارے میں تم ایک بات بھی نہیں بتا گے... کہ ان کے پاس کون آیا تھا... کیا ہوا تھا... وغیرہ وغیرہ... تمہاری زبان سے جونہی کوئی لفظ نکلے گا... زبان ساکت ہو جائے گی اور پھر تم ہمیشہ کے لیے گونگے ہو جاؤ گے"۔

"ننن نہیں... اس کے منہ سے مارے خوف کے نکلا... اس لمحے اسے اجنبی کا چہرہ بے حد خوف ناک لگا تھا... اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی... شوکی برادرز نے مڑ کر اس کی یہ کیفیت دیکھی...

پہلے ہی اجنبی کے اشاروں پر ناچنے کے لیے خود کو بری طرح مجبور پا رہے تھے۔

انسپکٹر کاشان پتھر کے بت کی طرح ساکت کھڑا رہ گیا اور وہ نکلتے چلے گئے... باہر ایک نیلے رنگ کی عجیب سی کار کھڑی تھی... اجنبی اس کی طرف بڑھ گیا... شوکی برادرز اس کے پیچھے سر جھکائے چلتے ہوئے [illegible]

"پچھلی سیٹ پر بیٹھ"۔

یہ کہ کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا... کار کا پچھلا دروازہ خود کھلا اور ان کے بیٹھنے کے بعد بند ہو گیا۔

"تم چاہو بھی تو اب اس کار سے باہر نہیں نکل سکتے... جب تک میں تمہیں باہر نہ نکالوں"۔

ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... پھر کار چل پڑی... وہ صاف طور پر دیکھ رہے تھے کہ اجنبی کار چلانے کے لیے کچھ بھی نہیں کر رہا تھا... بس بیٹھا ہوا تھا... کار خود بخود چل رہی تھی... انہیں ڈر محسوس ہونے لگا... ایک چوراہے سے کار گزرنے لگی تو ٹریفک کانسٹیبل نے اس کو رکنے کا اشارہ کیا... لیکن کار نہ رکی... اس نے سیٹی بجائی... پھر اپنے ساتھی کو اشارہ کیا... وہ موٹر سائیکل پر اس کار کے پیچھے نکل کھڑا ہوا... وہ سرتوڑ کوشش کرتا رہا... لیکن کار تک نہ پہنچ سکا... آخر صرف اس کے نمبر نوٹ کر کے رہ گیا... تاہم اس نے

اگلی چیک پوسٹ کو اطلاع دے دی... چیک پوسٹ پر پولیس والے ا
کار کو روکنے کے لیے تیار کھڑے تھے... سڑک بند کر دی گئی تھی...
کار کو چیک کرنے کے بعد آگے جانے کی اجازت دی جا رہی تھی۔
یہاں تک کہ اس کار کی باری آگئی۔

"وہ تو یہی ہے...."۔ پولیس آفیسر اس کے نمبر پڑھ کر بولا۔

"ہاں! یہی ہے وہ... لیکن نہ تو تم مجھے گرفتار کر سکو گے اور
کار کو روک سکو گے اور نہ اس کار کے بارے میں یا اس کے اندر بیٹھے
لوگوں کے بارے میں کسی کو کچھ بتا سکو گے... پیچھے ہٹ جاؤ... ورنہ
جل کر راکھ ہو جاؤ گے"۔

پولیس آفیسر ساکت رہ گیا... نہ جانے اس کے الفاظ میں
تھا... ان کو سننے کے بعد اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں رہ گئی
تھی... کار آگے بڑھ گئی... تاہم چیک پوسٹ کیبن میں بیٹھا ایک آفیسر
یہ سب دیکھ رہا تھا... اس نے اپنے ساتھیوں کو ساکت ہوتے دیکھا
آگے اطلاع کر دی... اور پیغام دے دیا کہ جونہی کار نظر آئے اس پر
فائرنگ کر دی جائے۔

کار اگلی چیک پوسٹ پر پہنچی... تو فوراً ہی اس پر گولیوں کی
بوچھاڑ کر دی گئی... لیکن گولیاں اس کو لگ کر پھسلتی چلی گئیں۔

اس واقعہ کی اطلاع اگلی چیک پوسٹ کو دی گئی... وہاں کار
روکنے کی تیاریاں بڑے پیمانے پر کی گئیں... سڑک پر ایک کرین کھڑا کر

دیا گیا... تاکہ وہ گزر نہ سکے... پھر جونہی کار وہاں پہنچی... پہلے تو اس پر
فائرنگ کی گئی... اور پھر جب دیکھا کہ فائرنگ کا کوئی فائدہ نہیں تو اسے
آگے بڑھنے دیا گیا... یہ سوچ کر کہ آگے کرین کھڑا ہے... یہ جائے گی
کیسے۔

دوسرے لمحے ایک عجیب ترین منظر انہیں دیکھنا پڑا... ان کی
آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔

○☆○

پانچ منٹ

دھماکے کے اثر سے نجات پانے کے بعد انہوں نے ڈرتے ڈرتے سلاخوں کی طرف دیکھا... سلاخیں پگھل گئی تھیں... لیکن صرف تالے کے آس پاس سے... بہرحال اتنا خلاء پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ایک ایک کر کے نکل سکتے۔

"کیا ہم نکل جائیں"۔

"ایک دو منٹ ٹھہرو... پگھلا ہوا لوہا اس وقت بہت گرم ہے... جوتے جل جائیں گے اور اگر خلاء میں سے گزرتے ہوئے کسی سلاخ کا سرا جسم سے چھو گیا تو زخم آ جائے گا"۔ پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

"لیکن اگر اس وقت تک مسٹر راٹور آ گئے"۔

"اسے تو آنا ہی ہے... لیکن آ کر وہ اس خلاء کو پر نہیں کر سکتا... اب اسے ہمارا سامنا کرنا پڑے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"اور ہمیں اس کا"۔

"بالکل... ہم اس کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں"۔

"یہ اور بات ہے کہ کر نہ سکیں گے... بہرحال... اس حد تک میں آپ لوگوں کی کامیابی کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ جیل سے نکل آئے ہیں"۔

"شکریہ یہی بہت ہے"۔

"... اب آپ باہر کھڑی کار میں داخل ہو جائیں... تاکہ آپ کو مسٹر جرال تک پہنچا دیا جائے اور وہ معاملہ آپ کے سامنے رکھیں"۔

"نہیں... پہلے ہم آپ سے دو دو ہاتھ کریں گے"۔

"چوٹ کھانے کا بہت شوق ہے آپ لوگوں کو"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"پتا نہیں... ہو سکتا ہے... ہم آپ کو چوٹوں کا تحفہ دے دیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"خیر... آپ کو حسرت نہ رہ جائے... باہر آ جائیں... میں گاڑی کے پاس موجود ملوں گا... آپ کو پانچ منٹ کی مہلت ہے... اس دوران آپ مجھے صرف چھو کر دکھا دیں... میں اپنی ہار تسلیم کر لوں گا اور آپ کو آپ کے گھروں کو جانے کی اجازت دے دوں گا"۔

"گھر تو خیر اب ہم بھی نہیں جائیں گے... اب تو اس پھول کا راز معلوم کر کے رہیں گے اور یہ بھی کہ آپ لوگوں کا مقصد ہے کیا...

لیکن پھر ہم اپنی شرائط پر اس کیس پر کام کریں گے.... جب کہ آپ ہمیں مجبور کر کے کام لینا چاہتے ہیں"۔

"جو آپ کے جی میں آئے کر لیجئے گا"۔ اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ جیل سے باری باری باہر نکل آئے.... انہوں نے دیکھا.... چاروں طرف پہاڑ تھے.... اور پہاڑوں کے درمیان وہ ایک پیالہ نما سی جگہ تھی.... جیل کے باہر ایک نیلے رنگ کی عجیب سی کار کھڑی تھی.... انہوں نے اس قسم کی کار پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی.... اور اس سے لگا راٹور کھڑا تھا.... اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"سب مل کر مجھ پر حملہ کریں.... اور مجھ پر قابو پائیں.... آپ کو اجازت ہے"۔

"لمبے چوڑے دعوے کرنے والے اندر سے کچھ نہیں ہوتے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

"بہت احتیاط کی ضرورت ہے انسپکٹر کامران مرزا.... یہ چھلاوہ ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"اوہو اچھا"۔ وہ ہوشیار ہو گئے۔

پھر انہوں نے اپنا ایک دائرہ بنا لیا.... راٹور اب اس دائرے کے اندر تھا.... وہ کار سے ہٹ کر ایک طرف کو ہو گیا تھا.... اچانک انسپکٹر

کامران مرزا نے اس پر چھلانگ لگائی.... انسپکٹر جمشید جانتے تھے.... جواب میں راٹور اچھلے گا.... لہٰذا اس کے اچھل کر جس جگہ گرنے کا امکان نظر آیا.... انہوں نے اس سمت میں چھلانگ لگائی.... لیکن دونوں ناکام رہے.... راٹور دائرے کے اندر ہی.... مخالف سمت میں نظر آیا۔

"یہ کام اتنا آسان نہیں.... سو آدمی مل کر کئی گھنٹے تک یہ کوشش کرتے رہے ہیں.... اور وہ سو آدمی کوئی عام آدمی نہیں تھے.... اس قسم کی تربیت دینے والے تھے.... یعنی میں نے ان سے تربیت لی اور پھر انہیں مکمل شکست سے دوچار کر دیا.... آپ تو چند ہیں.... اور ہیں بھی [illegible]"۔

[illegible] اور [illegible]

[illegible] یہ [illegible] وہ چھلانگ لگا کر کہاں گرے گا.... [illegible]ن وہ پھر بھی ناکام رہے.... کیونکہ اس بار وہ اچھل کر دائرے سے نکل گیا تھا اور ان سے کافی فاصلے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"میرا خیال ہے.... کوئی فائدہ نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن ابھی ہم تھکنے والے نہیں اور نہ پانچ منٹ پورے ہوئے ہیں"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے.... ہم پانچ منٹ تک مسلسل کوشش کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے فیصلہ سنا دیا۔

اور پھر انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر اچھلنا کودنا شروع کر دیا.... راٹور کے پیروں کو تو جیسے سپرنگ لگے ہوئے تھے.... وہ زمین پر پاؤں کیا مارتا تھا.... زمین اسے گیند کی طرح اچھال دیتی تھی.... اور یہی نہیں.... وہ فضا میں ہی اپنی پوزیشن تبدیل کر لیتا تھا اور جہاں چاہتا تھا.... جا گرتا تھا.... ان حالات میں وہ اسے کیا ہاتھ لگاتے.... پانچ منٹ بعد وہ بری طرح تھک گئے.... اور زمین پر بیٹھ گئے۔

"پانچ منٹ تو ہو گئے ہوا ے.... اگر کوئی حسرت رہ گئی تو مزید [illegible]"۔

"نہیں.... وقت ضائع [illegible].... [illegible] جیرال سے ملاقات کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"کار میں بیٹھ جائیں"۔ راٹور نے کہا۔

وہ ایک بڑی گاڑی تھی.... جیپ نما.... وہ سب آسانی سے اس میں سما گئے.... راٹور اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا.... کار چل پڑی.... انہوں نے دیکھا.... راٹور کار کو نہیں چلا رہا تھا.... کار خود بخود چل رہی تھی۔

دو گھنٹے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد کار ایک اور پہاڑی

وادی میں داخل ہوئی۔

"اب آپ اپنے ملک میں نہیں ہیں"۔ راٹور نے بتایا۔

"اوہو اچھا.... ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ ہمارے ملک کی سرحد کب ختم ہو گئی"۔

"پہاڑی راستے ہیں نا.... اس لیے"۔ راٹور بولا۔

پہاڑ کی چوٹی پر انہیں ایک خیمہ سا لگا نظر آیا.... وہ ابھی بہت دور تھا.... اس کی طرف دیکھتے ہوئے راٹور بولا۔

"مسٹر جیرال اس خیمے میں آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں"۔

"ہماری حیرت بڑھتی جا رہی ہے.... آخر ہماری آپ لوگوں کو کیا ضرورت ہے.... [illegible] جیسے لوگ موجود ہیں"

[illegible] صورت [illegible] جیرال [illegible] ڈالیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور آخر وہ اس خیمہ تک پہنچ گئے.... جونہی وہ اندر داخل ہوئے.... جیرال پر ان کی نظر پڑی.... وہ بستر میں لیٹا تھا.... انہیں دیکھ کر بھی نہ اٹھا۔

"مجھے ذرا بخار ہو گیا ہے.... افسوس آپ کے استقبال کے لیے اٹھ نہیں سکتا.... آپ تشریف رکھیں"۔

"کوئی بات نہیں.... شکریہ"۔

وہ خیمے میں بچھے قالین پر بیٹھ گئے.... جیرال کا بستر بھی قالین پر

بچایا گیا تھا۔

"آپ کو بہت زحمت ہوئی.... راٹور نے کچھ برا سلوک تو نہیں کیا"۔

"نہیں.... یہ واقعی حیرت انگیز ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے' ساتھ میں مسکرائے بھی۔

"راٹور.... تم جاؤ.... یہاں اب تمہاری ضرورت نہیں"۔

"لیکن سر.... آپ ان کے مقابلہ میں یہاں بالکل اکیلے ہیں"۔ راٹور نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! میں [illegible] لیکن.. ان کے بیوی بچے ہمارے قبضے میں ہیں.... [illegible] دارانہ حرکت نہیں [illegible]"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ اس نے منہ بنا کر کہا اور خیمے سے نکل گیا۔

"اس کا جی یہاں سے جانے کو نہیں چاہ رہا تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! وہ چاہتا تھا.... یہاں ہونے والی گفتگو سن سکے.... لیکن وہ بات چیت صرف میرے اور آپ کے درمیان ہو سکتی ہے.... بڑوں کا فیصلہ بھی یہی ہے.... لہٰذا راٹور کو یہاں نہیں روک سکتا تھا"۔

"آپ سے ایک بار پھر مل کر بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے....

لیکن اس بار آپ کا منصوبہ کیا ہے"۔

"ہم کوئی منصوبہ لے کر نہیں آئے.... اس بار مقدر ہمیں لے آیا ہے"۔ جیرال مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"اس بار ہم اور آپ لوگ ایک ساتھ مہم سر کریں گے.... لیکن اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ مہم ہم سب کو سر کر ڈالے"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ آج بہت عجیب باتیں کر رہے ہیں.... شاید اس سے عجیب باتیں آپ نے آج تک نہ کی ہوں گی"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... میرا بھی یہی خیال ہے.... لیکن میں مجبور ہوں.... بلکہ ہم سب مجبور ہیں.... پوری دنیا مجبور ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"پتا نہیں.... یہ کوئی بات ہوئی ہے یا نہیں.... اتنا جانتا ہوں کہ ساری دنیا اس وقت مجبور ہے.... اس میں سبھی ممالک شامل ہیں"۔

"آخر انہیں کیسی مجبوری لاحق ہو گئی ہے.... ہو کیا گیا ہے؟"

انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

"اس پھول کی کہانی سن چکے ہیں نا آپ لوگ"۔

"وہ بھی آپ لوگوں نے ہمیں زبردستی سنائی ہے"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... لیکن ہم بھی تو مجبور تھے ایسا کرنے پر"۔

جبرال بولا۔

"آخر کیوں؟" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"یہ بات طے ہے کہ یہ پھول مصنوعی نہیں ہے.... قدرتی ہے.... لیکن ہماری زمین پر ایسا پھول کبھی نہیں اگا.... پھولوں کے ماہرین نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے.... دوسری بات.... اس پھول کی خوشبو سے جو بے ہوشی طاری ہوتی ہے نا.... وہ بے ہوش کرنے والی ادویات سے بھی یہ خوشبو بالکل الگ ہے.... ان حالات میں ہم بس یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ پھول ہماری زمین کا نہیں.... کسی اور زمین کا ہے.... یا پھر زمین سے باہر کسی مقام کا.... یعنی زمین کے باہر اس کی بیرونی سطح پر اگر کچھ آبادیاں ہیں تو یہ ان میں سے کسی آبادی کا ہے.... یہ ہے ہمارا خیال"۔

"سوال یہ ہے کہ.... یہ خیال کہاں سے آیا.... کیا آپ لوگوں کو پہلے سے یہ بات معلوم ہے کہ زمین کے باہر اس کی سطح پر بھی کچھ آبادیاں ہیں جن کا اندرونی حصے سے کوئی تعلق نہیں"۔

"ہاں! ایک بار ہمیں ایسا تجربہ ہوا تھا"۔ جبرال نے پراسرار انداز میں کہا۔

"کیا کہا.... ایسا تجربہ ہوا تھا"۔ وہ چونک اٹھے۔

"ہاں.... یہی بات ہے.... ایک ایسا تجربہ ہو چکا ہے.... اس وقت سے ہمارا یہ خیال ہے کہ زمین کے باہر کی سطح پر بھی کچھ دنیا آباد ہے.... لیکن اس راز کو راز رکھا گیا تھا اور اگر پھول والا واقعہ پیش

...ں آ جاتا تو یہ اب بھی راز ہوتا"۔

"اور یہ تجربہ کس طرح ہوا؟"

"تجربہ ایسے ہوا کہ سمندر میں ایک جگہ ہمارا ایک جہاز غرق ہو ...یا تھا.... اس جہاز کی تلاش میں ہمارے بہترین غوطہ خور اترے.... ...وں نے واپسی سطح پر آ کر بتایا کہ انہوں نے سمندر کی تہ چھان ...ی.... لیکن سونے لدے جہاز کا کوئی پتہ نہیں چلا.... ان کے بعد ...رین کی ایک اور بڑی تعداد کو اور جدید آلات دے کر سمندر کی تہ میں ...ا گیا.... وہ بھی جہاز کا کوئی سراغ نہ لگا سکے.... جب کہ یہ بات یقین ...کہ جہاز اسی جگہ غرق ہوا تھا"۔ یہاں تک کہ کر جبرال خاموش ہو ...

...طا ہے.... وہ بحری جہاز پورا صرف سونے سے لدا ...تھا۔

"ہاں! ہمارے سائنس دانوں نے سونے کی ایک وادی تلاش کی ...ہے.... اس وادی سے سونا حاصل کر کے جہاز پر لادا گیا تھا.... اور اس کو ...ارجہ لایا جا رہا تھا.... اس جہاز کے پہنچنے پر ہمارے مالی مسائل بڑی ...تک حل ہو جاتے.... لیکن افسوس وہ جہاز غرق ہو گیا"۔

"تو اس وادی سے دوسرا جہاز بھر لائیں.... یہ کیا مسئلہ ہے"۔

...دل نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے.... وہ وادی آئے دن زلزلوں کی زد میں

رہتی ہے.... اس ایک جہاز کو بھرنے میں ہمارے ایک ہزار کے ق
آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے.... تب کہیں جا کر جہاز بھرا تھا....
مرنے والوں کو یہ اطمینان تھا کہ انہوں نے جانیں تو دے دیں....
اپنے ملک کے تو کام آ ہی گئے“۔

”ہوں.... خیر.... آگے فرمایئے.... ابھی تک آپ کی کہانی
اس پھول کا ذکر نہیں آیا“۔

”میں اب اسی طرف آ رہا ہوں“۔ اس نے ہنس کر کہا۔

”شکر ہے.... آپ اب اسی طرف آ رہے ہیں‘ ورنہ ہمار
خیال تھا کہ آپ کم از کم آج کی تاریخ میں تو اس طرف نہیں
گے“۔ آفتاب نے جل بھن کر کہا۔

”بھئی انگارے تو نہ چباؤ“۔ جیرال اس کی طرف گھو

”انگارے چباتی ہے میری جوتی“۔ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

”آفتاب! بری بات ہے.... جیرال انکل اس وقت ہمارے میز
ہیں“۔ آصف نے ڈانٹنے والے انداز میں کہا۔

”اور اچھی بات کیا ہے.... یہ تو بری بات ہو گئی کہ جیرال ا
اس وقت ہمارے میزبان ہیں“۔ آفتاب مسکرایا۔

”رحمت تیرے کی.... یہ ہے بات سمجھنے کی رفتار ان کی
فرحت نے تلملاتے ہوئے انداز میں کہا۔

”دیکھو بھئی.... باتوں کو ادھر ادھر نہ لے جاؤ.... مہربانی فرما کر

یں رہنے دو.... ایسا نہ ہو.... ہم دور نکل جائیں.... اور پھول کی
خاک میں مل جائے“۔

”مشورہ نیک ہے.... ہاں تو جنگل ایرال آپ کیا کہہ رہے تھے“۔
نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

”کیا کہا.... جنگل ایرال.... حد ہو گئی.... اپنے نام کی تو اس حد
ٹی پلید ہوتے ہم نے آج تک نہیں دیکھی“۔ جیرال نے برا سا
یا۔

”شکر کریں.... آج تو دیکھ لی“۔ فاروق ہنسا۔

تک.... کیا دیکھ لی“۔ پروفیسر داؤد بے خیال کے عالم میں

”جی.... مٹی پلید ہوتے دیکھ لی.... اپنے نام کی“۔ محمود نے بتایا۔

”اوہ! اچھا کیا“۔

”لیجیے.... اب بڑے بھی اس بھنور میں پھنسنے لگے.... مسٹر
.... جلدی سے اپنی کہانی آگے بڑھائیں.... ورنہ ہم سب پیچھے رہ
گے“۔ انسپکٹر کامران مرزا نے گھبرا کر کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔

”اوہ! اوہ“۔ فاروق چونکا۔

”یہ ڈبل اوہ اوہ کس لیے“۔ فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے
کہا۔

”بھی معاملہ سمندر کی تہ تک پہنچ گیا ہے نا.... خدا خیر کرے“۔

"ان شاء اللہ..... خیر ہی کرے گا"۔ خان رحمان بولے۔
"کہانی میں پھر بریک لگ گیا"۔ انسپکٹر جمشید نے گویا ان س
یاد دلایا۔
"اس کہانی میں بس یہی بات بری ہے"۔
"بس بس..... ہم جانتے ہیں..... کیا بات بری ہے کہانی میں"
"تیسرے گروپ نے سمندر کی تہ میں کھدائی شروع کی
کی کھدائی کچھ زیادہ گہری نہیں ہوئی تھی کہ ایک بہت بڑا سوراخ
آنے لگا..... وہ گروپ جوش میں بھر گیا کہ مار لیا میدان..... وہ اوپر
اور نئی صورت حال حکومت کے ذمے دار لوگوں کے سامنے ر
مزید آلات انہیں دیئے گئے اور کہا گیا کہ اس سوراخ میں اتر جا
[illegible] کی تہ [illegible]"۔
"اوہ..... تب پھر؟" وہ ایک ساتھ بولے..... اب کہانی میں
لخت بہت دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔
تیسرا گروپ اس سوراخ میں اتر گیا..... جدید ترین آلات ا
ساتھ تھے..... اوپر لوگ سطح پر ان کی ہر طرح مدد کے لیے تیار
لیکن"۔ جیرال یہ لیکن کہہ کر رک گیا۔
"لیکن کے بعد آپ رک کیوں گئے..... خیریت ہے"۔ ا
جمشید چونک کر بولے۔
"لیکن تیسرا گروپ واپس نہیں آیا"۔

"جی..... کیا مطلب..... واپس نہیں آیا"۔ کئی آوازیں ابھریں۔
"ہاں! واپس نہیں آیا..... وہ قریباً پچاس غوطہ خور تھے..... پچاس
ے ایک بھی اوپر نہیں آیا..... ان کی تلاش میں مزید غوطہ خور بھیجے
۔ وہ سوراخ کے دہانے تک تو گئے..... آگے جانے سے انہوں نے
کار کر دیا۔
"اوہ..... تو یہ بات ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔
"کیا بات ہے"۔ خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔
"یہ کہ..... ان لوگوں نے ہمیں اس جہاز کو تلاش کرانے کے
ا ہے"۔
"نہیں..... آپ غلط سمجھے..... ہمیں اس جہاز کی ضرورت ہے.....
یں کوئی شک نہیں..... لیکن ان سے زیادہ اپنے پچاس غوطہ خوردوں
انی ہے..... آخر وہ کہاں چلے گئے"۔
"لیکن جناب..... معاف کیجئے گا..... آپ کی کہانی میں اب تک
پھول کا نام نہیں آیا"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
"اب میں اسی طرح آ رہا ہوں"۔ جیرال مسکرایا۔
"یہ تو آپ بہت دیر سے کہہ رہے ہیں"۔
"بھئی میں ایک ترتیب سے ہی تو واقعات بیان کر سکتا ہوں نا.....
ے پہلے تو پھول کا ذکر کر نہیں سکتا تھا..... اس طرح بات آپ کی
میں نہ آتی"۔

"خیر.... اب فرما دیں.... اب تو آپ خود اس طرف آ
لیے تیار ہو چکے ہیں"۔

"ان پچاس غوطہ خوروں کے لاپتا ہونے کے فوراً بعد....
جب ہمارا ان سے رابطہ کٹ گیا.... ان کی آوازیں سنائی دینی
گئیں"۔

"ایک منٹ.... پہلے یہ بتائیں.... ان سے آپ لوگوں کی
باتیں کیا ہوئی تھیں"۔ انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"اوہ ہاں! یہ رہ گیا تھا.... میں وضاحت کیے دیتا ہوں.... ا
ان کے لیڈر کی چیختی آواز سنائی دی تھی.... اف گاڈ.... ہم پھنس
مارے گئے.... یہ .... یہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے.... اور ان الفاظ
بعد [illegible]ی طرف سے کوئی آواز ہمیں سنائی نہیں [illegible].... البتہ
[illegible]"۔

"البتہ کیا!!!"

مارے بے چینی کے ان کا برا حال ہوتا چلا جا رہا تھا۔

○☆○

قربانی کے بکرے

"سفید کار اچانک ہوا میں اڑی تھی اور کرین کے اوپر سے
تے ہوئے آگے کافی دور جا کر سڑک پر گری.... لیکن انہیں ذرا بھی
[illegible] نہ آئی نہ جھٹکا لگا.... یوں محسوس ہوا جیسے ہوا سے وہ پانی پر اتر کر
[illegible] گئی ہو.... دوسرے ہی لمحے وہ سڑک پر اڑی جا رہی تھی۔

"اس قدر حیرت انگیز کار ہم نے آج تک نہیں دیکھی"۔

"تو آج دیکھ لو.... روکا کس نے ہے"۔ ٹوں خان نے کہا۔

آپ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں.... کم از کم بتا [illegible] دیں"۔

"جہاں لے جا رہا ہوں.... وہاں پہنچ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا
آپ کو کہاں لایا گیا ہے"۔

"تو پہلے ہی بتا دیں.... ہم کون سا اس کار سے نیچے چھلانگیں لگا
گے.... ہمیں اپنی ہڈیوں کا سرمہ بنوانے کا کوئی شوق نہیں"۔

"چھلانگیں تو خیر تو اس کار سے لگا بھی نہیں سکتے.... کیونکہ اس
لیے کار کا دروازہ تو کھولنا پڑے گا نا.... اور وہ تم کھول نہیں سکو

"چلیے کوئی بات نہیں.... جب ہم دروازہ ہی نہیں کھول سکے
چھلانگیں کیا لگائیں گے.... لہٰذا آپ ہمیں بتا دیں.... کہاں لے جا رہے
ہیں"۔

"زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا.... کار کی رفتار کم نہیں
ہے.... اور پھر بڑی سے بڑی رکاوٹ کو یہ اچھل کر پار کر جائے گی....
بھی اس پر مارا جائے تو یہ محفوظ رہے گی.... تم یہ سمجھ لو کہ ایک
ننھے قلعے میں بیٹھے ہو"۔

"واہ.... کس قدر خوبصورت قلعہ ہے"۔

اور پھر تین گھنٹے کے سفر کے بعد کار ایک عمارت میں داخل
ہوئی۔

"کیا ہم اپنے ملک میں ہیں؟"

"نہیں.... تمہارا ملک بہت پیچھے رہ گیا"۔

"لیکن ہم نے سرحد کیسے عبور کر لی"۔

"ایسے راستوں سے آئے ہیں جہاں تمہارے ملک کی فوج
ذہن تک نہیں گیا.... بہرحال تم اپنے ملک سے اب بہت دور ہو....
اور یہاں سے تم راکٹڈوم میں سفر کرو گے"۔

"را.... را.... راکٹڈوم.... ارے باپ رے.... تب تو یہ کوئی بین
الاقوامی مسئلہ ہے.... اور بلا کر لائے ہیں آپ ہم غریبوں کو، کمزوروں
کو.... اگر ایسا کوئی مسئلہ تھا تو آپ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا

پارٹی کو لاتے"۔

"انہیں دوسری طرف لے جانا تھا.... اس لیے ہم اس طرف
نہیں لائے"۔ ٹوں خا مسکرایا۔

"دوسری طرف.... کیا مطلب.... کیا اس مشن کا کوئی حصہ یہاں
سے دور دراز کسی اور جگہ پر پھیلا ہوا ہے"۔

"ہاں پھیلا ہوا ہے.... تمہیں اپنا کام کرنا ہے.... انہیں اپنا"۔

"آپ انہیں یک جا کر کے دونوں کام ایک ہی وقت میں کیوں
نہیں لے لیتے"۔

"پروگرام کے مطابق کام لیا جائے گا"۔

اسی وقت کار رک گئی.... اس کے دروازے خود بخود کھل
گئے.... وہ عمارت شیشے سے بنی ہوئی تھی.... عمارت کے باہر کوئی بھی نظر
نہیں آ رہا تھا۔

"کیا اس عمارت میں کوئی نہیں رہتا"۔

"اندر آپ کی ملاقات مسٹر جوناٹ سے ہونے والی ہے"۔

"مسٹر جوناٹ.... ارے باپ رے.... وہ بین الاقوامی جاسوس
صاحب.... جن کی ٹکر دو تین بار انسپکٹر جمشید پارٹی سے ہو چکی ہے....
اور پھر بھی وہ آزاد ہے"۔

"ہاں! وہی.... آپ اس عمارت کے اندر چلے جائیں.... اس بار
وہ خاص طور پر آپ سے ملاقات کر رہے ہیں"۔

"بھئی واہ! بہت مزے کی بات ہے.... چلیے پھر ملائیں.... لیکن ہم حیران ہیں.... اتنے بڑے لوگوں کو آخر ہماری کیا ضرورت پیش آ گئی"۔

"قربانی کے بکرے بہت مل جاتے ہیں.... لیکن عقل مند بکروں کی بات اور ہے.... قربانی کے عقل مند بکرے بہت کم ملتے ہیں"۔ ٹوں خا نے ہنس کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہم قربانی کے عقل مند بکرے ہیں"۔ شوکی نے جل بھن کر کہا۔

"ہاں اور کیا"۔ وہ بولا۔

"یا تو آپ اپنے الفاظ واپس لیں.... یا ہمیں ہمارے گھر واپس پہنچا دیں"۔

"اور اگر میں ایسا نہ کروں تو"۔

"تو پھر ہم صبر کریں گے اور کیا کر سکتے ہیں"۔ مکھن نے مسکینی صورت بنائی۔

ٹوں خا ہنس پڑا.... اب وہ انہیں ایک اندرونی کمرے میں لایا.... شیشے کی ہر چیز ہونے کی وجہ سے انہیں ہر طرف اپنے عکس نظر آ رہے تھے.... اور ٹوں خا کو بھی.... پھر کمرہ میں انہیں درمیانے قد کا ایک آدمی کرسی پر بیٹھا نظر آیا.... کرسی بھی شیشے کی تھی اور اس کے ساتھ رکھی میز بھی شیشے کی تھی۔

"آپ شوکی برادرز ہیں؟"

"خیال تو یہی ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... خیال تو یہی ہے"۔ جوناٹ نے جل کر کہا۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں اور یہ بتائیں.... آپ چاہتے کیا ہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے جوناٹ کے چہرے پر نظریں جما دیں.... پہلی بار وہ اس کا بھرپور انداز میں جائزہ لے رہے تھے۔

اپنے جائزہ میں جوناٹ انہیں ذرا بھی خطرناک نظر نہیں آیا.... وہ انہیں ایک عام سا آدمی لگا.... نہ چہرے پر چالاکی یا ذہانت کے آثار نظر آئے.... نہ جسم کی طرف سے طاقت ور نظر آیا۔

"ایک خاص کام ہے.... جو تم کر سکتے ہو"۔ جوناٹ کی سرسراہٹ زدہ آواز سنائی دی۔

"اور آپ یا آپ کے آدمی کیوں نہیں کر سکتے"۔

"اس کام میں ناکامی کی صورت میں موت یقینی ہے.... اور ہم فی الحال اپنے ساتھیوں کی موت پسند نہیں کر سکتے.... اس لیے تم لوگوں کو لایا ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ ہم قربانی کے بکرے کیوں بنیں۔

"مجبوری ہے.... اب تم کچھ کر بھی نہیں سکتے"۔

"یہ آپ کا خیال ہے یا یقین.... کہ ہم تو کچھ کر بھی نہیں سکتے"۔

"ہمارے اشاروں پر تو اس وقت انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران

مرزا ناچنے پر مجبور ہو چکے ہیں.... تم تو ہو کس کھیت کی مولیاں"۔

"شکریہ.... اپنے ہی کھیت کی مولیاں ہیں.... پرائے کھیت کی نہیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"اس کا جواب سن کر جوناٹ چونک اٹھا.... پھر شوکی کو گھورتے ہوئے بولا۔

"جواب پسند آیا"۔

"پسند آیا تو گھور کیوں رہے ہیں"۔

"اس لیے کہ آج تک مجھے اتنا شاندار جواب اس جملے کا کسی نے نہیں دیا.... میں یہ جملہ اکثر دوسروں کو کہہ بیٹھتا ہوں.... تم ہو کس کھیت کی مولیاں"۔

"اوہ تو یہ بات ہے.... خیر.... اب آپ کو جواب مل چکا ہے.... یہ فرمائیں ہمارے لیے حکم کیا ہے"۔

"کچھ لوگوں کو اردو پڑھانا ہے"۔

"کیا.... کیا.... اردو پڑھانا ہے"۔

"ہاں اردو"۔ اس نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ شوکی حیران رہ گیا۔

"تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ناکامی کی صورت میں موت

یقینی ہے.... بھلا اردو پڑھانے میں ناکامی کیسی"۔

"وہ اور بات ہے.... آؤ میں تمہیں تمہارے شاگردوں سے ملوا دوں"۔

"وہ خود کون سی زبان جانتے ہیں"۔

"ہم نہیں جانتے"۔

"کیا مطلب؟" شوکی نے اسے گھورا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں.... ہم ان کی زبان نہیں جانتے"۔

"اگر مسئلہ ان کی زبان نہ جاننے کا ہے تو آپ کو چاہیے کہ انہیں انگریزی سکھائیں.... تاکہ آپ کو آسانی ہو"۔

"انگریزی پوری دنیا میں بولی جانے والی زبان ہے.... جب کہ اردو چند ایک ملکوں میں بولی جاتی ہے"۔ جوناٹ مسکرایا۔

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں.... ان حالات میں آپ کو انہیں انگریزی زبان سکھانا چاہیے"۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے"۔

"آخر وہ خود کون سی زبان بولتے ہیں"۔

"پوری دنیا میں ان کی زبان کو کوئی نہیں سمجھتا"۔ جوناٹ نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ تو آپ نے اور بھی عجیب بات کہہ دی.... کہ پوری دنیا میں ان کی زبان کوئی نہیں جانتا.... کیا وہ دنیا سے باہر کے ہیں"۔

"ہم یہ بات ابھی تک نہیں جان سکے.... وہ ہماری دنیا کے ہیں یا کسی اور دنیا کے"۔

"کیا مطلب کیا کوئی اور مخلوق آپ کے ہاتھ لگ گئی ہے"۔ شوکی زور سے اچھلا۔

"پتا نہیں.... جب انہیں اردو زبان آ جائے گی تو اس وقت ہم ان کی کہانی ان سے سن سکیں گے نا"۔

"تو آپ نے خود اردو زبان انہیں کیوں نہ سکھا دی.... آپ بھی تو اس زبان کے ماہر ہیں"۔

"ہم اردو بول سکتے ہیں.... سکھا نہیں سکتے.... یہ اور کام ہے.... اور یہ کام تمہیں کرنا ہو گا"۔

"آپ کو فارسی آتی ہے"۔ شوکی نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"آپ کو فارسی آتی ہے"۔ اب اس نے فارسی میں پوچھا۔

"کیا کہہ رہے ہو"۔ وہ بولا۔

"شوکی کو جواب مل گیا.... وہ جاننا چاہتا تھا.... اسے فارسی آتی ہے یا نہیں.... وہ جان گیا کہ نہیں آتی.... لہٰذا اس نے فوراً کہا۔

"میں نے پوچھا ہے.... آپ کو فارسی آتی ہے"۔

"میں نے سوچا تھا کہ.... اگر آپ کو فارسی آتی ہے تو آپ انہیں فارسی آسانی سے سکھا سکتے تھے"۔

"میں نے کہا نا.... یہ جھنجھٹ میں نہیں پال سکتا.... یہ کام بس تمہیں کرنا ہے.... ٹوں خا.... تم انہیں ان کی کوٹھری میں لے جاؤ"۔

"او کے سر"۔ ٹوں خا نے فوراً کہا۔

اور پھر ٹوں خا انہیں ساتھ لیے اسی عمارت کے پچھلی طرف آیا.... وہاں انہیں ایک کوٹھری نظر آئی.... جس کے دروازے پر جیل کی طرز پر سلاخیں لگی تھیں.... وہ کوٹھری کے دروازے پر آئے۔

"وہ اندر ہیں.... میں تم لوگوں کو اندر داخل کر دیتا ہوں"۔ اس نے دبی آواز میں کہا۔

"ارے باپ رے.... اگر انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو"۔ شوکی بوکھلا اٹھا۔

"ہاں! اس کا امکان ہے.... اور ہم نے اس پہلو کی طرف غور نہیں کیا.... خیر میں مسٹر جوناٹ سے بات کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے جیب سے وائرلیس سیٹ نکالا اور اس کا بٹن دباتے ہوئے بولا۔

"ہیلو سر.... اس مخلوق نے اگر شوکی برادرز پر حملہ کر دیا تو"۔

"اب تک انہوں نے کسی پر حملہ نہیں کیا.... لہٰذا بے فکر رہو.... شوکی برادرز کو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"سن لیا آپ نے"۔

"ہاں سن لیا.... لیکن اس بات کی گارنٹی کوئی نہیں.... کہ وہ حملہ نہیں کریں گے"۔

"گارنٹی نہ سہی.... لیکن بات یقینی ہے"۔

"اچھا خیر.... ہم بسم اللہ اور آیت الکرسی پڑھ کر اندر داخل ہوں گے"۔

"کیا کہا"۔ توں خا بولا۔

"تم نہیں سمجھو گے.... ہم قرآنی الفاظ پڑھتے ہوئے داخل ہوں گے.... اب سمجھے"۔

"ہاں! سمجھ گیا"۔

اور ساتھ ہی اس نے تالا کھول دیا.... پھر ان چاروں کو اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا.... وہ ڈرے ڈرے انداز میں اندر داخل ہو گئے.... توں خا نے باہر سے تالا لگا دیا.... کوٹھری کافی طویل تھی، اس قدر طویل کہ اس کا دوسرا سرا انہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یہ کوٹھری ہے یا شیطان کی آنت"۔ مکھن یہ کہتا ہوا سلاخوں کی طرف مڑا، لیکن توں خا جا چکا تھا۔

"لو بھئی مسٹر پوں چاں تو چلے بھی گئے.... مجھے تو یہ کوئی چکر محسوس ہو رہا ہے"۔

---- "ہونے دو.... ہم بھی چکر کو گھن چکر محسوس ہوں گے"۔ شوکی

نے منہ بنایا۔

"اے بھائی صاحبان.... آپ کہاں ہیں.... آئیے اور ہم سے اردو سیکھیے.... ہم ہیں آپ لوگوں کے استاد"۔ مکھن نے ہانک لگائی۔

"مجھے تو اس کوٹھری میں کوئی نظر نہیں آ رہا"۔

"آگے تاریکی ہے.... آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کے قابل ہوں گی تو بات بنے گی"۔ اشفاق نے منہ بنا کر کہا.... وہ دونوں کچھ زیادہ گھبرائے ہوئے تھے۔

"میں تو کہتا ہوں.... یہ لوگ یہاں تک دھوکے سے لائے ہیں.... اردو سکھانے کا کوئی چکر نہیں ہے"۔

"اردو سکھانے کا کوئی چکر نہیں ہے تو کوئی اور چکر ضرور ہے.... چکر ہی"۔ شوکی مسکرایا۔

کچھ دیر بعد وہ تاریکی میں دیکھنے کے قابل ہو گئے.... وہ اٹھے اور کوٹھری میں آگے چلنے لگے۔

وہ چلتے رہے.... یہاں تک کہ آگے پھر کچھ دکھائی دینا بند ہو گیا۔

"یہ کوٹھری نہیں.... کوئی غار ہے.... یا تہ خانے کا راستا ہے.... یہاں کوئی نہیں ہے.... جوناٹ ہمیں الو بنا رہا تھا"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ اسے ہمیں الو بنانے کی کیا ضرورت تھی.... اگر صرف یہاں قید کرنا چاہتا تھا تو کہانی سنائے بغیر بھی ایسا کر

سکتا تھا"۔ مکھن نے منہ بنایا۔

"ہاں.... یہ بات ہے.... تو پھر کیا ہم اور آگے چلیں"۔ شوکی نے ان کی طرف دیکھا۔

"آگے اندھیرا ہے.... اندھیرے میں آگے سفر کرنا خطرناک ہے.... نہ جانے آگے کیا کچھ ہے"۔

"اور ہمارے پاس انہوں نے جیبوں میں ٹارچ تک نہیں رہنے دی"۔ اشفاق نے جل بھن کر کہا۔

"پروفیسر انکل کو اندھیرے میں دیکھنے کے لیے بھی کوئی عینک بنا لینی چاہیے.... آخر بلیاں اور کتے بھی تو اندھیرے میں دیکھ لیتے ہیں"۔

"ان میں اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت رکھی ہے.... ہمیں نہیں دی.... ہاں ایسی کوئی ایجاد ہو جائے' یہ ناممکن نہیں"۔ شوکی مسکرا دیا.... پھر وہ وہیں بیٹھ گئے.... آدھ گھنٹے تک بیٹھے رہنے کے بعد بھی وہ آگے کچھ دیکھنے کے قابل نہ ہو سکے.... لیکن پھر اچانک غار میں نیلے رنگ کی روشنی پھیل گئی اور اس روشنی میں انہوں نے پانچ آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا.... لیکن وہ بہت دور تھے.... اور ان کے نقوش وغیرہ نظر نہیں آ رہے تھے۔

ان کے دل دھک دھک کرنے لگے.... جوں جوں وہ نزدیک آتے جا رہے تھے.... دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں.... اور پھر انہیں یوں لگا جیسے ان کے سانس رک جائیں گے۔

دنیا کا آٹھواں عجوبہ ان کے سامنے تھا۔

○☆○

اصولوں کی موت

"البتہ آوازیں بند ہونے سے پہلے ہم نے یہ الفاظ بھی سنے تھے.... نیلا.... نیلا عذاب.... نیلی روشنی.... نیلے پھول"۔

"جی کیا فرمایا.... نیلا عذاب.... نیلی روشنی.... نیلے پھول.... آپ نے یہ الفاظ سنے.... اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! اس کے بعد کوئی آواز سنائی نہ دی.... پھر ہم نے مزید غوطہ خور بھیجے.... سمندر کی تہ میں جس جگہ کھدائی کی گئی تھی.... وہاں ان کا سامان بکھرا پڑا تھا.... لیکن ان میں سے کوئی موجود نہیں تھا.... اب ہم نے مزید غوطہ خوروں کو جدید ترین ہتھیار اور آلات کے ساتھ اس سوراخ میں داخل ہونے کا حکم دیا.... کیونکہ اب ہم سونے کے جہاز کو بھول گئے تھے.... اور یہ جاننے کے لیے بے چین ہو گئے تھے کہ آخر سمندر کی تہ کے بعد مزید نیچے کیا چیز ہے.... ہمارے ساتھی آخر کہاں چلے گئے.... لیکن ہماری دوسری ٹیم بھی غائب ہو گئی.... اور ہم ابھی تک یہ نہیں جان سکے کہ نیچے ان کے ساتھ ہوا کیا ہے"۔

"افسوس! آپ کی کہانی اب تک نیلے پھول کی وضاحت نہیں کر سکی.... نیلے پھول کا نام ضرور آگیا ہے.... ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ نیلا پھول آپ کے ہاتھ کیسے لگا"۔

"آخری ٹیم جو بھیجی گئی.... اس نے رابطہ کٹنے سے پہلے یہ الفاظ کہے تھے.... میں ایک پھول ایک پلاسٹک بیگ میں بند کر کے سامان کے ساتھ چھوڑ رہا ہوں.... یہ پھول میں نے اس سوراخ سے نکلتے دیکھا ہے.... ایک اکیلا پھول اور اب ہم آگے جا رہے ہیں"۔

"اور بس؟" وہ بولے۔

"ہاں! اس کے بعد تو پھر ان کی چیخیں ہی سنائی دی تھیں"۔

"وہ ایک پھول نہیں تھا.... پورا پودا تھا.... جڑ سمیت.... ہم نے اس کو زمین میں لگا دیا کہ شاید یہ نئے سرے سے اگنے لگے اور اس پر پھول کھلنے لگیں.... جب پودا ہمیں ملا تھا تو اس کی صرف ایک شاخ تھی اور اس پر صرف ایک پھول تھا.... بہرحال پودا اگ گیا اور اس پر پھول کھلنے لگے.... ہم نے پھول ماہرین نباتات کے حوالے کر دیا تھا.... انہوں نے اس پر تحقیقات شروع کیں.... اور اس نتیجے پر پہنچے.... دنیا میں کہیں بھی اس جیسا پھول موجود نہیں ہے.... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ پھول کسی دوسری دنیا کا ہے.... اور وہ سمندر کے ذریعے ہم تک پہنچ سکتی ہے.... یہ ماہرین نے خود اندازہ لگایا کہ اس مخلوق نے ہمارے غوطہ خوروں کو قابو کر لیا ہے.... اور اب وہ ان سے ہماری دنیا کے بارے میں

تمام تر معلومات حاصل کریں گے.... اور اس راستے سے ہماری دنیا میں آنے کی کوشش کریں گے.... چنانچہ صرف چھ ماہ بعد ایسا ہو گیا"۔

"کیا کہا.... ایسا ہو گیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! ایسا ہو گیا.... ہم نے سمندر میں اس جگہ ایک چیک پوسٹ قائم کر دی تھی"۔

"آپ کا مطلب ہے.... اس سوراخ کے پاس"۔

"ہاں.... اس سوراخ کے پاس.... لیکن چھ ماہ بعد ان کی لاشیں ہمیں ملیں.... اور مرنے سے پہلے وہ ہم سے رابطہ بھی نہ کر سکے.... ہم نہیں جانتے.... وہ کس طرح ہلاک ہوئے.... ان کے جسموں پر زخم نہیں تھے.... نہ ان کے گلے گھونٹے گئے تھے.... البتہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ ظاہر کرتی تھی کہ سانس کے ذریعے ان کے جسموں میں کوئی زہر داخل کیا گیا تھا.... اس واقعے کے فوراً بعد ساحل سمندر پر لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا تھا"۔ جیرال یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

"اف مالک! آپ پھر رک گئے.... کس قدر سنسنی خیز کہانی ہے.... کیا آپ رکے بغیر کہانی نہیں سنا سکتے"۔ فاروق کی آواز ابھری۔

"یہ کہانی نہیں.... حقیقت سنا رہا ہوں"۔ جیرال نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے.... یہی سہی.... لیکن آپ بار بار رک کیوں جاتے ہیں"۔

"مزے لے لے کر سنا رہا ہوں.... سسپنس پیدا کر کے سنا رہا
ہوں.... جیسے آج کل کے جاسوسی ناول نگار کرتے ہیں.... آپ لوگ تو
جاسوسی ناول وغیرہ پڑھتے رہتے ہوں گے.... ان میں کتنا سسپنس ہوتا
ہے"۔

"بچپن میں بھی پڑھتے تھے.... اب کہاں"۔ انسپکٹر کامران مرزا
مسکرائے۔

"ہاں تو ساحل سمندر پر کیا دیکھا گیا"۔

"پانی میں سے ایک کار ابھرتے دیکھی گئی"۔

"کیا کہا.... پانی میں سے ایک عدد کار ابھرتے دیکھی گئی.... کیا
کہہ رہے ہیں آپ"۔ آفتاب چلا اٹھا۔

"لوگوں کی یہ بات جب سرکاری محکموں تک پہنچی تو کسی نے
یقین نہ کیا.... اس لیے کہ لوگ گپیں چھوڑا ہی کرتے ہیں.... لیکن پھر
ٹریفک کے ایک سارجنٹ نے اپنے ہیڈ آفس کو یہ رپورٹ دی کہ اس
نے ایک سفید رنگ کی کار دیکھی ہے.... اس میں بیٹھے ہوئے چار افراد
کسی طرح بھی انسان نہیں کہلا سکتے.... کار کا رنگ اگرچہ سفید تھا....
لیکن ان کے اپنے رنگ نیلے تھے.... اس نے کار کو رکنے کا اشارہ کیا،
لیکن کار نہیں روکی گئی.... اس نے تعاقب کیا.... لیکن کار نکل گئی....
اس کار کو کئی اور پولیس مینوں نے بھی دیکھا.... فوراً اس کی تلاش
شروع کی گئی.... اور جب کار کا سراغ لگ گیا تو اسے چاروں طرف سے

گھیرنے کی کوشش کی گئی.... لیکن ہر کوشش بے کار گئی.... اس لیے کہ
ہمارا کوئی ہتھیار اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا.... جب کہ اس نے ہماری بڑی
سے بڑی گاڑیاں دیکھتے ہی دیکھتے تباہ کر دیں.... عمارتیں تباہ کر ڈالیں....
کار کسی طرح قابو میں نہیں آ سکی.... لیکن پھر.... اچانک کار بند ہو
گئی.... اس میں یا تو کوئی خرابی ہو گئی.... یا اس کا تیل ختم ہو گیا.... کار
ایک پہاڑی علاقے میں بند ہوئی تھی.... اس وقت اس کے آس پاس
کوئی نہیں تھا.... لہٰذا ہمیں صرف کار ملی.... وہ چاروں نہیں ملے....
پہاڑوں میں انہیں تلاش کیا گیا.... ایک غار کے منہ پر قدموں کے عجیب
و غریب نشانات ملے.... خیال کیا گیا.... یہ اسی مخلوق کے ہیں.... کیونکہ
ان کی گاڑی بھی تو اسی علاقے میں ملی تھی.... اس غار میں داخل ہونے
کی ہمت کوئی نہ کر سکا"۔

جیرال ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔

"آپ پھر خاموش ہو گئے"۔

"تو اور کیا کروں"۔ جیرال نے برا سا منہ بنایا۔

"ہائیں جنگل.... اوہ سوری انکل بیرال"۔ فرحت نے کہنا چاہا۔

"بیرال نہیں.... جیرال"۔ جیرال نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"ہاں! انکل جیرال.... آپ تو برے برے منہ بنانے لگے"۔

"ت اور کیا کروں.... کہانی ختم ہو گئی.... نہ ہم اس سوراخ میں
آگے سفر کرنے کی ہمت کر سکے.... نہ اس غار میں داخل ہونے کی....

لہٰذا اسکیم یہ بنائی گئی کہ آپ لوگوں کو قربانی کے بکرے بنائے جائیں"۔
"تت.... قربانی کے بکرے.... انکل جیرال.... آپ ہمیں کچھ او
نہیں بنا سکتے"۔ آصف نے گھبرا کر کہا اور وہ کانپنے لگا۔
"مجبوری ہے.... آخر ہم اور کتنے آدمی اپنے قربان کریں"۔ اس
نے پھر منہ بنایا۔

"ہاں! ہم چاہتے ہیں.... اس مخلوق سے ٹکر آپ لیں.... اس
سوراخ میں داخل آپ لوگ ہوں.... لیکن ابتداً غار سے کر لیں....
کیونکہ غار میں صرف چار ہیں.... سوراخ میں سفر کرنے کے بعد نہ
جانے کتنے ہوں گے.... لہٰذا ہم نے ایک پروگرام بنایا ہے"۔
"اور وہ کیا ہے"۔ وہ بولے۔
"اس مخلوق کو پہلے ہم بات چیت کرنے کے قابل بنائیں.... ان
کی زبان ہم سیکھیں اور اپنی زبان انہیں سکھائیں.... لہٰذا پہلے انہیں
اردو سکھائی جائے گی"۔
"لیکن کیسے.... وہ کیوں ہم سے اردو سیکھنے لگے.... کیا وہ آپ
کے قابو میں ہیں"۔
"نہیں.... غار کے اندر ہیں.... تاہم ہم نے غار کے منہ پر ایک
عمارت تعمیر کروا دی ہے"۔
"غار کے منہ پر آپ نے ایک عمارت تعمیر کروا دی ہے"۔
"ہاں! اور شوکی برادرز کو اس غار میں بھیج دیا ہے.... تاکہ وہ ان

سے ملاقات کریں اور انہیں اردو سکھائیں.... یہ کام ہوتا رہے گا....
آپ لوگوں کے لیے ہم نے سمندر کی تہ میں بننے والے سوراخ میں سفر
کا پروگرام ترتیب دیا ہے"۔
"آپ کا مطلب ہے.... ہم شوکی برادرز کو اس غار میں اس
مخلوق کے ساتھ چھوڑ کر سمندر کے نیچے سفر پر روانہ ہو جائیں.... یہ
نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر جمشید نے سخت لہجے میں کہا۔
"ہونے کو تو خیر ہو سکتا ہے.... آپ یہ نہ بھولیں کہ آپ سب
لوگوں کے بیوی بچے ہمارے قبضے میں ہیں.... اور اگر آپ نے ہماری
ہدایات پر عمل نہ کیا تو ہم انہیں ختم کر دیں گے.... صرف یہی نہیں....
آپ کا پورا ملک بھی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے.... اگر آپ لوگ
اپنے ملک کو آزاد کرانا چاہتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو زندہ حالت
میں دیکھنا چاہتے ہیں تو ہماری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا"۔
"آپ خوش فہمی میں مبتلا ہیں"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں
بولے۔

"وہ کیسے؟ جیرال چونکا۔
"پہلی بات تو یہ کہ ہم مسلمان ہیں.... مسلمانوں کا ایمان ہے کہ
موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ ہے.... بلکہ ہر کام اللہ کے ہاتھ ہے....
تمام تر اختیارات اللہ کے پاس ہیں.... لہٰذا اگر ان کی زندگی ہے تو تم
ہرگز انہیں موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتے.... دوسری بات.... ہمارے

ملک پر قبضے کی ہے... ہم یہ قبضہ ختم کرنے کی اپنی کوشش ضرور کریں گے... ہر ممکن کوشش کریں گے... لیکن اس کوشش میں ہمیں کامیابی ہوتی ہے یا ناکامی... یہ اور بات ہے"۔

"میں جانتا تھا کہ آپ یہی بات کہیں گے"۔ جیرال بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"کک... کیا مطلب... آپ جانتے تھے... تو پھر... آپ مسکرا کیوں رہے ہیں"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"اپنے اندازے پر مسکرا رہا ہوں... جو اس حد تک درست ثابت ہوا ہے... خیر اب میری سنیں... آپ سب لوگ یہ کام کرنے پر مجبور ہیں"۔

"پتا بھی تو چلے کہ کیسے"۔

"آپ کے ملک کے صدر کو بھی ہم نے اس غار میں پہنچا دیا ہے"۔

"کیا... نہیں"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"اور آپ لوگوں کے بیوی بچوں کو اس سوراخ کے دہانے پر اپنی چیک پوسٹ میں پہنچا دیا ہے"۔

"کیا... نہیں"۔ وہ ایک ساتھ چلائے۔

"لہٰذا آپ لوگ اب پسند کر لیں... کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا"۔

"جیرال صاحب... مجھے ایک بات معلم نہیں تھی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ اپنے اصول وغیرہ سب بھول جائیں گے"۔

"میں نے اپنا اصول نہیں چھوڑا... میں اسی طرح بااصول ہوں"۔

"تب پھر... یہ صدر صاحب کا اغوا کیوں کیا گیا... ہمارے بیوی بچے کیوں قید کیے گئے... آپ براہ راست ہم سے ٹکر لیتے اور ہمیں اس کام پر مجبور کرتے... پھر تو ایک بات بھی تھی"۔

"یہ میرا فیصلہ نہیں تھا... میں نے اس کام سے انکار کیا تھا... لیکن اس وقت تک انشارجہ کی حکومت راٹور کے ذریعے یہ کام لے چکی تھی... مجھے بعد میں پتا چلا... اب جب کہ یہ کام ہو چکا تھا... تو پھر میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی"۔

"یہ خاموشی اختیار کرنا کیا آپ کے اصولوں کی موت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے پرزور الفاظ میں کہا۔

جیرال کے جسم کو ایک جھٹکا لگا... چند سیکنڈ تک وہ سکتے کے عالم میں بیٹھا رہا... اور آخر کار اس کے ہونٹ ہلے۔

"آپ لوگ ٹھیک کہتے ہیں... میں اس منصوبے سے خود کو الگ کرنے کا اعلان ابھی کیے دیتا ہوں... اب آپ جانیں... اور انشارجہ کی

حکومت جانے۔۔۔ ظاہر ہے۔۔۔ اب آپ کو صرف انظال، جوناٹ اور راٹور سے ہی ٹکر لینا پڑے گی"۔

"اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔۔ ہاں آپ ہمارا ساتھ دیں۔۔۔ ہماری طرف سے شامل ہو جائیں"۔

"کیا کہا۔۔۔ میں تم لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تو بہت مشکل کام ہے"۔ جیرال گھبرا گیا۔

"تب پھر ہماری ایک دوسری تجویز مان لیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"صدر صاحب کو اور ہمارے بیوی بچوں کو آزاد کر دیں۔۔۔ انہیں ایک محفوظ مقام پر منتقل کر دیں۔۔۔ جہاں وہ اس مہم کے اختتام تک آزادانہ زندگی گزار سکیں۔۔۔ اور اگر ہم اس مہم سے زندہ واپس نہ لوٹیں تو بھی وہ بقیہ زندگی آزادانہ گزار سکیں"۔

"مم۔۔۔ مجھے سوچنے دیں"۔

انہوں نے جیرال کی پیشانی پر پسینہ محسوس کیا۔۔۔ آخر اس نے کہا۔

"ایک منٹ۔۔۔ میں پہلے انشارجہ سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"وہ آپ کو کیسے اجازت دیں گے"۔

"دیکھتے ہیں۔۔۔ یہ بات چیت آپ کے سامنے ہو گی"۔

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس پر بات

کرنے لگا۔۔۔ اس نے ان کی ساری تجویز دہرا دی۔۔۔ آخر میں اس نے کہا۔

"ہاں! اس بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں کہ یہ لوگ مہم کو سر کیے بغیر نہیں لوٹیں گے"۔

"تب پھر ہم کیوں ان کے صدر اور گھر کے افراد کو قید کریں۔۔۔ انہیں آزاد کر دیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"شکریہ"۔ جیرال نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن ذمے داری آپ کی ہو گئی مسٹر جیرال۔۔۔ یہ لوگ اس مخلوق سے ٹکر لیں گے۔۔۔ وہاں جائیں گے۔۔۔ اور ہمارے جہاز کا سراغ بھی لگائیں گے"۔

"ٹھیک ہے سر۔۔۔ آپ فکر نہ کریں"۔

"ایک منٹ مسٹر جیرال۔۔۔ سیٹ بند نہ کریں۔۔۔ میری بھی ایک بات سن لیں"۔

"ہاں ضرور۔۔۔ کہئے کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"سونے کے جہاز کی بات نہ کریں"۔

"کیا مطلب؟" جیال نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ ہم اس مخلوق سے ٹکر لے لیں۔۔۔ یہی بات بہت ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن جب آپ لوگ وہاں جائیں گے تو جہاز کا سراغ بھی لگا

لیجیے گا"۔

"نہیں! سونے کے جہاز کو درمیان میں نہ لائیں... اس مخلوق کی فکر کریں... اگر وہ سمندر سے نکل نکل کر ان کاروں کے ذریعے پوری دنیا میں چھا گئی تو آپ کا انشارجہ کہاں ہو گا... یہ سوچیں... اس وقت سونے کا جہاز آپ کے کس کام آئے گا"۔

"اچھا خیر... فی الحال ہم سونے کے جہاز کی بات نکال دیتے ہیں"۔ آخر دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... جب آپ کے پاس راٹور جیسے لوگ موجود ہیں... تو ہم لوگوں کے ذریعے کام لینے کا پروگرام کیوں بنایا گیا"۔

"پہلی بات تو یہ کہ ہم اپنے اس قدر اہم اور قیمتی آدمی کیوں کھوئیں... جب کہ ہم یہ کام تم لوگوں سے لے سکتے ہیں... دوسری بات... راٹور جسم کے لحاظ سے تو بہت فٹ ہے... عقل کے لحاظ سے نہیں... یہ منصوبہ بندی نہیں کر سکتا... ہاں منصوبہ بنا کر دے دیا جائے تو اس پر پوری طرح عمل کر سکتا ہے... اب ذرا سوچیں... اگر ہم اسے دوسری مخلوق کے علاقے میں بھیج دیں اور کسی طرح یہ ان کے درمیان پہنچ بھی جائے تو وہاں کیا منصوبہ بندی کرے گا... ہم تو وہاں ساتھ ہوں گے نہیں منصوبہ بندی کرنے کے لیے"۔

"ٹھیک ہے... لیکن مسٹر جوناث اور ابطالم جیسے لوگوں کو ساتھ

بھیجا جا سکتا ہے"۔

"ہم لوگوں کو کھونے کا انشارجہ تصور بھی نہیں کر سکتا... اور یہ مہم انشارجہ کی نظروں میں اس قدر پر خطر ہے کہ آج سے پہلے کوئی اس قدر خطرناک مہم پیش نہیں آئی ہو گی"۔

"اوہ... اچھا خیر... لیکن انشارجہ کو یہ کیوں یقین ہے کہ ہم اس مخلوق سے ٹکر لے سکیں گے"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"انشارجہ کو یہ یقین نہیں ہے"۔ جیرال نے ہنس کر کہا۔

"کیا کہا... انشارجہ کو یہ یقین نہیں ہے... یہ کیا بات ہوئی"۔ محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انشارجہ کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ آپ لوگ اس مہم میں کامیاب ہوں گے"۔

"تب پھر اسے کیا یقین ہے؟"

"یہ کہ کامیاب نہیں ہوں گے"۔

"ارے تو پھر... وہ ہمیں کیوں بھیج رہا ہے"۔

"یہ جاننے کے لیے اس سلسلے میں کچھ کیا جا سکتا ہے یا نہیں... کیونکہ بہرحال آپ لوگ بھی ان میدانوں کے پرانے کھلاڑی ہیں... پروفیسر داؤد جیسے لوگ اس ٹیم میں شامل ہیں... کیا خبر... پروفیسر صاحب وہاں جا کر کوئی کام دکھا ہی دیں"۔

"مطلب تو پھر یہی ہوا... آپ لوگ ہمیں ڈھال کے طور پر

استعمال کرنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں بالکل.... اور آپ یہ وعدہ کر چکے ہیں کہ ڈھال کے طور پر استعمال ہوں گے"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن ہم اپنے انداز میں کام کریں گے.... آپ لوگوں کی کوئی ہدایت ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہو گی.... آپ ہمارے طریقے پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ بولا۔

"تو پھر بسم اللہ کریں اور یہ بتائیں.... ہمارے ملک کا کیا بنے گا.... آپ نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے"۔

"ملک کو ہر طرح سے آزاد کر دیا جائے گا"۔

وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"کیا آپ لوگ واقعی سنجیدہ ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں کیوں.... اس میں غیر سنجیدگی کی کیا بات ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... آپ لوگ اس مخلوق سے اس حد تک خوف زدہ ہو گئے ہیں کہ دوسرے تمام خوف آپ لوگوں کے ذہنوں سے نکل گئے ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اچھی بات ہے.... پہلے ہمارے گھر کے افراد کو رہا کیا جائے.... انہیں کسی جانبدار ملک میں بھیجا جائے.... یا پھر جو ملک ہم بتائیں....

انہیں وہاں بھیج دیا جائے.... جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو باتصویر فون پر ہماری ان سے بات کروائی جائے.... جب ہم پوری طرح مطمئن ہو جائیں گے.... اس وقت ہم آپ کے لیے کام کریں گے"۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ لوگ اس حد تک اطمینان کرنا چاہتے ہیں"۔ جیرال نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! اس لیے کہ آپ تو اپنے اصول کے پکے ہیں.... لیکن.... آپ کے اشارے والے اکثر دھوکا کرتے ہیں اور جب وہ دھوکا کرنے پر اتر آتے ہیں، اس وقت آپ کی بات بھی نہیں مانتے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔

"تو بس پھر.... آپ ہمارا اطمینان کرا دیں"۔

"ملک کا نام آپ خود تجویز کریں"۔ جیرال بولا۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے ملک کا نام بتا دیا۔

"اس ملک کے کسی ذمے دار آدمی سے بھی بات کرائیے گا"۔ انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" جیرال نے منہ بنایا۔

"فون پر بات کرانے کے بعد آپ لوگ پھر انہیں اغوا کر سکتے ہیں.... لہٰذا پہلے میں کسی ذمے دار آدمی سے بات کروں گا"۔

"ٹھیک ہے آپ کا ہر طرح سے اطمینان کرایا جائے گا"۔

اور پھر دوسرے دن اس ملک کے ایک ذمے دار آدمی نے ان

سے باتصویر فون پر بات کی۔۔۔ ان سے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے پرانے تعلقات تھے۔۔۔ اسی لیے تو انہوں نے اس ملک کا نام بتایا تھا۔۔۔ انہوں نے بتایا کہ ان سب کے بیوی بچے ان کے پاس پہنچا دیئے گئے ہیں۔۔۔ اور وہ بالکل خیریت سے ہیں"۔

"ٹھیک ہے مسٹر جیرال! ہم اپنی مہم پر جانے کے لیے تیار ہیں۔۔۔ کیا آپ میں سے کوئی ہمارے ساتھ جانا پسند کرے گا"۔

"پہلے مرحلے پر نہیں۔۔۔ آپ لوگ اس سرزمین کا چکر لگا آئیں۔۔۔ وہاں کے حالات ہمیں بتا دیں۔۔۔ پھر ہم غور کریں گے۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ اس سرزمین کے لوگوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہم سب کو ایک ساتھ جانا پڑے"۔ جیرال سوچ میں گم لہجے میں بولا۔

"او کے۔۔۔ تب پھر ہم اپنا سفر اس غار سے شروع کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ جس میں اس دنیا کے چار آدمی موجود ہیں اور جہاں آپ لوگوں نے شوکی برادرز کو بھیجا ہے"۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا آپ اپنا سفر سمندر کے اس سوراخ سے شروع نہیں کرنا چاہتے"۔ جیرال چونک اٹھا۔

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ مہم ہم اپنی مرضی سے سر کریں گے۔۔۔ اپنا طریقہ اختیار کریں گے۔۔۔ اس سلسلے میں آپ کا مشورہ تک قبول نہیں کریں گے"۔

"جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔۔۔ ہم تو بس یہ چاہتے ہیں۔۔۔ آپ

گ کسی طرح سوراخ کے اس پار پہنچ جائیں۔۔۔ اور اپنی آنکھوں سے ب کچھ دیکھ آئیں۔۔۔ اور ساتھ میں سونے کے جہاز کا بھی سراغ لگ ئے گا"۔

"پھر سونے کا جہاز"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا کریں۔۔۔ آخر وہ سونے کا پورا ایک جہاز ہے"۔

"ہو گا۔۔۔ ہمیں اس سے کیا۔۔۔ صرف سونے کے جہاز کے لیے ی انسانی جانیں گنوا دینا کہاں کی شرافت ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ ہم آپ کو اس غار تک پہنچا دیتے ہیں۔۔۔ ں کے بعد اگر آپ ہم سے مدد چاہیں گے تو سمندر میں اس جگہ آپ و پہنچا دیا جائے گا جہاں ہم نے چیک پوسٹ قائم کی تھی۔۔۔ چیک وسٹ سے آگے سفر آپ کا اپنا ہو گا۔۔۔ اس میں ہم کوئی مدد نہیں کریں گے"۔ جیرال نے کہا۔

"مجھے تو بہت افسوس ہو رہا ہے"۔ ایسے میں محمود کی آواز سنائی ی۔

"افسوس بے چارے کی کیا جرات کہ تمہیں ہونے لگے"۔ صف نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ بات نہ پوری کرنے دینا"۔ فرحت نے جل کر ہا۔

"ہاں محمود بتاؤ۔۔۔ تمہیں کس بات پر افسوس ہو رہا ہے۔۔۔ اور

کیوں ہو رہا ہے"۔

"اس بات پر کہ اس مہم میں ہماری ٹکر انکل جیرال سے تو ہو گی ہی نہیں.... اور نہ مسٹر ابطال سے اور نہ مسٹر جوناٹ اور راٹور سے"۔

"مجھ سے تو آپ لوگ ویسے ہی چوٹ کھا چکے ہیں.... مزید شکست کھانے کا ارادہ ہو تو لڑنے کی چوشن بھی نکال لیں گے"۔ ابطال کا ذکر رہنے دیں یہ اس وقت موجود نہیں ہنسا۔

"ضرور کیوں نہیں.... ہم چاہتے ہیں.... لڑائی آپ کی اور ہماری ہو.... آپ اس مرتبہ نکال لائے دوسری مخلوق کو"۔

"اس وقت پوری دنیا کو اس مخلوق سے خطرہ ہے.... اس خطرے کا ابھی دنیا کو علم نہیں.... صرف انشاجہ کو علم ہے.... جس روز دنیا کو پتا لگ گیا.... اس روز دنیا کا سکون ختم ہو جائے گا.... ہم تو بعد میں بھی آمنے سامنے آتے رہیں گے.... لیکن اگر مخلوق دنیا پر چھا گئی تو پھر کیسے مقابلے.... کیسے آمنے سامنے"۔ جیرال نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جیرال ٹھیک کہہ رہے ہیں.... اگر یہ واقعی کسی دوسری مخلوق کا مسئلہ ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب.... یہ آپ نے کیا بات کہہ دی"۔ جیرال چونکا۔

"مطلب یہ کہ اس سے پہلے بھی تو برف والے کیس میں آپ لوگوں نے مصنوعی مخلوق تیار کر کے ان کا شہر بسا دیا تھا اور ہمیں وہاں کی سیر کرا دی تھی تاکہ ہم پوری دنیا کو اس خطرے سے بوکھلاہٹ میں

مبتلا کر دیں"۔

"اوہ ہاں! وہ ہم نے واقعی ایک منصوبہ بندی کی تھی.... لیکن تم لوگوں نے اس کو ناکام بنا دیا.... لیکن اس بار ایسا نہیں ہے.... انشارجہ میں ان کی دو کاریں پکڑی گئی ہیں.... اور یہ واقعات سونے کا جہاز غائب ہونے کے بعد سے شروع ہوئے ہیں.... غالباً" اس سوراخ کے ذریعے ہمارا سونے کا جہاز ان کے ہاتھ لگ گیا ہے.... جس کے بعد وہ ہماری دنیا کی طرف نکل آئے"۔

عین اس لمحے ٹرانسیٹر پر اشارہ موصول ہوا.... جیرال نے فوراً سیٹ کان سے لگا لیا تاکہ وہ گفتگو نہ سن سکیں.... اور پھر انہوں نے جیرال کا چہرہ سفید پڑتے دیکھا۔

○☆○
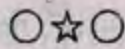
کیا مطلب

۴ فٹ قد کے پانچ آدمی ان کے سامنے کھڑے تھے.... وہ دو ٹانگوں' دو ہاتھوں' دو کانوں' دو آنکھوں' ایک ناک' ایک منہ والے ہی انسان تھے.... لیکن ان کے نقش و نگار عجیب و غریب تھے.... ناکیں اس قدر بڑی تھیں کہ دیکھنے سے منہ پر دو غار محسوس ہوتے تھے.... آنکھیں بالکل چھوٹی چھوٹی.... اس قدر چھوٹی کہ جیسے مکھی کی آنکھیں ہوتی ہیں.... رنگ سیاہ توے جیسا.... البتہ ان کے دانت اس قدر سفید تھے کہ سیاہ رنگ پر حد درجے کھل رہے تھے.... نیلی روشنی میں اگرچہ وہ نیلے نظر آ رہے تھے۔

"تو آپ ہیں وہ"۔ شوکی نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"چیں ٹی شاچی را"۔

"اب ہمیں کیا معلوم کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ مکھن نے منہ بنایا۔

"ٹوں راٹی پی کا"۔

"نہیں سمجھ میں آ رہا"۔ شوکی بولا۔

"سیں آ.... سالی ٹاروں"۔ ایک کے ہونٹ ہلے۔

"سمجھ میں نہ آئے تو کیا کروں"۔ مکھن نے جل کر کہا۔

اچانک ان میں سے ایک آگے بڑھا.... انداز ایسا تھا جیسے مار بیٹھے گا.... وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹے لیکن اس وقت تک وہ ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا.... اس نے اپنا دایاں ہاتھ اوپر اٹھایا.... اس کی ہتھیلی میں سے ایک شعاع نکلی اور ان پر پڑی.... وہ لڑکھڑا گئے.... دماغ جلتے محسوس ہوئے.... لیکن پھر جونہی اس نے ہاتھ نیچے کیا.... وہ سنبھل کر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔

"یہ اس نے اپنی طاقت دکھائی ہے"۔

"تب پھر جواب میں ہمیں بھی اپنی طاقت دکھانی چاہیے"۔ شوکی بولا۔

"طاقت.... اور ہم دکھائیں گے انہیں.... ہمارے پاس کیا چیز ہے.... جس کے ذریعے دکھائیں طاقت"۔ اشفاق نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں واقعی.... ہمارے پاس تو پروفیسر انکل کا دیا ہوا کوئی کھلونا بھی نہیں ہے.... اس قت محمود' فاروق اور فرزانہ ساتھ ہوتے تو ضرور ہم بھی انہیں کچھ دکھا سکتے تھے"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... اب ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں"۔ یہ کہہ کر مکھن آگے بڑھا.... اور انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گیا.... اس کے بھائی بھی بیٹھ گئے۔

وہ یہ اشارہ سمجھ گئے.... اور بیٹھ گئے.... اب مکھن نے اپنے ہاتھ کو آگے بڑھایا اور ان کے سامنے کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"یہ ہاتھ ہے.... ہاتھ"۔

"پیسا"۔ مخلوق نے بھی اپنے ہاتھ آگے کرتے ہوئے کہا۔

"واہ.... ایک لفظ تو معلوم ہو گیا.... یہ ہاتھ کو پیسا کہتے ہیں"۔

آفتاب خوش ہو گیا.... پھر اس نے آنکھ پر اپنی انگلی رکھی۔

"یہ آنکھ ہے.... کیا سمجھے.... آنکھ"۔

"آک؟" ایک نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"آک نہیں.... آنکھ.... ذرا زور دے کر.... نون غنہ منہ سے نکال کر بولیں"۔

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے یہ تمہاری زبان سمجھتے ہیں.... اگر یہ بات ہوتی تو اردو سکھانے کی بھی کیا ضرورت تھی"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"آنک"۔ مخلوق نے آنکھ کہنے کی کوشش کی۔

"واہ.... نون غنہ تو منہ سے نکالا اس نے.... یہ بھی بہت ہے.... اب آپ بتائیں.... آپ کیا کہتے ہیں آنکھ کو"۔ مکھن نے اشارہ کر کے پوچھا۔

"رایا"۔ وہ بولا۔

"چلئے معلوم ہو گیا.... آنکھ کو رایا کہتے ہیں"۔

"یار یہ کہیں ہمارے ساتھ ڈراما تو نہیں ہو رہا"۔ شوکی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"ڈراما.... کیسا ڈراما"۔

"جیسا برف کے اس پار والے کیس میں ہمارے ساتھ کھیلا گیا تھا"۔

"اوہ ہاں.... واقعی.... یہ وہ چکر ہو سکتا ہے.... لیکن ہماری الجھن یہ ہے کہ.... اس بار ہمارے باقی ساتھی ہمارے ساتھ نہیں ہیں"۔

"لیکن ہم اس سلسلے میں بھلا کیا کر سکتے ہیں"۔ اخلاق مایوسانہ انداز میں بولا۔

"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں.... بس انہیں اردو سکھاتے رہو.... شاید اس طرح کوئی بات پلے پڑ جائے"۔

"اور ہم اس غار میں کھائیں گے کیا"۔

"جو یہ مخلوق کھا رہی ہے.... وہی ہم کھا لیں گے"۔

"کیا پتا.... یہ کچھ کھاتی بھی ہے یا نہیں"۔ اشفاق بولا۔

"یار کیا بات کرتے ہو.... کھائے بغیر کوئی مخلوق زندہ رہ سکتی ہے؟"

"ہاں یہ بھی ہے"۔

وہ پھر سے مخلوق کی طرف متوجہ ہو گئے.... اس دوران وہ بھی آپس میں اپنی چوں پا وغیرہ کرتے رہے تھے.... اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سیٹیوں میں باتیں کرتے رہے ہوں.... تین گھنٹے تک ان کے ساتھ مغزماری کے بعد انہوں نے ان کا امتحان لیا اور پوچھا۔

"اچھا اب بتائیں.... یہ کیا ہے؟" مکھن نے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"پیسا"۔ مخلوق نے مسکرا کر کہا.... اس وقت انہیں پتا چلا.... وہ مسکرا بھی سکتے تھے۔

"اور یہ کیا ہے"۔ اس نے آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔

"رایا"۔ وہ بولا۔

"واہ.... کیا بات ہے.... ارے بھئی.... ہم اپنی زبان میں پوچھ رہے ہیں"۔ اس نے جل کر کہا.... اور زبان کی طرف اشارہ کیا۔

"کوبا"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"چلئے.... یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے زبان کے بارے میں پوچھا ہے کہ اسے کیا کہتے ہیں"۔

"چلو ہمیں ان کے تو تین لفظ معلوم ہو گئے.... اسی سے آگے بڑھتے ہیں"۔ شوکی مسکرایا۔

اب شوکی نے کلاس شروع کی.... کئی گھنٹے اور لگے.... تب کہیں جا کر وہ انہیں چند نام سکھانے میں کامیاب ہوئے۔

"خدا کا شکر ہے.... کچھ تو کامیابی ہوئی"۔

"یہ بھی بہت ہے شوکی برادرز.... اب آپ لوگ کھانا کھائیں.... ان کے پاس اپنا کھانا ہے.... وہ آپ نہیں کھا سکیں گے.... غار میں ایک طرف خشک خوراک کے ڈبے موجود ہیں.... اور پانی کی بوتلیں بھی ہیں" آواز سنائی دی.... گویا ٹوں خا غار کے دوسری طرف موجود تھا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر ٹوں خا.... تو آپ ہماری کارکردگی سے مطمئن ہیں"۔

"بالکل.... اس رفتار سے کام ہوتا رہا تو بہت جلد یہ اردو سیکھ جائیں گے اور ہم ان سے کھل کر بات کر سکیں گے"۔

"یہ آپ کے ہاتھ لگے کیسے؟"

"یہ لمبی کہانی ہے.... پھر سنائیں گے"۔

انہوں نے تین دن اس غار میں گزار دیے.... اس دوران وہ کافی کچھ اردو انہیں سکھانے میں کامیاب ہو گئے اور ان کی زبان جاننے لگے"۔

"مسٹر ٹوں خا.... اب ہم کسی حد تک ان سے بات کر سکتے ہیں"۔

"ہاں! میں سنتا رہا ہوں.... اور دیکھتا بھی رہا ہوں.... لیکن ابھی کچھ اور محنت کی ضرورت ہے"۔ ٹوں خا نے جلدی جلدی کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی.... ہم تو یہاں پھنس گئے ہیں"۔ شوکی نے

برا سا منہ بنایا۔

"اگر آپ لوگ غار میں رہتے رہتے تھک گئے ہیں تو آپ کو باہر کی فضا میں سیر کے لیے نکالا جا سکتا ہے"۔ توں نا نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب! یہ تو بہت اچھی بات ہے.... تو پھر نکالیے ہمیں باہر"۔ مکھن بے چین ہو گیا۔

"ابھی نہیں.... جب یہ مخلوق سو جائے گی.... تب آپ کو نکالا جا سکے گا"۔

"کیا یہ خطرناک مخلوق ہے؟"

"ہاں! حد درجے.... ان کے پاس ایسی کاریں ہیں جن پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی.... جہاز اڑا دینے والے گولے بھی اس کار کا کچھ نہیں بگاڑ سکے.... بس یہ تو ایک اتفاق تھا کہ یہ ہمارے ہاتھ لگ گئے"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی"۔

رات کو سب مخلوق سو گئی تو توں خا نے انہیں خفیہ اشارہ دیا.... اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... پہلے انہیں غار کے منہ سے نکال کر اس عمارت میں لایا گیا.... عمارت کے باہر ایک کار تیار کھڑی تھی.... اس کار میں انہیں بٹھایا گیا۔

کار شہر کا چکر لگاتی رہی۔

"یہ ہے کون سا شہر"۔

"انشارچہ کا ایک شہر ہیں"۔ ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔

"ارے.... یہ.... یہ ہمارے پاس سے کن کی گاڑی گزر گئی"۔ شوکی چلایا۔

"کس گاڑی کی بات کر رہے ہیں"۔ ڈرائیور نے حیران ہو کر کہا۔

"سفید رنگ کی بڑی گاڑی.... جو ابھی ابھی یہاں سے گزری ہے"۔

"کیا آپ چاہتے ہیں.... میں کار موڑ لوں اور اس کا تعاقب کروں"۔

"اگر آپ ایسا کر سکتے ہیں تو یہ بہت اچھی بات ہو گی"۔

"لیکن آپ کو کار سے اترنے کی اجازت نہیں ہو گی"۔

"ٹھیک ہے.... نہیں اتریں گے"۔

اور پھر وہ واپس مڑے.... لیکن سفید کار اب نظر نہیں آ رہی تھی.... تاہم ان کے ڈرائیور نے کار رفتار پر چھوڑ دی.... جلد ہی وہ سفید کار انہیں نظر آنے لگی.... لیکن درمیانی فاصلہ ابھی بہت تھا.... ان کا ڈرائیور رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

"ارے.... یہ تو واپس اس عمارت کی طرف جا رہے ہیں"۔ شوکی نے چونک کر کہا۔

"بہت خوب! آپ بہت ذہین ہیں.... واقعی اس سفید کار کا رخ اسی طرف ہے"۔

"اس کا مطلب ہے [illegible] یہ درمیان میں رہ گئی"۔

"جی نہیں.... آپ پسند کریں تو میں ابھی کار موڑ سکتا ہوں"۔

"نہیں نہیں.... پہلے ہم اس سفید کار کو دیکھیں گے"۔

دوڑ جاری رہی.... پھر اگلی کار اس عمارت کے اندر داخل ہوتی نظر آئی.... جس عمارت سے وہ روانہ ہوئے تھے اور جس کے دوسری طرف وہ غار تھا۔

"حد ہو گئی.... ہم نے تو بلاوجہ تعاقب کیا.... ان حضرات کو تو یہیں آنا تھا"۔ محمن نے جل بھن کر کہا۔

"پھر کیا خیال ہے.... پہلے سیر کر آئیں.... واپس آ کر ان سے مل لیں گے"۔ شوکی مسکرایا۔

"نہیں.... اب چونکہ یہاں آ گئے ہیں' لہٰذا پہلے ملاقات کر لیتے ہیں"۔

"لیکن اس گاڑی میں ہیں کون لوگ.... یہاں آپ کی جان پہچان والے کہاں سے نکل آئے"۔ ڈرائیور نے حیران ہو کر کہا۔

"بہت جلد خیال آ گیا یہ سوال پوچھنے کا.... خیر دیر آید درست آید.... دراصل مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ جیسے اس گاڑی میں ہمارے جانے پہچانے لوگ موجود ہوں"۔

"اور آپ نے صرف یہ محسوس کر کے اتنی دوڑ لگوا دی"۔ ڈرائیور نے بھنا کر کہا۔

"تو کیا ہوا.... آپ کو تو ہمیں سیر ہی کرانا تھی.... سو ہم سیر کر رہے ہیں"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں.... آپ جہاں چاہیں' شہر کے اندر مجھے لے جا سکتے ہیں.... ہاں شہر سے باہر آپ نہیں جا سکتے"۔

"شکریہ! فی الحال آپ کار عمارت کے اندر لے چلیں.... اس گاڑی سے اترنے والوں کو دیکھ کر ہی ہم فیصلہ کر پائیں گے"۔

"بہت اچھا"۔

پھر ان کی گاڑی اندر داخل ہو گئی.... سفید کار سے وہ لوگ اتر رہے تھے جب ان کی کار ان کے پاس جا کر رکی۔

"ارے!" نعرہ گونجا۔

"ارے!" ایک اور بار نعرہ گونجا۔

"لیکن ہم نے تو سنا تھا.... تم لوگ نئی مخلوق کو غار میں اردو سکھا رہے ہو"۔ فاروق نے انہیں نیچے سے اوپر تک گھورتے ہوئے کہا.... باقی لوگ جلدی جلدی ایک دوسرے سے ہاتھ ملا رہے تھے۔

"ہاں ٹھیک سنا تھا.... تین دن تک غار میں بند رہ کر اردو سکھانے کے بعد آج جب حد درجے بور ہو گئے تو ہم نے مسٹر ٹوں خا سے سیر کی اجازت لی تھی"۔

"کیا نام لیا.... ٹوں جا"۔

"اوہ نہیں.... ٹوں خا"۔

"یہ کیا نام ہوا"۔ آفتاب بولا۔

"پتا نہیں.... لیکن ہوا ضرور ہے.... ورنہ وہ اپنا یہ نام ہرگز نہ بتاتا"۔ شوکی مسکرایا۔

"شروع ہو گئے بس.... بھئی پہلے ایک دوسرے سے مل لو.... پھر اندر چل کر آرام سے بیٹھ جاؤ.... کچھ کھا لو.... اس کے بعد باتیں شروع کر لینا.... منع کون کرتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ! اور کون منع کرتا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"نہیں.... آج میں تم لوگوں کو نہیں روکوں گا.... نہ کوئی اور روکے گا، اس لیے کہ ہم سب بری طرح بور ہو رہے ہیں.... اور یوں بھی یہ مشکل ترین معاملہ ہے.... اس کیس میں جان بچتی نظر نہیں آتی.... آخر ہم اس مخلوق سے کس طرح مقابلہ کریں گے.... اگر مقابلہ کرنا آسان ہوتا تو انشارجہ کبھی ہمیں قربانی کا بکرا نہ بناتا.... آخر یہ سونے کے ایک جہاز کا بھی تو معاملہ ہے"۔

"کک.... کک.... کیا.... سونے کا ایک جہاز"۔ آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"ہاں! یہ قصہ دراصل سونے کے ایک جہاز سے شروع ہوا تھا"۔

"تب پھر ہمیں غار میں کیوں بند کیا گیا"۔

"ان کا خیال ہے.... سونے کا جہاز اس مخلوق کے ہاتھ لگ گیا ہے.... اور یہ مخلوق سونا پانے کے بعد ہی یہاں آئی ہے.... ورنہ اس دنیا

کا اسے کوئی علم نہیں تھا.... جب جہاز ان کے ہاتھ لگا، اس وقت انہیں ہماری دنیا کے بارے میں معلوم ہوا"۔

"ہوں.... تو چلیے پھر پہلے اندر چل کر بیٹھتے ہیں"۔

انہیں اندر لایا گیا.... ٹوں خا نے ان کے لیے کھانے پینے اور چائے وغیرہ کا انتظام کیا.... اس سے فارغ ہو کر وہ ایک دوسرے کمرے میں آ گئے۔

"مسٹر ٹوں خا.... پہلے ہم آپس میں باتیں کریں گے.... پھر اس مخلوق سے ملاقات کریں گے.... لہٰذا آپ آرام کریں.... کوئی ضرورت ہوئی تو آپ کو بلا لیں گے"۔

"ٹھیک ہے.... یہ گھنٹی کا بٹن ہے اس طرف.... اس کو دبا دیجئے گا"۔

"او کے"۔ وہ بولے اور ٹوں خا چلا گیا۔

"اب ہو جائیں ذرا دو دو باتیں"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"نہیں.... دو دو نہیں.... چار چار.... بلکہ آٹھ آٹھ"۔ آفتاب بولا۔

"یوں لگتا ہے.... جیسے تم باتیں کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرا اٹھے۔

"اللہ نہ کرے کہ ہم ادھار کھائیں.... انکل خان رحمان جیسے لوگ ہمارے انکل ہیں اور ہم ادھار کھائیں.... ادھار کھائیں ہمارے

دشمن"۔

"پڑ گئے ادھار کھانے کے پیچھے ہاتھ دھو کر"۔ آصف جھلایا۔

"کھانا ہاتھ دھو کر ہی کھانا چاہیے"۔ فرحت بول اٹھی۔

"مہا بھارت شروع ہونے جا رہی ہے۔۔۔ ہوشیار"۔ انسپکٹر جمشید نے بڑوں گویا خبردار کیا۔

"آپ نے خود تو اجازت دی تھی"۔ فرزانہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"منع تو اب بھی نہیں کیا۔۔۔ لیکن میں چاہتا تھا۔۔۔ پہلے ہم ایک دوسرے سے حالات سن لیتے"۔

"اوہ ہاں! یہ زیادہ مناسب رہے گا"۔

"تو ٹھیک ہے۔۔۔ پہلے ہم سناتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور حالات سنا ڈالے۔۔۔ اس کے بعد شوکی برادرز نے سنائے۔

"لیکن انکل۔۔۔ جیرال کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔۔۔ وہ کیا خبر تھی۔۔۔ جو اس نے سنی تھی"۔

"اس خبر کے بارے میں اس نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا' لیکن میں اپنا خیال ضرور سنا سکتا ہوں"۔

"چلیے خیال ہی ظاہر کر دیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ خبر اس مخلوق کے بارے میں تھی"۔

"اوہ۔۔۔ لیکن خبر تھی کیا؟"

"یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

"چلیے خیر۔۔۔ نہیں بتا سکتے تو نہ سہی۔۔۔ اب یہ مخلوق اس حد تک اردو سمجھ چکی ہے کہ ان سے بات کی جا سکتی ہے"۔

"تو پھر کیا تم نے بات کی شوکی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی تک نہیں۔۔۔ کیونکہ ہم مسٹر ٹوں خا کی ہدایات کے بعد ہی بات کر سکتے ہیں۔۔۔ وہ ہماری ایک ایک بات سن رہا ہے۔۔۔ اور ہمیں دیکھ بھی رہا ہے"۔

"کیوں مسٹر ٹوں خا۔۔۔ اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"یہ کہ ابھی انہیں اور اردو سکھائی جائے۔۔۔ ہمیں ان سے تفصیل سے بات کرنا ہے"۔

"لیکن اردو ہی کیوں۔۔۔ انگریزی یا کوئی اور زبان کیوں نہیں"۔

"اردو بہت کم ممالک میں بولی جاتی ہے۔۔۔ جب کہ انگریزی پوری دنیا میں۔۔۔ اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ یہ پوری دنیا کو بتاتے پھریں۔۔۔ یہ کون ہیں۔۔۔ کہاں سے آئے ہیں۔۔۔ ان کے کیا ارادے ہیں؟"

"بہت خوب! ہم انہیں اب اور آسانی سے اردو سکھائیں گے۔۔۔ اور مزید چند دن میں یہ اچھی بھلی اردو بولنے لگ جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں"۔

"لیکن آپ ہمیں ان سے معلومات حاصل کرنے سے روک

نہیں سکتے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرا کر بولے۔

"کیا مطلب... کیوں نہیں روک سکتا"۔

"اس لیے کہ مسٹر جیرال نے مجھے اس مخلوق کی مہم سونپی ہے۔ اور جب تک ہم ان کے بارے میں تمام معلومات حاصل نہ کر لیں۔ اس وقت تک ہم سمندر کی تہ کے نیچے سفر شروع نہیں کریں گے۔ آپ بے شک مسٹر جیرال سے بات کر لیں"۔

"حیرت ہے"۔ ٹوں خا بولا۔

"کس بات پر؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"پروگرام میں تبدیلی کیسے کر دی گئی... آپ لوگوں کو تو سیدھا ادھر لے جانا تھا"۔

"ہم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا... کیونکہ ہم اپنے طریقہ کے مطابق کام کرتے ہیں... اور مسٹر جیرال ہماری شرط ماننے پر مجبور ہو گئے... آپ ان سے بات کر لیں"۔

"ٹھیک ہے... یہ تو کرنا پڑے گا"۔

اور پھر آواز بند ہو گئی... وہ تھوڑی دیر انتظار کرتے رہے... آخر ٹوں خا کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے انسپکٹر جمشید... آپ بات چیت کر سکتے ہیں... ان سے جو معلومات ملیں... لے سکتے ہیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"اور پھر انہوں نے چند دن اور اس مخلوق کے ساتھ لگائے...

اب کہیں جا کر وہ آسانی سے بات چیت کرنے کے قابل ہوئی... ویسے وہ لوگ بہت ذہین تھے... بات کو فوراً سمجھ لیتے تھے... اور پھر آخر کار انہوں نے اس سے بات کرنے کی تیاری کر لی۔

"ہاں! اب جب کہ آپ ہماری زبان سمجھنے لگ گئے ہیں... بتائیے آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"جلوٹا سے... ہم جلوٹا کے رہنے والے ہیں"۔

"اس طرف کیسے آئے تھے"۔

"تم لوگوں کا ایک جہاز ہمارے ہاتھ لگ گیا تھا... سونے کا تھا... سونے کی ضرورت ہمارے جلوٹا پر بہت زیادہ ہے... جس ملک کے پاس زیادہ سونا ہے... وہ سب سے طاقتور ہے"۔

"جلوٹا پر کتنے ملک ہیں؟"

"دو سو کے قریب"۔ اس نے بتایا۔

"دو سو کے قریب... اچھا یہ بتائیں' سب سے چھوٹے ملک کی آبادی کتنی ہو گی؟"

"ہو گی بیس کروڑ"۔

"اس کا مطلب ہے... بڑے ملکوں کی آبادیاں تو بے تحاشہ ہوں گی"۔

"ہاں... بہت زیادہ"۔

"لیکن یہ جھوٹ ہے... یہ نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر جمشید نے

اچانک کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چاروں ایک ساتھ بولے۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے ٹوں خاں کی آواز سنی۔

○☆○

آگ کی لکیر

ان سب کی نظریں انسپکٹر جمشید کی طرف اٹھ گئیں۔

"آپ کا اشارہ کس جھوٹ کی طرف ہے ابا جان"۔ محمود کی آواز سنائی دی۔

"ان کی آبادی اس قدر زیادہ نہیں ہو سکتی"۔

"آخر کیوں؟" چار میں سے ایک نے کہا۔

"اس لیے کہ تم لوگ ہماری زمین کے باہر بنے ہوئے ابھاروں میں آباد ہو.... یہی بات ہے نا"۔

"ہاں.... بالکل.... تو پھر"۔

"تو پھر زمین کے باہر بنے ہوئے ابھار زمین سے بڑے کیسے ہو سکتے ہیں"۔

"واہ.... کیا بات کہی جمشید"۔ خان رحمان بولے۔

"بڑے نہیں ہیں.... لیکن آبادی کے لحاظ سے بڑے بھی ہیں"۔ ایک نے کہا

"آخر کیسے.... ذرا ہمیں بھی سمجھائیں"۔

"آپ کی دنیا کا کتنے فیصد حصہ خشکی اور کتنے فیصد حصہ پانی ہے"۔

"ایک حصہ خشکی اور تین حصے پانی"۔

"اور جس حصے میں خشکی ہے.... وہ بھی کس حد تک آباد ہے.... کیا خشکی میں کوئی غیر آباد جگہیں نہیں ہیں؟"

"ہاں بے تحاشہ جگہیں غیر آباد ہیں.... جنگل کے جنگل آبادی سے خالی ہیں"۔

"تو بس پھر.... ہمارے ہاں آبادی اس قدر ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے.... زمین پر بالکل خالی جگہ نہیں رہ گئی.... اور ہم نکلے تو سونے کی تلاش میں.... لیکن یہاں کے حالات جان کر اب ہم اس دنیا پر قابض ہونے کے لیے آئیں گے"۔

"آئیں گے تو تب نا.... جب یہاں سے جا سکیں گے.... اور اپنے ساتھیوں کو یہ باتیں بتا سکیں گے"۔

"یہی باتیں جاننے کے لیے ہم بھی آپ لوگوں کی زبان سیکھنا چاہتے تھے.... اور اسی لیے ہم بالکل بے ضرور بنے رہے.... ہماری طاقت تو آپ لوگ اب دیکھیں گے"۔

"کیا مطلب؟"

"ہم جا رہے ہیں.... اپنی آبادیوں کو یہ عظیم خوش خبری سنانے.... کہ ہم ان کے لیے ایک نئی دنیا تلاش کرنے میں کامیاب ہو

گئے ہیں اور یہ کہ اب ہم اس دنیا پر قابض ہو سکتے ہیں.... اس وقت دیکھئے گا.... کتنی بڑی تعداد میں ہم لوگ آئیں گے.... تم لوگ تنکوں کی طرح سے اڑ جاؤ گے.... ہمارے ہاتھوں مارے جاؤ گے.... تمہاری لاشوں سے یہ زمین بھر جائے گی.... لیکن خیر کوئی بات نہیں.... ہم ان لاشوں کو سمندر کے حوالے کر دیں گے.... سمندر کے ذریعے یہ ہماری دنیا کے جانوروں تک پہنچ جائیں گی اور ان جانوروں کے پیٹوں میں چلی جائیں گی.... وہ جانور اتنے بڑے ہیں کہ آپ کی دنیا میں شاید ہی کوئی اس قدر بڑا جانور ہو گا"۔

"ارے باپ رے.... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں"۔

"ڈرنے کی بات ہے.... اور ضرورت بھی.... لیکن ڈر تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکے گا.... ہم لوگ اس قدر ترقی یافتہ ہیں کہ آپ لوگ ہماری کسی چیز کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے.... آپ کے ہتھیار ہم پر اثر نہیں کر سکتے.... آپ لوگ سمندر کے اس راستے کو اول تو بند نہیں کر سکتے.... اور اگر کر بھی دیں کسی طرح تو ہمارے لیے ایسے اور ان گنت راستے نکل آئیں گے.... کیونکہ پہلے تو ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ سمندر کے دوسری طرف بھی کوئی دنیا آباد ہے.... یہ سوراخ تو دراصل ہم نے اپنے سمندر کی تہ میں کیا تھا.... نئی دنیا تلاش کرنے کے چکر میں.... لیکن ہوا یہ کہ اس سوراخ میں وہ جہاز آگرا.... ہم اس کو کھینچ کر اپنے سمندر میں لے گئے.... اس سے ملنے والی لاشوں کو دیکھ کر

ہمیں اندازہ ہوا کہ سمندر کے دوسری طرف بھی زندگی موجود ہے.... لہٰذا ہم اس طرف آ گئے.... مطلب یہ کہ ہمارے تو ہو گئی عیش.... اب تو بس اتنا کام رہ گیا ہے کہ ہم وہاں جائیں اور اپنے لوگوں کو خبردار کریں.... اور بس.... اس کے بعد لشکر کے لشکر اوپر آئیں گے.... اور تم ہم پانچ کا کچھ بگاڑنے کی طاقت نہیں رکھتے.... ان لشکروں کو کس طرح روکو گے.... مطلب یہ کہ تمہارا زمانہ ختم ہو گیا.... تمہاری زندگی کی مدت پوری ہو گئی.... اب یہاں بھی ہمارا دور ہو گا"۔

"نن نہیں.... یہ.... یہ بہت ہولناک بات ہے.... بہت خوفناک بات ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا کانپ گئے.... چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... لیکن"۔ پروفیسر داؤد کی آواز ابھری.... ان کی آواز میں اس وقت انہیں اس قدر سکون محسوس ہوا کہ وہ حیران رہ گئے اور انہیں گھورنے لگے۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ان کی طاقت کا مظاہر ہمیں یہیں دیکھ لینا چاہیے.... تاکہ کچھ اندازہ ہو سکے"۔ اب وہ انگریزی میں بولے۔

"کیا آپ چاہتے ہیں.... ہم ان سے مقابلہ کریں"۔

"ہاں.... بالکل"۔ وہ فوراً بولے۔

"لیکن ہم کیوں مقابلہ کریں.... اس کام کے لیے ہم راٹور کو بلا سکتے ہیں"۔ ایسے میں شوکی بول اٹھا۔

وہ مسکرا دیئے.... ایسی بات صرف شوکی ہی کہہ سکتا تھا.... مسکرائے وہ اس لیے تھے.... چند سیکنڈ کے غور کے بعد آخر انسپکٹر جمشید نے قدرے بلند آواز منہ سے نکالی۔

"مسٹر ٹوں خا"۔

"یس"۔ اس کی آواز سنائی دی۔

"آپ ذرا ہماری مسٹر جیرال سے بات کرائیں.... معاملہ حد درجے سنگین ہے.... جیسا کہ آپ سن چکے ہیں"۔

"ہاں! میں سن چکا ہوں اور کانپ بھی رہا ہوں.... یہ تو دیکھتے ہی دیکھتے.... کسی سیاہ بادل کی طرح پوری دنیا پر چھا جائیں گے"۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں.... میری بات مسٹر جیرال سے کرائیں.... یہ ان کا یا ہمارا نہیں.... پوری دنیا کا مسئلہ ہے.... پوری دنیا اس وقت موت کے دہانے پر آ کھڑی ہوئی ہے.... آپ لوگوں کا سونے کا جہاز اگر سوراخ میں نہ جا گرتا تو شاید یہ ابھی ایک مدت تک اس طرف نہ آتے.... پھر بھی آتے ضرور.... کیونکہ جگہ کی تنگی انہیں مسلسل باہر آنے پر مجبور کرتی.... اور ایک دن یہ اس طرف آ جاتے.... آپ کا سونے کا جہاز انہیں وقت سے بہت پہلے لے آیا"۔

"اچھی بات ہے.... میں بات کراتا ہوں"۔

جلد ہی جیرال کی آواز سنائی دی.... اسے ساری صورت حال سنائی گئی.... ان کے خاموش ہوتے ہی....

"باپ رے..... تب تو ہم سب مارے جائیں گے"۔

"لیکن ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ان کے پاس زیادہ نقصان پہنچانے والے ہتھیار ہیں یا ہمارے پاس' اور جب تک اس بات کا فیصلہ نہیں ہو جاتا..... کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا..... لہٰذا پروفیسر داؤد کی ایک تجویز ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ان پانچوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے..... انہیں ان کی دنیا میں نہ جانے دیا جائے اور ان کا راستا روک دیا جائے"۔

"ہوں..... اس سے زیادہ معقول تجویز اور ہو بھی کیا سکتی ہے؟"

"تب پھر ہم چاہتے ہیں..... ان کا مقابلہ پہلے مسٹر راٹور کریں"۔

"اوہ..... اوہ"۔ وہ بولا۔

"آپ نے ڈبل اوہ اوہ کیوں کہا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا یہ تجویز شوکی نے پیش کی ہے؟" جیرال ہنس کر بولا..... سب لوگ حیرت زدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"خیر..... میں راٹور کو بھیجتا ہوں..... اس عمارت کے چاروں طرف جدید ترین ہتھیاروں سے لیس اپنے خاص آدمی بھی مقرر کرتا ہوں..... تاکہ یہ لوگ کسی طرح بھی نکلنے نہ پائیں"۔

"بہت خوب! اب ہم راٹور کا انتظار کر رہے ہیں"۔

"چند گھنٹے تک وہ آپ کے پاس ہو گا"۔ جیرال نے کہا۔

وہ خاموش ہوئے تو نئی مخلوق میں سے ایک نے کہا۔

"آپ لوگ یہ کیا کر رہے ہیں..... ہم سے باتیں کرتے کرتے یہ کس سے باتیں کرنے لگے..... یہ اچھی بات نہیں..... کیا آپ ہمارے خلاف کوئی چال چل رہے ہیں"۔

"جو بات بھی ہے..... وہ آپ کو بتا دیتے ہیں"۔

"ہاں ضرور بتائیں..... ورنہ ہم الجھن کا شکار ہو جائیں گے..... پہلے ہماری مجبوری تھی..... حالات معلوم کرنے کے لیے جان بوجھ کر آپ لوگوں کے قابو میں آئے تھے..... اب تو کوئی مجبوری نہیں ہے..... لہٰذا ہم جب چاہیں یہاں سے جا سکتے ہیں"۔

"ہم آپ کو ساری بات بتا دیتے ہیں..... امید ہے آپ ہم پر نارض نہیں ہوں گے"۔

یہ کہ کر انہوں نے ضروری ضروری باتیں ان سے کہہ دیں..... چند سیکنڈ تک خاموش رہنے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

"گویا ہمیں آپ لوگوں سے مقابلہ کرنا ہو گا"۔ یہ بات اس نے ہنس کر کہی۔

"ہاں! یہی بات ہے"

"آپ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے"۔

"کر سکیں گے یا نہیں..... لیکن مقابلہ ضرور ہو گا"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں... بلکہ یہ اور اچھا ہے... ہم جا کر اپنے لوگوں کو آپ کے بارے میں بھی زیادہ وضاحت سے بتا سکیں گے"۔

"تب پھر آپ لوگ مہربانی فرما کر کچھ دیر صبر کریں"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔ وہ مسکرایا۔

"ارے ہاں! ہم نے آپ کے نام تو پوچھے ہی نہیں... اگر آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تو اپنے نام بتا دیں"۔ آصف نے چونک کر کہا۔

"بدلے میں آپ کو اپنے نام بتانا ہوں گے"۔

"جی ہاں ضرور... کیوں نہیں"۔ محمود بولا۔

"میرا نام جوشانا ہے... میں ان کا آفیسر ہوں... یہ کارزن... ناوری... جالان... اور شرکا ہیں"۔

"واہ... بہت خوب... بہت پیارے نام ہیں... اتنے خوبصورت نام ہم نے پہلی بار سنے ہیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن اب آپ اپنے نام بھی تو بتائیں"۔ جوشانا بولا۔

انہوں نے اپنے نام بتا دیے۔

"یہ نام بھی بہت اچھے ہیں... ہمیں پسند آئے"۔

"شکریہ بہت بہت... آپ لوگ اپنے بارے میں بھی اور کچھ بتائیں"۔

"پوچھیں... کیا پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"آپ کے پاس ہتھیار کون کون سے ہیں؟"

"ہم تمام ہتھیاروں کے بارے میں غائبانہ تو بتا نہیں سکتے... جب ہم آپ کی سرزمین پر حملہ کریں گے تو آپ لوگ ان ہتھیاروں کو اور ہتھیاروں کی کارکردگی کو دیکھ ہی لیں گے... فی الحال ہمارے پاس جو چیزیں ہیں وہ دکھا دیتے ہیں"۔

"بہت خوب... دکھائیے پھر"۔

انہوں نے جیبوں سے چند انڈے نما چیزیں نکالیں اور ان کے سامنے رکھ دیں۔

"یہ... یہ تو انڈے ہیں"۔

"انڈے... انڈے کیا ہوتے ہیں؟"

"ہمارے ہاں کھانے کی ایک چیز"۔

"نہیں... یہ کھانے کی چیزیں نہیں ہیں... ان کے ذریعے ہم اپنے دشمنوں کو ختم کر دیتے ہیں... یہ ایک اگر یہاں توڑ دیا جائے تو آپ سب لوگ آن کی آن میں ہلاک ہو سکتے ہیں"۔

"اوہ... تب تو یہ بہت خطرناک ہے"۔

"ہاں! حد درجے... جب یہ ٹوٹتا ہے نا... تو بہت آواز پیدا ہوتی ہے"۔

وہ سمجھ گئے کہ وہ بم کی قسم کی کوئی چیز تھی۔

"اور کوئی ہتھیار"۔

"اور بھی بہت سے ہیں.... لیکن ہمارے پاس اس وقت یہی ہیں"۔

"ہمارے ایک لڑاکا آنے والے ہیں.... ان سے آپ کا مقابلہ ہونے والا ہے.... اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ ان سے کس طرح جنگ کرتے ہیں"۔

"کرلیں گے.... آپ فکر نہ کریں.... ہم پانچ کے مقابلہ میں آپ نے صرف ایک کو بلایا ہے.... یہ جان کر حیرت ہوئی.... ہمارے مقابلہ میں تو آپ کو پوری فوج کو بلانا چاہیے تھا"۔

"کوئی بات نہیں.... ہم صرف آپ کی طاقت کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... اگر آپ نے ہم پانچ کو شکست دے دی.... تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے لوگ آپ کی زمین پر قبضہ نہیں کر سکیں گے.... اور اگر ہم آپ لوگوں کو قابو میں لے آئے اور اپنی دنیا کو لوٹ گئے تو پھر اس کا مطلب ہوگا.... آپ لوگوں کی خیر نہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے ان کی گفتگو میں دخل دیا۔

انہوں نے ان پانچوں کو باتوں میں لگائے رکھا.... یہاں تک کہ قدموں کی آواز ابھری.... اور انہوں نے راثور کو اندر آتے دیکھا....

اس کے چہرے پر ناخوش گواری کے آثار تھے۔

"خود مقابلہ نہیں کر سکتے تھے آپ لوگ"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"ہم نے سوچا.... آپ ہم سے کئی ہاتھ آگے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت آگے ہیں.... میں یہ باتیں اچھی طرح سمجھتا ہوں"۔ راثور نے جل بھن کر کہا۔

"کون سی باتیں؟" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ لوگوں نے سوچا.... میں آپ کے قابو میں تو آتا نہیں.... لہذا اس مخلوق کے ہاتھوں مجھے مروا دیں تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری.... یہی بات ہے نا"۔

"نہیں.... ہم دراصل الگ کھڑے رہ کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ لڑائی کیسے لڑی جاتی ہے.... اور اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... کیا یہ لوگ لڑنے کے لیے تیار ہیں"۔

"ابھی ہم نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ ہم ان سے لڑنے والے ہیں.... لیکن مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم نہیں چاہتے.... یہ اپنی دنیا میں جائیں.... اگر یہ وہاں چلے گئے تو پھر ان کی فوج ہماری دنیا پر حملہ کر دے گی.... کیونکہ یہاں کی خبریں یہ انہیں دیں گے.... اور جب تک یہ واپس نہیں پہنچ جاتے.... ان کے ساتھی خیال کرتے رہیں گے کہ یہ کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں"۔

"مطلب یہ کہ ہمیں انہیں روکنا ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"تب پھر آپ انہیں بتا دیں.... کہ یہ اب یہاں سے نہیں جا سکیں گے"۔ راٹور بولا۔

انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے اور بولے۔

"آپ کے لیے ایک خبر ہے"۔

"کیسی خبر؟" جوشانا بولا۔

"یہ کہ اب آپ کو یہاں سے جانے نہیں دیا جائے گا"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"آپ ہمارے قیدی ہیں.... اس لیے کہ اگر آپ کو جانے دیا گیا تو آپ اپنی دنیا میں جا کر ساری باتیں اس دنیا کی بتا دیں گے اور اس طرح آپ ہماری دنیا پر چڑھائی کر دیں گے"۔

"وہ تو ہو گی.... آج نہیں تو کل چڑھائی ہو گی"۔

"کچھ بھی ہو.... ہم کم از کم آپ کو نہیں جانے دیں گے"۔

"اور آپ ہمیں روک سکتے ہیں"۔

"ہاں! کیوں نہیں.... بالکل روک سکتے ہیں"۔

"اچھا تو پھر ہم جا رہے ہیں.... روک سکتے ہیں تو روک لیں"۔ جوشانا نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"ا.... سکھانے کی، فیس، تو دیتے جائیں"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"دھت تیرے کی.... انہیں فیس کی پڑی ہے.... یہ دنیا ہی تباہ و برباد ہو جائے گی تو فیس کو کیا چاٹو گے"۔ محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اللہ نہ کرے کہ یہ دنیا تباہ ہو.... اور خدانخواستہ تباہ ہوئی تو یہ بعد میں سوچیں گے کہ اب کیا کریں"۔

"فیس.... کیسی فیس؟" جوشانا کے کانوں تک بھی شوکی کے الفاظ پہنچ گئے۔

"آپ نے ان سے اردو سیکھی ہے.... اس کی فیس کا مطالبہ کر رہے ہیں"۔

"ارے ہاں واقعی.... لیکن نقد رقم تو آپ کے کام نہیں آ سکے گی.... کیونکہ ہمارے ہاں اور سکے چلتے ہیں.... آپ کے ہاں اور.... لہٰذا یہ انگوٹھی رکھ لیں.... آپ کو اس کے اچھے پیسے مل جائیں گے"۔ یہ کہہ کر جوشانا نے انگلی سے انگوٹھی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی.... شوکی نے انگوٹھی لے لی.... اس میں لگا ہوا نگ حد درجے چمک دار تھا۔

"لگتی تو قیمتی ہے"۔

"جب فروخت کریں گے تو پتا چلے گا.... اچھا اب ہم چلتے ہیں"۔ یہ کہ کر وہ غار کے دہانے کی طرف بڑھے۔

"آپ نہیں جا سکتے"۔

"چلیے آپ روک کر دیکھ لیں"۔

راٹور کے ہاتھ میں فوراً ہی شعاعی پستول نظر آیا۔۔۔ اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔۔۔ اس میں سے ایک نیلی شعاع نکل کر تیر کی طرح جوشانا تک گئی۔۔۔ شعاع اس کے جسم سے ٹکرائی۔۔۔ لیکن جوشانا جوں کا توں کھڑا رہا۔۔۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ ناچنے لگی۔۔۔ راٹور کا رنگ اڑ گیا۔۔۔ اس نے فوراً دوسری جیب سے دوسری طرز کا پستول نکالا اور اس کا بٹن دبا دیا۔

پستول سے آگ کی لکیر نکلی۔۔۔ اور ان پانچوں کے جسموں کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

○☆○
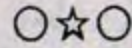
آسان صورت

"وہ مارا"۔ شوکی چلایا۔

"نہیں۔۔۔ ابھی نہیں مارا"۔ پروفیسر داؤد خوف زدہ انداز میں بولے۔

"جی۔۔۔ کیا مطلب؟" سب چلائے۔

"وہ دیکھو۔۔۔ آگ غائب ہو چکی ہے۔۔۔ پستول سے نکلنے والی لکیر پہلے آگ کی صورت اختیار کرتی ہے۔۔۔ اور جس کا نشانہ لیا جائے۔۔۔ اس کو گھیر لیتی ہے۔۔۔ پھر اس کے جسم کو آگ لگتی ہے۔۔۔ ان کے جسموں کو آگ نے صرف گھیرا ہے۔۔۔ جلایا نہیں۔۔۔ وہ بالکل آرام سے کھڑے ہیں۔۔۔ اور اس ک مطلب یہ ہے کہ یہ مخلوق سائنس میں ہم سے بہت آگے ہے"۔

"ارے باپ رے۔۔۔ پھر اب کیا ہو گا"۔ راٹور نے بوکھلا کر کہا۔

"وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا"۔

"ہاں یہ تو ہے"۔

اور آگ کے شعلے غائب ہو چکے تھے... اور نئی مخلوق کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"میں ان سے ہاتھوں اور پیروں سے لڑوں گا"۔ راٹور نے غراہٹ زدہ آواز منہ سے نکالی۔

"اسی لیے تو آپ کو بلایا ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

"تم چپ رہو... تم بہت چالاک ہو... اور اتنے چالاک لوگ مجھے اچھے نہیں لگتے... موقع ملا تو میں تمہاری اس چالاکی کا جواب دوں گا"۔

"لفافے پر ٹکٹ لگانا نہ بھولیے گا... کہیں چالاکی بیرنگ نہ ہو جائے"۔ شوکی نے شوخ آواز میں کہا۔

"یہ لفافہ کہاں سے ٹپک پڑا"۔ راٹور نے منہ بنایا۔

"میری چالاکی کا جو جواب آپ دیں گے... کیا وہ بذریعہ ڈاک نہیں بھیجیں گے"۔

"نہیں احمق صاحب... میں عملی جواب دینا پسند کرتا ہوں"۔

"تو یوں کہیے... آپ کو جیومیٹری پسند ہے"۔

"اچھا چپ رہو... اب میرا کمال دیکھنا... میں ان پانچوں کو کیسے رگیدتا ہوں"۔

"یا یہ آپ اکیلے کو رگیدتے ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں"۔

اور پھر راٹور ان کی طرف بڑھا۔

"مجھ سے لڑو گے دوستو"۔

"ہمیں لڑنے کی ضرورت نہیں... اس لیے کہ بغیر لڑے تمہیں زمین دکھا سکتے ہیں"۔

"ہائیں... اس قدر گاڑھی اردو... کمال ہے... اس قدر جلد"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ سکھانے والے کا کمال ہے"۔ شوکی نے طنزیہ کہا۔

"جی نہیں... سیکھنے والوں کا... ان کی یادداشت جو بہت تیز ہے"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"جی نہیں... سکھانے والے کا کمال ہے"۔

"حد ہو گئی... اگر سیکھنے والے عقل سے پیدل ہوں تو سکھانے والے کیا کریں گے"۔

"اوہو... اس میں لڑنے کی کیا بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"ہاں اور کیا... لڑنا ہی ہے تو مسٹر راٹور کا ساتھ دیتے ہیں اس مخلوق کے مقابلے میں"۔

"مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت نہیں"۔ راٹور بولا۔

"شکریہ بہت بہت... آپ بہت اچھے آدمی ہیں"۔ آفتاب خوش ہو کر بولا۔

عین اس لمحے جوشانا کے ہاتھ میں پستول نما ایک چیز نظر آئی۔

"تم اپنا حربہ استعمال کر چکے... اب ہماری باری ہے"۔

"ارے باپ رے... یہ ہے کیا"۔

"ہمارا ایک ہتھیار... بہت خطرناک... ہم چاہیں تو تم سب کو ایک ہی وقت میں ایک ہی وار میں جلا کر راکھ کر دیں... لیکن ہم صرف نمونہ دکھائیں گے... وہ بھی اس شخص کو... کیونکہ اس نے ہم پر دو وار کیے ہیں... بدلے میں ایک وار کرنے کا حق تو ہم رکھتے ہیں... رکھتے ہیں نا"۔

"ہاں! انصاف کا تقاضہ یہی ہے"۔ شوکی ہنسا۔

"ایک تو مجھے میدان میں لائے ہو... اور اوپر سے دوسرے کو انصاف پر بتا رہے ہو"۔ راٹور اس کی طرف الٹ پڑا۔

"اوہ... مم... معاف کیجئے گا... رنگل اٹور"۔

"اب میں رنگل اٹور بھی بن گیا"۔ وہ جل گیا۔

"ابھی کیا ہے مسٹر کرٹور... آگے آگے دیکھئے گا... ہوتا ہے کیا"۔

"اچھا خیر... دیکھ لوں گا... تم سب کو... پہلے ذرا ان سے نبٹ لوں"۔

یہ کہہ کر اس نے ان پر چھلانگ لگانے کے لیے پر تولے... ادھر نئی مخلوق سمجھ گئی کہ وہ ان پر چھلانگ لگانا چاہتا ہے... لہٰذا جوشانا کا بازو

حرکت میں آیا... پستول کی نالی سے پانی کی ایک باریک دھار نکلی اور آن کی آن میں پورے کمرے میں پھیل گئی... اس وقت تک راٹور چھلانگ لگا چکا تھا... لیکن اس کی چھلانگ درمیان میں رہ گئی... وہ دھم سے فرش پر گرا اور ساکت ہو گیا... باقی لوگ بھی بے حس ہو گئے... انہوں نے سنا... جوشانا کہہ رہا تھا۔

"ہم جا رہے ہیں... بہت جلد ہم تمہاری دنیا پر قابض ہو جائیں گے... ہمارا جائزہ مکمل ہو چکا"۔

"جائزہ... کیا مطلب"۔ انسپکٹر جمشید چونک کر بولے... انہوں نے محسوس کیا تھا کہ زبان حرکت کرنے کے قابل ہے۔

"سونے کا جہاز جب ہماری حکومت کے ہاتھ لگا تھا... تو فیصلہ کیا گیا تھا کہ جس دنیا کا یہ جہاز ہے... اس دنیا کا سراغ لگایا جائے... وہاں کے حالات معلوم کیے جائیں... وہاں کی زبان بھی کسی حد تک سیکھی جائے... ہم یہ سب کام مکمل کر کے جا رہے ہیں... یہاں قید ہونا ہماری مرضی کی وجہ سے تھا... ورنہ تم لوگ اور ہمیں قید کر سکو... ہم تم سے طاقت میں، ہتھیاروں میں، گاڑیوں میں... ہر چیز میں بہت آگے ہیں... تم ہمارا مقابلہ کسی صورت نہیں کر سکتے... پوری دنیا کے لوگوں کو ہم جلا کر راکھ کر دیں گے... ابھی تو میں نے اس پستول کا ہلکے والا بٹن دبایا ہے... اگر کہیں میں دوسرا دبا دیتا تو تم جل چکے ہوتے اور یہ غار پگھل جاتا... چاہو تو نمونہ دکھا دیں"۔ یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کے

لیے رکا... ان سب پر سکتے کا عالم طاری تھا۔

"نن... نمونہ... وہ کیسے؟"

"ایک بہت ہلکا سا فائر اس طرف کر رہا ہوں"۔

"لیکن کیا فائدہ؟" ایسے میں انہوں نے رفعت کی آواز سنی۔

"کیا مطلب؟" جوشاتا بولا۔

"مطلب یہ کہ ہم سب تو ساکت ہیں... کیا دیکھ سکیں گے"۔

"ابھی تھوڑی دیر تک تم ہلنے جلنے کے قابل ہو جاؤ گے"۔

"کیا کہا... چند منٹ تک"۔

"ہاں... چند منٹ تک... ہم غار کے اس طرف ایک فائر کر رہے ہیں... بہت ہلکا سا... کیونکہ اگر فل فائر کر دیا تو یہ پورا غار پگھل جائے گا اور تم بھی اس کے لاوے میں فٹ ہو جاؤ گے... جب کہ ہم چاہتے نہیں... تم اپنے لوگوں کو باہر نکل کر ہمارے بارے میں بتاؤ اور پوری دنیا کے لوگ مل کر ہمارے استقبال کی تیاری کر لیں... اب دنیا میں ہم رہیں گے... تم نہیں"۔

"لیکن ہم سب کو ہلاک کر کے تم لوگوں کو نقصان ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نقصان ہو گا... وہ کیسے... ایک دوسری دنیا رہنے کے لیے مل جائے گی"۔

"اللہ کی زمین بہت وسیع ہے... اور جیسا کہ تم نے بتایا ہے...

تم جس سرزمین کے ہو... وہ بھی کم وسیع نہیں ہے... اسی طرح اور بھی خالی زمینیں مل سکتی ہیں... لہٰذا اللہ کی مخلوق کو ضرور ہی پریشان کرنا ہے... آپ لوگ کوئی خالی زمین کیوں تلاش نہیں کر لیتے... جس پر کوئی آبادی نہ ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"ہمارے ماہرین تلاش میں لگے ہوئے ہیں"۔ جوشاتا نے منہ بنایا۔

"مگر... میں نقصان کی بات کر رہا تھا... ہم سب کو مار کر آپ لوگ بہت نقصان میں رہیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے پھر اپنی بات دہرائی۔

"آخر کیا... پتا بھی تو چلے"۔

"یہ کہ... پھر پوری دنیا کو صاف کرنا پڑے گا... آپ سب کو مل کر اس زمین کو ہماری لاشوں سے صاف کرنا ہو گا... جب کہ اس سے آسان صورت موجود ہے"۔

"آسان صورت... وہ کیا؟"

اس وقت تک انسپکٹر جمشید وغیرہ یہ محسوس کر چکے تھے کہ وہ حرکت کرنے کے قابل ہوتے جا رہے ہیں... لیکن وہ اسی طرح ساکت کھڑے رہے۔

"ہاں آسان... آپ لوگ ہم سب کو ہلاک نہ کریں... بلکہ کام کاج کروائیں... ہم لوگ آپ کے خادم ہوں گے"۔

"اوہ ہاں... یہ تجویز واقعی زیادہ اچھی ہے... ہم یہ تجویز اپنے افسران کے سامنے رکھیں گے... آپ کا شکریہ"

یہ کہہ کر وہ ان کے پاس سے گزرنے لگے... اچانک انسپکٹر جمشید کا ہاتھ غیر محسوس طور پر حرکت میں آیا... دوسرے ہی لمحے جوشانا کا پستول ان کے ہاتھ میں تھا۔

"خبردار... وہیں کھڑے رہو... ورنہ میں ٹریگر دبا دوں گا"۔

"چلانا آئے گا تو دباؤ گے نا"۔

"میں چلانا سیکھ چکا ہوں"۔

"کیا مطلب... کیسے سیکھ چکے ہو"۔

"جب تم نے پستول چلایا تو میری نظر تم پر تھی... اب دیکھیں میں پہلے یہ بٹن دباؤں گا اور پھر یہ"۔

"نہ نہ... ایسا نہ کرنا... اس طرح تم بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے"۔

"کوئی بات نہیں... ہم تو ویسے بھی مارے جائیں گے... جب تم اس دنیا پر قبضہ کر لو گے تو کیا مار نہیں دیے جائیں گے"۔

"ابھی ابھی تم نے جو تجویز پیش کی ہے... اس کے مطابق تو نہیں مارے جاؤ گے"۔

"تمہیں باتوں میں لگا کر چند منٹ گزارنا چاہتا تھا... تاکہ حرکت کرنے کے قابل ہو سکوں... خبردار... حرکت نہ کرنا... حرکت کرو گے

تو پھر میں بٹن دبا دوں گا... اس طرح تم بھی مارے جاؤ گے اور ہم بھی"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ جوشانا خوف زدہ آواز میں چلایا۔

"ابھی تو اس قدر بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے تھے... اور اب موت کے خوف سے کانپنے لگے"۔

"ہم لوگ اگر کسی چیز سے ڈرتے ہیں تو وہ ہے موت... ابھی تک ہم موت پر فتح نہیں پا سکے... یعنی یہ طریقہ دریافت نہیں کر سکے کہ کسی کو موت نہ آئے"۔

"اور نہ کر سکو گے... اس لیے کہ موت تو آ کر رہے گی... ہاں مرنے کے بعد پھر ایک زندگی ملے گی... اور وہ کبھی نہ ختم ہونے والی ہو گی"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ ہمارا دین... اسلام یہی کہتا ہے"۔

"یہ دین کیا ہوتا ہے"۔

"اب ہم تمہیں اسلام کی تعلیم بھی دیں گے... جب آ گئے ہیں تو یہ کام بھی سہی... انسپکٹر کامران مرزا... باقی چار کی جیبوں سے پستول نکال لو"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔

وہ اٹھے اور چاروں کی جیبوں سے پستول نکال لیے۔

"اب تم ہمارے قبضے میں ہو۔۔۔ ہم چاہیں تو تمہارے جسم پگھل کر رہ جائیں۔۔۔ لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔۔۔ پہلے ہم یہ بات جاننا چاہیں گے کہ تم میں طاقت کس حد تک ہے۔۔۔ پھر ہم تمہیں اسلام کی تعلیم دیں گے"۔

"لیکن آپ یہ کیسے جانیں گے کہ یہ کس حد تک طاقت ور ہیں"۔

"اس کے لئے میں شوکی کا فارمولا اختیار کروں گا"۔

"جی۔۔۔ کک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ مم۔۔۔ میرا فارمولا"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں۔۔۔ مسٹر راٹور اور مسٹر جوشاناٹا۔۔۔ ہاتھوں اور پیروں سے لڑیں گے۔۔۔ ایک دوسرے کو شکست دینے کی سرتوڑ کوشش کریں گے۔۔۔ اور یہ کام ہم اس غار سے باہر نکل کر پہاڑوں کے درمیان کریں گے۔۔۔ پستول بدستور میرے ہاتھ میں رہے گا"۔

"کیا!!!" راٹور اور جوشاناٹا کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اب یہی ہو گا۔۔۔ اس کیس کی باگ دوڑ اب ہمارے ہاتھ میں ہے اور مسٹر جیرال سے ہمارا معاہدہ ہوا ہے کہ ہم اپنے طریقے سے کام کریں گے۔۔۔ ان کی مرضی پر نہیں چلیں گے اور انہوں نے ہماری یہ بات مانی ہے"۔

"تت۔۔۔ تم بہت چالاک ہو"۔ راٹور چلایا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ آپ لوگ بھی کم چالاک نہیں ہیں۔۔۔ آئیے اب باہر چلیں"۔

اب ایک پستول انسپکٹر کامران مرزا نے بھی ہاتھ میں لے لیا تھا۔۔۔ اس وقت تک وہ ان کا جائزہ لے چکے تھے۔۔۔ اور چلانے کا طریقہ کار بھی جان چکے تھے۔

وہ اس عمارت سے نکل کر پشت کی طرف آئے۔۔۔ یہاں پہاڑیاں ہی پہاڑیاں پھیلی تھیں۔

"مسٹر راٹور۔۔۔ اور مسٹر جوشاناٹا۔۔۔ تم دونوں ایک دوسرے سے لڑو۔۔۔ مسٹر جوشاناٹا کے چاروں ساتھی کوئی حرکت نہیں کریں گے۔۔۔ ورنہ ان کے جسم پگھل جائیں گے۔۔۔ اب ساتھ میں ہمارے پگھلنے کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔۔۔ کیونکہ اب ہم کھلی فضا میں آ گئے ہیں۔۔۔ غار میں رہنے کی صورت میں ہم سب پگھلتے۔۔۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا مسٹر جوشاناٹا"۔

"افسوس تمہارے مقابلے میں ہم نے عقل استعمال نہیں کی۔۔۔ دوسرے یہ کہ ہم اس خیال میں تھے کہ ان پستولوں کو تم نہیں چلا سکو گے۔۔۔ لہٰذا ایک آدھ پستول پر اگر تم قبضہ کر بھی لو تو کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا"۔ جوشاناٹا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تو پھر لڑائی شروع کرو۔۔۔ ورنہ میں تم سب پر فائر کر دوں گا۔۔۔ انجام تم جانتے ہو کیا ہو گا"۔

"نن نہیں.... نہیں.... ہم موت سے بہت ڈرتے ہیں"۔

"تو کیا.... تمہاری زمین پر کوئی مرتا نہیں"۔

"مرتے ہیں.... آئے دن مرتے ہیں.... لیکن ہم موت کا کیا علاج کریں"۔

"جو لوگ موت سے ڈرتے ہیں وہ بار بار مرتے ہیں.... اب آگے بڑھو اور بہادروں کی طرح لڑو.... مسٹر راٹور تم سن رہے ہو.... تم بھی اس وقت ہمارا حکم ماننے پر مجبور ہو"۔

"ہاں افسوس"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ دونوں آمنے سامنے آ گئے.... باقی سب لوگ حیرت زدہ انداز میں انہیں دیکھ رہے تھے.... اس قسم کی لڑائی انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی.... ایک دوسری دنیا کی مخلوق اس دنیا کی مخلوق کے مقابلے میں کھڑی تھی.... راٹور وہ آدمی تھا.... جو اس وقت تک انہیں شکست پر شکست دے چکا تھا.... اور اس کے مقابلے میں ان کی اب تک کوئی پیش نہیں گئی تھی۔

اچانک راٹور اچھلا.... اپنے خاص انداز میں.... وہ تیر کی طرح جوشاٹا کی طرف گیا اور اس کے سر پر ایک ہاتھ رسید کر دیا۔

دوسرے لمحے ایک بہت عجیب بات ہوئی۔

○☆○

پتھروں کی بارش

جوشاٹا کا جسم ایک لمحے کے لیے بالکل ساکت رہ گیا تھا.... راٹور ہاتھ مار کر دوسری طرف جا پہنچا تھا.... اس نے جب جوشاٹا کو ساکت دیکھا تو بلند آواز میں ہنسا۔

"ہاہاہا.... آخر یہ مخلوق بھی میرا مقابلہ نہیں کر پائی"۔

جوشاٹا کے جسم کو ایک جھٹکا لگا.... باقی سب بری طرح چونکے.... اس کا چہرہ انہوں نے آگ کی طرح روشن ہوتا دیکھا۔

"یہ کس طرح کہ دیا آپ نے"۔ جوشاٹا نے پرسکون آواز میں کہا۔

"یہ.... یہ آپ کے چہرے کو کیا ہو گیا"۔

"راٹور نے میرے سر پر ہاتھ مارا ہے نا.... میرے جسم کا پورا خون سر کی طرف آ گیا ہے.... اب تم سب لوگ میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے.... جب تک میرے سر کا خون واپس جسم میں نہیں لوٹ جائے گا.... میرا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو گا"۔

"ارے باپ رے.... تم.... مسٹر راٹور.... یہ آپ نے کیا کیا"۔

رفعت نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا مطلب... اب مسٹر راٹور کو کیا پتا تھا کہ سر پر ہاتھ مارنے سے یہ ہو جائے گا"۔ فرحت نے رفعت کو گھورا۔

"تو اس میں گھورنے کی کیا بات ہے"۔

"ہاں واقعی! اس میں گھورنے کی تو ایک بات بھی نہیں، کم از کم ایک آدھ تو ہوتی"۔ فاروق مسکرایا۔

"اور میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا... اگر میرا ایک ہاتھ لگنے سے اس کے چہرے کی یہ حالت ہو گئی ہے تو دوسرا ہاتھ لگنے سے تو نہ جانے کیا ہو گا"۔

"آؤ پہلے تم ہی آؤ"۔ جوشاٹا غرایا۔

اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی اور جوشاٹا کے سر پر دوسرا ہاتھ رسید کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا... اس کی تیزی پر سب حیرت زدہ تھے... بس بجلی سی کوندتی تھی... دوسری طرف ردعمل اور شدید تھا... اب اس کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا۔

"حیرت ہے... انکل جوشاٹا... آپ کا چہرہ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے"۔ فاروق نے ہانک لگائی۔

"اماں جاؤ... ہر ایک کو انکل بنا لیتے ہو... اب اس دوسری دنیا کی مخلوق کو بھی انکل بنا ڈالا"۔ آفتاب جل گیا۔

"چلو تمہیں تو نہیں بنایا انکل"۔ فاروق اس پر الٹ پڑا۔

اس کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ آفتاب کے گال کی طرف گیا... لیکن وہ فوراً جھک گیا... اور تھپڑ محمود کے کندھے پر لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے"۔ محمود چلا اٹھا... ساتھ ہی اس نے لات گھمائی... جو فاروق کی بجائے رفعت کے گھٹنے پر لگی... بس پھر کیا تھا... ایک ہڑبونگ مچ گئی۔

"ارے ارے... یہ کیا طوفان بدتمیزی ہے"۔ بڑے چلائے اور ان میں بیچ بچاؤ کرنے کے لیے ان کے درمیان میں گھس گئے۔

جوشاٹا اور اس کے ساتھی مارے حیرت کے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"۔ جوشاٹا چلا اٹھا۔

"یہ... یہ وہی ہو رہا ہے... جو منظور خدا ہو رہا ہے"۔ شوکی کی آواز ابھری... جوشاٹا کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں... اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہائیں! تم تو بالکل الگ تھلگ کھڑے ہو... اس لڑائی بھڑائی اور بیچ بچاؤ میں کوئی حصہ نہیں لے رہے"۔

"میں ایسا ہی آدمی ہوں... دوسروں کے پھڈوں میں ٹانگ نہیں اڑاتا... خود ہی فیصلہ کر لیں گے اور جو فیصلہ بھی یہ کریں گے... مجھے منظور ہو گا"۔

"کیا مطلب... فیصلہ... کیسا فیصلہ"۔ جوشاٹا نے حیران ہو کر

کہا۔

"مجھے کیا پتا... کیسا فیصلہ... لڑ رہے ہیں یہ اور فیصلہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں... آپ کی عقل کہیں گھاس تو چرنے نہیں چلی گئی"۔

"کیا کرنے نہیں چلی گئی؟" جوشاٹا نے اسے گھورا۔

"بس بس... رہنے دیں... ابھی آپ کو اتنی گاڑھی اردو نہیں آ سکتی"۔ شوکی بولا۔

"دماغ پھر گیا ہے میرا جو اتنے گاڑھے الفاظ منہ سے نکال لیتا ہوں... معاف کر دیجئے اور مجھے باتوں میں نہ لگائیے... میں اس لڑائی سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں... اور ہاں بیچ بچاؤ سے بھی"۔

"کیا کہا... شوکی کے بچے... تم اس لڑائی سے لطف اندوز ہو رہے ہو"۔ محمود چلا اٹھا۔

لڑتے لڑتے اس کے کانوں میں اس کا یہ جملہ پڑ گیا تھا... اچانک وہ بھیڑ میں سے نکل کر شوکی کی طرف لپکا... انداز ایسا تھا جیسے مار ہی توڑ ڈالے گا۔

"ارے ارے... بچاؤ... انکل نئی مخلوق... مجھے اس سے بچاؤ"۔ شوکی چلایا۔

"اپنوں کی مار سے بچنے کے لیے دشمن کی مدد لے رہے ہو شوکی... یہ تمہاری زندگی کی بھیانک غلطی ہو گی"۔ محمود بولا۔

"ہوتی ہے تو ہوتی رہے"۔ شوکی نے ہانک لگائی۔

"کیا ہوتی ہے تو ہوتی رہے"۔ فرحت کی حیرت زدہ آواز گونجی۔

"ارے ارے... وہ بچ کر نکلا جا رہا ہے"۔

"بھیانک غلطی... اور کیا... تمہارے کان ایسے میں کیا کرنے لگے"۔ شوکی بولا۔

"شش... شوکی... وہ دیکھئے... غار کا دہانہ عبور کر چکا ہے... اور عمارت میں داخل ہو چکا ہے"۔

"اس کی تو ایسی کی تیسی"۔ محمود نے بلند آواز میں کہا... اور اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

"ارے ہائیں... خبردار محمود... جو تم نے شوکی کو ہاتھ بھی لگایا... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔ انسپکٹر جمشید گرجے اور وہ بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑے۔

"اگر آپ نے یہ محمود کو زندہ نہ چھوڑا تو پھر ہم بھی زندہ چھوڑے جانے کے قابل نہیں رہ جائیں گے... میرا مطلب ہے... ہم پھر جی کر کیا کریں گے... لہٰذا ہم آپ کو اس تک نہیں پہنچنے دیں گے"۔ یہ کہہ کر فاروق نے ان کے پیچھے دوڑ لگا دی... بس پھر کیا تھا... آن کی آن میں غار خالی ہو گیا اور وہاں صرف جوشاٹا اور اس کے ساتھی رہ گئے یا پھر راٹور۔

"یہ سب کیا تھا؟" جوشاٹا نے حد درجے بوکھلا کر کہا۔

"ایک منٹ ٹھہریں... میں ابھی پتا کر کے آتا ہوں"۔
یہ کہ کر راٹور نے بھی چھلانگ لگائی اور غار سے نکل گیا۔
یہ ان کی چال لگتی ہے مسٹر جوشاتا"۔ اس کے ساتھی تاوری نے کہا۔

"کوئی پروا نہ کرو... یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔ جوشاتا ہنس کر بولا۔

"لیکن مسٹر جوشاتا... ان لوگوں کو نہ مار کر ہمیں کون سا نقصان پہنچ جائے گا... یہ تو پوری دنیا اب ہمارے قبضے میں ہو گی... میرا خیال ہے... ہم اپنی دنیا میں چلتے ہیں... ہم ان کے چکر میں پڑ کر اپنا وقت کیوں ضائع کریں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... ہمارے لوگوں کو ان اطلاعات کی ضرورت ہے... جو ہم حاصل کر چکے ہیں... اور وہ بہت بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے"۔

"تو پھر آؤ۔

وہ آگے بڑھے اور غار کے دہانے پر پہنچے... لیکن غار کے منہ پر لگایا گیا دروازہ دوسری طرف سے بند ہو چکا تھا۔

"اوہ... وہ اپنے خیال میں ہمیں یہاں قید کر گئے ہیں... حالانکہ اب تک ہم صرف اپنی مرضی سے اس غار میں قید رہے ہیں"۔ یہ کہ کر جوشاتا نے ایک ٹھوکر دروازے کو رسید کی... دروازہ اکھڑ کر دوسری

طرف جا گرا... اب وہ عمارت میں داخل ہوئے... لیکن وہاں بھی ان میں سے کوئی نہیں تھا۔

"ارے... وہ تو یہاں بھی نہیں ہیں"۔

"یہ ان کی چال ہی تھی مسٹر جوشاتا... انہوں نے سوچا... اب ہم ان کے ہاتھوں مارے جائیں گے' لہٰذا وہ بھاگ نکلے"۔

"اوہ ہاں... ضرور یہی بات ہے... بہت بزدل نکلے پھر تو یہ لوگ"۔ جوشاتا ہنسا۔

وہ عمارت سے بھی باہر نکل آئے... دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور نہ ان میں سے کوئی موجود تھا۔

"آؤ چلیں... ہماری کار وہیں موجود ہو گی... جہاں ہم نے اس کو چھوڑا تھا... ان لوگوں سے نہ تو وہ چل سکتی ہے... نہ ہل سکتی ہے"۔ جوشاتا بولا۔

اور پھر انہوں نے لمبی لمبی چھلانگیں لگانا شروع کر دیں... اس طرح ان کی رفتار میں بہت اضافہ ہو گیا... اچانک ان پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی... ایک بڑا پتھر جوشاتا کے سر پر لگا... لیکن پوری قوت سے پلٹ کر آیا... اور ایک چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

"ہاہاہا... تو یہ تھا تمہارا پروگرام... کہ ہاتھوں اور پیروں سے لڑنے کی بجائے ہم پر پتھر برسانا شروع کر دو... تو کوئی بات نہیں...

ضرور کرو پتھروں کی بارش.... لیکن خود کو بچا کر.... ورنہ بھیجے نکل آئیں گے تمہارے.... اور ہمیں تو ایک پتھر بھی نہیں لگنے لگا.... سن لو.... ہم واپس اپنی دنیا میں جا رہے ہیں.... بہت جلد حملہ آور ہوں گے.... اور اس وقت تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے"۔

اس کی آواز پہاڑوں سے ٹکرائی اور پھر سنائی دی.... انہوں نے ہاتھ روک لیے.... کیونکہ اس حملے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہا تھا.... تاہم وہ اپنی جگہوں پر دبکے رہے۔

"تم لوگ بزدل ہو.... سامنے آ کر مقابلہ کرنے کی تو تم میں نہ ہمت ہے.... نہ طاقت.... لہٰذا جب ہمارا لشکر تم پر ٹوٹ پڑے گا.... اس وقت تم کیا کرو گے"۔

وہ کچھ نہ بولے.... سناٹا طاری رہا۔

"کوئی ایک تو تم میں سے مقابلے میں آئے"۔

"مسٹر راٹور.... کیوں تم آگے نہیں بڑھتے.... کرو مقابلہ اس سے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں.... لیکن اس کا مطلب ہے.... آپ اپنے آپ میں مقابلے کی ہمت نہیں پا رہے"۔

"نہیں.... اگر تم خوف محسوس کر رہے ہو تو پھر میں جاؤں گا مقابلہ کے لیے"۔

"میں ہرگز خوف زدہ نہیں.... لیکن میں چاہتا تھا.... پہلے آپ

مقابلہ کریں.... پھر میں کروں گا"۔ راٹور نے کہا۔

"میں سمجھ گیا.... تم خوف زدہ ہو چکے ہو"۔

"ایسی بات نہیں.... میں نے تو اس کے سر پر دو ہاتھ رسید بھی کر دیئے ہیں.... آپ نے اب تک کیا کیا"۔ وہ جل گیا۔

"میرا اور ان کا تو ابھی مقابلہ ہی نہیں ہوا.... جب مقابلہ ہو گا.... اس وقت کچھ کروں گا نا"۔ وہ شوخ انداز میں بولے۔

"ٹھیک ہے.... آپ لوگ یہاں دبکے رہیں.... میں مقابلہ کرتا ہوں جا کر"۔ راٹور بولا۔

"نہیں مسٹر راٹور.... مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں.... ہم اپنا آدمی کیوں ضائع کریں.... یہ لوگ اپنی دنیا میں جاتے ہیں تو جانے دیں"۔ ٹوں خا کی آواز سنائی دی۔

"یہ بہت غلط بات ہو گی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب.... کون سی بات غلط ہو گی"۔ ٹوں خا کی آواز سنائی دی۔

"ہم غار سے اس لیے باہر آ گئے تھے کہ ان لوگوں کو کھلی فضا میں گھیریں گے.... اور پتھروں کی بارش کریں گے.... پتھروں کی بارش کا نتیجہ ہم نے دیکھ لیا.... ہاتھ پیر کی لڑائی کا نتیجہ بھی ہم نے دیکھ لیا.... مسٹر راٹور کے دو ہاتھ مسٹر جوشاتا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ پائے.... اور اب آپ لوگ انہیں جانے کی اجازت بھی دے رہے ہیں.... یہ بھیانک

غلطی ہو گی"۔ انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"آخر کیسے؟"

"اگر یہ لوگ اپنی دنیا میں پہنچ گئے تو یہ اپنی پوری فوج کو لے کر آئیں گے اور دنیا پر حملہ آور ہوں گے.... اور اگر ہم نے انہیں جانے نہ دیا تو ان کی باقی قوم ہماری دنیا کا رخ نہیں کرے گی.... اور خوف زدہ ہو جائے گی اور یہ خیال کر بیٹھے گی کہ ہم ان سے زیادہ طاقت ور ہیں"۔

"اوہ.... اوہ.... مسٹر انسپکٹر جمشید.... آپ سو فیصد درست کہہ رہے ہیں.... ان لوگوں کو ہر حال میں روکنا ہو گا"۔ ٹوں خا کی آواز سنائی دی۔

"تب پھر مسٹر ٹوں خا.... آپ فوراً مسٹر جیرال سے رابطہ کریں.... انہیں صورت حال بتائیں.... سمندر یہاں سے بہت دور ہے.... راستے میں جس قدر رکاوٹیں وہ کھڑی کر سکتے ہیں کریں.... ان کو روکنے کی ابتدا ہم یہیں سے کر رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل ٹھیک.... آپ کی تمام باتیں دل کو لگتی ہیں"۔ ٹوں خا کی آواز سنائی دی.... اور پھر سناٹا طاری ہو گیا۔

"تو یہ پروگرام ہے تم لوگوں کا.... لیکن ہم کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لائیں گے.... ہم پر کیا جانے والا ہر حملہ واپس اسی قوت سے پلٹے گا اور نقصان تمہارا ہو گا"۔

"جی نہیں.... ایسی بات نہیں ہے"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب.... کیسی بات نہیں ہے؟"

"حملہ نہیں پلٹے گا.... ان سے مقابلہ میں کروں گا"۔

"آپ مقابلہ کریں گے ان سے"۔ انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے۔

"ہاں! میں مقابلہ کروں گا.... کیوں جمشید.... حیران کیوں ہو گئے"۔ وہ مسکرا کر بولے۔

"راٹور جیسے ان کے مقابلے میں نہیں ٹک سکے.... اگرچہ ان میں اور راٹور میں فیصلہ کن مقابلہ نہیں ہوا.... لیکن اندازہ تو لگا سکتے ہیں نا.... کہ کس کے ہارنے کے امکانات ہیں.... ہم اس مخلوق کا مقابلہ نہیں کر سکتے"۔

"جمشید! تم فکر نہ کرو.... تیل دیکھو' تیل کی دھار دیکھو"۔

"لیکن پروفیسر انکل.... آخر آپ ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"بھئی تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے"۔

"جیسے آپ کی مرضی' پروفیسر صاحب"۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔

انسپکٹر جمشید ان کی طرف گھوم گئے۔

"یہ آپ نے کیا کہ دیا.... پروفیسر داؤد ہمارے لیے بہت اہم ہیں.... اگر یہ مقابلے میں چوٹ کھا بیٹھے تو"۔

"اللہ مالک ہے.... آپ پریشان نہ ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکا دیئے.... ادھر پروفیسر داؤد اپنی جگہ سے نکل کر ان پانچوں کی طرف قدم بڑھا رہے تھے.... آخر وہ ان کے بالکل سامنے پہنچ گئے۔

اب سب کے دل بری طرح دھڑکنے لگے.... پلکیں تک نہیں جھپک رہے تھے.... ایسے میں پروفیسر داؤد کا ہاتھ حرکت میں آیا۔

○☆○

ایک اجازت

ان کا ہاتھ اپنی ایک جیب میں گیا' جب باہر نکلا تو اس میں ایک پنسل تھی۔

"اس پنسل کو دیکھ رہے ہیں آپ"۔

"ہاں دیکھ رہے ہیں.... کیا آپ ہم سے اس پنسل کے ذریعے لڑیں گے"۔

"ہوں! اس پنسل سے کچھ شعاعیں خارج ہوں گی.... اگر ان شعاعوں نے تم لوگوں کے ارد گرد پھیلی شعاعوں کو ختم کر دیا تو پھر میرے ساتھی جو پتھر بھی چلائیں گے.... وہ تمہیں لگے گا"۔

"کوشش کر کے دیکھ لیں.... ہمارے جسموں کے گرد جن شعاعوں کا گھیرا ہے.... وہ اس طرح ختم نہیں ہو سکتیں"۔ جوشانا مسکرایا۔

"تم اس پنسل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔ انہوں نے سر ہلایا۔

"میں اس کا بٹن دبا رہا ہوں"۔

"ضرور دبائیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

انہوں نے پنسل میں لگا بٹن دبا دیا.... اس کے سرے سے نیلے رنگ کی ایک باریک ترین سی لکیر نکل کر تیر کی طرح ان کی طرف طرف گئی اور غائب ہو گئی۔

"کچھ محسوس کیا؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"ابھی تک نہیں"۔ جوشانا نے فوراً کہا۔

"اب میں ایک طرف بیٹھ جاتا ہوں.... جمشید.... تم اوٹ میں رہ کر ذرا ایک پتھر تو ان کی طرف چلاؤ"۔

"لیکن اس طرح پتھر آپ کو لگ سکتا ہے.... کیونکہ پنسل کی شعاع نے کام کیا ہے یا نہیں.... یہ ابھی ہمیں معلوم نہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... میں بھی ایک چٹان کی اوٹ لے رہا ہوں"۔ پروفیسر داؤد نے مسکرا کر کہا۔

جونہی وہ اوٹ میں ہو گئے.... انہوں نے پتھر اٹھا کر دے مارا.... لیکن پتھر اسی قوت سے واپس پلٹا اور ایک چٹان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا.... اگر راستے میں وہ چٹان نہ ہوتی.... تو ظاہر ہے یہ پتھر انسپکٹر جمشید کو لگتا"۔

"پروفیسر صاحب! آپ کی پنسل بے کار گئی"۔ جوشانا ہنسا۔

"ہاں میں دیکھ چکا ہوں.... مجھے افسوس ہے جمشید میں ان کے

مقابلے میں کچھ نہیں کر سکا"۔

"لیکن پروفیسر صاحب.... کیا ہم ہاتھ پیر سے بھی ان سے نہیں لڑ سکتے"۔

"تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے"۔

"تمہاری مرضی جمشید"۔ انہوں نے کندھے اچکائے۔

"آیئے انسپکٹر کامران مرزا.... ہم ایک ایک وار تو کر کے دیکھیں.... ورنہ حسرت رہے گی"۔

"میری بھی یہی رائے ہے.... آخر جنگ کر لینے میں حرج کیا ہے"۔ انہوں نے پرسکون انداز میں کہا۔

"مطلب یہ کہ.... مسٹر انور اب مقابلے پر نہیں آئیں گے"۔

"میں دو ہاتھ جوشانا کو رسید کر چکا ہوں"۔

"لیکن ان دو ہاتھوں کا فائدہ کیا ہوا؟"

"پتا نہیں.... ویسے میں نقصان ضرور محسوس کر رہا ہوں"۔

"اوہو اچھا.... وہ کیا؟"

"ہاتھوں میں شدید جلن محسوس ہو رہی ہے"۔

"اوہ"۔ ان سب کے منہ سے نکلا۔

"اس کے باوجود ہم مقابلہ کریں گے"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دستانے نکال لئے.... انسپکٹر کامران مرزا نے بھی یہی کیا.... پھر وہ ان کے سامنے پہنچ گئے۔

"کیا ہمیں بھی اجازت ہے ابا جان"۔ محمود کی آواز گونجی۔

"نہیں.... ہرگز نہیں.... پہلے ہم تجربہ کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

وہ ان کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔

"تم ہمیں نہیں روک سکو گے.... ہماری قوم اس دنیا میں آ کر رہے گی.... اب یہ دنیا ہماری دنیا ہے.... تمہاری نہیں"۔

"اچھا! اچھا.... دیکھا جائے گا.... زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کریں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا اور آگے بڑھ کر جوشاتا کا گلہ پکڑ لیا۔

اس نے حرکت کرنے کی کوئی کوشش نہ کی.... ادھر انسپکٹر کامران مرزا کو پسینہ آ گیا.... کیونکہ اس کا گلہ ربڑ کی طرح لچکدار تھا.... اور ان کی انگلیوں سے پھسل پھسل جا رہا تھا.... آخر گلہ چھوڑ کر انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور فوری طور پر ایک جھٹکا دیا.... اس کا جسم ہوا میں اڑا۔

"وہ مارا"۔ ان کے ساتھی چلائے۔

جوشاتا نیچے آیا.... اور بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"ابھی ہم ہاتھ پیر نہیں ہلا رہے.... اس بات کا خیال رہے"۔ جوشاتا نے کہا۔

. . . . . .

"اچھا.... خیال رہے گا"۔

ایسے میں اچانک انسپکٹر جمشید حرکت میں آئے.... انہوں نے ناوری کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

"ارے ارے.... یہ کیا بھئی"۔ ناوری بے تحاشہ ہنسنے لگا.... ہنسی اس سے روکے نہیں رک رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر چکر کھانے لگے۔

"یہ تم کس طرح لڑ رہے ہو"۔

"ہم اسی طرح لڑتے ہیں.... اب، معلوم نہیں.... تمہارے ہاں کس طرح لڑا جاتا ہے"۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس کو ایک کھائی میں پھینک دیا.... انہوں نے دیکھا.... اس کا جسم گرتے ہی سیدھا ہو گیا تھا.... اور پھر اسی طرح اچھل اچھل کر اوپر آنے لگا.... جیسے گیند اچھل رہی ہو.... دیکھتے ہی دیکھتے وہ.... اوپر آ کر پھر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا.... ان کی سٹیاں گم ہو گئیں' ایسے میں جوشاتا کی آواز ابھری۔

"یہ صورت حال تو صرف اس لیے ہے کہ ہم حملہ نہیں کر رہے.... ذرا سوچیں' جب ہم حملہ کریں گے اس وقت آپ کا کیا بنے گا"۔

"ایک منٹ انکل"۔ ایسے میں رفعت کی آواز گونجی۔

سب کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں۔

"کیا کہنا چاہتی ہو رفعت؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔=

"ایک، اجازت مجھے بھی دیں"۔ وہ مسکرائی۔

"ایک اجازت! کیا مطلب؟" وہ حیران ہو کر بولے۔

"میں ان میں سے ایک سے مقابلہ کرنے کی اجازت مانگ رہی ہوں"۔ اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"بھلا ہم کس طرح اجازت دے سکتے ہیں.... جب کہ اس معاملے میں ہم بھی کچھ نہیں کر پا رہے"۔

"آپ ایک موقع تو دیں نا انکل.... پلیز"۔ رفعت بولی۔

"اچھی بات ہے"۔ وہ بولے۔

"لیکن میں خود نہیں لڑوں گی.... میں اپنے سپاہی کو بھیجوں گی"۔

"سپاہی.... کیا مطلب.... یہاں سپاہی کہاں"۔ خان رحمان نے رفعت کو گھورا۔

"انکل! میرا مطلب ہے.... میں اخلاق احمد کو بھیجوں گی"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ مسٹر جوشانا سے اخلاق احمد لڑے گا"۔ انسپکٹر جمشید بوکھلا کر بولے۔

"جی ہاں بالکل"۔

"شاید تم مذاق کے موڈ میں ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ناخوش گوار انداز لہجے میں کہا۔

"مذاق اور آپ سے کروں گی"۔

"تب پھر رفعت.... تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے"۔ شوکی نے اسے گھورا۔

"نہیں بھیا.... میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے.... آپ کو ایک موقع دینا ہو گا"۔ رفعت نے عجیب سے انداز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید نے بغور رفعت کی طرف دیکھا.... آخر بولے۔

"اچھی بات ہے.... بھیجو اخلاق کو آگے"۔

رفعت نے اپنا منہ اخلاق کے کان سے لگا دیا۔

"ارے یہ کیا.... یہ تم کھسر پھسر کیا کرنے لگیں"۔

"اخلاق کو بتا رہی ہوں.... اسے کرنا کیا ہے"۔

"کرنا کیا ہے.... ارے بھئی لڑنا ہے اور کیا کرنا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"لیکن کیسے لڑنا ہے.... یہ تو بتانا ہی پڑے گا"۔

"اس سے بہتر تھا.... خود لڑ لیتیں"۔

"وہ.... میں لڑکی ہوں نا.... اور جس انداز کی یہ لڑائی ہو گی.... وہ میرے لیے مناسب نہیں"۔

"پتا نہیں.... کیا ہے تمہارے دماغ میں"۔ آصف نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"بھوسہ"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"اے جناب خبردار.... بھوسہ ہو گا آپ کے اپنے دماغ میں"۔ محسن نے جھلا کر کہا۔

"نہیں نہیں.... اب اس کا موقع نہیں"۔ پروفیسر داؤد بوکھلا کر

بولے۔

"آپ کہتے ہیں تو رک جاتا ہوں"۔ مکھن مسکرا دیا۔

"جی ہاں! ورنہ یہ حضرت میری تکا بوٹی ہی تو کر دیتے"۔

اسی وقت اخلاق زور سے ہنسا۔

"لیجیے.... آپ کے سپاہی تو لگے ہنسنے.... لڑیں گے بے چارے کیا"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"جو سپاہی ہنس نہیں سکتا.... وہ کیا لڑ سکتا ہے"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"خیر بھئی.... دیکھیں گے تمہارے سپاہی کو"۔

آخر اخلاق میدان میں آ گیا۔

"آپ ذرا ایک طرف ہٹ جائیں انکل"۔ اخلاق نے کہا۔

"ہم تمہارے لیے بہت فکر مند ہیں.... اگر کسی کھائی میں [illegible] گرے تو"۔

"پروا نہیں انکل.... اس مخلوق سے شکست کھانا ہمارے لیے کہیں زیادہ پریشان کن ثابت ہونے والا ہے"۔ اخلاق نے جذباتی انداز میں کہا۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"کیا آپ مجھے حملہ کرنے کی اجازت دیں گے"۔ اخلاق نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"تت.... تم.... جان تو نکلی جا رہی ہے.... تم کیا لڑو گے.... یہ دونوں حضرات بھی جو شاید تمہاری پارٹی کے لیڈر ہیں.... یہ تو ہمارا بال بیکا کر نہیں سکے.... تم کیا کر لو گے"۔

"میں وہ کام کر سکوں گا.... جو یہ نہیں کر سکے"۔ اخلاق کا انداز پراسرار تھا۔

"کیا مطلب؟"

"میں مطلب نہیں بتا سکتا.... حملہ کی اجازت چاہتا ہوں"۔

"اچھا اچھا.... آؤ"۔

اور پھر اخلاق جوشانا کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"آیئے.... پہلے ہم ایک بار گلے مل لیں"۔ اخلاق نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

"گلے ملنے کی کیا ضرورت ہے"۔ جوشانا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا آپ گلے ملنے سے ڈرتے ہیں"۔

"میں اور تم سے ڈروں گا"۔ جوشانا ہنسا۔

"ارے تو پھر آئیں نا.... گلے مل لیں"۔ اخلاق بولا۔

"لیکن اس کی ضرورت کیا ہے؟"

"ہاں واقعی.... یہ بات تو ہے.... اس کی ضرورت کیا ہے؟"

انسپکٹر کامران مرزا بھی بول اٹھے۔

"انکل! کم از کم آپ تو یہ نہ کہیں"۔ اخلاق نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا خیر میں نہیں کہتا"۔

"آؤ بھئی.... مل لو گلے.... بات کو لمبا نہ کرو"۔ جوشانا نے جل بھن کر کہا۔

اخلاق دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے جوشانا کی طرف بڑھا.... اس نے بھی ہاتھ پھیلا دیئے.... اور پھر دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لگ گئے۔

اچانک انہوں نے جوشانا کی ہنسی کی آواز سنی.... زوردار ہنسی کی۔

"کیا ہوا.... مسٹر جوشانا.... یہ ہنسی کیسی"۔ انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"ہاہاہا.... ہاہاہا.... اس.... اس سے.... اس سے.... ہاہاہا"۔

وہ ہنسی کی وجہ سے کچھ کہ نہیں پا رہا تھا.... اخلاق اس کے جسم سے ابھی تک چمٹا ہوا تھا۔

"ہاہاہا.... اف.... ہاہا.... ارے.... ہاہاہا.... نن.... نہیں.... ہاہاہا"۔

وہ بے تحاشا ہنس رہا تھا.... ہنسی پر کسی طرح قابو نہیں پا رہا تھا.... اخلاق اس سے اسی طرح چمٹا ہوا تھا۔

"حیرت ہے.... مسٹر جوشانا کو یہ کیا ہو گیا ہے"۔

"میں نے کہا تھا نا.... اخلاق مقابلہ کرے گا"۔ رفعت کی آواز

ابھری۔

"کیا مطلب؟" سب ایک ساتھ بولے۔

"دیکھ لیں.... جوشانا بالکل بے دم ہو چکا ہے.... وہ اخلاق کو کچھ بھی نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"جب آپ نے جوشانا کو اٹھایا تھا نا انکل.... وہ بالکل اسی طرح بے ساختہ ہنسنے لگا تھا.... اس وقت میں سمجھ گئی تھی.... یہ اس لیے نہیں ہنس رہا کہ آپ نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا ہے.... بلکہ اس کے جسم میں گدگدی ہو رہی تھی.... بے تحاشہ گدگدی.... اور شاید مسٹر جوشانا گدگدی برداشت نہیں کر سکتے.... یا پھر یہ پوری قوم گدگدی برداشت نہیں کر سکتی"۔

"اوہ رفعت.... اوہ"۔ فرزانہ چلائی۔

"بہت خوب رفعت"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور جھک کر ناوری کو اٹھا لیا.... دوسرے ہی لمحے ناوری بھی بے تحاشا ہنس رہا تھا۔

"وہ مارا.... یہ قوم گدگدی بالکل برداشت نہیں کر سکتی.... چلو ان کی ایک کمزوری تو ہمارے ہاتھ لگی'، انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا اور پھر انہوں نے بھی بلا کی تیزی سے جلان کو اپنے سے لپٹا لیا.... اس کی ہنسی کی آواز بھی پہلی دو آوازوں میں شامل ہو گئی۔

اب ان تینوں کے قہقہے گونج رہے تھے.... یہ دیکھ کر خان رحمان

بھی حرکت میں آ گئے.... اور محمود بھی آگے بڑھا.... لیکن اس وقت تک جوشانا کے باقی ساتھی خطرے سے خبردار ہو چکے تھے.... وہ اچھل کر دور ہو گئے.... پھر ان میں سے ایک نے چھلانگ لگائی اور تیر کی طرح خان رحمان کی طرف آیا.... اس کا بازو خان رحمان کے سر پر لگا.... خان رحمان کے منہ سے زوردار چیخ نکلی اور وہ لڑھکنیاں کھاتے نظر آئے.... اس سے پہلے کہ محمود سنبھل سکتا.... اس کے سر پر دوسرے کا ہاتھ لگا.... وہ بھی چیخ مار کر الٹ گیا اور دور تک لڑھکتا چلا گیا۔

اتنے میں وہ دونوں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی طرف رخ کر چکے تھے.... وہ جالان اور ناوری کو اٹھائے ہوئے تھے.... اس لیے اپنے بچاؤ میں کچھ نہ کر سکے.... ان کے سروں پر بھی ہاتھ لگے.... ان کی بھی چیخیں نکل گئیں.... ان کے ساتھیوں نے انھیں دور کھائی میں گرتے دیکھا۔

وہ دھک سے رہ گئے.... رنگ اڑ گئے.... اسی وقت انھوں نے اخلاق کی دل دوز چیخ سنی۔

○☆○
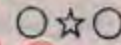
سمندر کا گھیراؤ

اخلاق بھی ایک کھائی میں گرتا نظر آیا تھا.... وہ اب بے تحاشا انداز میں کھائیوں کی طرف دوڑنے لگے.... انھیں اپنا کوئی ہوش نہیں رہ گیا تھا.... بس وہ تو اپنے تینوں ساتھیوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔

کھائیوں میں تینوں شدید زخمی حالت میں نظر آئے.... ان کے سر، چہرے اور گھٹنے زخمی تھے۔

"اف مالک! یہ کیا ہوا"۔

"یہ لوگ انتہائی طاقتور ہیں.... ان کا ایک ہاتھ ہمارے جسم کو لگ جائے.... وہ بھی ہمارے قدم اکھاڑنے کے لیے کافی ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... تب پھر ہم ان کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے"۔

"یہ سوچنا ہو گا.... لیکن پہلے ہمیں اوپر عمارت تک جانا ہو گا.... ہمارے زخموں سے خون بہنا تو بند ہو تا"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

کسی نہ کسی طرح انھیں اوپر لایا گیا.... جب وہ اس جگہ پہنچے....

س مقابلہ ہوا تھا.... تو دھک سے رہ گئے.... وہ پانچوں غائب تھے۔

"ارے باپ رے.... وہ نکل گئے"۔

"فکر کی ضرورت نہیں.... مکمل ناکہ بندی کی جا چکی ہے.... ہیں روک لیا جائے گا"۔ راٹور بولا۔

"لیکن کیسے روک لیا جائے گا.... ان پر کیا جانے والا حملہ الٹا ملہ آور کے لیے نقصان دہ ثابت ہو گا"۔

"اوہ ہاں.... یہ تو ہے.... لیکن تب پھر.... ہم کیا کریں"۔

"مسٹر جیرال کو اطلاع دیں.... انہیں جال کے ذریعے پکڑا جائے"۔

"جال کے ذریعے"۔

"ہاں! مضبوط ترین جال کے ذریعے.... ورنہ وہ اپنی دنیا میں پہنچ جائیں گے.... اور اس کے بعد کیا ہو گا.... یہ آپ سمجھ ہی سکتے ہیں"۔

"ہاں بالکل.... یہی کرنا ہو گا"۔ راٹور نے جلدی سے کہا اور عمارت کی طرف دوڑ لگا دی۔

انہوں نے بھی اپنے زخمیوں کو اٹھایا اور عمارت کی طرف قدم اٹھانے لگے.... دروازے پر پہنچے تو راٹور نے انہیں بتایا۔

"یہاں کی صورت حال مسٹر جیرال کو بتا دی گئی ہے.... تمام راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں.... اور مسٹر جیرال نے ایک بہت حوصلہ افزا بات سنائی ہے"۔

"وہ کیا"۔ وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"ان کا کہنا ہے.... وہ پانچوں سمندر تک نہیں پہنچ سکتے.... انہیں راستے میں ہی دھر لیا جائے گا"۔

"لیکن کیسے.... یہ بتایا انہوں نے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں بالکل.... ان کا کہنا ہے.... ان کے پاس ان کا جواب موجود ہے"۔

"جواب موجود ہے.... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس کی تفصیل انہوں نے نہیں بتائی.... البتہ انہوں نے ایک اور بات کہی ہے"۔ راٹور مسکرایا۔

"اور وہ کیا؟" وہ جلدی جلدی بولے۔

"یہ کہ اگر آپ لوگ ان سے مقابلہ دیکھنا چاہتے ہوں تو جوہی گان پہنچ جائیں.... جوہی گان وہ جگہ ہے جہاں سے گزرے بغیر وہ سمندر تک نہیں پہنچ سکتے"۔

"بہت خوب! تب تو پھر آپ لوگ ہمیں فوراً جوہی گان پہنچا دیں"۔

"ضرور کیوں نہیں.... ابھی لیجیے"۔

ایک بند گاڑی میں انہیں ایک پل تک لایا گیا.... وہاں ہر طرف ملٹری اور پولیس موجود تھی.... ایک اونچے سے کیبن کے دروازے میں انہیں جیرال کھڑا نظر آیا.... اس کے ہاتھ میں وائرلیس سیٹ تھا جسے وہ

منہ کے قریب لگائے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا.... انہیں دیکھ کر وہ مسکرایا.... نزدیک پہنچے تو اس نے کہا۔

"رفعت نے جو کام دکھایا.... مجھے سب سے زیادہ وہ پسند آیا.... یہ بات ہم بھی معلوم نہیں کر سکے تھے کہ یہ قوم گدگدی برداشت نہیں کر سکتی"۔

"ہوں! لیکن اس سے ہم بھلا کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔

"ایک کمزور سا آدمی بھی ان کے طاقت ور ترین آدمی کو بے بس کر سکتا ہے.... کیا یہ کچھ کم ہے.... اگر ایک جگہ ان کی قوم کا آدمی ہی ایک ہو.... تو اس پر تو قابو پایا جا سکتا ہے یا نہیں.... بلکہ گدگدی کر کے بے دم کیا جا سکتا ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"تو بس پھر.... یہ کچھ غیر اہم بات نہیں ہے.... بہت اہم ہے.... بلکہ اہم ترین ہے"۔

"لیکن اب آپ نے کیا سوچا ہے.... اس وقت تو وہ پورے پانچ ہیں"۔

"میں نے جو سوچا ہے وہ بتاؤں گا نہیں.... لیکن اس کا مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس پل پر انہیں روک لیا جائے گا"۔

"کیا خبر.... وہ پہلے ہی پل کے اس پار پہنچ چکے ہوں"۔

"نہیں.... پل کے پار پہنچنے کے لیے انہیں اسی پل پر آنا ہو گا....

ورنہ دوسری طرف نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"اور اگر وہ کسی اڑنے والی چیز پر بیٹھ کر پار اتر گئے"۔

"تب اڑنے والی چیز کی اطلاع ہمیں ہو جائے گی"۔

"چلیے خیر.... دیکھ لیتے ہیں آپ کا کمال بھی.... اور ہاں.... اگر وہ آپ لوگوں کے یہاں آنے سے پہلے ہی یہاں سے گزر گئے ہوں"۔

"ایسا بھی نہیں ہو سکتا ہے.... اس لیے کہ جس وقت آپ لوگ کھائی میں گرے تھے، اس وقت ہی وہ وہاں سے روانہ ہوئے، ان کے پاس کار تھی.... کار ہوا میں نہیں اڑ سکتی.... اور گرنے کے چند منٹ کے بعد ہی راٹور نے مجھے اطلاع دے دی تھی.... اس اطلاع کے صرف دو منٹ بعد میں اس پل پر خود پہنچ گیا تھا.... ملٹری اور پولیس میرے بعد پہنچنے میں کامیاب ہو سکی تھیں.... لہذا میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ...."

جیرال کے الفاظ درمیاں میں رہ گئے.... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیلتی چلی گئیں۔

"کیا ہوا مسٹر جیرال؟" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"وہ.... وہ دیکھیے.... سامنے"۔ جیرال کی بوکھلائی ہوئی آواز نے انہیں چونکا دیا.... فوراً اس سمت میں ان کی آنکھیں اٹھ گئیں۔

انہوں نے دیکھا.... پل کے دوسری طرف ایک سفید کار فضا میں بلند ہو رہی تھی.... جیسے کوئی راکٹ عمودی حالت میں اوپر اٹھتا ہے۔

"نن.... نہیں"۔ جیرال چلایا.... پھر اس نے فوراً وائرلیس سیٹ پر ہدایات دینا شروع کیں.... آن کی آن میں سفید کار پر ان گنت گولیاں داغ دی گئیں.... اور اس کے ساتھ ہی ان گنت چیخیں فضا میں بلند ہوئیں.... گولیاں اچٹ کر فائرنگ کرنے والے فوجیوں اور پولیس والوں کو لگی تھیں یا آس پاس موجود دوسرے لوگوں کو۔

"فائرنگ نہ کروائیں.... اس کا کوئی فائدہ نہیں.... الٹا نقصان ہے.... ان گنت لوگ مارے گئے"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"پروا نہیں.... ہم تو اس پر توپوں کے گولے تک چھوڑیں گے"۔ جیرال بلند آواز میں بولا۔

"اور پھر راکٹ لانچر.... مارٹر گنیں.... انٹی ایئر کرافٹ گنیں داغی گئیں.... لیکن اب فائر کرنے والے محفوظ جگہوں پر دبک چکے تھے.... اور سفید کار برابر اونچی ہو رہی تھی.... اب تک کسی گولے نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تھا.... آخر وہ پل کی طرف آنے لگی.... گویا وہ فضا میں سمندر کا رخ کر رہی تھی۔

"اب انکل جیرال.... آپ کیا کریں گے"۔ فاروق نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مم.... میں.... افسوس.... میرا پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا"۔

"اور وہ کیا پروگرام تھا؟"

"بعد میں بتاؤں گا.... پہلے ہم سمندر کا گھیراؤ کر لیں"۔

"سمندر کا گھیراؤ!"

"ہاں! سمندر کا گھیراؤ.... سمندر میں بھی ان لوگوں کو روکا جائے گا.... پھر سمندر کی تہہ میں بھی روکا جائے گا.... ہم ان کے راستے میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دیں گے.... آپ بس دیکھتے جائیں"۔ اس نے جلدی جلدی کہا اور وائرلیس پر جت گیا۔

پیغامات سے فارغ ہو کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"اب ہم گھر چلیں گے.... وہاں آرام کریں گے"۔

"مگر کیوں.... جنگل ایرال.... اوہ میرا مطلب ہے.... انکل جیرال.... ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ہم ان کے راستوں میں پہاڑ کھڑے کر دیں گے"۔

"وہ کام میں کر چکا.... ہمارے کرنے کا کام اب اس وقت شروع ہو گا.... جب ان کے بارے میں کوئی اطلاع ملے گی"۔

"کیوں.... کیا انہوں نے سمندر کا رخ نہیں کیا؟"

"نہیں فی الحال تو کار غائب ہو گئی ہے.... ہمارے آدمی کار کو تلاش کر رہے ہیں"۔

"لیکن آپ کا پروگرام کیا تھا؟"

"پروگرام.... میں نے سوچا تھا.... ابطال کو ان سے لڑاؤں گا"۔

"اوہ.... مسٹر ابطال.... واقعی.... یہ آئیڈیا خوب ہے.... لیکن ایسا تو اسی وقت ہو سکتا ہے.... جب وہ ایک بار پھر آمنے سامنے آ جائیں....

ویسے یہ موقع اس غار میں اور غار کے باہر موجود تھا"۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ پانچ آپ لوگوں سے سنبھالے نہیں جائیں گے"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ بات تو خود ہمیں بھی نہیں معلوم تھی انکل"۔ فاروق مسکرایا۔

"اب میں سوچ رہا ہوں.... آپ لوگوں پر بھی بے کار وقت ضائع کیا گیا.... آپ بھی اس مخلوق کے مقابلے میں کچھ نہیں کر سکیں گے"۔

"تو پھر.... کیا ہم جائیں اپنے ملک"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی نہیں"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"لیکن اب جب کہ ہم آپ کی نظروں میں بالکل بیکار ہیں تو ہمیں گھر لے جا کر کیا کریں گے"۔

"وہ گھر.... وہاں بیٹھ کر گزرے دنوں کی یادیں تازہ کریں گے"۔ جیرال مسکرایا۔

"دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچنے والی ہے.... اور آپ ماضی کو یاد کر کے دل کو بہلائیں گے"۔

"ہاں! وہاں مسٹر ابظال بھی ہوں گے.... جوناٹ اور راٹور بھی.... ذرا مزا رہے گا"۔

"مشکل ہے"۔ آفتاب نے کہا۔

"مشکل ہے.... کیا مطلب؟" جیرال نے چونک کر پوچھا۔

"یہ کہ مزا رہے.... مزا ذرا مشکل ہی رہتا ہے"۔

"نہیں.... مزا رہے گا"۔

"تو پھر چلیے.... دیکھتے ہیں.... وہ کیسا ہوتا ہے.... آج اس سے بھی ملاقات ہو جائے"۔

اور پھر جیرال انہیں اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر ایک بڑی عمارت تک لایا۔

"یہ آپ کا گھر ہے انکل"۔ شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں.... ہم جیسے لوگوں کا کوئی گھر نہیں ہوتا.... سرکاری طور سے ملا ہوا ہے.... آئیے"۔

جونہی وہ اندر داخل ہوئے.... انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا.... خود جیرال بھی بری طرح اچھلا۔

"وہ پانچوں اندر موجود تھے"۔

"یہ کیا.... آپ اور یہاں.... آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"میں انہیں یہاں لے آیا ہوں"۔ انہوں نے ابظال کی آواز سنی۔

"بہت خوب! لیکن یہ آپ کے ہتھے کس طرح چڑھ گئے"۔

"سمندر کا رخ کر رہے تھے کہ میں ان کے راستے میں آ گیا"۔

"لیکن کیسے؟" انسپکٹر جمشید حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"ایسے کہ میں اپنی کار میں ان کے پیچھے لگ گیا تھا... ایک جگہ یہ رکے تو میں کار میں گھس گیا... جب یہ کار میں آئے اور انہوں نے سفر شروع کیا تو میں نے انہیں ہدایات دی کہ... اس طرف نہیں... اس طرف چلنا ہے... یہ بوکھلا گئے... کیونکہ میں انہیں نظر نہیں آ رہا تھا... یہ سمجھے کہ کوئی غیبی طاقت ان کی مدد کر رہی ہے... غیبی طاقت پر ان کا بہت یقین ہے... یہ بات میں نے اس وقت فوراً ہی محسوس کر لی... اس طرح میں انہیں یہاں لے آیا ہوں... یہ اب تک حیران ہیں"۔

"تت... تو یہ غائب انسان آپ کے ساتھی ہیں"۔ جوشانا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں بالکل... اور اب یہ آپ کی چٹنی بنائیں گے"۔

"اف... یہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتے"۔

"آپ کو کیا نظر آئیں گے... یہ تو ہمیں بھی نظر نہیں آتے"۔

"کیا کہا... آپ کو بھی آپ کے اپنے ساتھی نظر نہیں آتے"۔ جوشانا نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے... مسٹر ابظال... کیا خیال ہے... ان لوگوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے بارے میں"۔

"کر لیتا ہوں... میرا کیا جاتا ہے"۔ ابظال نے ہنس کر کہا۔

"لیکن ذرا احتیاط سے... ان کی طرف پھینکی جانے والی ہر چیز

اتنی ہی طاقت سے واپس آ جاتی ہے"۔

"اوہ کوئی بات نہیں... مجھے ان کی طرف کچھ پھینکنے کی ضرورت ہی کیا ہے... آپ لوگ بس ایک طرف ہٹ جائیں... کہیں آپ میری لپیٹ میں نہ آ جائیں"۔ ابظال جلدی جلدی بولا۔

وہ سب دیوار سے جا لگے... جوشانا اور اس کے ساتھی کمرے کے درمیان میں کھڑے رہ گئے۔

"تم جو کوئی بھی ہو... ہم پر حملہ کر کے نقصان میں ہی رہو گے... جب کہ تمہارے ساتھی تجربہ کر چکے ہیں"۔ جوشانا نے اسے خبردار کیا۔

"لیکن میں ان سے مختلف ہوں"۔

"ہاں! یہ ہم مانتے ہیں... تم ہمیں نظر نہیں آ رہے... اس بنا پر تم ہم پر وار ضرور کر سکتے ہو... لیکن اس کا فائدہ کیا ہو گا"۔

"یہ تو اب دیکھیں گے کہ فائدہ کیا ہو گا اور نقصان کیا ہو گا"۔ ابظال کی آواز گونجی۔

"اچھی بات ہے... آؤ پھر"۔

اس کے بعد ہال میں خاموشی چھا گئی... اچانک ان میں سے ایک دھڑام سے گرا... اور ساکت ہو گیا۔

"وہ مارا... مسٹر ابظال... کمال کر دیا"۔

"خبردار... ابھی ہم نے اپنے پستول نہیں نکالے... اگر ہم نے

پستول نکال کر فائرنگ کر دی تو تم لوگ پگھل کر رہ جاؤ گے"۔ جوشانا نے چلا کر کہا۔

جواب میں خاموشی رہی.... سب نے ادھر ادھر دیکھا.... شاید وہ چاہتے تھے کہ ابظال اس بات کا جواب دے.... جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو راٹور نے کہا۔

"آپ نے جوشانا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا مسٹر ابظال"۔

لیکن ابظال اب بھی خاموش رہا"۔

"بے وقوف نہ بنو راٹور.... مسٹر ابظال اب آواز نہیں نکالیں گے.... ورنہ انہیں یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کمرے میں کس جگہ ہیں.... ان کے غائب ہونے نے انہیں پریشان کر دیا ہے"۔

"اوہ ہاں.... یہی بات ہے.... لیکن ہمیں اندازہ نہیں ہو سکا کہ یہ کیسے گر گیا"۔ راٹور بولا۔

"مسٹر ابظال نے کوئی چال چلی ہے.... لیکن وہ ہمیں ابھی کچھ نہیں بتا سکتے.... لہٰذا تیل دیکھو.... تیل کی دھار دیکھو۔

"ارے باپ رے.... یہ تیل اور تیل کی دھار تو اس طرف بھی موجود ہے"۔

"ہوں.... مسٹر جرال.... دیر نہ کریں.... ان پانچوں کو جلد از جلد ڈھیر کر دیں.... تاکہ ہم بھی اپنا کام شروع کر سکیں"۔

"جواب میں جوشانا کا دوسرا ساتھی گرا۔

"بہت خوب.... مسٹر ابظال.... آپ نے تو کمال کر دیا.... جو کام ہم سب اور یہ انسپکٹر صاحبان تک نہ کر سکے.... آپ نے اس قدر آسانی سے کر دیا"۔

ابظال اب بھی کچھ نہ بولا اور اسی وقت جوشانا کے تیسرے ساتھ کی چیخ سنائی دی.... وہ بھی ڈھیر ہو گیا.... شاید ابظال ہاتھ اور پیر سے کام لے رہا تھا۔

"ہم.... میں سمجھ گیا جمشید"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"جی.... کیا مطلب.... آپ کیا سمجھ گئے؟؟" وہ سب چونک اٹھے۔

○☆○
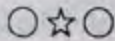
غائب ساتھی

جیرال اور اس کے ساتھیوں نے بھی حیران ہو کر پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"آپ کیا سمجھ گئے پروفیسر صاحب"۔ جیرال جلدی سے بولا۔

"یہ کہ مسٹر ابطال کیوں کامیاب ہیں اور ہم کیوں ناکام ہیں.... یعنی ان پانچوں کے مقابلے میں"۔

"جلدی بتائیں.... آپ کیا سمجھ گئے ہیں"۔

"آنکھوں سے یہ جس منظر کو دیکھتے ہیں.... بس صرف اس کا جواب دے سکتے ہیں.... میرا مطلب ہے.... ان میں چھٹی حس نہیں ہے"۔ انہوں نے وضاحت کی۔

"چھٹی حس.... ان میں.... نہیں ہے"۔ وہ سب کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"ہاں! ان میں چھٹی حس نہیں ہے.... شاید اللہ تعالیٰ نے ان میں نہیں رکھی.... لہٰذا ہمیں اس پہلو پر غور کر کے آگے بڑھنا چاہیے"۔

"بہت خوب پروفیسر داؤد.... آپ نے کمال کی بات بتائی.... اب ہم ضرور ان کا مقابلہ کر سکیں گے"۔

"لیکن جمشید کیسے.... مسٹر ابطال ہیں.... اور وہ زیادہ سے زیادہ پانچ کو ختم کر دیں گے.... اگر ان کا پورا لشکر اوپر آ گیا تو کیا ہو گا"۔

"اس پر غور کر سکتے ہیں.... فی الحال تو یہ دیکھیے کہ ہم ان کے مقابلے میں کامیاب ہو گئے۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

اسی وقت انہوں نے جوشاتا کے چوتھے ساتھی کی چیخ سنی اور وہ بھی ساکت پڑا نظر آیا۔

"بس.... بہت ہو چکا.... اب میں نہیں رک سکتا"۔

جوشاتا کی غراہٹ زدہ آواز سنائی دی اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"خبردار مسٹر ابطال.... یہ شعاعی پستول ہے.... ہم سب کے لیے اس کی ایک شعاع ہی کافی ہے"۔

ابطال نے کوئی جواب نہ دیا.... جوشاتا نے پستول ان کی طرف تان دیا اور شوخ آواز میں بولا۔

"مسٹر ابطال مجھے نظر نہیں آ رہے تو کیا ہوا.... آپ لوگ تو نظر آ رہے ہیں نا.... میں آپ کی طرف پستول کا رخ کیے دے رہا ہوں.... اب اگر ابطال میری طرف بڑھے گا تو میں پستول کو آپ کی طرف

چلاؤں گا"۔

"لیکن مسٹر جوشاتا۔۔۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم کیسے ہو گا کہ مسٹر ابطال آپ کی طرف بڑھ رہے ہیں"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"تو میں اس سے پہلے ہی۔۔۔"

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔۔۔ اسی وقت وہ اوندھے منہ گرا اور ساکت ہو گیا۔

"کمال ہے۔۔۔ یہ تو بہت آسان شکار ثابت ہوئے"۔ ابطال کی آواز گونجی۔

"صرف اس لیے کہ مسٹر ابطال انہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔۔۔ اور پروفیسر داؤد کی یہ بات سو فیصد درست معلوم ہوتی ہے کہ اس مخلوق میں چھٹی حس نہیں ہے"۔

"ہاں! میرا دعویٰ ہے۔۔۔ اس مخلوق میں چھٹی حس نہیں ہے۔۔۔ یہ صرف آنکھوں سے دیکھ کر اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں۔۔۔ لہٰذا مسٹر ابطال ان کے پستول کے وار سے بھی صاف بچ جاتے"۔

"ہمیں ذرا غور کرنا ہو گا۔۔۔ غار میں ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا تھا۔۔۔ اور غار سے باہر پہاڑوں کے درمیان کیا معاملہ پیش آیا تھا۔۔۔ اور یہاں کیا ہوا۔۔۔ ان سب واقعات پر غور کرنا ہو گا۔۔۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس وقت تک ان پانچوں کی گم شدگی کی خبر ان کی دنیا میں

پھیل چکی ہو گی۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو۔۔۔ ان کی تلاش میں وہ ہماری دنیا کا رخ کر بیٹھیں۔۔۔ ایسی صورت میں کیا ہو گا۔۔۔ یہ ہمیں پہلے ہی سوچ لینا چاہیے۔۔۔ ایک مسٹر ابطال کہاں کہاں جائیں گے۔۔۔ کتنے لوگوں کا مقابلہ کریں گے۔۔۔ وہ تو ان گنت ہوں گے"۔ پروفیسر داؤد کہتے چلے گئے۔

"ہم اس پر غور کریں گے۔۔۔ پہلے مسٹر ابطال آپ بتائیں۔۔۔ کیا یہ مر چکے ہیں"۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔۔۔ میں نے تو بس ان کی کمر پر ایک ایک بھرپور لات رسید کی ہے۔۔۔ اور کچھ نہیں کیا۔۔۔ پہلی بار چونکہ لات ہی رسید کی تھی اور ان میں سے پہلا آسانی سے ڈھیر ہو گیا تھا لہٰذا میں باقی چاروں پر بھی اسی انداز سے حملہ کیا"۔

"ایک بات یہ سامنے آئی کہ کمر کی چوٹ یہ برداشت نہیں کر سکتے"۔

"اور دوسرے یہ کہ گدگدی برداشت نہیں کر سکتے"۔

"اس کے برعکس۔۔۔ ہم ان کی ایجادات کا مقابلہ نہیں کر سکتے"۔

عین اس وقت قدموں کی آواز ابھری۔۔۔ وہ چونک اٹھے۔۔۔ پھر ان کی نظریں آنے والے پر جم گئیں۔۔۔ اس کا چہرہ سفید تھا۔

"مسٹر جوناٹ۔۔۔ خیر تو ہے۔۔۔ آپ کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ

رہی ہیں"۔

"ہاں! ہوائیاں تو اڑیں گی.... آپ لوگ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں.... اور شہر میں زلزلہ آ چکا ہے"۔

"زلزلہ.... لیکن ہم نے تو زلزلے کے جھٹکے محسوس نہیں کیے"۔ راتور بولا۔

"اوہو.... مسٹر راتور.... عقل کو ہاتھ مارو.... میں اس مخلوق کے زلزلے کی بات کر رہا ہوں"۔

"مم.... مخلوق کا زلزلہ.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" جوناٹ اس کی طرف مڑا.... اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔

"مطلب.... لیکن کس بات کا مطلب.... میں نے تو بس یونہی ایک بات کہ دی"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا چپ رہو.... بہت سنجیدہ گفتگو ہو رہی ہے.... میں نے پہلے ہی مخالفت کی تھی کہ ان لوگوں کو شامل نہ کیا جائے.... یہ کیا کر لیں گے.... الٹا وقت ضائع کریں گے"۔ جوناٹ نے جل کر کہا۔

"اگر ایسی بات ہے.... تو ہم ابھی اور اسی وقت اپنے ملک جانے کے لیے تیار ہیں.... ہم اس مخلوق کے مقابلہ اپنے ملک کی سرزمین پر کر لیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جل بھن کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"ٹھیک ہے.... آپ لوگ جا سکتے ہیں.... آپ کے لیے جہاز کا انتظام کر دیا جائے گا.... ابھی تھوڑی دیر تک"۔

"واضح رہے.... اس مہم کا انچارج میں ہوں.... آپ براہ راست کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے مسٹر جوناٹ.... ان لوگوں کو مہم میں شریک کرنے کا فیصلہ سب نے مل کر کیا تھا.... آپ اکیلے انہیں جانے کا حکم نہیں دے سکتے"۔ جیرال نے غراہٹ زدہ آواز میں کہا۔

"اوہ.... سوری مسٹر جیرال.... واقعی.... مجھ سے بھول ہو گئی.... میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"۔ جوناٹ گھبرا گیا۔

"خیر کوئی بات نہیں.... اب بتائیں.... آپ کیا خبر لے کر آئے ہیں"۔

"پورے شہر میں ان کی وحشت طاری ہو گئی ہے.... تقریباً دس کاریں شہر میں دندناتی پھر رہی ہیں.... ہر کار میں پانچ آدمی سوار ہیں.... میرا مطلب ہے.... اس مخلوق کے.... ہر طرف تباہی ہی تباہی نظر آ رہی ہے.... ان پر کوئی ہتھیار کارگر ثابت نہیں ہو رہا.... نہ کاروں کو کوئی نقصان پہنچایا جا سکا ہے"۔

"ہوں.... لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں.... ہم نے بہرحال پانچ آدمی ڈھیر کر دیے ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان سب کے منہ سے چیخیں نکل گئیں....

کیونکہ وہ پانچوں اٹھ رہے تھے اور ان کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

"تو ہمارے ساتھی آ گئے؟"

"ہاں آ گئے.... اور یہ کیا.... تم اٹھ کھڑے ہوئے.... ہم تو سمجھے تھے.... مارے گئے ہو"۔

"ہم اتنی آسانی سے مارے جانے والے نہیں ہیں"۔

"اوہ.... تو پھر؟"

"جان بوجھ کر بے ہوش ہو گئے تھے.... یہ دیکھنے کے لیے اب تم لوگ کیا کرتے ہو.... اب سنا ہے کہ ہمارے ساتھی شہر میں آ گئے ہیں.... اب ہم بھی ان میں شامل ہو جائیں گے.... روک سکتے ہو تو روک لو.... مسٹر ابظال کا دیکھنا یا نہ دیکھنا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں اتنا ہے کہ وہ غائب ہونے کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے بچ گئے ہیں.... تاہم ہم انہیں دیکھ لینے کی کوشش کریں گے.... اور امید ہے کہ کامیاب بھی ہو جائیں گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دروازے کی طرف بڑھے۔

"اب انہیں روکنے کی ضرورت نہیں رہ گئی.... جب ان کے اتنے ساتھی شہر میں آ گئے ہیں اور آ رہے ہیں تو یہ بھی ان میں شامل ہو جائیں.... کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا.... روکنے کی صورت میں ہم کوئی نقصان اٹھا سکتے ہیں.... اس وقت ضرورت ہے اس بات کی کہ غور کیا جائے.... ہم اس مصیبت سے نجات کس طرح حاصل کر سکتے ہیں"۔

جیرال جلدی جلدی کہتا چلا گیا.... اور وہ پانچوں نکلتے چلے گئے.... ان کے جانے کے بعد ابظال کی آواز گونجی۔

"میرا خیال ہے.... میں شہر میں جا کر ان سے مقابلہ کرتا ہوں.... یہاں میں نے تجربے کے طور پر ہلکے ہاتھ رسید کیے تھے.... لیکن شہر میں ایسا نہیں کروں گا.... جو میرے ہتھے چڑھ گیا.... اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

"ابھی نہ جائیں.... پہلے ہم غور کر لیں"۔

"لیکن غور کرنے میں وقت ضائع ہو گا.... اور اتنی دیر میں وہ نہ جانے کیا کچھ تباہ کر دیں گے.... لوگ اس حد تک خوف زدہ ہو چکے ہیں کہ بتا نہیں سکتا"۔ جوناٹ نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... تم اور مسٹر جوناٹ چلے جائیں.... ہم پہلے یہاں غور کریں گے.... پھر شہر کا رخ کریں گے اور آ کر بتائیں گے کہ ہم اس سلسلے میں کیا کچھ کر سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ جوناٹ نے کہا.... پھر اندازے سے منہ کا رخ ابظال کی طرف کر کے بولا۔

"آئیے مسٹر ابظال میرے ساتھ"۔

وہ چلے گئے.... کمرے میں چند منٹ تک مکمل طور پر خاموشی چھائی رہی.... آخر جیرال کی آواز ابھری۔

"ہاں تو پھر.... اب آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"پہلے مرحلے پر ہم ان میں سے کسی ایک کا مقابلہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں.... اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں یا نہیں"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن آپ سے پہلے یہ تجربہ مسٹر اقبال کر گزریں گے"۔ جیرال مسکرایا۔

"کوئی حرج نہیں.... انہیں بھی اس کا حق ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"فرض کیا ہم مقابلہ نہیں کر پاتے.... اس کے بعد ہم کیا کریں گے.... سوال تو یہ ہے"۔ جیرال نے ان کی طرف بغور دیکھا۔

"اس صورت میں آپ کیا چاہتے ہیں؟؟"

"میں چاہوں گا کہ آپ سمندر کی تہ میں اتر جائیں اور اس سوراخ کو بند کر دیں.... جس کے ذریعے یہ لوگ آ رہے ہیں"۔

"سمندر کی تہ میں موجود ایک سوراخ کو ہم کیسے بند کر سکتے ہیں.... ترکیب آپ بتا دیں"۔ پروفیسر داؤد نے جل بھن کر کہا۔

"اگر میری سمجھ میں ترکیب آ گئی ہوتی تو پھر آپ لوگوں کو بلانے کی ضرورت نہیں تھی"۔ جیرال بولا۔

"کیا مطلب.... کیا آپ نے ہمیں صرف اس لیے بلایا ہے"۔

"ہاں! صرف اور صرف اس لیے"۔ اس نے پرزور انداز میں کہا۔

"خیر.... اب جب کہ ہم آ گئے ہیں تو یہ جائزہ بھی لے لیں گے"۔

"تب پھر آپ کو شہر جانے کی ضرورت نہیں.... وہاں جو ہو گا ہم دیکھ لیں گے.... آپ سمندر کی تہ میں جانے کی تیاری کر لیں"۔

"لیکن ہم پہلے شہر کا رخ کرنا چاہتے ہیں.... ان تباہیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ جیرال نے کہا اور پھر وہ انہیں گاڑی میں بٹھا کر شہر کی طرف لے آیا۔

"شہر میں ہر طرف تباہی کے آثار صاف نظر آ رہے تھے.... سارا شہر اجڑا اجڑا لگ رہا تھا.... کہیں کوئی عمارت تباہ ہوئی پڑی تھی.... کہیں گاڑیاں الٹی پڑی تھیں.... لوگ اگرچہ سڑکوں پر آ جا رہے تھے.... دکانیں کھلی تھیں، لیکن زندگی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے.... چہروں پر مردنی چھا چکی تھی۔

"غور سے دیکھیں انسپکٹر جمشید.... کیا یہ سب ہم ڈراما کر رہے ہیں"۔

"کرنے کو آپ ڈراما کر سکتے ہیں.... پہلے بھی ہمارے ساتھ اس قسم کا ڈراما ہو چکا ہے"۔

"لیکن میں اعلان کرتا ہوں.... اس بار ڈراما نہیں ہو رہا.... ہمارا مقابلہ سچ مچ ایک مخلوق سے ہے.... اس مخلوق سے پہلے کبھی سابقہ نہیں

پڑا.... نہ یہ کوئی مصنوعی مخلوق ہے"۔ جیرال نے جھلا کر کہا۔

"فی الحال ہم مان لیتے ہیں.... حقیقت کیا ہے.... یہ ہم جان ہی لیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"ضرور جان لینا.... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے.... میں تو بس یہ چاہتا ہوں.... کہ تم لوگ اس مخلوق کا راستا بند کر دو"۔

"اور راستا بند ہونے سے پہلے جو آ چکی ہے.... اس کا آپ کیا کریں گے.... یہ اتنی تباہیاں جو پھیل گئی ہیں.... آپ نے کیا کر لیا ہے"۔

"ہم کسی نہ کسی طرح اس مسئلے کا حل ڈھونڈ ہی لیں گے.... مسئلہ رہ جائے گا.... آنے والی بے اندازہ مخلوق کا.... ہمیں فکر اس کی ہے"۔

"اور اس کی نہیں ہے.... جو آ چکی ہے"۔

"میرا خیال ہے.... اب تک مسٹر ابطال کام دکھا چکے ہوں.... ایک منٹ میں ان سے رابطہ کرتا ہوں.... وہ اس وقت جہاں ہوں گے ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے.... اور آپ اپنی آنکھوں سے ان کی کارکردگی دیکھ لیں گے"۔

"ہوں خیر.... ٹھیک ہے.... چلئے پھر"۔

وائرلیس پر بات کرنے کے صرف پانچ منٹ بعد وہ شہر کے ایک چوک میں پہنچ گئے.... یہاں بھی ہر طرف تباہی کے آثار تھے.... کوئی انسان دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا.... بس چوک میں صرف پانچ نئی

مخلوق کے لوگ نظر آ رہے تھے۔

"یہاں تو مسٹر ابطال کہیں بھی نظر نہیں آ رہے"۔ آصف نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"دماغ گھاس چرنے گیا ہے کیا؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"کک.... کیوں.... کیا ہو گیا"۔

"مسٹر ابطال نظر کیسے آتے ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا.... لیکن مسٹر راٹور.... وہ تو نظر آئیں"۔

"میں دیکھتا ہوں"۔ جرال نے کہا اور پھر وائرلیس پر بات کی.... پھر وہ ان کی طرف مڑا۔

"وہ ساتھ والی سڑک پر نئی مخلوق کا مقابلہ کر رہے ہیں"۔

"اور یہاں جو یہ کھڑے ہیں"۔

"راٹور نے بتایا ہے کہ وہ ہر چوک پر اپنے آدمی کھڑے کرتے جا رہے ہیں.... اور لوگ ان سے ڈر کر باہر نہیں نکل رہے.... یہ لوگ اپنے پستول کی شعاع کا جس طرف رخ کر دیتے ہیں.... بس اس طرف تباہی پھیل جاتی ہے.... عمارتیں دھڑام سے گر جاتی ہیں.... لوگوں کے جسم بھی پگھل جاتے ہیں.... آگ لگ جاتی ہے"۔

"اور آپ کے ابطال کیا کر رہے ہیں؟"۔

"یہ اب دیکھنا ہے.... ابھی پہنچتے ہیں"۔

اور پھر وہ دوسری سڑک پر آ گئے.... یہاں کا منظر بہت زیادہ عجیب تھا.... چوک میں نئی مخلوق کے پانچ آدمی موجود تھے.... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے.... اور چوک بالکل خالی تھا.... ایک طرف راٹور اوندھا پڑا تھا.... اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

"ارے باپ رے.... اپنے تو مسٹر راٹور بھی زخمی ہو گئے"۔ آفتاب بوکھلا اٹھا۔

"لیکن مسٹر ابطال نظر نہیں آ رہے"۔

"آپ ان سے فوراً رابطہ کریں"۔ شوکی بوکھلا اٹھا۔

"اب تک یہ ہماری طرف متوجہ ہو چکے ہیں.... ان کے پستول ہماری کار کی طرف مڑ رہے ہیں.... اس سے پہلے کہ ہماری کار بھک سے اڑ جائے ہمیں نیچے اتر جانا چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید نے بلا کی تیزی سے کہا۔

وہ آن کی آن میں نیچے اتر کر سڑک پر لیٹ گئے.... ایسے میں جیرال نے وائرلیس پر رابطہ قائم کیا۔

"مسٹر ابطال.... آپ کہاں ہیں؟"

"آپ کے آس پاس.... میں صرف نظر نہ آنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے بچا ہوا ہوں"۔

"ارے مسٹر راٹور کو کیا ہوا؟"

"راٹور نے بہادری دکھانے کی کوشش کی تھی.... جواب میں

انہوں نے اپنے پستول سے فائر نہیں کیا.... ورنہ اس وقت تک مسٹر راٹور پگھل گئے ہوتے.... نہ جانے کیوں انہوں نے صرف راٹور کے سر پر ایک ہاتھ رسید کیا ہے.... اور بس"۔

"لیکن آپ کیوں آرام سے کھڑے ہیں"۔ جیرال نے جل بھن کر کہا۔

"میں آپ کا انتظار کر رہا تھا.... اب میں ان پر وار کر رہا ہوں"۔

"اور ہم انتظار کر رہے ہیں"۔

"آپ کم از کم درمیانی فاصلے سو میٹر رکھیں.... اس طرح آپ ان کے پستول کی شعاعوں سے محفوظ رہیں گے"۔ ابطال نے بتایا۔

"سو میٹر دور.... یہ کیا مشکل ہے.... ابھی ہٹ جاتے ہیں"۔

وہ پیچھے ہٹ گئے.... لیکن نئی مخلوق ان کی طرف قدم اٹھانے لگی۔

"ارے باپ رے.... یہ چاہتے ہیں.... درمیانی فاصلہ کم نہ ہو.... لیکن انہوں نے اب تک ہم پر فائر کیوں نہیں کیا"۔

"اوہو ارے.... یہ تو اپنے والے ہیں.... یعنی غار والے.... ہیلو مسٹر جوشاناٹا.... یہ آپ ہیں.... آپ سے یہاں مل کر خوشی ہوئی"۔ فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

جوشاناٹا نے چونک کر اس طرف دیکھا.... وہ بھی مسکرا دیئے۔

"اوہ! یہ آپ ہیں"۔

"ہیں تو یہ ہم ہی... اگر آپ ہمیں ہم رہنے دیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی... کیا آپ نے اپنی زبان کا کوئی محاورہ بولا ہے"۔

"جی نہیں... محاورہ وغیرہ اس بار ہم سب بھول گئے ہیں... اپنی تمام سٹیاں گم کر بیٹھے ہیں... عقلیں بھی گھاس چرنے کے لیے دور کہیں چھوڑ آئے ہیں"۔

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں... ہمیں افسوس ہے... مسٹر راٹور زخمی ہو گئے... ہمارا ویسے ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا"۔

"کیا مطلب... کیا پروگرام نہیں تھا"۔

"انہیں زخمی کرنے کا... لیکن انہوں نے ہم پر اچانک حملہ کر دیا"۔

"اوہ... تو یہ بات ہے... لیکن ان کے حملہ سے آپ کا بھلا کیا بگڑنا تھا... آپ برداشت کر جاتے"۔

"نہیں... حملہ کرنے والے کو ہم جواب ضرور دیتے ہیں"۔

"اچھا... یہ بات بھی ہے"۔

عین اس لمحے ان میں سے ایک تیورا کر گرا... اور ساکت ہو گیا۔

"ارے... تاوری کو کیا ہوا... اوہ... تو تم وہ اپنا غائب ساتھی

ساتھ لائے ہو"۔ جوشاٹا نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں تو... ہم ساتھ نہیں لائے... بلکہ وہ ہم سے پہلے شہر کا رخ کر چکا تھا... راٹور اس کے ساتھ ہی آیا تھا"۔

"ہم اس غائب ساتھی سے بہت گھبرائے ہیں... لیکن خیر... اس بار وہ بھی ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا"۔

"کیا واقعی؟" جیرال نے حیران ہو کر پوچھا۔

اسی وقت ان کا ایک اور ساتھی گرا۔

"چاروں طرف فائرنگ شروع کر دو... مسلسل فائرنگ"۔ جوشاٹا غرایا... ساتھ ہی اس نے اپنا پستول بھی سیدھا کر لیا۔

"ارے باپ رے... بھاگو... سو میٹر دور ہو جاؤ"۔ پروفیسر داؤد چلائے۔

وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگے... لیکن پھر اچانک انہیں رک جانا پڑا... سامنے سے بھی پانچ عدد نئی مخلوق چلی آ رہی تھی... اور ان کے ہاتھوں میں بھی پستول تھے۔

○☆○

پہلی شکست

انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا.... جوشانا اور اس کے ساتھیوں نے ان کا تعاقب نہیں کیا تھا.... لہٰذا وہ ان سے سو میٹر دور آ گئے تھے.... جب کہ سامنے سے آنے والے ان کے بہت نزدیک تھے۔

"یہ .... یہ بات غلط ہے"۔ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"کک.... کون سی بات؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی.... سامنے سے بھی آنے والی"۔

"حد ہو گئی.... موت کے ان لمحات میں بھی تمہیں مذاق کی سوجھ رہی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جھلا کر کہا۔

"یہی تو وقت ہے.... مذاق کا.... آپ ذرا سمجھا کریں"۔ اس نے فوراً کہا۔

"کیا سمجھا کریں.... یہ بھی تو بتاؤ نا"۔

ایسے میں انہوں نے آنے والے نئے پانچ کو اپنے پستول سیدھے کرتے دیکھا۔

"ارے باپ رے.... کیا ہم گئے کام سے"۔ پروفیسر بولے۔

"پتا نہیں کام سے گئے یا آئے ہیں"۔ محمود بولا۔

"خبردار.... پہلے اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ لو"۔ انسپکٹر جمشید غرائے۔

"حشر"۔ ان میں سے ایک نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔

انہیں یاد آ گیا.... انہوں نے اردو صرف پانچ کو سکھائی تھی.... نہ کہ سب کو.... لہٰذا انسپکٹر جمشید نے جوشانا کے دو ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا.... خود بھی اس طرف دیکھا تو وہاں ایک اور گر چکا تھا۔

"کوئیاں شوئیاں"۔ ان میں سے ایک بولا۔

"شاید اس نے کہا ہے.... ارے انہیں کیا ہوا؟"

"ہاں! ضرور یہی بات ہے.... یہ پریشان ہو گئے ہیں.... ارے واہ.... مزا آ گیا.... ہمیں چھوڑ کر اس طرف دوڑ پڑے ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمارے پاس بس ایک مسٹر ابطال ہیں.... جو ان کے مقابلے میں کچھ کر سکتے ہیں"۔

"بظاہر تو یہی نظر آتا ہے"۔ پروفیسر داؤد نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"موقع اچھا ہے.... ہمیں اس دوسرے گروپ سے سو میٹر دور ہو جانا چاہیے"۔ مکھن کی آواز ابھری۔

"احمق کہیں کے.... جب یہ لوگ جوشانا کے پاس پہنچ جائیں گے تو ہم خود بخود سو میٹر دور ہو جائیں گے"۔ شوکی نے جھلا کر کہا۔

"بھائی جان.... آپ نے مجھے احمق کہا۔

"ہائیں.... تو کیا اس میں شک ہے تمہیں"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کہا ہے.... تو پھر اس سے کیا ہو گیا"۔ شوکی جھلا کر اس کی طرف الٹ پڑا۔

"سوچ رہا ہوں"۔ مکھن برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" شوکی نے منہ بنایا۔

"یہ کہ اس سے کیا ہو گیا"۔

"ارے.... وہ ایک اور گیا.... مسٹر ابطال تو کمال کر رہے ہیں"۔

"وہ تو خیر کر رہے ہیں کمال.... لیکن ان لوگوں کو کیا ہو گیا.... انہوں نے تو مسلسل فائرنگ کا پروگرام بنایا تھا۔

"سیدھی سی بات ہے.... اپنے ساتھیوں کو سامنے دیکھ کر.... یہ فائرنگ سے رک گئے ہیں.... ورنہ پستول سے نکلنے والی شعاعیں الٹا ان کا رخ کرتیں"۔

"اوہ اوہ"۔ پروفیسر داؤد اچھل پڑے۔

"آپ کو کیا ہوا.... کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی"۔

"نن نہیں.... بلکہ بہت شاندار.... جمشید.... دو پستولوں کا سوال ہے"۔

"جی.... دو پستولوں کا سوال ہے.... لیکن اس وقت ہم اپ کا

سوال کس طرح پورا کر سکتے ہیں.... معاف کر دیں.... پھر کسی وقت سوال کر لیجئے گا"۔ فاروق مسکرایا۔

"سنو جمشید.... دو پستولوں کا سوال ہے"۔ پروفیسر داؤد سرد آواز میں بولے۔

انہیں اپنے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے.... اس لہجے میں پروفیسر داؤد نے آج تک بات نہیں کی تھی۔

"یس سر.... یہ خادم حکم بجا لائے گا"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید تیر کی طرح اس مخلوق کی طرف گئے۔

"اف.... کس قدر خطرے میں ڈال دیا آپ نے جمشید کو"۔ خان رحمان کانپ کر رہ گئے۔

"لیکن خان رحمان.... ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا.... آخر کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے"۔

"لیکن آپ دو پستولوں کا کیا کریں گے"۔

"دیکھتے جاؤ"۔ وہ مسکرا دیئے۔

انہوں نے دیکھا.... انسپکٹر جمشید اس وقت تک نئے آنے والے دوسرے پانچ کے بالکل پیچھے پہنچ چکے تھے.... وہ بے آواز قدموں سے دوڑ رہے تھے.... اور چونکہ نئی مخلوق چھٹی حس سے محروم تھی.... اس لیے ابھی تک انہیں خطرے کا احساس نہیں ہوا تھا.... ان کی نظریں ان پر جمی تھیں.... وہ پلکیں تک جھپکانا بھول گئے تھے.... اور ان کے دل

اس قدر زور زور سے دھڑک رہے تھے کہ جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئیں گے.... وہ جانتے تھے.... اگر مخلوق میں سے کسی نے بھی ایک لمحے کے لیے مڑ کر دیکھ لیا.... تو پھر انسپکٹر جمشید گئے کام سے۔

عین اس وقت جوشاٹا کا چوتھا ساتھی گرا۔

"شوئی.... شوئی" ان میں سے ایک چلا اٹھا.... اور شاید اس نے کہا تھا.... یہ کیا ہو رہا ہے۔

"کاشا.... شائی بیدا" جوشاٹا نے چلا کر کہا۔

"شا!!!" دوسری طرف والے نے حیران ہو کر کہا۔

جوشاٹا نے شاید اسے بتایا تھا کہ ایک غائب انسان یہ سب کر رہا ہے.... جس پر دوسرے نے کہا کہ.... کیا کہہ رہے ہو.... غائب انسان۔

ایسے میں جوشاٹا اوندھے منہ گرا.... اور نئے پانچ ساکت رہ گئے.... پھر وہ گھبرا کر مڑے.... ایسے میں انسپکٹر جمشید ان سے ٹکرا گئے اور ان میں سے دو کے پستول ان کے ہاتھوں آ گئے.... ساتھ ہی انہیں خطرہ کا احساس ہوا.... باقی تین کے ہاتھوں میں بھی تو آخر پستول تھے.... اور وہ ان پر فائر کر سکتے تھے.... لہٰذا وہ بجلی کی طرح حرکت میں آئے اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتے.... انہوں نے باقی تین پستول بھی پار کر دیئے۔

"بہت خوب جمشید"۔

ادھر پانچوں ہکا بکا کھڑے تھے کہ ابطال نے ان کے سروں پر ہاتھ

رسید کر دیئے.... اب ابطال بھی بے خوف ہو کر آیا تھا.... کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ انسپکٹر جمشید ان کے پستولوں پر ہاتھ صاف کر چکے ہیں۔

آن کی آن میں وہ پانچوں بھی ڈھیرے ہو گئے۔

"وہ مارا.... یہ ہماری اس مخلوق کے مقابلے میں پہلی شاندار کامیابی ہے"۔ جیرال چلایا۔

"لیکن میں چاہتا ہوں.... آپ لوگ جلد از جلد کسی عمارت میں منتقل ہو جائیں.... عمارت کے باہر مسٹر ابطال کو مقرر کر دیں.... ان دس کو بھی اٹھا کر عمارت کے اندر لے جانا ہو گا.... پھر میں وہاں بتاؤں گا کہ اب ہمیں ان کے مقابلے میں کیا کرنا ہے"۔

"بہت خوب.... ٹھیک ہے.... میں ابھی یہ کام کرواتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ وائرلیس پر ہدایات دینے لگا.... فوری طور پر ایک بڑی گاڑی وہاں آ گئی.... نئی مخلوق کو اس گاڑی پر لادا گیا.... وہ خود اپنی کاروں میں سوار ہوئے اور آخر ایک عمارت میں آ گئے۔

"مسٹر ابطال.... اس وقت صرف آپ ایسے شخص ہیں.... جو ان کے مقابلے میں کچھ کر سکتے ہیں.... لہٰذا آپ کو اس عمارت کی حفاظت کے لیے باہر کھڑے ہونا پڑے گا.... امید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے"۔

"نہیں.... اس میں محسوس کرنے کی کیا بات ہے.... یہ پوری دنیا کے لوگوں کی زندگی کا سوال ہے"۔ ابطال کی آواز سنائی دی.... اور پھر

انہوں نے اس کے قدموں کی آواز سنی۔۔۔ یہ بھی اس نے جان بوجھ کر سنائی تھی۔۔۔ ورنہ وہ چاہتا تو وہ آواز بھی نہیں سن سکتے تھے۔

"ہاں! پروفیسر داؤد۔۔۔ اب بتائیں۔۔۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں"۔

"ہمارے پاس اب ان کے دس پستول ہیں۔۔۔ پہلے ہم ایک تجربہ کریں گے۔۔۔ جوشانا کے ایک ساتھی کے ہاتھ سے دوسری طرف کھڑے اسی مخلوق کے ایک آدمی پر فائر کرائیں گے۔۔۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس طرح کیا ہوتا ہے"۔ انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔

"اوہ بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔۔۔ مزا آئے گا"۔ جیرال ہنسا۔

اب ان میں سے دو کو آمنے سامنے سہارے سے کھڑا کیا گیا۔۔۔ وہ ابھی تک مکمل طور پر بے ہوش تھے۔۔۔ ایک کے ہاتھ میں ایک پستول دیا گیا۔۔۔ پھر ڈوری کی مدد سے اس کا ہاتھ اوپر اٹھایا گیا۔۔۔ اور ڈوری کی مدد سے ہی ٹریگر دبا دیا گیا۔۔۔ ایسے میں وہ وہاں سے دور ہٹ گئے تھے۔۔۔ پستول سے شعاع نکلی۔۔۔ تیر کی طرح سامنے والے کی طرف گئی۔۔۔ سامنے والے جسم سے شعاع ٹکرائی اور پھر واپس اس طرف آئی جس طرف سے پستول چلایا گیا تھا۔

فوراً ہی اس کا جسم آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔۔۔ اس کے منہ سے بھیانک چیخیں بلند ہونے لگیں۔۔۔ اس کی بے ہوشی دور ہو گئی تھی۔

"اس کی دلخراش چیخوں نے باقی لوگوں کی بے ہوشی دور کر

دی۔۔۔ انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس [illegible] ایسے میں انہیں جیرال کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر جوشانا۔۔۔ اپنی پہلی شکست دیکھ لو۔۔۔ تمہارا ساتھی اپنے ہی پستول کی شعاع سے مر رہا ہے"۔

"نن نہیں"۔ جوشانا ہکلایا۔۔۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"تم لوگوں کے پستول اب ہمارے قبضے میں ہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ پھر چلایا۔

"اور ہمارے پاس مسٹر اقبال جیسی طاقت موجود ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ خوف زدہ انداز میں بولا۔

"ہم چاہیں تو آپ لوگ بھی اب جل کر راکھ ہو سکتے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ بولا۔

"ہاں! یہ ہوئی بات۔۔۔ میری بات کے جواب میں بھی نن نہیں ہی کہا۔۔۔ واہ کیا بات ہے"۔ فاروق ہنسا۔

"لیکن کیسے۔۔۔ تم لوگوں نے یہ کیسے کر لیا۔۔۔ اگر تم نے اس پستول سے فائر کیا ہوتا تو الٹا آپ جلتے۔۔۔ میرا ساتھی کیسے جل گیا"۔

"اس کا برا وقت آ گیا تھا"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" جوشانا نے چونک کر کہا۔

"ہم تمہیں ہر بات نہیں بتا سکتے"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد مسکرا کر بولے۔

"نہ جائیں"۔ وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"اب ہم تمہاری دنیا پر خود حملہ آور ہوں گے"۔

"اور منہ کی کھائیں گے"۔ وہ ہنسا۔

"یہ تمہاری بھول ہے... کہ ہم منہ کی کھائیں گے... ہم تو الٹا تم لوگوں کو منہ کی کھلائیں گے"۔

"وہاں کروڑوں کی آبادی ہے... کروڑوں پستولوں کا تم کیا کرو گے... کس کس سے لڑو گے"۔

"دیکھا جائے گا... اب تم ہماری قید میں رہو گے... تمہارے پاس پستول نہیں ہیں... لہٰذا تم بے بس ہو"۔

"ہمارے لوگ شہر میں موجود ہیں... وہ تم تک بھی پہنچ جائیں گے... لیکن میں حیران ہوں... میرا ساتھی کس طرح مارا گیا... اگر اس پستول سے فائر کیا گیا ہوتا تو موت تمہارے ساتھی کی واقع ہونی چاہیے تھی"۔ اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ عقل سے بالکل پیدل نہیں ہیں"۔ آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں"۔ وہ غرایا۔

"اب ہم آپ کے سوال کا جواب دینے کے پابند نہیں ہیں"۔

"اچھی بات ہے... تو پھر تم جو کر سکتے ہو کر گزرو"۔ جوشانا نے تلملا کر کہا۔

"ضرور... کیوں نہیں... ان لوگوں کو باندھ لیا جائے... اور ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے... مسٹر ابظال میری آپ سے درخواست ہے... آپ شہر میں موجود رہیں... اور اس مخلوق کا صفایا کرتے رہیں... صرف بے ہوش نہ کریں... کام کے ہاتھ رسید کریں کہ جس کے لگ جائے... وہ پھر اٹھ نہ سکے"۔

"ٹھیک ہے... اب میں یہی کروں گا... انہیں ساتھ ساتھ ختم کرتا رہوں گا"۔ ابظال کی آواز ابھری

"ایک اور کام کرنا ہو گا"۔ ایسے میں فرحت کی آواز ابھری۔

"اور وہ کیا؟" انہوں نے چونک کر فرحت کی طرف دیکھا۔

"ان لوگوں کے لباس اتروانا ہوں گے... ہو سکتا ہے... ان کی آبادی میں ہمیں ان کے روپ میں جانا پڑے"۔

"ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں"۔

اور پھر ابظال چلا گیا... وہ دس بے ہوش آدمیوں کے ساتھ ہیڈ کوارٹر میں چلے آئے... وہ ایک بڑی سی سفید رنگ کی عمارت تھی۔

"تو یہ ہے آپ کا ہیڈ کوارٹر"۔

"ہاں! ہم یہاں اطمینان سے اپنا پروگرام ترتیب دے سکتے ہیں"۔

"اس وقت تک ہمارے دو ہتھیار کامیاب ہوئے ہیں... پہلا پستول والا... اور دوسرا مسٹر ابظال... لیکن ابھی تک ہم ان کی کسی کار

کا کچھ نہیں بگاڑ سکے"۔

"ہاں واقعی.... سفید رنگ کی کاریں حد درجے خطرناک ہیں.... ان کا کچھ ضرور کرنا چاہیے"۔ جیرال نے کہا۔

"اب جب کہ ہمارے پاس ان کے شعاعی پستول آ چکے ہیں.... ہم ان میں سے کسی کار پر پستول کا فائر کر کے تجربہ کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مشورے کے انداز میں کہا۔

"ہاں ضرور.... لیکن اس بات کا زبردست امکان ہے.... کہ شعاع الٹا پستول چلانے والے کو آ لگے.... کیوں مسٹر جوشاٹا.... کیا ایسا ہی ہو گا"۔

"ہاں! ایسا ہی ہو گا.... تم کار کو نشانہ نہیں بنا سکتے"۔

"لیکن ہمارا خیال ہے کہ بنا سکتے ہیں.... اس لیے کہ ہم نے آپ کے ایک ساتھی کو بھی تو نشانہ بنایا ہے"۔

"اسی پر تو میں بھی حیرت زدہ ہوں.... آخر آپ نے یہ کام کس طرح کر لیا"۔

"یہ راز نہیں بتا سکتے.... اتنا بتا سکتے ہیں کہ ہم کار کو بغیر کوئی نقصان اٹھائے نشانہ بنا سکتے ہیں"۔

"ایسا کر کے دکھائیں تو مانیں"۔ جوشاٹا نے منہ بنایا۔

"او کے.... پہلے ہم یہاں اپنا کام کریں گے.... پھر کسی کار کو نشانہ بنائیں گے"۔

"اگر جواب میں تم لوگوں کا آدمی نہ مارا گیا تو میں تم لوگوں کی کاری گری کو مان لوں گا"۔

"وہ تو اب آپ کو ماننا ہی ہو گی"۔ ایسے میں فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چونک کر بولے۔

"میں نے ایک اور راز کی بات دریافت کر لی ہے.... اور وہ بہت مزے کی ہے"۔ فرزانہ کا انداز پراسرار ہو گیا۔

"کیا مطلب.... فرزانہ تم کیا کہنا چاہتی ہو"۔ انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

"ایک ایسی بات.... جس کی طرف ابھی تک کسی کا دھیان نہیں گیا"۔

فرزانہ کے الفاظ نے اور بھی سنسنی پھیلا دی۔

○☆○

میں جل جاؤں گا

سب فرزانہ کو گھورنے لگے.... وہ مسکرا رہی تھی۔

"ہماری الجھن کا امتحان نہ لو.... جلدی بتاؤ' تم نے کیا بات دریافت کی ہے"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"میں کاروں کے بارے میں کہنا چاہتی ہوں"۔

"کاروں کے بارے میں؟" سب ایک ساتھ بولے۔

"ہاں! آخر یہ کاریں کس چیز سے چلتی ہیں.... ابھی تک یہ اطلاع نہیں ملی کہ ان لوگوں کی کسی کار میں پٹرول کسی نے ڈالا ہو"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان سب کے منہ سے نکلا.... اور پھر ان کی نظریں جوشاٹا پر جم گئیں۔

"مسٹر جوشاٹا.... کیا آپ بتائیں گے کہ کاریں کس چیز سے چلتی ہیں"۔

"نن.... نہیں.... میں نہیں بتا سکتا"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

"اگر نہیں بتاؤ گے تو پھر ہم تمہیں ختم کر دیں گے"۔

"لیکن کیسے؟" اس نے منہ بنایا۔

"اب تم لوگوں کو ختم کرنا کیا مشکل ہے.... میں اس شعاع سے محفوظ رہنے کا طریقہ جان گیا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید نے پرجوش انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"ہاں.... میں جان گیا ہوں.... شعاع کس چیز پر اثر نہیں کرتی.... اور اب اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی کاریں چلتی کس چیز سے ہیں تو بس.... مزا آ جائے گا.... پھر ہم ان کی دنیا میں ضرور جائیں گے اور اپنا...." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"اور اپنا کیا؟" جوشاٹا بولا۔

"ہماری باتیں بتانے والی نہیں ہوتیں.... کچھ چھپانے کی بھی ہوتی ہیں.... اور یہ ان میں سے ایک ہے"۔

"نہ بتاؤ.... میرا کیا جاتا ہے؟"

"بہت کچھ.... تمہاری زندگی جاتی ہے"

"اچھی بات ہے.... تم مجھے جان سے مار دو.... چلاؤ پستول"۔

"یوں تو اب ہم تمہارے سر پر بھی ہاتھ رسید کر سکتے ہیں اور تم دوسری دنیا میں سدھار جاؤ گے.... لیکن ہم تمہیں شعاعی موت ہی ماریں گے"۔

"شعاعی موت" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"ہاں! دیکھتے جاؤ.... محمود.... اس راکھ کو لاؤ.... جو اس کے

ساتھی کے مرنے سے بنی ہے۔

"جی بہتر"۔ محمود نے فوراً کہا۔

ایک چھڑی کی مدد سے اس راکھ کو کریدا گیا... انہوں نے دیکھا... لاش کی ہر چیز جل کر راکھ ہو چکی تھی... لیکن جب ساری راکھ کو چھڑی کی مدد سے ادھر ادھر کیا گیا تو چند گول گول چیزیں ایسی مل گئیں... جو جل کر راکھ نہیں بنی تھیں... ان کو راکھ سے الگ کیا گیا... صاف کر کے دیکھا گیا تو وہ بٹن تھے... اس کے کپڑوں کے بٹن۔

"مسٹر جوشاتا... یہ بٹن کس چیز کے بنے ہوئے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا"۔ جوشاتا نے جھلا کر کہا۔

"آپ کے شعاعی پستو نے ان کو راکھ کیوں نہیں بنایا"۔

"میں نہیں جانتا"۔ وہ فوراً بولا۔

"لیکن ہمارے لیے یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں... کہ یہ کس چیز کے بنے ہوئے ہیں"۔ پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"تو کر لیں معلوم... روکا کس نے ہے"۔ جوشاتا نے بھنا کر کہا۔

"مسٹر جیرال... کیا ہم جوشاتا کو نشانہ بنا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور! ہم اس کا کیا اچار ڈالیں گے... ہاں اگر یہ ہمارے سوالات کے جوابات دے دے تو اور بات ہے... اس صورت میں اسے ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں رہ جائے گی"۔

"بالکل ٹھیک... اپنے ماتحتوں کو حکم دیں... جوشاتا کو بھی شعاعی پستول سے جلانے کی تیاری کریں... جس طرح اس کے ساتھی کو جلایا گیا ہے"۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"پہلی بات تو یہ کہ یہ بٹن کس چیز کے ہیں... دوسری بات... کاریں کس چیز سے چلتی ہیں... تیسری بات پستول شعاعوں سے خالی ہو جائیں تو انہیں کس طرح دوبارہ بھرا جاتا ہے"۔

"میں ان تینوں سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا"۔ جوشاتا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"لیکن کیوں نہیں دے سکتے... وجہ؟"

"میں اپنی قوم سے غداری نہیں کر سکتا"۔

"تب پھر تمہیں جلنا ہو گا"۔

"میں جل جاؤں گا... لیکن ان سوالات کے جوابات نہیں دوں گا"۔

"اچھی بات ہے... مسٹر جیرال یہ نہیں مانے گا... تیاری کریں"۔

جیرال نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا... جوشاتا کو باندھ کر ایک ستون کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔

"ارے... یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"تمہیں جلانے کی تیاری ہو رہی ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

"لیکن.... شعاعی پستول چلانے کے لیے باندھنے کی کیا ضرورت ہے"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے طریقے ذرا انوکھے ہیں"۔

دوسری طرف جیرال کے آدمی اس کے ایک ساتھی کو باندھ رہے تھے.... اب دو آدمی آمنے سامنے کھڑے تھے.... انسپکٹر جمشید نے پستول لیا اور دوسرے آدمی کی اوٹ لے کر پستول جوشاٹا کی طرف تان دیا۔

"یہ دیکھو مسٹر جوشاٹا.... پستول میں چلاؤں گا.... شعاع تمہاری طرف جائے گی.... لیکن واپس پلٹ کر میری بجائے تمہارے اس ساتھی کو جلا کر راکھ کر دے گی"۔

"اچھا.... کمال ہے.... اس بات کا علم تو ہمیں بھی نہیں تھا"۔

"اور دوسری بات ہے اگر میں آپ کی طرف آ کر فائر کروں گا تو پھر آپ جل کر راکھ ہو جائیں گے.... اب میں تجربہ کر کے دکھاتا ہوں.... لیکن اس سے پہلے آپ کو چند سیکنڈ کی مہلت دیتا ہوں.... فیصلہ کر لیں.... بتانا ہے یا نہیں"۔

"نہیں.... ہرگز نہیں"۔

"اچھا تو پھر پہلے اپنے ساتھی کا انجام دیکھ لیں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے پستول چلا دیا.... شعاع فوراً جوشاٹا کی طرف

گئی.... اس کے جسم سے ٹکرائی اور واپس اسی سیدھ میں آئی.... جونہی شعاع اس کے ساتھی کے جسم سے ٹکرائی.... اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی.... اور اس کا جسم آگ کی طرح سرخ ہو گیا.... پھر دھواں اٹھا اور وہ راکھ ہو گیا۔

جوشاٹا کانپ گیا۔

"اف.... یہ تم نے کیا ترکیب نکال لی.... اس بات کا ہمیں بھی پتا نہیں تھا.... ہمیں تو بس اتنا معلوم ہے کہ یہ شعاعیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑتیں.... سامنے والے کو جلا کر راکھ کر دیتی ہیں.... یعنی دوسری مخلوق کو.... ہمارے سائنس دانوں نے ہم سب کو شعاعوں کے حفاظتی حصار میں محفوظ کر رکھا ہے.... کوئی ہم پر کسی چیز سے بھی وار کرے.... وہ چیز پلٹ کر اسی کو لگتی ہے.... لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر ہم ایک دوسرے پر فائر کریں گے تو شعاع الٹا فائر کرنے والے کو جلا دے گی"۔

"اصل بات یہ ہے کہ ہم اور انداز سے کام کرتے ہیں.... اور بس.... ہاں تو اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"کاریں کس چیز سے چلتی ہیں.... پستول دوبارہ کس طرح بھرے جاتے ہیں.... اور یہ بٹن کس چیز کے بنے ہوئے ہیں"۔

"میں ان سوالات کے جوابات دے کر اپنی قوم کو بہت خوفناک نقصان پہنچاؤں گا.... جو میں نہیں کر سکتا"۔

"تو پھر راکھ بن جاؤ گے"۔

"کوئی پروا نہیں.... میں اکیلا راکھ بنوں گا نا.... اپنی قوم کو تو بچا لوں گا"۔

"جیسے تمہاری مرضی.... اس کے دوسری ساتھی کو ستون سے باندھ دیا جائے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

دوسرے ساتھی کو ستون سے باندھ دیا گیا.... اب انسپکٹر جمشید جوشانا کی طرف کھڑے ہو گئے.... اور اس کے ساتھی کا نشانہ لے کر بولے۔

"مسٹر جوشانا.... آخری بار سوچ لیں"۔

"سوچ چکا ہوں"۔ اس نے پر سکون آواز میں کہا۔

"تمہارا جسم جل کر راکھ ہو جائے گا.... ایک ناقابل بیان تکلیف ہو گی"۔

"کوئی پروا نہیں"۔

"مسٹر جیرال.... اجازت ہے"۔ انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"اس میں اجازت کی کیا بات ہے"۔

انہوں نے ٹریگر دبا دیا.... جوشانا کی دلدوز چیخ فضا میں تیر گئی۔

اب تم لوگ کیا کہتے ہو؟ وہ اس کے باقی ساتھیوں کی طرف آئے۔

"وہی.... جو مسٹر جوشانا نے کہا.... ہم بھی نہیں بتائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... انہیں ایک کمرے میں باندھ کر ڈال دیا جائے.... پھر بات کریں گے پہلے ہم خود یہ جاننے کی کوشش کریں گے.... کہ راکھ سے ملنے والے بٹن کس چیز کے بنے ہوئے ہیں اور کاریں کس چیز سے چلتی ہیں.... پستول کس طرح بھرے جاتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے تنگ آ کر کہا۔

پھر وہ دوسرے کمرے میں آ بیٹھے.... پروفیسر داؤد ان بٹنوں پر جھک گئے۔

"ان پر تجربات کرنے کے لیے مجھے کچھ چیزوں کی ضرورت ہو گی"۔ وہ بولے۔

آپ چیزیں لکھ دیں.... میں منگوا دیتا ہوں"۔ جیرال نے کہا۔

انہوں نے ایک کاغذ پر وہ تمام چیزیں لکھ دیں.... ان میں کچھ تیزاب تھے.... کچھ کیمکل تھے.... اور اسی قسم کی بہت سی چیزیں تھیں.... آلات بھی تھے۔

"اور میں چاہتا ہوں.... سائنس دانوں کی ایک پوری ٹیم یہاں آ جائے.... ہم سب مل کر کام کریں گے.... یہ ضروری نہیں کہ صرف میرا دماغ کام کرے.... کسی اور کے ذہن میں بھی مجھ سے بہتر بات آ سکتی ہے"۔

"ٹھیک ہے.... ہمارے ملک کے چوٹی کے سائنس دان یہاں پہنچ

جائیں گے..... آپ فکر نہ کریں"۔

تین دن تک سائنس دان سر جوڑے بیٹھے رہے..... اور وہ بور ہوتے رہے..... کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی کام نہیں تھا..... آخر میں ان سب نے اپنے ناکام ہونے کا اعلان کر دیا..... وہ ان تینوں سوالات کے جوابات تلاش نہیں کر پائے تھے۔

"اب..... اب کیا بنے گا کروفیسر پنکل"۔ آفتاب نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا کہا..... کروفیسر پنکل"۔ پروفیسر اس کی طرف الٹ پڑے۔

"ان حالات میں اس سے زیادہ درست الفاظ منہ سے نہیں نکل سکتے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"تو خاموش تو رہ سکتے ہو"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"خاموش رہ کر بھی کیا بن جائے گا"۔ آصف بولا۔

"تم ایک دم نکمے ہو۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"جی..... کیا مطلب..... یہ اچانک..... جلال کس طرح آ گیا آپ کو"۔ آصف بوکھلا اٹھا۔

"میں نے یہ بات صرف تمہیں نہیں، ساری چھوٹی پارٹی کو کہی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے تلملاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ کا مطلب ہے..... ساری کی ساری چھوٹی پارٹی بالکل نکمی ہے"۔ شوکی ولا۔

"ہاں بالکل! تم ان تین دنوں میں ان تین سوالات کے جوابات بھی تو تلاش کر سکتے تھے"۔ وہ بولے۔

"نک..... کیا کہہ رہے ہیں انکل..... یہ جب کام اس ملک کے بڑے بڑے سائنس دان بلکہ ہمارے پروفیسر انکل صاحب تک نہیں کر سکے، وہ ہم کیسے کر ڈالتے"۔

"یہ میں نہیں جانتا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب..... آپ کیا نہیں جانتے..... ہمارا تو خیال ہے..... آپ بہت کچھ جانتے ہیں"۔

"اوہو بات کو ادھر ادھر لے جانے کی کوشش نہ کرو..... ان تین سوالات کے جوابات مجھے تلاش کر کے دو..... ورنہ میں تم سب کو نکمے کے خطاب ہمیشہ کے لیے دے دوں گا"۔ انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"نن نہیں..... نہیں انکل..... اس قدر زیادہ سخت سزا نہ سنائیے..... ہم یہ کام نہیں کر سکیں گے..... جہاں تک اتنے بڑے سائنس دانوں کی عقلیں نہیں پہنچ سکیں..... وہاں ہمارے چھوٹے چھوٹے دماغ کس طرح پہنچ سکیں گے"۔

"حد ہو گئی..... یعنی کہ..... آپ تو زبردستی ہم سے ان سوالات کے جوابات حاصل کرنا چاہتے ہیں..... ہے کوئی تک انکل"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"یہی سمجھ لو"۔ وہ مسکرائے۔

"یہی سمجھ لیں.... کیسے سمجھ لیں، یہ بھی تو سمجھائیں نا"۔

"یہ بھی تم خود سمجھ لو"۔

"حد ہو گئی.... لو بھئی.... اب تو ان سوالات کے جوابات سوچنا ہی ہوں گے"۔

"ہاں شاباش.... ان بڑے بڑے سائنس دانوں کو آج مات دے دو"۔ انسپکٹر جمشید پرجوش انداز میں بولے۔

"او کے.... اب ہم یہ کر کے دکھائیں گے"۔ وہ بھی جوش میں بھر گئے۔

"بہت خوب! مزا آ گیا"۔ ایسے میں خان رحمان کی آواز ابھری۔

"آپ کو مزا آ گیا ہے.... اور ہمیں چکر آ رہے ہیں.... کہیں مزے اور چکر کا چولی دامن کا ساتھ تو نہیں"۔

"محاوروں کے چکر میں نہ چکرانے لگ جانا.... پھر تم ان سوالات کے جوابات نہیں تلاش کر سکو گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے گویا انہیں خبردار کیا۔

"بہت خوب! لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"آپ لوگ ہمیں تنہا چھوڑ دیں.... یعنی بڑی پارٹی، چھوٹی پارٹی سے بالکل الگ ہو جائے"۔

"او کے.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"لیکن جمشید.... یہ بے چارے"۔ پروفیسر داؤد نے کچھ کہنا چاہا.... اس وقت ان کے ساتھ پروفیسر داؤد موجود تھے.... کیونکہ باقی سائنس دان ناکام ہونے کے بعد واپس جا چکے تھے۔

"یہ بے چارے نہیں ہیں پروفیسر صاحب.... انہوں نے تو الٹا ہمیں بے چارہ بنا دیا ہے.... ابھی دیکھئے گا.... یہ کیا گل کھلاتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے شوخ آواز میں کہا۔

"اگر بات صرف گل کھلانے کی ہے.... تو ہم باغ سے جا کر پودے لے آتے ہیں.... گل کھل جائیں گے"۔ فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"نہیں.... باغ میں ہم جائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنس کر بولے۔

"یہ.... یہ بہت ناانصافی ہے"۔

"ہو گی.... تم بھی ناانصافیاں کرتے رہتے ہو"۔

"اچھی بات ہے.... آپ بھی کیا یاد کریں گے.... وہ پستول ہمیں دے دیں اور آپ لوگ باغ میں چلے جائیں.... اب جب تک ہم آواز نہ دیں.... آپ ہماری طرف نہ آئیے گا"۔

"بالکل نہیں آئیں گے.... ہمارے دماغ نہیں چل گئے کہ بن بلائے آ جائیں"۔

"اوہ بہت بہت شکریہ"۔ اور پھر وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے... ان
تینوں سوالات پر غور شروع ہوا... کام آسان نہیں تھا... انہیں معلوم
کرنا تھا... کاریں کس چیز سے چلتی ہیں... پستول دوبارہ کیسے لوڈ کیے
جاتے ہیں... اور یہ بٹن کس چیز کے بنے ہیں"۔

"ہمارے پاس کار تو کوئی ہے نہیں... کہ اس کا معائنہ کر کے یہ
بات معلوم کر سکیں... وہ کس چیز سے چلتی ہیں... صرف پستول اور بٹن
موجود ہیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"تو کیا ہوا... پہلے ہم ان بٹنوں اور پستول کو دیکھ لیتے ہیں"۔
آصف نے کہا۔

"بالکل ٹھیک... پہلا رخ ان بٹنوں کا لے لیتے ہیں"۔

بٹن کل پانچ تھے... انہوں نے ان کو ہاتھوں میں لے کر ٹٹولا...
بغور دیکھا... وہ بہت ہلکے تھے جیسے ان کا کوئی وزن نہ ہو... اور
ان کی چمک دمک میں کوئی کمی نہیں آئی تھی... بالکل صاف ستھرے اور
نئے معلوم ہو رہے تھے۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے... یہ ان کی سرزمین کی کوئی دھات ہو...
لہٰذا ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ یہ کون سی دھات ہے... ہم تو
صرف ان دھاتوں کو جانتے ہیں... جو ہماری سرزمین پر ہوتی ہیں"۔
شوکی نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

"بالکل ٹھیک... بالکل ٹھیک... یہی وجہ ہے کہ ہمارے سامنے

وہاں یہ معلوم نہیں کر سکے کہ بٹن کس چیز کے بنے ہوئے ہیں... یہ
جاننے کے لیے تو ہمیں اس سرزمین پر جانا پڑے گا"۔

"ارے باپ رے... یہ اور مشکل کام ہے... سمندر کی حد سے
بھی آگے... دور کہیں... ان کی آبادی میں"۔

"کیوں تو ہے نا... اگر یہ لوگ ہماری سرزمین پر آ سکتے ہیں تو ہم
کیوں نہیں جا سکتے"۔

"ٹھیک... اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ان بٹنوں کے بارے میں
اس لیے کوئی بات معلوم نہیں کر سکتے کہ یہ اس سرزمین کی کسی چیز کے
بنے ہوئے ہیں... لہٰذا ہم جان بھی نہیں سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے... ان بٹنوں کو ایک طرف رکھ دیں... اب یہ
پستول لیں... آخر یہ چلاتے رہنے سے خالی تو ہوتا ہو گا... یہ کس چیز
سے بھرا جاتا ہے"۔

"شاید اس میں کوئی گیس بھری جاتی ہے... گیس ٹریگر دبنے کے
بعد آگ پکڑتی ہے اور تیر کی طرح نکلتی ہے"۔ آصف بولا۔

"یہ بات تو ایک بچہ بھی بتا سکتا تھا"۔ فرزانہ نے برا سا منہ
بنایا۔

"تو کیا ہوا... ہم بھی تو بچے ہی ہیں"۔ فرحت نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے... پہلے ہمیں ایک پستول خالی کرنا چاہیے...
جب اس میں سے شعاع نکلنا بند ہو جائے' اسی وقت بھرنے کی بات

کرنی چاہیے"۔

"ٹھیک ہے... جوشانا کے ایک بے ہوش ساتھی کی اوٹ لے کر ہم ٹریگر دباتے چلے جائیں گے... اس طرح پستول خالی ہو جائے گا"۔

انہوں نے اس طرح پستول خالی کر ڈالا... اس میں سے شعاع نکلنا بند ہو گئی... اب پہلے تو اس کو کھولنے کی کوشش کی گئی... اس میں کوئی جوڑ نہیں تھا... گویا وہ کھل نہیں سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے... اسے آگ میں رکھ کر دیکھتے ہیں... یا کم از کم سگریٹ لائٹر کے شعلے پر گرم کر کے دیکھتے ہیں"۔ رفعت کی آواز ابھری۔

"ایسا کر کے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں"۔

پستول کو گرم کیا گیا... اور پھر اس کر ٹریگر دبایا گیا تو پہلے سے کہیں زیادہ تیزی سے شعاع نکلی... اگر انہوں نے پہلے ہی احتیاط نہ کی ہوتی تو وہ مارے گئے تھے... مطلب یہ کہ انہوں نے تجربہ بھی جوشانا کے ایک ساتھی کے ذریعے کیا تھا۔

بس پھر کیا تھا... وہ جوش میں بھر گئے اور دروازہ کھول کر باہر نکل آئے... دوڑتے ہوئے باغ میں پہنچے... اور دھک سے رہ گئے۔

وہاں بڑی پارٹی میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"ارے! یہ سب لوگ کہاں چل دیے"۔

"شاید سیر کرنے گئے ہیں"۔

"سیر کرنے... یہ سیر کرنے کا کون سا وقت ہے"۔

"بس انہوں نے سوچا ہو گا... فارغ تو وہ ہیں... چلو تھوڑی سی سیر ہی ہو جائے"۔

"نن نہیں... میرا خیال ہے... وہ ہمیں بتائے بغیر نہیں جا سکتے تھے"

"پھر... وہ کہاں ہیں"۔

"شاید عمارت میں ہی کہیں موجود ہیں... باغ میں یا تو آئے نہیں... یا آ کر واپس چلے گئے ہیں"۔

"اچھی بات ہے... عمارت میں بھی دیکھ لیتے ہیں"۔

انہوں نے ایک ایک کمرے کو چیک کر ڈالا... لیکن ان کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔

"حیرت ہے... آخر وہ کہاں چلے گئے؟" محمود نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... ان حالات میں ہم باقی ایک سوال کا جواب کس طرح حاصل کر سکیں گے"۔

"اب تو سوالات کے جوابات حاصل کرنا اور بھی ضروری ہو گیا ہے"۔ رفعت نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"پستول لوڈ کرنے کا طریقہ ہم نے دریافت کر لیا... بٹنوں کے

بارے میں ایک رائے قائم کرلی.... اب رہ گئیں وہ کاریں.... کوئی کار ہمارے پاس ہو تبھی ہم اس کے بارے میں کوئی بات بتا سکتے ہیں.... لہٰذا ایک طرح سے ہم تینوں سوالات کے جواب حاصل کر چکے ہیں.... اگرچہ ان میں ایک جواب مکمل ہے.... اور دو نامکمل.... پھر بھی بڑی پارٹی ہمیں ضرور شاباش دیتی.... لیکن انہیں بھی ابھی غائب ہونا تھا"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... انہیں تلاش کریں یا...."

"ارے ہاں! ہم اس بارے میں یہاں کی انتظامیہ سے بات کر سکتے ہیں"۔

"تو پھر عمارت کے باہر موجود نگرانوں سے.... ارے.... ہم نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں باہر موجود نگرانوں سے تو پوچھا ہی نہیں.... شاید آج ہماری عقلیں گھاس چرنے چلی گئی ہیں"۔

اور پھر وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکے.... فوراً ہی ایک شدید جھٹکا لگا.... آنکھیں حیرت اور خوف سے باہر کی طرف ابل پڑیں۔

○☆○

سفید کار

بڑی پارٹی ٹہلنے کے ارادے سے باغ میں چلی آئی.... لیکن جونہی وہ باغ میں داخل ہوئے، حیرت زدہ رہ گئے.... عمارت کے باہر جو نگرانوں موجود تھے.... ان کی لاشیں باغ میں بکھری پڑی تھیں۔

"ارے باپ رے.... یہ کیا ہوا؟" جیرال کے منہ سے نکلا۔

"کیا آپ ہمارے ساتھ کوئی چال چلنے کے موڈ میں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"نہیں.... آیئے.... پہلے باہر دیکھ لیں"۔ جیرال خود بھی گھبرا گیا۔

سب بیرونی دروازے پر آئے اور ایک بار پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں.... باہر بھی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔

"آخر یہ کس نے کیا؟" خان رحمان بڑبڑائے۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں.... آپ کے ساتھ ہی تو تھا میں.... اور یہ میری چال کس طرح ہو سکتی ہے.... بھلا میں کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں ان لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار کر.... یہ آپ بتا دیں"۔ جیرال نے برا سا

"تب پھر آخر ان لوگوں کو کس نے ہلاک کیا اور کیوں.... کہیں
یہ ایک بار پھر کسی مصنوعی مخلوق کا جال تو نہیں ہے.... جیسے برف کے
اس پار والے معاملے میں تھا"۔

"آپ کچھ بھی سوچ سکتے ہیں.... میں خود نہیں جانتا.... یہ کیسے
ہوا"۔

"خیر.... پہلے تو ہم ان لاشوں کا جائزہ لے لیں"۔ انسپکٹر جمشید
نے کہا اور پھر وہ لاشوں پر جٹ گئے.... ان کو غور سے دیکھنے لگے۔
ان میں سے کسی کے جسم پر کوئی نشان نہیں تھا.... یوں لگتا تھا
جیسے وہ کھڑے کھڑے گر گئے اور مر گئے۔

"اوہو.... یہ دیکھیے.... ٹائروں کے تازہ نشان.... گویا کوئی کار یہاں
تک آئی تھی"۔

"تب پھر وہ نئی مخلوق کی کار ہو گی.... اس قسم کے ٹائروں کے
نشان ہمارے ہاں آپ کو نظر نہیں آئیں گے"۔

"سفید کار"۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

عین اس لمحے ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔
ایک سفید کار ان کی طرف آندھی اور طوفان کی طرح آ رہی تھی۔

"مارے گئے"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

انہوں نے ایک دم مڑ کر اندر کی طرف دوڑ لگا دی.... لیکن
سے کہیں پہلے وہ سفید کار میں بیٹھی مخلوق کی زد میں آ چکے تھے

شعاعیں ان کے جسموں سے ٹکرائیں اور وہ گرتے چلے گئے.... اس کے
بعد انہیں کوئی ہوش نہ رہا.... ہوش آیا تو وہ ایک سفید رنگ کی عمارت
میں تھے۔

"ہائیں! ہم زندہ ہیں یا یہ جنت کا کوئی محل ہے"۔

"اگر یہ جنت کا محل ہوتا تو اس میں مسٹر جیرال کا کیا کام....
جنت تو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لیے ہے....
شرک نہ کرنے والوں کے لیے ہے"۔ اشفاق نے فوراً کہا۔

"نہیں یہ جنت نہیں ہے.... لیکن یہ دوزخ بھی نہیں ہے....
اس کا مطلب ہے.... یہ اس مخلوق کا کوئی اڈا ہے"۔ پروفیسر داؤد
بولے۔

"مخلوق کا اڈا؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! مخلوق کا اڈا.... وہ ہمیں بے ہوش کر کے یہاں لے آئے
ہیں.... اس کا مطلب ہے.... ہمارے ملک پر اب ان کا قبضہ ہوتا جا رہا
ہے اور مکمل قبضہ ہونے میں چند دن لگ جائیں گے.... اس کے بعد یہ
پوری دنیا میں پھیل جائیں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... ہم اگر ان کے قبضے میں آ گئے تو پھر تو
مارے گئے"۔

"ہم مارے گئے.... لیکن ہمارے بچے؟"

"وہ وہیں تجربات کرنے میں مصروف ہوں گے.... یہ لوگ

عمارت کے اندر نہیں گئے ہوں گے... بس ہمیں بے ہوش کیا اور اٹھا لائے"۔

"لیکن کیوں... انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی... ان محافظوں کی طرح ہمیں بھی تو یہ لوگ ختم کر سکتے تھے"۔

"ہاں بالکل ختم کر سکتے تھے... یہ ان کے لیے ذرا مشکل نہیں تھا... لیکن انہوں نے ایسا کیا نہیں... ضرور کوئی وجہ ہو گی... بلاوجہ یہ کیوں ہم پر مہربانی کرنے لگے"۔

عین اس وقت دروازہ کھلا اور مخلوق میں سے ایک اندر داخل ہوا... اس کے ہاتھ میں شعاعی پستول تھا۔

"اٹھو"۔ اس نے کہا۔

"ہائیں... آپ اردو بول لیتے ہیں"۔

"سیکھی ہے تم لوگوں سے"۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

"لیکن ہم نے تو مسٹر جوناشا اور ان کے چار ساتھیوں کو سکھائی تھی"۔

"جوناشا نہیں... جوشانا"۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

"چلئے وہی... اردو تو ہم نے انہیں سکھائی تھی... آپ کو کیسے آ گئی"۔

"غار میں ان کے ساتھ جو ہوا... ہم اس سے باخبر رہے ہیں... وہاں کی آوازیں ہم تک آتی رہی ہیں... ہمارے جسموں کے ساتھ

آلات چپکے ہوتے ہیں... ان آلات کی مدد سے ہمارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رابطہ ہے... بلکہ یہ رابطہ سمندر کے اس پار ہماری سرزمین میں موجود ہمارے حکمرانوں سے بھی ہے... گویا یہ تمام خبریں وہاں تک پہنچ رہی ہیں... تم لوگوں نے جوشانا کو مار ڈالا... وہ ہمارا اہم آدمی تھا... لہٰذا ہم اب تم لوگوں سے ان کا بدلہ لیں گے"۔

"تو پھر وہیں کیوں نہ ہلاک کر دیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"تم لوگوں سے ہمارے سر ملاقات کرنا چاہتے ہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے... سمندر کے اس پار۔

"نہیں... سمندر کے اس پار نہیں... وہ یہیں تمہاری سرزمین پر آئے ہوئے ہیں... اس وقت تک یہاں پانچ سو کے قریب ہمارے ساتھی آ چکے ہیں... اور سو کاریں شہر میں موجود ہیں... ہم جس وقت چاہیں گے پورے شہر کو ملیامیٹ کر دیں گے اور پھر آگے بڑھ کر دوسرے شہر کا بھی حشر نشر کریں گے... لیکن ہماری حکومت چاہتی ہے ہم ایک ایک کر کے شہروں پر قبضہ کریں... پوری دنیا پر ایک وقت میں قبضہ نہیں کیا جائے گا"۔

"ارے باپ رے... یہ لوگ تو پھر آ گئے"۔ جیرال نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! ہم آ گئے... اور اب تم لوگ بالکل بے بس ہو"۔

"ہم آپ سے جو باتیں کرتے ہیں... کیا اس کی اطلاع آپ

لوگوں کو ہو جاتی ہے.... میرا مطلب ہے.... اس غار میں یا اس عمارت میں ہم جو بات خود کرتے رہے ہیں.... وہ آپ سنتے رہے ہیں"۔

"نہیں.... ہمارے ساتھی وہ بات چیت کرتے رہے ہیں.... ہم لوگ اس کو سنتے ہیں.... لیکن اس سے تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو"۔

"پتا نہیں"۔

"ہم جانتے ہیں.... ابھی تمہارے کچھ ساتھی اس عمارت میں ہیں.... اور تم ان کے لیے پریشان ہو"۔

"جج.... جی نہیں.... ہم ان کے لیے نہیں.... پوری دنیا کے لیے پریشان ہیں.... اب دنیا کا کیا بنے گا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"دنیا کا کیا بنے گا.... یہ اب ہماری دنیا ہو گی.... اور تم لوگ جل کر راکھ ہو جاؤ گے.... وہ راکھ سمندر میں پھینک دی جائے گی.... جانتے ہو.... تم لوگوں کی راکھ سمندر کے کس کام آئے گی"۔

"کک.... کس کام آئے گی؟" خان رحمان ہکلائے۔

"سمندر کی تہ میں اس سے ہیرے جواہرات بن جائیں گے"۔

"ارے میاں جاؤ.... کیوں ہمیں بے وقوف بنا رہے ہو.... ایک ہم رہ گئے ہیں کیا بے وقوف بنانے کے لیے"۔

"ہمیں کیا ضرورت ہے بے وقوف بنانے کی.... تم تو خود ہی بے وقوف ہو.... چلے تھے مقابلہ کرنے.... ہماری پوری قوم کو موت کے گھاٹ اتارنے.... کیا رہ گیا ہے اب تمہارے پاس.... نہ تمہاری یہ

سرزمین تمہاری رہ جائے گی.... نہ تم لوگ اس سرزمین پر رہ جاؤ گے"۔

"اگر اللہ کو یہی منظور ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں.... ارے مم.... مگر.... نہیں"۔ انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔

"کیا ہوا.... آپ چونکے کیوں؟" جیرال نے انہیں گھورا۔

"یہ نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا نہیں ہو سکتا"۔

"پوری دنیا پر ان کا مکمل قبضہ ہو جائے اور.... ہم سب انسان ختم ہو جائیں.... یہ نہیں ہو سکتا.... ہاں زمین کے کچھ حصہ پر یا کچھ ملکوں پر ہو سکتا ہے.... ان کا قبضہ ہو جائے"۔

"لیکن کیوں.... پوری زمین پر کیوں نہیں ہو سکتا ہمارا قبضہ"۔ ایک نے کہا۔

"نہیں ہو سکتا.... اس لیے کہ قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے.... ان کی آمد سے پہلے بھی دنیا میں انسانوں کی ہی آبادی ہو گی.... اور ان انسانوں میں مسلمانوں کی بھی بڑی تعداد باقی ہو گی.... جب کہ یہ کہہ رہے ہیں.... پوری دنیا پر ان کا قبضہ ہو جائے گا.... لہٰذا یہ نہیں ہو گا"۔

"یہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آئیں"۔ نئی مخلوق میں سے ایک نے کہا۔

"آئیں گی بھی نہیں.... یہ باتیں اتنی آسانی سے سمجھ میں نہیں

آ سکتیں... وہ بھی کسی دوسری دنیا کی مخلوق کو... لیکن ہمارے لیے یہ اطمینان بہرحال کافی ہے کہ آپ ہرگز اس پوری دنیا پر قبضہ نہیں جما سکیں گے"۔

"ہمارے لیے یہ بہت آسان ہے... اور ہم محسوس کر رہے ہیں کہ بہت جلد ہم اس پوری دنیا پر چھا جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے... یہ وقت بتائے گا کہ آپ کس قدر غلط بات سوچ چکے ہیں"۔

"ضرور وقت بتائے گا"۔

اب وہ انہیں ایک اندرونی کمرے میں لے آئے... یہاں نئی مخلوق کا ایک فرد سنہری کپڑے پہنے بیٹھا تھا... اس طرح کا لباس انہوں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔

"یہ ہیں ہمارے میزبان... یعنی اس دنیا کے انسان"۔ اس نے کہا۔

"یس سر... ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

"یہ کچھ خاص لوگ لگتے ہیں... انہیں رکھنا چاہیے... باقی پورے شہر پر تباہی مچا دو... عمارتیں تباہ کر دو... ان لوگوں کو شعاعوں سے بھسم کر ڈالو... اور لاشوں کو راکھ بنا دو... راکھ کو سمندر میں بہا دو... یہ پورا شہر ہمارا ہو جائے... پھر ہم دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرف بڑھیں گے"۔

"لیکن سر... عمارات کو ڈھیر کرنے کی کیا ضرورت ہے... عمارتیں تو ہمارے کام آئیں گی"۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا... اچھا عمارات کو تباہ نہ کرنا... صرف ان لوگوں کو راکھ بنانا شروع کر دو... اور انہیں بھی شہر کے کسی چوک لے جاؤ... تاکہ یہ بھی نظارہ دیکھ سکیں"۔

"یس سر... ان کے کچھ ساتھی پیچھے رہ گئے ہیں... کیا انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیا جائے"۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔

"اوکے سر... حکم کی تعمیل میں اسی وقت شروع کرا رہا ہوں... اب یہ ملک ہمارا ہے... آئیں بھئی آپ بھی"۔

انہیں اسی سفید کار میں بٹھایا گیا... چار کاریں نئی مخلوق کی وہاں سے روانہ ہوئیں... جیرال کا رنگ اب بالکل سفید ہو رہا تھا۔

"افسوس! ہم تم لوگوں کی مدد سے بھی کچھ نہیں کر سکے"۔

"لیکن مسٹر جیرال! آپ دیکھ ہی رہے ہیں... اس میں ہمارا کیا قصور؟"

"ہاں! بالکل... اس میں آپ لوگوں کا کوئی قصور نہیں... اس بار تو آپ کی چھوٹی پارٹی نے بھی کوئی کام نہیں دکھایا"۔

"کام دکھانے کا موقع ہی کسے ملا ہے"۔

وہ یہ باتیں انگریزی میں کر رہے تھے۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... لیکن اب کیا کیا جائے.... سوال تو یہ ہے"۔

"ہم سب ان کے قبضے میں ہیں.... یہ کاریں ہماری سمجھ سے باہر ہیں.... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"مارے گئے پھر تو ہم"۔ جیرال نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ بے بسی بھی یاد رہے گی"۔

ان کی گاڑیاں شہر کے ایک بڑے چوک پر پہنچ کر رک گئیں۔

"آپ لوگ کار میں ہی بیٹھے رہیں.... اپنی آنکھوں سے اپنے لوگوں کی تباہی کا نظارہ دیکھو"۔

وہ سکتے میں رہ گئے.... چار کاروں سے بیس نئی مخلوق اتری.... انہیں دیکھ کر لوگ پہلے ہی بھاگنے لگے تھے.... ایک عجیب بھگدڑ سی مچ چکی تھی.... انہوں نے باہر نکلتے ہی شعاعی پستولوں کے ٹریگر دبا دیئے.... شعاعیں نکلیں اور لوگوں کے جسموں سے ٹکرائیں.... بس پھر کیا تھا.... چیخوں کا ایک طوفان سا امڈ پڑا.... ہر طرف چیخیں ہی چیخیں.... آہیں ہی آہیں.... اور گوشت جلنے کی بو پھیلنے لگی.... جسم پہلے آگ کی طرح سرخ ہوئے.... پھر ان سے دھواں اٹھنے لگا.... اور پھر جسم گر کے جلنے لگے.... یہاں تک کہ راکھ میں تبدیل ہو گئے.... جسموں کے ساتھ ساتھ گاڑیاں بھی جل رہی تھیں.... الٹ رہی تھیں.... گاڑیوں میں آگ لگ رہی تھی.... دھماکوں کے ساتھ ان کے پرخچے اڑ رہے تھے....

جیرال پتھر کا بت بنا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

"اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا.... میں بھی ان لوگوں کے ساتھ جل کر مر جانا چاہتا ہوں"۔ وہ چلایا۔

پھر اس نے کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی.... لیکن کار کا دروازہ نہ کھلا۔

"اوہ.... یہ دروازہ کیسے کھلے گا"۔

"آپ چاہیں تو میں آپ کے لیے دروازہ کھول دوں"۔ پروفیسر داؤد کی آواز ابھری.... وہ اس کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے.... جیرال، انسپکٹر جمشید، خان رحمان اور انسپکٹر کامران مرزا پچھلی سیٹ پر تھے۔

"کک.... کیا آپ دروازہ کھول سکتے ہیں؟"

"ہاں! میں نے آگے بیٹھ کر کافی کچھ سمجھ لیا ہے.... بلکہ شاید اب میں اس کار کو چلا بھی سکتا ہوں.... اور دروازہ اس طرح لاک کر سکتا ہوں کہ نئی مخلوق باہر سے نہ کھول سکے"۔

"کیا واقعی؟" وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! بلکہ میں دروازے لاک کر چکا ہوں.... اب ہم ان کے قبضے میں نہیں رہے.... جہاں چاہیں جا سکتے ہیں"۔

"وہ مارا"۔ خان رحمان چلائے۔

"تب پھر پروفیسر صاحب.... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جائیں.... ان لوگوں کو کچل دیں"۔ جیرال نے چلا کر کہا۔

پروفیسر داؤد نے سوالیہ انداز میں باقی لوگوں کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہے ہوں.... میں کیا کروں.... کیا جیرال کی ہدایت پر عمل کروں۔

"پہلے آپ اس کی ٹرائی لے لیں.... کیا آپ واقعی اس کو چلا سکتے ہیں.... پھر ہم غور کریں گے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں"۔

"بالکل ٹھیک"۔ یہ کہہ کر پروفیسر داؤد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے.... اچانک کار کا انجن جاگ گیا.... کار تیر کی طرح آگے بڑھ گئی۔

نئی مخلوق نے یہ بات فوراً محسوس کر لی.... وہ چونک کر مڑے اور کار کی جانب دیکھ کر دھک سے رہ گئے.... پھر ایک کار کی طرف دوڑ پڑے.... دوسرے ہی لمحے انہوں نے ایک سفید کار کو اپنے تعاقب میں آتے دیکھا۔

"میرا خیال ہے.... ڈرائیونگ سیٹ مجھے سنبھال لینی چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"لیکن یہاں نہیں.... اس طرح ان کی کار ہمارے سر پر آ جائے گی"۔

"اوہ ہاں.... ٹھیک ہے.... مسٹر جیرال.... آپ بتائیں.... ہمیں ایسی جگہ لے چلیں.... جہاں ہم ان سے بچ کر غور و خوض کر سکیں"۔

"فی الحال سیدھے چلیں.... جب مڑنا ہو گا.... بتا دوں گا"۔

پروفیسر داؤد بتائے ہوئے راستے پر نکل آئے.... پچھلی کار ابھی کافی فاصلے پر تھی.... موقع دیکھ کر انسپکٹر جمشید ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے پروفیسر

داؤد ان کے برابر بیٹھ گئے.... ابھی انہیں بتانا بھی تھا کہ کار کیسے چلتی ہے.... جلدی جلدی وہ انہیں بتانے لگے.... آخر وہ بولے۔

"بس ٹھیک ہے.... اب میں سمجھ گیا"۔

عین اس وقت انہوں نے پچھلی سفید کار کو تیر کی طرح اپنی طرف آتے دیکھا۔

○☆○
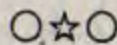
شان دار عمارت

"ارے باپ رے... یہاں تو سب کے سب الٹے پڑے ہیں اور بڑی پارٹی کا کوئی پتا نہیں.... اب ہم کیا کریں"۔ محمود نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہمارے ساتھ صرف مسٹر جیرال تھا.... مسٹر ابطال' جوناٹ یا راٹور نہیں تھے.... ہم انہیں اطلاع دے سکتے ہیں"۔ فرحت نے جلدی سے کہا۔

"لیکن کیسے؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اندر وائرلیس سیٹ موجود ہے"۔ فرزانہ چلائی۔

وہ دوڑ کر اندر آئی.... وائرلیس سیٹ آن کیا اور اس پر ہیلو ہیلو کرنے لگے.... آخر دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جہاں تک ہم جانتے ہیں.... یہ مخصوص سیٹ مسٹر جیرال کا ہے.... ان کے اور ہمارے درمیان کچھ خاص الفاظ مقرر ہیں.... جب تک وہ الفاظ ادا نہیں کرتے.... ہم جواب نہیں دیتے.... لیکن انہوں نے کبھی اس طرح ہیلو ہیلو نہیں کیا"۔

"وہ کر بھی نہیں سکتے.... اس لیے کہ غائب ہیں.... ہمارے ساتھیوں سمیت غائب ہیں"۔

"آپ کون بات کر رہے ہیں؟"

"یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ انہوں نے ہم لوگوں کو.... یعنی انسپکٹر جمشید پارٹی اور انسپکٹر کامران پارٹی کو بلایا ہوا ہے اور مسٹر جیرال انہی کے ساتھ تھے"۔

"ہاں! یہ بات ہم جانتے ہیں"۔

"تو بس پھر.... یہاں اب صرف بچے موجود ہیں.... بڑے غائب ہیں.... اور باہر موجود تمام محافظ مردہ پڑے ہیں.... انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے"۔

"اوہ.... نن نہیں"۔

"لہٰذا فوراً یہاں ذمے دار لوگوں کو بھیجا جائے.... اور اگر ہو سکے تو مسٹر ابطال' جوناٹ یا راٹور میں سے کسی کو بھیج دیں"۔

"او کے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

سیٹ بند کر کے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اب کیا کریں"۔ شوکی کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"انتظار"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"آخر ہم اس بار انشارجہ کے لیے کام کیوں کر رہے ہیں"۔ مکھن نے منہ بنایا۔

"نہیں تو.... ہم پوری دنیا کے لیے کام کر رہے ہیں.... ہمیں تو اس نئی مخلوق سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے.... یہ اگر ہماری سرزمین میں دخل اندازی نہ کرے تو ہمیں کیا ضرورت ہے.... ان سے لڑنے بھڑنے کی"۔

"جب تک بڑی پارٹی ہمارے ساتھ تھی.... ہمیں کوئی پریشانی محسوس نہیں ہو رہی تھی.... لیکن اب یوں لگتا ہے.... جیسے ہم بہت زیادہ پریشان ہو گئے ہیں"۔

"بھئی پریشان ہو کر ہم کیا کر لیں گے.... لہٰذا اس سے بہتر ہے کہ پریشان نہ ہوں"۔ رفعت بولی۔

"لیکن کیسے نہ ہوں.... انسان کی فطرت میں یہ چیز شامل ہے"۔ محمود مسکرایا۔

"ارے تو ہو لو پریشان .... روکا کس نے ہے"۔ رفعت نے بھنا کر کہا۔

"ہائیں ہائیں.... تم لڑنے پر ادھار تو نہیں کھائے بیٹھیں"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ادھار کھائیں میرے دشمن.... میں کیوں کھانے لگی ادھار"۔

"ہاں! یہ بہت مال دار ہیں نا یہ تو.... دولت کی تو ریل پیل ہے ان کے ہاں"۔ اخلاق نے طنزیہ کہا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو اخلاق"۔ رفعت اس کی طرف الٹ پڑی۔

"میرا خیال ہے.... آواز تو میری ہی تھی"۔

"یار چیک کر لو.... تم تو بری طرح زخمی ہو.... یہ آواز تمہاری مشکل ہی ہو سکتی ہے"۔ آفتاب ہنسا۔

"لیکن میری آواز زخمی نہیں ہے"۔ اخلاق نے بھنا کر کہا۔

"زخمی آواز.... بھئی واہ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی.... کود پڑا ناول"۔ آصف جل گیا۔

"غلط .... بالکل غلط.... ناول نہیں کودا.... ناول کا نام کودا ہے.... یار تم اتنی بھی سمجھ نہیں رکھتے"۔ محمود جلدی جلدی بولا۔

"اٹھا لو دوستو اٹھا لو"۔ ایسے میں شوکی نے ہانک لگائی۔

"کیا اٹھا لو.... دماغ تو نہیں چل گیا.... یہاں تو ہمیں دور دور تک کوئی اٹھانے کی چیز نظر نہیں آ رہی ہے"۔ محمود اس کی طرف مڑا۔

"وہ چیز.... جس کا بھی ذکر کر رہا ہوں.... نظر آئے گی بھی نہیں"۔ شوکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آخر.... کیا چیز ہے.... جو نظر نہیں آتی اور ہم اسے اٹھا بھی سکتے ہیں"۔

"موقع سے فائدہ.... میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ موقع سے فائدہ اٹھا لو.... جس قدر باتوں کے طوفان لانے ہیں لے آؤ.... محاورات کی آندھیاں چلانی ہیں چلا لو.... ضرب الامثال کے تیر چلانے ہیں چلا لو....

اس وقت تمہیں کوئی روکنے والا نہیں.... ٹوکنے والے نہیں.... کیا سمجھے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"بس سمجھ گئے.... جو تم سمجھانے پر تلے ہو"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اور یوں بھی یہ شاید ہمای زندگی کا آخری کیس ہے"۔ شوکی بولا۔

"ہائیں.... کیا اس کے بعد ہم سراغ رسانی سے توبہ کر لیں گے"۔ آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں.... یہ کیس آخر کو ہمیں سمندر کی تہ میں لے جائے گا.... بات اگر صرف تہ کی ہوتی تو اور بات تھی.... یہاں تو مسئلہ ہے تہ سے بھی آگے جانے کا.... ہے کوئی تک"۔ شوکی بولا۔

"نہیں.... تک تو خیر واقعی نہیں ہے.... سب کچھ بالکل بے تک ہے.... بلکہ سو فیصد بے تک"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"یار کیا تک تک لگا رکھی ہے.... کام کی بات کرو"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ان حالات میں کام کی بات ذرا مشکل بات ہے"۔

"آسان بات ہمارے حصے میں آتی ہی کب ہے"۔

"شاید ہم دور نکلتے جا رہے ہیں"۔ رفعت کی آواز ابھری۔

"دور نہیں تو.... کہیں تو ہیں"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"میرا مطلب ہے.... باتوں باتوں میں دور نکل گئے ہیں.... ہمیں آس پاس رہنا چاہیے.... کیا خبر.... کب کیا ہو جائے.... کن حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے.... جیسا کہ بڑی پارٹی کو کرنا پڑ گیا.... وہ تو ٹہلنے کے ارادے سے نکلے تھے.... لیکن دیکھ لو.... غائب ہو گئے"۔

"تو پھر آؤ.... ہم بھی ٹہلنے کے ارادے سے نکل چلیں"۔ اشفاق بولا۔

"نہیں.... ہم نے انتظامیہ کو حالات بتائے ہیں.... اب وہ لوگ آ جائیں.... پھر ہم اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکلیں گے"۔

"اچھی بھلی محاورے بازی شروع ہو گئی تھی.... پھر کیس کی بات پر آ گئے.... یہ کیوں بھولتے ہو.... یہ ہماری زندگی کا آخری کیس ہے.... لہٰذا کر لو.... جتنی باتیں کرنا ہیں"۔ شوکی پھر اسی بات پر آ گیا۔

"آخر تم یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"اس طرح تو میں ہر بات اتنے ہی یقین سے کہتا ہوں"۔ شوکی مسکرایا۔

"اماں.... جاؤ.... خود غرض کہیں کے"۔ فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"تم نے.... مجھے خود غرض کہا"۔ شوکی اس کی طرف الٹ پڑا۔

"ہاں کہا.... جو کرنا ہے کر لو"۔

"سوال یہ ہے کہ مجھ میں کون سی خود غرضی کی بات دیکھی ہے تم نے"۔

"صرف میں نے نہیں.... سب نے دیکھی ہے تم میں خود غرضی کی بات.... صرف بات نہیں.... باتیں"۔

"حیرت ہے.... کمال ہے.... میں نے یہ بات آج تک کیوں محسوس نہیں کی"۔ شوکی بولا۔

"تمہاری عقل پر تو پردہ پڑ گیا ہے.... تمہیں کیوں محسوس ہو گی ایسی بات.... چھوڑو کوئی اور بات کرو"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"نہیں.... اب تمہیں یہ بات ثابت کرنا ہو گی.... ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا"۔ شوکی نے بھنا کر کہا۔

"یہ بات میں ابھی مانے لیتا ہوں"۔

"کون سی بات؟" شوکی جلدی سے بولا۔

"یہ کہ تم سے برا کوئی نہیں ہے"۔

"حد ہو گئی ہے.... ارے بھئی یہ بات تو منوائی جاتی ہے.... تمہارے خود بخود مان لینے سے تو بات نہیں بنے گی"۔ شوکی ہنس کر بولا۔

"ان باتوں میں بس یہی بات بری ہے کہ یہ بنتی نہیں.... بس بگڑتی ہیں"۔ آفتاب بولا۔

"اب تم سے کون مغز مارے"۔ مسکرایا۔

"اور یہاں کون کس سے مغز نہیں مار رہا' سوال تو یہ ہے"۔

عین اس وقت کئی گاڑیوں کے رکنے کی آوازیں سنائی دیں.... وہ فوراً باہر نکل آئے۔

"اف.... یہ کیا ہوا"۔ آنے والے آفیسرز میں سے ایک نے کہا۔

پھر وہ ان کی طرف مڑے۔

"آپ تفصیلات بتا دیں"۔ دوسرے نے ان سے کہا۔

انہوں نے تفصیل سنا دی.... لاشیں اٹھوا لی گئیں۔

"اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" ایک آفیسر نے کہا۔

"آپ لوگ اپنے طور پر انہیں تلاش کرائیں.... ہم اپنے طور پر تلاش کرنا چاہتے ہیں.... کیا آپ ہمیں ایک کار دے سکتے ہیں"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

انہیں کار مل گئی.... ہدایات بھی دے دی گئیں کہ اگر انہیں انتظامیہ سے رابطہ کرنا ہو تو کار میں لگے فون کے ذریعے رابطہ کر سکتے ہیں.... انہیں نمبر بھی بتا دیے گئے.... اس طرح وہ وہاں سے بڑی پارٹی کی تلاش میں روانہ ہوئے۔

"سوال یہ ہے کہ جائیں تو جائیں کہاں؟"

"میں نے لاشوں کے پاس جوتوں کے جو نشانات دیکھے ہیں.... ان نشانات میں گہرے سرخ رنگ کی مٹی بھی موجود تھی.... اس علاقے میں سرخ رنگ کی مٹی کہاں پائی جاتی ہے.... اگر ہمیں یہ بات معلوم ہو

جائے تو مزا آ جائے"۔ شوکی بولا۔

"یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے"۔

یہ کہہ کر محمود نے فون پر نمبر ملائے.... پھر اس رنگ کی مٹی کے بارے میں پوچھا.... لیکن ان لوگوں نے بتایا کہ ان کے ملک میں اس رنگ کی مٹی کہیں بھی نہیں ملتی ہے۔

"تو کیا وہ اس ملک سے باہر کسی جگہ سے آئے تھے"۔

"ارے.... ان کے جوتوں میں سمندر کی تہہ سے نیچے اس سوراخ کی مٹی تو نہیں تھی"۔ رفعت نے چلا کر کہا۔

"کیا.... ضرور یہی بات ہے"۔

"تب اس مٹی کے چکر میں پڑنا بے کار ہو گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... یہ تو بہت جلد بے کار ہو گیا"۔ اخلاق نے منہ بنایا۔

"کوئی پروا نہیں.... ہم ادھر ادھر تو انہیں تلاش کر ہی سکتے ہیں"۔

"میرا خیال ہے.... ہمیں اپنی یہ تلاش ایک بار پھر اس عمارت سے شروع کرنا ہو گی.... ہم نے وہاں کا جائزہ تو لیا ہی نہیں.... کوئی نہ کوئی سراغ تو مل ہی جاتا"۔

"بات معقول ہے.... چلو واپس چلتے ہیں"۔

وہ پھر اس عمارت تک آئے.... اب وہاں ایک آدمی پہرہ دے

رہا تھا.... باقی جا چکے تھے"۔

"خیر تو ہے.... آپ لوگ واپس آ گئے"۔

"ہاں! یہاں کچھ کام رہ گیا تھا.... اس کو پورا کرنے کے لیے آ گئے ہیں.... امید ہے آپ معاف فرمائیں گے"۔

"اس میں معافی کی کیا بات ہے بھلا"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اچھا.... نہیں ہے اس میں معافی کی کوئی بات"۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"شکریہ بہت بہت"۔

اب انہوں نے آس پاس کا جائزہ لیا.... اور آخر باغ میں انہیں ایک رومال پڑا مل گیا۔

"یہ.... رومال.... ہمارے ساتھیوں میں سے تو کسی کا ہے نہیں"۔

"ارے تو کیا یہ نئی مخلوق بھی رومال اپنے پاس رکھتی ہے"۔

"بھئی آخر.... وہ بھی انسان ہیں.... ان کے بھی ناک ہیں.... منہ ہے.... کان ہیں.... آنکھیں ہیں.... انہیں بھی رومال کی ضرورت پیش آتی ہو گی"۔

"بالکل ٹھیک.... اس رومال پر دھونے والے کا نشان بھی موجود ہے.... گویا جس دکان سے یہ دھلوایا گیا.... اس کا نشان"۔ محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ارے.... کیا واقعی!!" وہ چونک کر بولے۔

"ہاں! لیکن اس کے ذریعے اس دکان کو تلاش کر لینا آسان نہیں ہو گا.... اور اگر ہم دکان تلاش کر لیں.... تب بھی ان لوگوں کو کس طرح تلاش کیا جا سکتا ہے"۔

"اول تو یہ بات بھی عجیب ہے کہ اس مخلوق نے کسی دکان سے اپنے کپڑے دھلوائے ہوں"۔

"ویسے بھی.... یہ رومال ہماری دنیا کا لگتا ہے.... ان کے کپڑے بھی تو ہم سے بہت مختلف ہیں"۔

"ہاں! واقعی"۔

"اوہو.... میں کہتا ہوں.... آخر کوشش کر کے دیکھ لینے میں کیا حرج ہے"۔ محمود نے کہا۔

"بالکل ٹھیک"۔ آصف فوراً بولا۔

"میں بھی ان کی تائید کرتی ہوں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"تو پھر ہمیں ڈرائی کلیننگ کی دکانوں کو چھان مارنا پڑے گا.... اس طرح ہم کافی دیر بعد ان کو تلاش کر سکیں گے"۔

"کوئی پروا نہیں"۔

آخر یہ کام شروع ہوا.... انھوں نے ایک ایک دکان دار کو وہ نمبر دکھائے.... دکانداروں نے نمبر دیکھ کر ان کی رہنمائی کی.... اس طرح آخر کار وہ اس دکان تک پہنچ گئے.... جس کے وہ نمبر تھے.... نمبر دیکھتے

ہی دکاندار نے کہا۔

"ہاں جی.... بالکل! یہ میرے ہی نمبر ہیں.... فرمایئے کیا بات ہے"۔

انتظامیہ کی طرف سے انہیں ایک کارڈ دیا گیا تھا.... وہ اس کارڈ کو دکھا دکھا کر اپنا کام نکال رہے تھے.... ورنہ شاید اس قدر آسانی سے یہاں تک پہنچ نہ پاتے۔

"یہ رومال کس نے دھلوایا تھا.... بتا سکتے ہیں"۔

"جی ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔

یہ کہ کر اس نے رجسٹر کھول لیا.... کئی منٹ بعد اس نے کہا۔

"مسٹر ڈی ہارڈی کا ہے یہ رومال"۔

اس نے ڈی ہارڈی کا پتا انہیں نوٹ کروا دیا.... اب وہ ڈی ہارڈی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے.... ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔

"ایسا لگتا ہے.... جیسے ہم اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچنے والے ہیں"۔

"لیکن اگر وہ یہاں مل گئے تو ہمارے ساتھی شاید قیدیوں کی حیثیت میں ملیں گے"۔

"دیکھا جائے گا"۔

تلاش کرنے پر ایک سفید رنگ کی عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔

کسی نے ان کی رہنمائی اس عمارت تک کی تھی.... اور اس نے جتایا تھا کہ یہ عمارت ڈی ہارڈی کی ہے.... انہوں نے دیکھا.... وہ ایک بہت شان دار عمارت تھی۔

○☆○

موت کا تجربہ

"بچو جمشید.... وہ آ رہی ہے"۔ خان رحمان چلائے۔

"ہاں! میں دیکھ رہا ہوں.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے.... اور ایک دم انہوں نے اپنی کار سڑک سے نیچے اتار دی.... پچھلی سفید کار آگے نکل گئی.... پھر فوراً ہی وہ ترچھی ہو کر رک گئی.... اب وہ آگے نہیں نکل سکتے تھے.... لیکن انہوں نے کار نہ روکی۔

"ارے ارے.... جمشید.... کیا کر رہے ہو"۔ پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

"تجربہ"۔ وہ مسکرائے۔

"تجربہ.... کیا مطلب.... کیسا تجربہ.... ہمارے خیال میں تو یہ موت کا تجربہ ہے"۔ جیرال ہنسا۔

"ہاں موت کا کہہ لیں.... میں دیکھنا چاہتا ہوں.... سفید کاریں آپس میں ٹکرا جائیں تو کیا ہوتا ہے"۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

عین اس وقت ان کی کار اگلی کار سے ٹکرا گئی.... ایک دھماکا ہوا.... شعلہ سا لپکا اور پھر خاموشی چھا گئی.... اگلی کار کا کچھ نہیں بگڑا تھا.... نہ ان کی کار کو کوئی نقصان پہنچا تھا.... انہیں بھی کوئی زخم نہیں آیا تھا۔

"بھئی واہ! یہ تو بہت کام کی کاریں ہیں.... چلو جمشید.... ان کی دنیا سے چند کاریں ہی خرید لائیں"۔ خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"خرید کر لانے کی کیا ضرورت ہے.... یہیں سے حاصل کر لیں گے.... ایک پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے.... دوسری پر ہونے والا ہے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... اس پر"۔ جیرال نے دوسری کار کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں! یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ہم کسی طرح کار سے باہر نکل جائیں.... تاکہ یہ ہمیں شعاعی پستول کا نشانہ بنا سکیں.... لیکن ہم ایسا کریں گے.... کار میں ہی رہیں گے"۔

"تب پھر فیصلہ کیسے ہو گا"۔ جیرال نے منہ بنایا۔

"کس بات کا فیصلہ"۔

"ہماری سرزمین پر حکومت ہماری ہو گی یا ان کی"۔

"کار میں بیٹھے بیٹھے تو یہ بھی کچھ نہیں کر سکتے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم کار سے باہر نکلیں گے تو

ہم مارے جائیں گے.... اور اگر یہ لوگ نکلے تو یہ مارے جائیں گے"۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔

"ان کے پاس تو بہت سی کاریں ہیں.... یہ کار میں بیٹھے بیٹھے کام چلا لیں گے.... ہمیں تو بہرحال نکلنا ہی ہو گا"۔

"فی الحال نکلنے کی ضرورت نہیں.... ہم اسی طرف واپس لوٹ جاتے ہیں.... جہاں ان لوگوں نے تباہی مچائی ہوئی ہے.... ہم تباہی مچانے والوں سے تو نبٹ سکتے ہیں اب"۔

"تب پھر اس طرف آنے کی کیا ضرورت تھی"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"اس وقت کار چلانا نہیں سیکھا تھا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے.... میری بھی رائے یہی ہے کہ ہمیں واپس چلنا چاہیے.... یہاں کھڑے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں"۔

انسپکٹر جمشید نے کار بیک کی اور بلا کی رفتار سے روانہ ہوئے.... دوسری سفید کار بھی فوراً حرکت میں آ گئی.... اب وہ پھر ان کے تعاقب میں تھی۔

"اب اسے راستہ نہ دینا جمشید.... یہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر اس نے ٹکر ماری تو ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا"۔

"ویسے یہ بہت مزے کی بات ہو گئی کہ کار ہمارے ہاتھ لگ گئی.... اس کار کے ذریعے ہم ان کی آبادی میں بھی جا سکتے ہیں.... یعنی

سمندر کی تہ کے دوسری طرف"۔ جیرال نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب آئیڈیا ہے۔۔۔ دراصل ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہم کار کو چلا سکیں گے۔۔۔ ارے ہم۔۔۔ مگر"۔ پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"اب کیا ہوا پروفیسر صاحب؟" خان رحمان نے ان کی طرف دیکھا۔

"ہم سب ایک کار میں کیسے جائیں گے۔۔۔ اس میں اتنی جگہ نہیں ہے"۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ ہم ایک اور کار پر بھی تو قبضہ کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو پھر پہلے ہمیں اس کار پر کسی طرح قبضہ کرنا چاہیے"۔

"او کے۔۔۔ اگر آپ لوگوں کی یہی مرضی ہے تو پہلے ہم یہی کر لیتے ہیں"۔

اس بار انہوں نے سڑک پر کار ترچھی کر کے روک لی۔۔۔ پچھلی کار اسی تیزی سے آ کر ان سے ٹکرائی۔۔۔ دھماکا ہوا۔۔۔ لیکن دونوں کاروں کا کچھ نہ بگڑا۔

"کمال کی کاریں بنائی ہیں ان لوگوں نے۔۔۔ سمندر میں بھی سفر کر لیتی ہیں۔۔۔ ٹکرانے سے نہ ٹوٹتی ہیں نہ الٹتی ہیں۔۔۔ کچھ عرصہ پہلے ہمارے کسی ملک نے ایک فلم بنائی تھی۔۔۔ اس میں ایسی ہی ایک کار

دکھائی گئی تھی۔۔۔ جو بڑی بڑی عمارتوں کو تباہ کر دیتی ہے۔۔۔ لیکن اس پر بموں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔۔۔ لیکن وہ صرف ایک فلم تھی۔۔۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔۔۔ اب یہ کاریں دیکھ کر احساس ہوا۔۔۔ ایسی کاریں بھی بنائی جا سکتی ہیں"۔

"بالکل۔۔۔ لیکن اب اس کے خلاف کیا کارروائی کی جائے۔۔۔ اگر ہم باہر نکلتے ہیں تو یہ ہمیں شعاعی پستولوں سے نشانہ بنا دیں گے"۔

"تیل دیکھیں۔۔۔ تیل کی دھار دیکھیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بچے یاد آ گئے یہ سن کر۔۔۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہوں گے"۔ خان رحمان نے اداس لہجے میں کہا۔

"کوئی فکر نہ کرو خان۔۔۔ وہ بھی جلد ہم سے آ ملیں گے۔۔۔ میرا خیال ہے اس وقت تک وہ ہماری تلاش میں نکل چکے ہوں گے"۔

"امید یہی ہے"۔ جیرال نے سر ہلایا۔

"مسٹر جیرال۔۔۔ آپ بھی کوئی ترکیب سوچیں۔۔۔ ہمارے ترکیب سوچنے والے تو اس وقت ہمارے ساتھ ہیں نہیں"۔

"تم لوگوں کی موجودگی میں اپنے دماغ کو بالکل فارغ خیال کر رہا ہوں۔۔۔ چل ہی نہیں رہا کم بخت"۔

"ہمارا مسئلہ اس وقت صرف ایک اور کار حاصل کرنے کا رہ گیا ہے۔۔۔ اس کے بعد ہم سمندر کا سفر کر سکیں گے۔۔۔ اور ان کی دنیا میں جا سکیں گے۔۔۔ آپ کا کیا خیال ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بالکل ٹھیک ہے"۔ جیرال نے فوراً کہا۔

"تب پھر میں کار سے باہر نکل رہا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب... کامران مرزا... دماغ تو نہیں چل گیا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اب کسی نہ کسی طرح... کار تو حاصل کرنا ہے... جب تک ہم باہر نہیں نکلیں گے... یہ بھی نہیں نکلیں گے"۔

"لیکن باہر نکلنے کی صورت میں یہ کار بھی ہمارے ہاتھ سے جا سکتی ہے"۔

"سب کے نکلنے کی ضرورت نہیں... کار میں پروفیسر داؤد باقی رہ جائیں گے... لیکن اس طرح کہ انہیں محسوس نہ ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن انسپکٹر کامران مرزا اس سے بھی کیا ہوگا... وہ سب کے سب تو کار سے نہیں نکل آئیں گے"۔

"ان کے جتنے ساتھی نکلیں گے... اگر ہم نے انہیں ختم کر دیا تو کار میں رہ جانے والے بھی ضرور باہر نکلیں گے اور ہمارے ہاتھوں مارے جائیں گے... اس طرح کار ہمارے ہاتھ لگ سکتی ہے... دوسری طرف پروفیسر صاحب... چاہے ہمارے ساتھی کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے... ہم جل کر راکھ کیوں نہ ہو جائیں... آپ باہر نہیں آئیں

گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جذباتی آواز میں کہا۔

"بہت مشکل کام سونپ دیا کامران مرزا تم نے مجھے"۔ انہوں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے"۔

"اچھا خیر... اللہ مالک"۔ وہ بولے۔

اور پھر کار کی اوٹ میں رہ کر انسپکٹر کامران مرزا باہر نکل آئے... انہوں نے ایک چھلانگ لگائی اور سڑک سے نیچے کود گئے اور پھر ایک درخت کی اوٹ لے لی۔

فوراً ہی دوسری کار سے فائر کیا گیا... شعاع درخت سے ٹکرائی اور درخت کڑاک کی آواز سے درمیان سے ٹوٹ گیا... انسپکٹر کامران مرزا نے ایک چھلانگ اور لگائی... ادھر سے پھر فائر ہوا... ایک درخت اور گرا... لیکن اب وہ اس قدر دور آ گئے تھے کہ شعاع ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی... لہٰذا وہ پرسکون انداز میں سامنے کھڑے ہو گئے... دوسری کار میں بیٹھی نئی مخلوق نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھا... شاید انہیں ان پر حیرت ہو رہی تھی۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے بھی اسی انداز میں نیچے چھلانگ لگا دی... پھر خان رحمان... اور جیرال بھی کود گئے... پروفیسر داؤد نیچے دبک چکے تھے... تاکہ نئی مخلوق انہیں نہ دیکھ سکے... اور یہ خیال کرے کہ اب کار میں کوئی نہیں رہ گیا۔

وہ چاروں اب شعاعی پستول کی زد سے دور ان کے سامنے کھڑے تھے.... جیسے مقابلہ کی دعوت دے رہے ہوں.... اور تھے بھی خالی ہاتھ.... انہیں خالی ہاتھ دیکھ کر ہی مخلوق شیر ہو گئی.... کار کا دروازہ کھلا اور ان میں سے ایک شعاعی پستول ہاتھ میں لے کر باہر نکلا۔

"آخر یہ ہمارے جال میں آ گئی"۔

"لیکن ہم حد درجے خطرے میں ہیں.... ان کے پاس شعاعی پستول ہیں.... اور یہ کسی بھی لمحے ہمیں زد میں لے کر فائر کر سکتے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"اب کیا کریں.... خطرہ مول لیے بغیر ہم اس دوسری کار پر تو قبضہ کر ہی نہیں سکتے"۔ جیرال نے منہ بنایا۔

"اور ہم اپنے پستول شعاعی سے ان پر فائر نہیں کر سکتے.... اس طرح الٹا ہم مارے جاتے ہیں.... ہے نا ڈبل الجھن"۔

"تو آپ لوگوں کو کس لیے بلایا ہے.... ڈبل الجھن کو سلجھائیں"۔ جیرال نے منہ بنایا۔

"کچھ آپ ہی ترکیب بتائیں نا.... ہم کیا کریں"۔

"ان حالات میں اگر میں ترکیب بتانے کے قابل ہوتا تو پھر آپ لوگوں کو کیوں بلاتے.... خود ہی نہ نمٹ لیتے اس مخلوق سے"۔ جیرال نے جلدی جلدی کہا۔

"وہ.... وہ کار کی طرف جا رہے ہیں"۔ خان رحمان ہکلائے۔

"تب تو کام بن گیا"۔ انسپکٹر جمشید پرجوش انداز میں بولے۔

"کیا مطلب.... کام بن گیا.... لیکن کیسے؟" جیرال کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں کار پر فائر کروں گا"۔

"لیکن شعاع پلٹ کر تمہیں لگے گی جمشید"۔ خان رحمان بولے۔

"جی نہیں.... اس زاویے سے فائر کروں گا کہ شعاع اچٹ کر اسے لگے گی.... اور اس کے جسم سے ٹکرا کر پلٹے گی نہیں.... بلکہ اسے جلا دے گی.... یہ تجربہ ہم پہلے ہی کر چکے ہیں"۔

"اوہ ہاں.... بالکل ٹھیک جمشید.... گویا اس وقت تمہارا دماغ خوب کام کر رہا ہے"۔

"یہ سب اللہ کی مہربانی ہے"۔

اور پھر انہوں نے نشانہ لے کر شعاعی پستول سے فائر کر دیا.... شعاعی پستول کئی کار کے خانے میں بھی رکھے مل گئے تھے.... لہٰذا اب ان کی کمی نہیں رہ گئی تھی.... ان میں سے ہر ایک کے پاس موجود تھے۔

شعاع کار سے ٹکرائی.... ایک دھماکا ہوا اور پھر کار سے اترنے والے کے جسم سے ٹکرائی.... فوراً ہی اس کا جسم آگ کی طرح سرخ ہو گیا.... پھر وہ گرا اور اس سے دھواں اٹھتا نظر آیا۔

"وہ مارا"۔ جیرال چلایا۔

"لیکن ابھی کار میں تین اور موجود ہیں.... اور اگر وہ باہر نہ آئے تو ہم کار حاصل نہیں کر سکیں گے"۔

"تب پھر کیا کیا جائے.... سوچنے کی بات تو یہ ہے.... کاش اس وقت ہمارے ساتھ بچے بھی ہوتے"۔

"یہ بات میں بتا سکتا ہوں"۔ جیرال کی آواز گونجی۔

"کیا مطلب.... آپ کیا بتا سکتے ہیں"۔

"یہ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے"۔ جیرال مسکرایا۔

"تو پھر بتائیں نا.... کیا کرنا چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"بچوں کو میں یہاں بلوا لیتا ہوں"۔ جیرال بولا۔

"مطلب یہ کہ وہ کوئی ترکیب بتائیں گے آ کے"۔

"ہاں بالکل"۔

"ٹھیک ہے.... آپ انہیں یہاں بلا لیں"۔

جیرال نے وائرلیس کے ذریعے ہدایات دیں.... دوسری کار والے اب کار میں ساکت بیٹھے تھے.... شاید انہیں بھی کوئی بات نہیں سوجھ رہی تھی.... وائرلیس پر پیغام دینے کے بعد انہیں بھی انتظار کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا.... وہ دور ہٹ کر بیٹھ گئے.... پروفیسر صاحب کار میں بیٹھے رہ گئے۔

"اوہو.... انہوں نے بہت احتیاط سے آواز پیدا کئے بغیر کار کا دروازہ کھولا ہے"۔ ایسے میں خان رحمان چونک کر بولے۔

"فکر نہ کریں.... میں دیکھ لوں گا"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اپنی جگہ سے اٹھے اور درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے کار سے نزدیک ہوتے چلے گئے.... اور دوسری کار سے نئی مخلوق میں سے ایک اترا.... اور ان کی کار کی طرف بڑھنے لگا.... لیکن وہ بہت جھک کر چل رہا تھا.... تاکہ اسے دیکھ نہ لیا جائے.... جب کہ خان رحمان انہیں پہلے ہی خبردار کر چکے تھے.... پھر جونہی وہ ان کی زد پر آیا.... انہوں نے کار کا نشانہ لے کر فائر کر دیا.... شعاع کار سے ٹکرا کر اچٹی اور اس سے ٹکرائی.... دوسرے ہی لمحے اس کے جسم سے دھواں اٹھتا نظر آیا

اس کے ساتھیوں نے خوف زدہ انداز میں یہ منظر دیکھا.... تو وہ ساکت رہ گئے۔

"بہت خوب!" دوسری طرف سے جیرال نے ان کی تعریف کی۔

"پانچ میں سے دو کام آ گئے.... تین رہ گئے.... اب کسی طرح یہ باہر آ جائیں تو مسئلہ حل ہے"۔

"فرزانہ' فرحت اور رفعت یہاں ہوتیں تو اب تک ترکیب بتا چکی ہوتیں"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"خیر کوئی بات نہیں.... وہ بھی اب آ رہے ہوں گے"۔

عین اس وقت وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا۔

"لیں.... جیرال بات کر رہا ہوں"۔

"وہ لوگ اس عمارت میں نہیں ہیں.... اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکل گئے ہیں"۔

"تلاش کرو اور جہاں سے بھی ہو سکے.... تلاش کر کے ہم تک انہیں پہنچا دیا جائے"۔

"جی بہت بہتر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے.... اچانک ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے.... انہوں نے پانچ سفید کاریں اس طرف آتے دیکھیں۔

"ارے باپ رے.... اتنی کاریں ہماری طرف آ رہی ہیں.... پروفیسر صاحب کو خبردار کرنا ہو گا.... کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ وہ کار کو اس طرف لے آئیں.... درختوں کے درمیان"۔

"پھر یہ کار نکل جائے گی"۔

"نکل تو یہ اب بھی سکتی ہے لیکن اس کو کام یہ سونپا گیا ہے کہ ہمیں ختم کر دیا جائے.... ورنہ یہاں سے نکل جانا اس کار کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے.... انہیں اس طرف لے آتے ہیں کہیں وہ کار سمیت خطرے میں نہ گھر جائیں.... کیونکہ ہم نہیں جانتے.... اب یہ کیا کریں گے.... ظاہر ہے کہ آئے تو ہیں اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے ہی"۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

"میں جا کر انہیں خبردار کرتا ہوں"۔

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید سینے کے بل رینگتے ہوئے کار کی طرف چلے.... ایسے میں اگر انہیں دیکھ لیا جاتا اور شعاعی پستول سے فائر کر دیا جاتا تو وہ جل کر راکھ ہو سکتے تھے.... لہٰذا بہت احتیاط کی ضرورت تھی۔

رینگتے ہوئے آخر کار وہ کار تک پہنچ گئے.... انہوں نے انگلی سے تین بار کھٹ کھٹ کی اور کھڑکی تک اپنا چہرہ اوپر اٹھایا.... تب کہیں جا کر پروفیسر داؤد نے انہیں دیکھا.... کار کا شیشہ معمولی سرکا کر انہوں نے کہا۔

"کیا بات ہے جمشید"۔

"خطرہ بڑھ گیا ہے.... پانچ کاریں اور آ رہی ہیں"۔

"کیا!!!" وہ چلائے.... رنگ اڑتا نظر آیا۔

"ہاں.... آپ فوراً اس طرف آ جائیں.... درختوں کے درمیان"۔

یہ کہ کر وہ مڑے اور پھر ساکت رہ گئے۔

○☆○
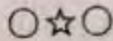
حد ہو گئی

محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی.... ایک منٹ بعد دروازہ کھلا.... ایک ادھیڑ عمر آدمی انہیں نظر آیا۔

"جی فرمائیے"۔

"آپ ڈی ہارڈی ہیں"۔

"ہاں! بالکل ہوں"۔

"ہمارے کچھ ساتھیوں کو اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھا۔

"لیکن.... دوسری دنیا کی مخلوق سے آپ لوگوں کا کیا تعلق ہے"۔

"د.... دوسری دنیا.... کک.... کیا مطلب"۔

"آؤ بھئی.... اندر چلیں.... یوں بات نہیں بنے گی"۔ محمود نے کہا اور جھکائی دے کر اندر گھس گیا۔

"ارے ارے.... یہ.... یہ کیا.... یہ کسی کے گھر میں داخل ہونے کا کون سا طریقہ ہے"۔

"انوکھا طریقہ"۔ آصف بولا اور وہ بھی اندر داخل ہو گیا۔

"اب جب کہ ہمارے دو ساتھی اندر جا چکے ہیں.... تو ہم باہر رہ کر کیا کریں گے.... کیا خیال ہے آپ کا"۔

"میں پولیس کو فون کرتا ہوں"۔ ادھیڑ عمر آدمی نے جھلا کر کہا.... اور اندر کی طرف مڑا.... وہ بھی اندر داخل ہو گئے۔

"بھئی واہ.... یہ جوتوں کے نشانات تو ہمارے ہی ساتھیوں کے ہیں.... اس کا مطلب ہے.... وہ یہیں لائے گئے ہیں"۔

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو"۔

"آپ اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہو جائیں.... آپ کا نئی مخلوق سے کیا تعلق ہے؟"

"پتا نہیں.... کیا کہہ رہے ہیں"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

اندر ایک بہت بڑا صحن تھا.... صحن کے چاروں طرف کمرے تھے.... لیکن انہیں تو صحن کا جائزہ لے کر ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے ساتھیوں کو یہیں لایا گیا تھا۔

"کہاں ہیں ہمارے ساتھی؟"

"کون سے ساتھی"۔

"جن کے جوتوں کے یہ نشانات ہیں"۔

"اوہ اچھا.... میں سمجھ گیا.... کچھ دیر پہلے یہاں چند مجرموں کو لایا گیا تھا"۔ اس نے سنبھل کر کہا۔

"مجرموں کو.... کیا مطلب"۔

"پتا نہیں.... ان کا جرم کیا تھا.... بہر حال اب تو وہ انہیں یہاں سے کہیں اور لے جا چکے ہیں"۔

"لیکن یہاں کیوں لائے تھے.... یہ کوئی پولیس سٹیشن تو ہے نہیں"۔

"وقتی طور پر پہلے وہ انہیں کہیں رکھنا چاہتے تھے.... پھر پولیس سٹیشن لے جانے کا پروگرام تھا"۔

"کیا آپ پولیس کے لیے کام کرتے ہیں"۔

"نہیں! لیکن پولیس کی مدد کرنا تو ہر شہری کا کام ہے"۔

"لیکن کیا پولیس والے آپ کے گھر کی چیزیں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں"۔

"گھر کی چیزیں.... نہیں تو.... یہ آپ نے کیوں کہا"۔

"اس لیے کہ ہمارے ساتھیوں کو جس جگہ سے اغوا کیا گیا ہے.... وہاں سے یہ رومال ملا ہے اور یہ رومال اس گھر کا ہے"۔

ادھیڑ عمر آدمی رومال کو دیکھ کر چونکا۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ رومال اس گھر کا ہے"۔

"اس لیے کہ اس گھر کے افراد اس رومال کو دھوبی سے دھلواتے رہے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ مارے خوف کے بولا۔

"اب آپ سچ اگل دیں.... ورنہ ہم یہاں پولیس کو بلا لیں گے"۔

"کیا مطلب.... آپ اور مجھے پولیس کو بلانے کی دھمکی دے رہے ہیں"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"ہاں دے رہے ہیں"۔

"لیکن آپ تو خود مجرم ہیں"۔

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"تب پھر آپ کے ساتھیوں کو پولیس نے کیوں گرفتار کیا تھا"۔

"پولیس نے نہیں.... کچھ اور لوگوں نے.... اور ان لوگوں کے بارے میں بھی پولیس آپ سے پوچھ لے گی"۔

"مجھ سے.... بھلا مجھ سے کیوں پوچھے گی"۔

"اس لیے کہ آپ کا ان لوگوں سے ضرور کوئی تعلق ہے"۔

"آپ پتا نہیں کیا باتیں کر رہے ہیں"۔

"محمود.... پولیس کو فون کرو.... یہ اس طرح نہیں مانیں گے"۔

"ہاں ہاں ضرور کرو.... الٹا تم گرفتار کر لیے جاؤ گے"۔

"کیوں! ہم نے کیا کیا ہے؟؟"

"تم ان مجرموں کے ساتھی ہو.... یہ بات میں پولیس کو بتاؤں گا"۔

"ارے.... اب پولیس کو بلانا ہو گا"۔

یہ کہہ کر محمود نے ایک نمبر ملایا... یہ نمبر انہیں دیا گیا تھا۔

"یس... کون صاحب؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"محمود نے اپنا تعارف کرایا... جیرال کا حوالہ دیا... مختصر حالات بتائے تو وہ سنتے ہی بولا۔

"آپ لوگ اس وقت کہاں ہیں"۔

محمود نے پتہ لکھوا دیا... لکھتے ہی وہ بولا۔

"وہیں ٹھہریں... ہم آ رہے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ"۔ اس نے خوش ہو کر کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

"پولیس آ رہی ہے... اب آپ ہمارے خلاف جو کہنا ہو... کہہ دیجئے گا"۔ محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

پندرہ منٹ بعد پولیس وہاں پہنچ گئی... پولیس آفیسر کی نظریں ان پر جم گئیں۔

"آپ انسپکٹر جمشید کے ساتھی ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔

"آپ کی ضرورت اس جگہ ہے... جہاں اس وقت وہ لوگ موجود ہیں... مسٹر جیرال نے ہمیں ہدایات دی ہیں کہ آپ کو فوراً وہاں پہنچا دیا جائے"۔

"لیکن... یہاں اس معاملے کا کیا ہو گا"۔

"آپ مختصر طور پر بتا دیں... یہاں کا کیا معاملہ ہے"۔

اس نے وضاحت کر دی۔

"بات عجیب ترین ہے کہ نئی مخلوق کا اس گھر میں کیا کام... مسٹر آپ کا نام کیا ہے؟" پولیس آفیسر نے ادھیڑ عمر سے پوچھا۔

"ڈی ہارڈی"۔ اس نے فوراً کہا۔

"نئی مخلوق سے آپ کیا تعلق ہے؟"

"کوئی تعلق نہیں"۔ اس نے فوراً کہا۔

"پھر وہ لوگ ان کے ساتھیوں کو آپ کے ہاں کیوں لائے؟"

"دروازہ کھلا تھا... بس وہ اندر گھس آئے... شاید کوئی ان کا تعاقب کر رہا ہو گا... انہوں نے موقع غنیمت جانا اور اندر آ گئے"۔

"لیکن کوئی ان کا تعاقب نہیں کر رہا تھا"۔

"اچھا... کمال ہے... پھر انہوں نے ایسا کیوں کیا... ضرور کوئی گڑبڑ ہے"۔ ڈی ہارڈی نے چونک کر کہا۔

"گڑبڑ آپ کے گھر میں ہے... انسپکٹر صاحب... ذرا ان کے گھر کی تلاشی لیں"۔

"یہ کام میں کر لوں گا... آپ کو بلایا گیا ہے... لہٰذا آپ جائیں"۔

"نہیں... یہ کام بھی بہت ضروری ہے... آپ ہمارے سامنے

تلاشی میں"۔

"بہت بہتر! لیکن اگر مجھ سے جواب طلب کیا گیا تو میں کیا کہوں گا"۔

"جواب ہم دیں گے"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھی بات ہے.... مجھے تو کوئی اعتراض نہیں.... اب آپ بتائیں مسٹر ہارڈی.... آپ کیا کام کرتے ہیں"۔

"میں.... میں تاجر ہوں.... تجارت کرتا ہوں.... میری تجارت کئی ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے"۔

"اچھی بات ہے.... ہم آپ کے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں.... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے.... اگر اعتراض ہے تو پھر ہم پہلے تلاشی کے وارنٹ لائیں گے"۔

"نہیں.... کوئی اعتراض نہیں.... آپ شوق سے تلاشی لیں.... جب میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے تو مجھے کیا پروا ہو گی"۔

"آپ کی بات معقول ہے.... شکریہ"۔ انسپکٹر نے کہا۔

اور پھر اس کے گھر کی تلاشی لی گئی.... نئی مخلوق کے قدموں کے نشانات وہاں جگہ جگہ موجود تھے اور ان کے ساتھیوں کے جوتوں کے نشانات بھی نظر آ رہے تھے۔

"یہ بات تو ثابت ہے کہ ہمارے ساتھیوں کو یہاں لایا گیا ہے....

مسٹر ہارڈی آپ اس وقت یہیں تھے"۔

"ہاں جناب! بالکل میں یہیں تھا"۔

"پھر آپ نے ان کو روکا نہیں"۔

"ان کے ہاتھ میں ایک عجیب و غریب پستول تھا.... وہ انہوں نے مجھ پر تان دیا اور بتایا کہ اگر میں نے کوئی گڑبڑ کی تو جل کر راکھ ہو جاؤں گا"۔

"اور پھر انہوں نے کیا کیا"۔

"وہ آپس میں باتیں کرتے رہے.... پھر وہ آپ کے ساتھیوں کو لے کر یہاں سے چلے گئے"۔

"ہوں خیر.... انسپکٹر صاحب! آپ فی الحال ان کے گھر پر ایک دو آدمی مقرر کر دیں.... وہ ہر وقت نگرانی کریں گے.... کون یہاں آتا ہے.... کون جاتا ہے.... یہ بات نوٹ کرتے رہیں گے.... اور مسٹر ہارڈی.... آپ شہر سے باہر جانے کی کوشش ہرگز نہیں کریں گے"۔

"لیکن میں بتا چکا ہوں.... میں کاروباری آدمی ہوں اور مجھے اکثر دوسرے شہروں میں جانا پڑتا ہے"۔

"سوری.... چند دن تک آپ ٹیلیفون سے کام چلا لیں.... مجبوری ہے"۔

"ہرگز کوئی مجبوری نہیں.... کیا میرا اس معاملے میں تعلق ثابت ہو گیا ہے"۔

"آپ لاتعلق بھی تو نہیں ثابت ہوئے.... اس لیے کہ مخلوق بہرحال آپ کے گھر آئی ہے"۔

"لیکن میں بتا چکا ہوں.... وہ پستول کے زور پر آئی تھی"۔

"بالکل ٹھیک.... لیکن مسٹر ہارڈی.... کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں"۔ محمود نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ضرور کیوں نہیں.... اس وقت تک کیا آپ سوالات نہیں پوچھتے رہے ہیں"۔

"لیکن وہ سوال ایسا ہے کہ آپ جواب دیتے وقت گھبرا جائیں گے.... اس لیے میں نے پہلے ہی اجازت لے لینا پسند کیا"۔ محمود مسکرا دیا.... باقی بھی اس کی طرف دیکھنے لگے کہ نہ جانے محمود ایسا کون سا سوال کرنا چاہتا ہے۔

"ٹھیک ہے.... آپ سوال کریں"۔ ہارڈی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ مخلوق کے جانے کے بعد آپ نے پولیس کو فون کیوں نہ کیا.... اور اس بارے میں انہیں اطلاع کیوں نہیں دی"۔

"وہ.... وہ.... مم.... مم.... میں"۔ وہ ہکلانے لگا۔

"بہت خوب! یہ سوال واقعی بہت اہم ہے"۔ انسپکٹر نے خوش ہو کر کہا۔

"اور اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب بھی نہیں ہے....

کیوں ہارڈی صاحب"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

"نن نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں.... جواب ہے.... یہ کہ.... میں خوف زدہ ہو گیا تھا.... یہ سوچ کر کہ پولیس مجھے پریشان کرے گی"۔

"پولیس تو آپ کو اب پریشان کرے گی.... اس صورت میں ہرگز پریشان نہ کرتی.... بلکہ آپ کا شکریہ ادا کرتی.... کیوں مسٹر ہارڈی"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے.... ارے ہاں.... اب تو یہاں آپ کا کام ختم ہو گیا.... آپ کو جلد از جلد وہاں پہنچانے کے احکامات ملے تھے"۔

"تو پھر چلیے.... لیکن یہاں دو نگران پہلے مقرر کر دیں"۔

اس طرح وہ وہاں سے روانہ ہوئے.... اور انہیں بڑی پارٹی کے پاس پہنچا دیا گیا۔

"کہاں غائب ہو گئے تھے تم"۔ انسپکٹر جمشید نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ہم آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے.... اور آخرکار اس گھر تک پہنچ گئے تھے جس میں اس نئی مخلوق نے آپ کو رکھا تھا۔

"اوہو اچھا.... تو تم وہاں پہنچ گئے تھے"۔

"جی ہاں بالکل.... ارے ہاں.... جب نئی مخلوق آپ کو لے اس گھر میں داخل ہوئی تھی.... تو کیا اندر مالک مکان موجود تھا"۔

"مالک مکان.... نہیں تو.... وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے.... نئی مخلوق نے وہاں کسی پر پستول نہیں تانا"۔

"بالکل نہیں.... بات کیا ہے؟"

"ارے باپ رے.... پھر تو وہ ہارڈی کا بچہ سو فیصد جھوٹا ہے"۔

اب سب پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گئے.... محمود نے جلدی جلدی انہیں ساری بات بتائی.... جیرال بہت زور سے اچھلا۔

"یہ تو عجیب ترین بات ہو گئی"۔ یہ کہہ کر وہ فوراً وائرلیس پر جٹ گیا۔

"جیرال بات کر رہا ہوں.... ایمرجنسی کال ہے.... فوراً سب توجہ دیں.... ابھی ابھی جو انسپکٹر، انسپکٹر جمشید وغیرہ کے بچوں کو چھوڑ کر گیا ہے.... اس کو فوراً گرفتار کر لیا جائے.... ڈی ہارڈی نامی ایک شخص کے گھر کے دروازہ پر اس نے دو آدمی مقرر کیے تھے.... انہیں اور ہارڈی کو بھی فوراً گرفتار کیا جائے.... ان لوگوں کو گرفتار کر کے ہیڈکوارٹر لایا جائے.... ہم وہیں آ رہے ہیں.... ڈی ہارڈی کا پتا نوٹ کریں"۔ یہ کہہ کر اس نے محمود کا بتایا ہوا پتا دہرایا۔

"یس سر.... ابھی تعمیل ہو گی"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیکن مسٹر جیرال.... ہم کس طرح جا سکتے ہیں.... یہاں کی

صورت حال تو آپ کے سامنے ہے"۔

"اوہ ہاں! تب پھر میں چلا جاتا ہوں.... آپ لوگ اس معاملے سے نبٹ لیں"۔

"نہیں مسٹر جیرال.... اب آپ جا نہیں سکتے"۔ انسپکٹر جمشید نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" جیرال چونک کر بولا۔

"ڈی ہارڈی اب آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا.... اگر یہ آپ کا ڈرامہ ہے.... تو پھر بالکل ہی ہاتھ نہیں آئے گا.... اور اگر ڈرامہ نہیں ہے.... اور واقعہ یہی ہے.... تو پھر پولیس انسپکٹر اور اس کے دونوں ساتھیوں کی اب لاشیں ہی ملیں گی.... ڈی ہارڈی نہیں ملے گا"۔

"انسپکٹر جمشید.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... میں آپ کے ساتھ ڈراما کر رہا ہوں.... جیرال اب ڈرامے کرے گا"۔

"ہمارے ساتھ اس سے پہلے بہت بڑا ڈراما کیا جا چکا ہے.... یہ اور بات ہے کہ ہم نے اس ڈرامے کا پول کھول دیا تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"ڈرامے کا پول.... بھئی واہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے.... اس لیے کہ ڈھول کا پول تو سنا تھا.... ڈرامے کا پول پہلی بار سن رہے ہیں"۔

"یار چپ رہو.... یہ تو دیکھ لیا کرو کہ کس قدر سنجیدہ بات ہو

رہی ہے"۔

"بات کی سنجیدگی کو کم کرنے کے لیے ہی میں نے یہ جملہ بولا تھا"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے.... لیکن اب تو چپ رہو.... ہاں مسٹر جیرال.... آپ سے ہماری درخواست یہی ہے.... آپ نے ڈراما کیا یا نہیں.... آپ یہیں ٹھہریں.... اور وہاں کی اطلاع پندرہ منٹ بعد دوبارہ لیں.... اس دوران ہم یہاں کی صورت حال انہیں سمجھاتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں.... یہ لوگ کیا ترکیب بتاتے ہیں"۔

"اگر آپ لوگ مجھ پر شک کر رہے ہیں تو میں نہیں جاتا.... ان لوگوں سے ہم بعد میں سوالات کر لیں گے.... اور یہ بات معقول ہے.... یہاں والا معاملہ زیادہ اہم ہے"۔

"کم اہم تو خیر وہ بھی نہیں ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے.... آپ بدستور مجھ پر شک کر رہے ہیں"۔

"آپ پر نہیں.... آپ کے آقاؤں پر.... ہو سکتا ہے.... اصل بات انہوں نے آپ کو بھی نہ بتائی ہو"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ جیرال دھک سے رہ گیا۔

"کیوں.... کیا ایسا نہیں ہو سکتا"۔ پروفیسر داؤد پرزور انداز میں بولے۔

"نہیں.... ایسا نہیں ہو سکتا.... وہ مجھے اصل بات بتائے بغیر کوئی مہم نہیں سونپ سکتے.... کیونکہ مجھ سے اچھی طرح واقف ہیں.... اس صورت میں میرا دماغ گھوم سکتا ہے.... اور پھر میں تگنی کا ناچ نچا سکتا ہوں"۔

"خیر.... پہلے ہم ان سے بات کرتے ہیں.... پھر بیٹھ کر ڈی ہارڈی کے معاملہ پر غور کریں گے"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ اس نے کہا۔

اور پھر انہوں نے صورت حال چھوٹی پارٹی کے سامنے رکھی۔

"یہ تو واقعی بہت پیچیدہ صورت ہے"۔

"ہاں! لیکن تم لوگوں میں بھی آخر فرزانہ ہے.... فرحت ہے.... رفعت ہے"۔ خان رحمان مسکرائے۔

"یہی نہیں.... ہم لوگوں میں .... محمود.... آصف.... شوکی بھی ہیں"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"یہی نہیں.... ہم لوگوں میں.... فاروق.... آفتاب.... مکھن بھی ہیں"۔ فرحت بول اٹھی۔

"یہی نہیں.... ہم لوگوں میں اشفاق اور اخلاق بھی ہیں"۔ رفعت بھلا کیوں پیچھے رہتی۔

"مان گئے کہ یہ سب لوگ ہیں.... لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... یہ ہم سے یہ کار چھین لینا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں....

اس دوسری کار پر ہمارا قبضہ ہو جائے.... تاکہ ان سے مقابلہ آسان ہو جائے اور ہم آگے قدم بڑھا سکیں.... ہمارا اندازہ ہے.... ان کاروں کی مدد سے اس نئی دنیا کا سفر کرنا آسان ہو جائے گا"۔

"بالکل ٹھیک.... آپ فکر نہ کریں.... لیکن ہمیں کم از کم آپ لوگ آدھ گھنٹہ ضرور دے دیں.... آدھ گھنٹے تک ہم غور کر لیں"۔

"ٹھیک ہے.... دیا آدھ گھنٹا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت بہت شکریہ.... کہ آپ نے ہمیں آدھ گھنٹا تو دیا.... آپ نہ دیتے تو بھی ہم کیا کر لیتے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اب ادھر ادھر کی باتوں میں آدھ گھنٹا ضائع نہ کر دینا"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"نہیں.... فکر نہ کرو.... کیا ہم اس طرف الگ سر جوڑ کر بیٹھ سکتے ہیں ابا جان"۔ فاروق بولا۔

"ضرور کیوں نہیں.... ہم کاروں پر نظر رکھے ہوئے ہیں.... نئی مخلوق کسی وقت بھی کوئی شرارت کر سکتی ہے"۔

"امید نہیں تھی کہ نئی مخلوق بھی شرارتی نکل آئے گی.... اس سے تو پھر پرانی مخلوق ہی بہتر تھی"۔ آفتاب بولا۔

"حد ہو گئی.... باز نہیں آتے یہ لوگ"۔ آصف نے بھنا کر کہا۔

"آخر کس بات سے.... یہ بھی تو بتاؤ نا.... بھئی ابھی تو آدھ گھنٹے کی مہلت شروع بھی نہیں ہوئی.... جب ہم الگ جا کر بیٹھ جائیں

گے.... تب وقت شروع ہو گا"۔

"اچھا بابا.... یونہی سہی.... لیکن اب الگ جا کر بیٹھ بھی جاؤ.... کیا یہیں آدھا گھنٹا پورا کرو گے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

پھر وہ الگ بیٹھ گئے.... بڑی پارٹی نے نظریں کاروں پر جما دیں.... پروفیسر داؤد اسی طرح کار میں بیٹھے ہوئے تھے.... ادھر نئی مخلوق بھی کار میں موجود تھی.... شاید اسے بھی کچھ نہیں سوجھ رہا تھا.... کیا کریں اور کیا نہ کریں.... ادھر چھوٹی پارٹی نے اپنا کام شروع کیا۔

"میرا خیال ہے.... ہمیں ایک بہت مشکل مسئلہ درپیش ہے"۔ محمود نے بات شروع کی۔

"لیکن عقل بڑی چیز ہے.... اگر اس کو استعمال کیا جائے"۔ آصف بولا۔

"خیر.... ہم میں عقل استعمال کرنے والے کم از کم تین تو ہیں.... فرحت، فرزانہ اور رفعت"۔

"اس کا مطلب ہے.... باقی لوگ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"پتا نہیں.... لیکن یہ ضرور لیتی ہیں.... اور دیکھ لینا.... اس بار بھی انہی تینوں میں سے کوئی اس خوفناک الجھن کا حل بتائے گی"۔

"اچھا دیکھ لیں گے.... تم اپنی تقریر بند کرو.... اور غور و خوض شروع کرو"۔

"جب تک یہ کار سے نہیں نکلیں گے.... اس وقت تک ہم کار پر قبضہ نہیں کر سکتے.... اور جب تک پروفیسر صاحب کار میں موجود ہیں.... یہ ہمارے والی کار پر قبضہ نہیں کر سکتے"۔

"ہوں.... خیر.... سوال پھر یہ ہوا کہ انہیں کار سے باہر کس طرح نکالا جائے.... ایک بار یہ نکلے بھی ہیں تو سب کے سب نہیں نکلے.... ہماری طرح انہوں نے بھی کار میں ایک ساتھی کو رہنے دیا تھا.... اور اب پھر کار میں داخل ہو چکے ہیں"۔

"سانپ کو بل سے نکالنا ہے.... اصل مسئلہ یہ ہے.... یہی ہے نا"۔ رفعت بولی۔

"بالکل"۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اور سپیرے سانپ کو اس کے بل سے کس طرح نکالتے ہیں"۔ شوکی نے کہا۔

"کس طرح نکالتے ہیں.... ہمیں کیا پتا.... یہ تو کوئی سپیرا ہی بتا سکتا ہے"۔

"میں نے سپیروں کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے.... سانپ کو اس کے بل سے نکالنے کے لیے بین بجائی جاتی ہے.... لیکن یہ بات بالکل غلط ہے.... جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ سانپ تو سن ہی نہیں سکتا.... اس کے تو کان ہی نہیں ہوتے"۔

"یہ موقع ان باتوں کا نہیں.... سپیرے کیا کرتے ہیں' کیا نہیں

کرتے.... بحث یہ نہیں.... بحث یہ ہے کہ ان لوگوں کو کار سے باہر کس طرح نکالا جائے"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"اس کی ایک ترکیب میں بتا سکتا ہوں"۔ شوکی مسکرایا۔

"تو انتظار کس بات کا ہے"۔

"کار کے ارد گرد آگ لگا دی جائے"۔

"یہ کی بات ہوئی.... وہ کار کو یہاں سے کہیں اور لے جائیں گے"۔

"دھت تیرے کی.... تو پھر تم ہی بتاؤ.... میں اور کیا ترکیب بتاؤں"۔ شوکی نے بھنا کر کہا۔

"جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ٹھینگا باجے.... ارے بھئی.... یہ کام تو ہے فرزانہ' فرحت اور رفعت کا.... اور کرنے لگے تم"۔ آصف نے ہنس کر کہا۔

"واقعی.... طویلے کی بلا بندر کے سر کیوں.... یہی بتائیں گی کہ کیا کرنا ہے"۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے.... آخر فرزانہ زور سے اچھلی۔

"وہ مارا.... میرے ذہن میں ترکیب آ گئی ہے"۔

"کک.... کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارا ذہن ترکیب میں آ گیا ہو"۔ فاروق بوکھلا کر بولا۔

"حد ہو گئی.... یہ کیا بات ہوئی بھلا"۔ آفتاب جل گیا۔

"جلدی بتاؤ فرزانہ.... ان کی باتوں پر کان نہ دھرو"۔

"ہاں! کان بھی کوئی دھرنے کی چیز ہے.... دھرنا ہے تو دماغ دھرو"۔ مکھن بولا۔

"وقت ضائع ہو رہا ہے.... ادھر وہ بھی کوئی ترکیب سوچنے میں مصروف ہوں گے.... ایسا نہ ہو.... وہ ہم سے پہلے سوچ لیں.... یوں بھی وہ ہر لحاظ سے ہم سے آگے ہیں"۔ آصف نے کہا۔

"ہاں! کم از کم سائنس میں ضرور آگے ہیں"۔ محمود نے سر ہلایا۔

"نہیں.... میرا خیال ہے.... ہر معاملے میں آگے ہیں"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"میں ترکیب کان میں بتاؤں گی"۔

"یہ اور اچھی بات ہے.... کیا خبر درختوں کے بھی کان ہوتے ہوں"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

پھر سب اپنے اپنے کان فرزانہ کے منہ کے پاس لے آئے.... یک دم جو لائے تو فرزانہ گھبرا گئی۔

"کاٹ نہ لینا"۔

"ان پر شہد نہیں لگا ہوا.... کہ کاٹ لیں گے"۔

"اچھا سنو"۔

پھر جونہی اس نے ترکیب بتائی.... وہ سب زور سے اچھلے۔

○☆○

سامنے کی ترکیب

"میرے خیال میں ان حالات میں اس سے بہتر ترکیب کوئی نہیں ہو سکتی"۔ رفعت نے پر زور الفاظ میں کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔ فرحت مسکرائی۔

"تب پھر چل کر بڑی پارٹی کو بتاتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک.... آؤ چلیں"۔

وہ اٹھ کر بڑی پارٹی کے پاس آئے۔

"تم لوگوں کے چمکتے چہرے دیکھ کر ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تم نے کوئی ترکیب سوچ لی ہے"۔

"ہاں انکل.... فرزانہ نے آخر کار میدان مار لیا"۔ فرحت نے منہ بنایا۔

"تو تم کیوں جلی جا رہی ہو.... تم نے مار لیا ہوتا میدان' روکا تھا کسی نے"۔ شوکی نے اسے گھورا۔

"نہیں روکا تو نہیں.... خود ہی رک گئی تھی"۔ فرحت بولی۔

"کیا مطلب.... کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم نے بھی یہ ترکیب

سوچ لی تھی"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"ہاں! میں یہی کہنا چاہتی ہوں"۔

"غلط بالکل غلط..... اپنی شو مار رہی ہو"۔

"کیا ہم سب میں ایک بات مشترک نہیں ہے..... یعنی کیا ہم سب میں وہ بات نہیں پائی جاتی"۔ فرحت نے برا سا منہ بنایا۔

"کون سی بات"۔

"یہ کہ ہم میں سے کوئی بھی جھوٹ نہیں بولتا..... جھوٹ بولنے سے نفرت کرتا ہے"۔

"اوہ ہاں! ایسی بات ہے"۔

"تب پھر..... میں اس موقع پر کیوں جھوٹ بولنے لگی"۔

"واقعی..... یقین آگیا..... کہ تم بھی یہ ترکیب سوچ چکی تھیں"۔

"اب میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ یہ ترکیب میں نے بھی سوچ لی تھی"۔ یہ رفعت نے شوخ آواز میں کہا۔

"لیجئے! اب چیونٹی کے بھی پر نکل آئے"۔ آفتاب بول اٹھا۔

"کیا کہا..... میں چیونٹی ہوں"۔ رفعت جھلا کر اس کی طرف مڑی۔

"تو کیا..... واقعی تم نے بھی یہ ترکیب سوچ لی تھی"۔

"ہاں! بلکہ میں نے تو ترکیب لکھ کر جیب میں رکھ لی تھی..... اور تم سب گواہ ہو..... فرزانہ کے اعلان کے بعد میں نے یا فرحت نے کاغذ

قلم کو ہاتھ تک نہیں لگایا..... البتہ فرزانہ کے بتانے سے پہلے قلم کاغذ ہم دونوں نے ضرور نکالا تھا"۔

"ارے..... تو تم نے میری یہ حرکت نوٹ کر لی تھی"۔ فرحت چونکی۔

"بالکل..... یہ رہا وہ کاغذ..... جس پر ہم نے ترکیب لکھی تھی"۔

"اور یہ رہا میرے والا کاغذ" فرحت نے کہا۔

"مان گئے ہم تم دونوں کو..... فرزانہ یہ دونوں تو اس بار تمہارے کان کاٹ گئیں"۔

"یہ تو خیر غلط ہے"۔ رفعت نے بوکھلا کر کہا۔

"کک..... کیا غلط ہے..... کچھ مجھے بھی تو پتا چلے"۔

"یہ کہ ہم نے فرزانہ کے کان کاٹے ہیں..... فرزانہ ہم سے بھی پہلے ترکیب جان چکی تھی..... لیکن..... اس پر غور و خوض کرنے سے پہلے اعلان نہیں کیا"۔

"اوہ..... تو تم نے یہ بات بھی محسوس کر لی تھی"۔ فرزانہ حیرت زدہ رہ گئی۔

"چلو ختم کرو..... اور ترکیب ہمیں دکھاؤ..... بتانے کی ضرورت نہیں..... لکھی ہوئی پڑھ لیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

اور پھر جونہی انہوں نے ترکیب پڑھی..... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے اچھل گئیں۔

"کمال ہے.... آخر یہ ترکیب ہمیں کیوں نہیں سوجھی.... یہ تو بالکل سامنے کی ترکیب ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بھئی ترکیبیں سوچنا ان کا کام جو ہوا.... ہم نے سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی"۔ خان رحمان بولے۔

"خیر.... مسٹر جیرال.... آپ بھی کیا یاد کریں گے.... یہ ترکیب پڑھ لیں اور کوڈ میں وائرلیس پر ہدایات جاری کریں"۔

جیرال نے ترکیب پڑھی.... اس پر لکھا تھا.... مسٹر ابظال کو بلایا جائے.... اپنے والی کار کا دروازہ کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ اسے سکھایا جائے.... پھر وہ ان کی کار کے پاس جا کر اچانک دروازہ کھول دے.... اور ان کے سروں پر ایک ایک ہاتھ رسید کر دے.... ظاہر ہے.... ابظال انہیں بھی نظر نہیں آتا.... لہٰذا یہ پہلے سے خبردار نہیں ہوتے.... اور جب تک یہ پہلے سے خبردار نہ ہو جائیں.... اپنا بچاؤ نہیں کر پاتے.... یہ تجربہ ہو چکا ہے"۔

"بہت خوب! کمال ہے.... میں بھی یہ ترکیب نہ سوچ سکا.... لیکن"۔

"لیکن.... یہ لیکن کہاں سے ٹپک پڑا"۔ وہ چونکے۔

"اگر ان لوگوں نے کار کے دروازے اندر سے لاک کر رکھے ہوں تو؟"

"وہ.... اس صورت میں یہ ترکیب فیل ہو جائے گی"۔ انسپکٹر

جمشید بوکھلا کر فرزانہ کی طرف مڑے۔

"جی نہیں.... اس صورت میں بھی ترکیب چلے گی.... اس صورت میں پروفیسر انکل کو اپنے والی کار سے نکال لیا جائے گا.... یہ دیکھ کر کہ پروفیسر کار سے نکل آئے ہیں اور اب کار میں کوئی نہیں ہے.... یہ لوگ فوراً کار پر قبضہ کرنے کے لیے باہر نکلیں گے.... ایسا کرنے کے لیے انہیں دروازہ کھولنا پڑے گا.... یہی وہ لمحہ ہو گا جب مسٹر ابظال اپنا کام دکھائیں گے"۔

"بہت خوب.... شاندار.... واقعی فرزانہ.... مان گئے ہم تم تینوں کو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے تعریف کی۔

اور پھر جیرال نے ابظال کو وائرلیس پر مخاطب کیا۔

"مسٹر ابظال.... آپ کی یہاں شدید ضرورت ہے.... شہر میں کیا حال ہے؟"

"ہر طرف طوفان بپا ہے.... ان لوگوں نے وہ توڑ پھوڑ مچائی ہے کہ کیا بتاؤں.... اتنے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ بتا نہیں سکتا.... میں اکیلا ہوں.... ان کے مقابلے میں.... آخر کہاں کہاں دوڑوں؟"

"ٹھیک ہے.... پہلے آپ یہاں آ جائیں.... ایک کار ان کی ہمارے قبضے میں آ چکی ہے.... اور دوسری کی کوشش کر رہے ہیں.... اگر وہ کار بھی ہم قبضے میں کر لیتے ہیں تو ان کے ذریعے ان کا مقابلہ کچھ آسان ہو جائے گا اور بچت کی صورت بھی بن جائے گی"۔

"اوہ اچھا... میں کہاں آؤں؟"

اسے جگہ بتا دی گئی... جب وہ وہاں پہنچ گیا... اور اپنی آواز سنا کر اس نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو اسے ساری صورت حال سمجھائی گئی... پھر کار کا دروازہ کھول کر بند کر کے دکھایا گیا... اور یہ سب کچھ غیر محسوس طور پر کیا گیا... یعنی پیٹ کے بل رینگ کر کار تک صرف دو آدمی گئے... ایک اقبال... دوسرے انسپکٹر جمشید... اقبال یوں بھی نظر نہیں آ رہا تھا... انسپکٹر جمشید کو رینگ کر جانا پڑا... کار کے بارے میں بہت کچھ بتا کر وہ واپس پلٹے... ایسے میں اقبال نے سرگوشی کی۔

"تب پھر... میں جاتا ہوں"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

کچھ دیر تک وہ انتظار کرتے رہے... نظریں بھی دوسری کار پر جمی رہیں... نئی مخلوق کار میں اسی طرح بیٹھی تھی... جیسے اسے دنیا جہان کا کوئی کام نہ ہو۔

کچھ دیر بعد انہوں نے اقبال کی سرگوشی سنی۔

"انہوں نے دروازے اندر سے بند کر رکھے ہیں... لہٰذا میں نہیں کھول سکتا"۔

"اچھی بات ہے... اب ترکیب کا دوسرا حصہ سن لیں"۔

اگلا حصہ اسے سمجھایا گیا اور پھر پروفیسر داؤد کو اشارہ کیا گیا... وہ

کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئے... انہیں باہر نکلتے دیکھ کر مخلوق چونک اٹھی... پھر اچانک ان کی کار کا دروازہ کھلا... اقبال پہلے ہی وہاں موجود تھا... اس نے ایک ہاتھ کار کے دروازے پر جما دیا... اور دوسرے ہاتھ سے اس کے سر پر وار کیا... جو دروازہ کھول چکا تھا۔

"ٹوری ہوال" دوسرے نے بوکھلا کر کہا۔

لیکن اس وقت تک اس کے سر پر بھی وار ہو چکا تھا... اس کے بعد باقی بھی لمبے لیٹ گئے انہیں گھسیٹ کر باہر نکالا گیا۔

"انہیں ختم کر دینا چاہیے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور ان کے کپڑے اتار لینا چاہئیں"۔ رفعت بولی۔

"کیوں... کپڑوں کا کیا کریں گے ہم"۔

"ہم ان کے کپڑے پہن کر ان کی کاروں میں بیٹھیں گے... اس طرح انہیں دھوکا ہو گا... ہمارے نزدیک آنے سے نہیں ڈریں گے اور ہمارے ہاتھوں مارے جائیں گے"۔

"بہت خوب! یہ بھی ٹھیک ہے... لباس اتارنا ہوں گے"۔

ان کے کپڑے اتار لیے گئے... لاشیں ایک کھائی میں پھینک دی گئیں... جسم کے لحاظ سے وہ بالکل انسانوں کی طرح تھے... بس جلتے مختلف تھے... یا پھر سائنسی میدان میں جو وہ آگے تھے... اس ترقی کی وجہ سے انسانیت خطرے میں تھی۔

اب انہوں نے شہر کا رخ کیا... شہر کی حالت دیکھ کر وہ لرز

گئے.... ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

"مسٹر جیرال.... آپ لوگ ان کاروں کے ذریعے اور مسٹر اقبال کے ذریعے ان لوگوں کو ختم کرنے کا کام انتہائی رفتار سے شروع کر دیں.... اور ہمیں مسٹر ڈی ہارڈی سے ملاقات کر لینے دیں"۔

"کیوں.... اس سے ملاقات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آخر.... نئی مخلوق سے اس کا کیا تعلق ہے؟" انہوں نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ہوں.... خیر.... ضرور ملاقات کر لیں.... ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں.... لیکن زیادہ ضروری کام اس وقت اس مخلوق سے نبٹنا ہے.... کیا آپ اب بھی یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہم یہ کوئی چال چل رہے ہیں.... کیا صرف چال چلنے کے لیے ہم اپنے اتنے آدمی مروا دیں گے"۔

"نہیں.... مجھے یقین ہے.... اس بار معاملہ مصنوعی مخلوق والا نہیں.... یہ اصلی مخلوق ہے اور ہماری سرزمین پر قبضہ کرنے کے لیے آنے والی ہے.... یہ تو ان کا ابتدائی دستہ آیا ہے.... وہ بھی حالات کا جائزہ لینے"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... لیکن ہم اپنے طریقے کے مطابق کام کرنا پسند کرتے ہیں.... اور جب تک ہم ڈی ہارڈی سے ملاقات نہیں کریں گے.... اپنے طریقے سے دور رہیں گے"۔

"میں آپ کو وہاں بھجوا دیتا ہوں"۔ جیرال نے مسکرا کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ڈی ہارڈی کے سامنے بیٹھے تھے۔

"تو آپ ہیں مسٹر ڈی ہارڈی.... آپ سے مل کر خوشی ہوئی"۔

"کمال ہے.... خوشی اور مجھ سے مل کر.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا"۔ فاروق بول اٹھا۔

"میں سمجھا نہیں.... آپ نے کیا کہا ہے"۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ ان کی باتیں نہیں سمجھ سکتے.... صرف میری بات پر توجہ دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فاروق کو گھورتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے"۔ وہ بولا۔

"آپ کا اس مخلوق سے کیا تعلق ہے؟"

"کوئی تعلق نہیں ہے"۔ اس نے کہا۔

"آپ نے بیان دیا تھا کہ مخلوق زبردستی.... پستول کی زد پر اندر داخل ہو گئی تھی.... اور ہم لوگ اس کے ساتھ تھے.... لیکن مخلوق نے تو آپ پر کوئی پستول نہیں تانا تھا.... آپ نے انتظامیہ سے جھوٹ کیوں بولا؟"

"میں مخلوق سے بھی خوف زدہ ہوں اور انتظامیہ سے بھی"۔ اس نے کہا۔

"لیکن اب آپ کو مخلوق سے ڈرنے کی ضرورت نہیں.... اب آپ ان سے بہت دور ہیں"۔

"وہ کسی وقت بھی یہاں آ سکتے ہیں اور میرا کچومر نکال سکتے ہیں"۔

"آخر کیوں... انہیں آپ سے کیا دشمنی ہے... دیکھیے... اصلی بات یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں... آپ کوئی بات چھپا رہے ہیں... بس ہمیں یہ بتا دیں کہ آپ کیا چھپا رہے ہیں... اور بس... اس کے بعد ہم آپ سے کچھ نہیں پوچھیں گے"۔

"کوئی بات ہوتی تو ضرور بتاتا"۔

"اگر بات صرف اتنی ہوتی... جتنی کہ آپ نے بتائی... تو پھر آپ کو پستول کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا... مخلوق نے آپ پر کوئی پستول نہیں تانا تھا... بلکہ آپ تو اس وقت اپنے گھر میں تھے بھی نہیں... یا اگر تھے تو چھپے ہوئے تھے... تاکہ ہم آپ کو دیکھ نہ سکیں"۔

"میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا"۔

"لیکن ہم زبردستی اگلوانا جانتے ہیں"۔

"آپ کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہو گا"۔ اس نے کہا۔

"کیوں... وجہ؟" وہ چونکے۔

"اس لیے کہ مسٹر راٹور اس بات کو پسند نہیں کریں گے"۔ اس نے کہا۔

"کیا کہا... مسٹر راٹور اس بات کو پسند نہیں کریں گے... یہ آپ نے کیا کہا"۔ وہ زور سے چونکے۔

"ہاں! مسٹر راٹور سے بات کر لیں... انہیں میرے سامنے لے آئیں... پھر مجھ سے بات کریں"۔ اس نے آنکھیں نکالیں۔

وہ سکتے میں آ گئے... بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"کیا آپ... مسٹر ڈی ہارڈی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کو مسٹر راٹور نے ہدایات دی تھیں کہ اس مخلوق کو گھر میں داخل ہونے دیں... اور کوئی گڑبڑ نہ کریں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ آخر اس نے کہا۔

"نن... نہیں"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

چند سیکنڈ تک وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے... آخر انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"مسٹر جیرال کو یہیں بلا لیا جائے... اس معاملے کی وضاحت ضروری ہے... یا تو یہ سب مل کر ہمارے ساتھ چکر چلا رہے ہیں یا پھر مسٹر راٹور غداری پر اتر آئے ہیں"۔

"غداری پر... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں انکل... کہ مسٹر راٹور نئی مخلوق سے مل گئے ہیں"۔

"ہاں! شاید مسٹر راٹور نے سوچا ہو گا کہ آخر کار نئی مخلوق اس دنیا پر قابض ہو جائے گی... اس صورت میں کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ان سے ساز باز کر لی جائے... انہیں بتا دیا جائے کہ وہ ان سے ہر طرح تعاون کرنے کے لیے تیار ہے... اور اس دنیا کے راز اور دوسرے

معاملات انہیں بتا دے گا... اس طرح وہ زیادہ آسانی سے اس دنیا پر قبضہ کر لیں گے"۔

"اف مالک... یہ عین ممکن ہے... تب تو دنیا خون کا سمندر بن جائے گی"۔

"لیکن انکل... خون کہاں... خون کا سمندر کہاں... یہ لوگ تو راکھ بنا رہے ہیں ہم لوگوں کو"۔

"ہاں! یہ بھی ہے... میں غلط کہ گیا... لیکن راکھ کا سمندر تو بن جائے گی یہ دنیا"۔

"راکھ کا سمندر"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں کیوں... کیا بات ہے؟" ڈی ہارڈی نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"نن... ناول... کیا مطلب؟"

ڈی ہارڈی نے بوکھلا کر کہا... اس کے چہرے کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا... ان سب کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

○☆○

غائب

دروازے پر تالا دیکھ کر انہیں حیرت سی ہوئی... پھر ان کے قدم بیگم شیرازی کے دروازے کی طرف اٹھ گئے... گھنٹی بجائی تو دروازہ کھل گیا... اور دروازے کی اوٹ سے بیگم شیرازی نے پوچھا۔

"کون ہے... دروازے پر"۔

"منور علی خان"۔ منور علی خان بولے۔

"اوہ... یہ آپ ہیں... شاید آپ دروازے پر لگا تالا دیکھ کر ادھر آ گئے ہیں... لیکن میں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی... میں کیا... کسی کو بھی نہیں معلوم"۔

"کیا مطلب؟"

"صرف اتنا معلوم ہے... کہ وہ ایک خوفناک مہم کے سلسلے میں انشارجہ گئے ہیں... اور ان کے ساتھ باقی دونوں پارٹیاں بھی ہیں"۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے... اب مجھے انشارجہ جانا پڑے گا"۔ منور علی خان نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا بات ہے... خیریت تو ہے؟"

"میں نے دراصل ایک جنگل کا سودا کر لیا ہے.... اور میرے تمام پیسے ان لوگوں کے پاس رکھے ہوئے ہیں.... کچھ پیسے انسپکٹر کامران مرزا کے پاس ہیں اور کچھ انسپکٹر جمشید کے پاس.... کیا انہوں نے کوئی فون نمبر وغیرہ بھی نہیں بتایا"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں.... البتہ آپ ٹی ایس ایم سے بات کر لیں.... شاید وہ آپ کو کچھ بتا سکے"۔

"ٹی ایس ایم.... یہ کون صاحب ہیں.... شاید میں نے ایک بالکل نیا نام سنا ہے"۔

"جی ہاں! یہ ایک نیا نام ہے.... لیکن انسپکٹر صاحبان کا دوست ہے اور ان کے لیے کچھ کام بھی کرتا رہتا ہے"۔

"بھئی واہ.... پھر تو مزا رہے گا.... ان صاحب سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے"۔

"انسپکٹر جمشید کے دروازے کی طرف کمر کر کے بالکل دروازے کی سیدھ میں قدرے اوپر کی طرف دیکھیے.... ایک کھڑکی نظر آئے گی.... کھڑکی میں آپ کو ایک دوربین نظر آئے گی.... دوربین کے پیچھے کوئی بیٹھا نظر آئے گا.... بس وہی ٹی ایس ایم ہے"۔

"بہت بہت شکریہ.... میں نے آپ کو زحمت دی"۔

"اگر آپ بیٹھنا پسند کریں تو میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول دیتی ہوں.... چائے وغیرہ پی کر جائیں"۔ بیگم شیرزادی نے کہا۔

"نہیں.... شکریہ.... بہت بہت شکریہ"۔ یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گئے.... انسپکٹر جمشید کے دروازے پر آ گئے.... سامنے دیکھا تو واقعی کھڑکی موجود تھی.... اور کھڑکی میں دوربین بھی تھی.... لیکن اس کے پیچھے کوئی بیٹھا نظر نہ آیا.... انہوں نے سوچا.... کہ ضرورت کے تحت اٹھ گیا ہو گا.... لہٰذا دروازہ کی طرف قدم اٹھانے لگے.... آخر وہاں پہنچ کر رک گئے اور دستک دی.... چند سیکنڈ تک انتظار کرتے رہے لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا.... اب انہوں نے پھر دستک دی.... پھر بھی دروازہ نہ کھلا.... آخر تیسری دستک دی.... اور مایوس ہو کر لوٹنے لگے تھے کہ گھوں گھوں گھر گھر کی آواز سنائی دی.... یوں لگا جیسے کوئی چکی چلتے چلتے ہانپنے لگی ہو۔

"فف.... فون"۔ اندر سے آواز آئی۔

"فف.... فون.... کیا مطلب.... یہ کون سی زبان کے الفاظ ہیں"۔

"مم.... میرا مطلب ہے.... باہر کون ہے؟"

"میرا نام منور علی خان ہے.... میں انسپکٹر جمشید کا دوست ہوں.... سنا ہے.... یہاں کوئی ٹی ایس ایم رہتے ہیں.... انہیں ان کے بارے میں کچھ معلومات ہیں"۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے.... لیکن مسٹر ٹی ایس ایم اس وقت گھر پر نہیں ہیں"۔

"اور آپ کون ہیں"۔

"میں ہوں ایک جن۔۔۔ نام ہے چم پانگ۔۔۔ چم پانگ جن۔۔۔ ویسے ماں باپ مجھے پیار سے ماٹو کہتے تھے"۔

"کیا کہا۔۔۔ جن۔۔۔ بھئی کیوں مذاق کرتے ہیں"۔

"مذاق کی اس میں کیا بات ہے۔۔۔ اور میں کیوں کرنے لگا آپ سے مذاق۔۔۔ میرا آپ کا مذاق کا رشتہ ہے کیا"۔ اندر سے بھنائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں"۔ منور علی خان ہکلائے۔

"تو پھر سن لیں۔۔۔ میں ایک جن ہوں۔۔۔ میرا نام چم پانگ ہے۔۔۔ اور میں اس مکان کی نچلی منزل میں کرائے پر رہتا ہوں"۔

"کیا کہا۔۔۔ جن ہیں آپ اور اس مکان کی نچلی منزل میں کرائے دار ہیں"۔ منور علی خان نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! نچلی منزل میں اس لیے کہ اوپر والی منزل میں ٹی ایس ایم رہتے ہیں، لیکن اس وقت وہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔۔۔ کیا آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں! چاہتا تو تھا۔۔۔ لیکن وہ تو ہیں ہی نہیں"۔

"لیکن وہ آ جائیں گے۔۔۔ پندرہ بیس منٹ تک"۔

"اوہ تب تو میں انتظار کرنا پسند کروں گا"۔

"اندر آ جائیں"۔ جن نے کہا۔

وہ اندر داخل ہو گئے۔۔۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا، کوئی نظر نہ آیا۔

"یہاں تو واقعی کوئی نظر نہیں آ رہا۔۔۔ کیا آپ واقعی جن ہیں"۔

"ہاں! بالکل" انہیں بالکل سامنے سے آواز آئی۔

"یقین آ گیا"۔ یہ کہ کر منور علی خان کرسی پر بیٹھ گئے۔۔۔ صحن میں ایک طرف کرسی موجود تھی۔

"حیرت ہے۔۔۔ آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگا"۔

"نہیں۔۔۔ میں ڈر نام کی کسی چیز سے واقف نہیں ہوں"۔ وہ مسکرا کر بولے۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔ اب لوگوں نے ہم سے ڈرنا چھوڑ دیا۔۔۔ پہلے تو تھر تھر کانپتے تھے"۔

"اب سائنس کا زمانہ ہے۔۔۔ اور سائنس نے جنوں سے بھی زیادہ خوفناک چیزیں ایجاد کر لی ہیں۔۔۔ ایک جن وہ تباہی نہیں مچا سکتا۔۔۔ جو ایک ایٹم بم مچا سکتا ہے"۔

"ہاں! اس قسم کی باتیں ٹی ایس ایم مجھے بتاتے رہتے ہیں۔۔۔ اب تو ہم دونوں گہرے دوست بن چکے ہیں نا"۔

"اور یہ ٹی ایس ایم کون صاحب ہیں، کیا کرتے ہیں"۔

"تو آپ ان کے بارے میں نہیں جانتے۔۔۔ پھر ملنے کیسے آ گئے"۔ جن نے شاید برا سا منہ بنایا۔

"میں انسپکٹر جمشید کا دوست ہوں"۔ منور علی خان۔
"ارے! آپ منور علی خان ہیں"۔ جن چونکا۔
"ہاں.... تو آپ مجھے جانتے ہیں"۔
"جی ہاں! کیوں نہیں.... خیر"۔
عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی
پھر انہوں نے دروازہ کھلتے دیکھا.... ایک خوبصورت سا شخص
بلکہ نوجوان اندر داخل ہوا۔
"یہ منور علی خان ہیں"۔ جن نے گویا تعارف کروایا۔
"اوہو.... اچھا"۔ ٹی ایس ایم دھک سے رہ گئے.... دنیا کے سب
سے بڑے شکاری کو وہ اپنے بالکل سامنے دیکھ رہا تھا.... محمود' فاروق
اور فرزانہ سے وہ ان کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔
"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی"۔ اس نے آگے بڑھ کر ہاتھ
ملایا۔
"اور مجھے بھی.... لیکن میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں
جانتا.... ابھی آپ کے دوست سے پوچھ ہی رہا تھا کہ آپ آگئے.. لہٰذا
پہلے تو اپنے بارے میں بتائیں"۔
"جی بس.... وہ.... یعنی کہ میں.... اب اپنے بارے میں کیا
بتاؤں.... ایک بے کار سا آدمی ہوں.... کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کرتا....
مطلب یہ کہ مستقل طور پر کوئی کام آج تک نہیں کیا.... غیر ذمے دار

سا شخص سمجھ لیں آپ مجھے.... ویسے گھر والے بھی مجھے غیر ذمے دار
کہتے ہیں اور میرے ایک دوست ہیں.... اتفاق سے مصنف ہیں.... بے
شمار ناولوں کے مصنف.... ان کا دعویٰ ہے کہ میں کبھی ایک ذمے دار
آدمی نہیں بن سکتا.... اس لیے باتیں سن سن کر تنگ آگیا اور آخر
سراغرساں بننے کی ٹھان لی"۔
"ارے! یہ آپ نے کیا ٹھانی.... یہ تو بڑا مشکل کام ہے.... ہر
وقت جان ہتھیلی پر لیے پھرنا پڑتا ہے"۔
"خود کو ذمے دار ثابت کرنا بھی تو آسان کام نہیں"۔
"ہوں.... خیر.... اپنے بارے میں اور کیا بتا سکتے ہیں آپ"۔
ٹی ایس ایم نے تفصیل سے انہیں بتا دیا.... آخر اس کے
خاموش ہونے پر وہ بولے۔
"اب یہ بتائیں.... یہ لوگ کہاں غائب ہیں.... تالا کیوں لگا ہوا
ہے.... کم از کم بھابھی صاحبہ کو تو گھر میں ہونا چاہیے تھا"۔
"کیا آپ آج ہی ملک میں داخل ہوئے ہیں؟"
"آج ہی کیا.... ابھی.... سیدھا ایئرپورٹ سے ادھر آرہا ہوں"۔
"اوہ! یہ بات ہے.... میں آپ کو حالات سناتا ہوں"۔
یہ کہہ کر اس نے ملک کے حالات انہیں سنا دیئے.... اور ان کے
ساتھ جو کچھ بھی پیش آیا وہ بھی دہرا دیا۔
"یہ تو حد سے زیادہ خوفناک باتیں ہیں"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... شاید... اس وقت آپ کے تمام دوست انشارجہ میں ہیں... اور عجیب و غریب حالات کا شکار ہیں"۔

"یہ بات کس سے سنی"۔

"انکل اکرام سے... ان کا فون آیا تھا"۔

"اوہ ہاں! مجھے بھی تو اکرام سے ملنا چاہیے تھا... اس کا خیال ہی نہیں آیا"۔

"اچھی بات ہے... اکرام سے ملاقات کرنے کے بعد میں آپ سے بات کروں گا"۔

"شکریہ"۔ ٹی ایس ایم نے کہا۔

اور وہ گھر سے نکل آئے... اکرام نے انہیں مزید باتیں بتائیں... ملک کے خوفناک حالات سنائے... پھر اس بات کی تصدیق کی کہ باقی سب ساتھی اس وقت انشارجہ میں ہیں... یہ سن کر وہ بولے۔

"کیا عورتوں سمیت؟"

"جی نہیں... عورتیں اور بچے وہ کسی محفوظ مقام پر چھوڑ گئے ہیں... کہاں... یہ مجھے بھی معلوم نہیں"۔

"اچھا خیر... اب مجھے بھی انشارجہ جانا ہو گا"۔

"اوہ! تو آپ بھی جا رہے ہیں"۔

"ہاں! اور میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"تب میرا انہیں سلام کہئے گا... ان کے لیے دل بہت بے قرار

ہے"۔

"اچھا ٹھیک ہے"۔

وہاں سے وہ پھر ٹی ایس ایم کے پاس آئے... اسے اپنے پروگرام سے باخبر کیا تو وہ بول اٹھا۔

"تب پھر آپ مجھے بھی ساتھ لے چلیں"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں... آپ چلنا چاہیں تو ضرور چلیں"۔

"تب پھر آپ مجھے تیاری کے لیے کچھ وقت دیں"۔

"آپ تیاری کر لیں... میں ذرا پروازوں کے بارے میں بھی معلوم کرتا ہوں"۔

"لیکن ایک بات میری بھی سن لیں"۔ جن کی آواز سنائی دی۔

"ہاں کہو ماٹو... کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں"۔

"ضرور... کیوں نہیں... تمہارا کون سا ٹکٹ لینا پڑے گا"۔

"بالکل ٹھیک... میں بھی ذرا ہوائی جہاز کی سیر کر لوں گا"۔ جن نے کہا۔

"ارے مگر... تم تو اڑ سکتے ہو... پھر جہاز کی سیر میں کیا مزا آئے گا"۔

"مزے کی بات چھوڑیں... جہاز کی سیر تو ہو جائے گی"۔

"ٹھیک ہے... آپ دونوں تیاری کر لیں... میں بہت جلد واپس

آؤں گا"۔

"تیاری صرف مسٹر ٹی ایس ایم کریں گے.... مجھے کوئی تیاری کرنے کی کیا ضرورت.... میں کون سا کسی کو نظر آتا ہوں"۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا.... خیر یونہی سہی"۔

اسی رات وہ جہاز میں بیٹھے انشارجہ کا سفر کر رہے تھے.... اس طرح کہ ماٹو بھی ان کے ساتھ تھا.... لیکن اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا.... ایسے میں ایئر ہوسٹس نے کھانا لگانا شروع کر دیا۔

"اب.... مم.... میرا کیا بنے گا"۔ ماٹو نے بوکھلا کر کہا۔

"کک.... کیوں.... کیا ہوا؟" منور علی خان چونکے۔

"یہ.... یہ مجھے تو کھانا دیں گی نہیں"۔

"تم ہمارے ساتھ کچھ کھا لینا"۔

"یوں مزا نہیں آئے گا"۔ ماٹو نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر؟"

"بس دیکھتے جائیں"۔

عین اس وقت ایک ایئر ہوسٹس کے ہاتھ سے ٹرے غائب ہو گئی۔

"ہائیں.... یہ ٹرے کہاں گئی"۔ ایئر ہوسٹس نے مارے حیرت کے کہا۔

"کک.... کون سی ٹرے"۔

"ابھی جو میرے ہاتھ میں تھی"۔

"تو یہ ان کے ساتھ کیا رکھا ہے"۔ دوسری نے منہ بنایا۔

"اوہو! انہیں تو میں پہلے ہی دے چکی ہوں"۔

"تمہیں وہم ہوا ہو گا"۔ دوسری نے کہا۔ عین اس وقت اس کے ہاتھ کی ٹرے غائب ہو گئی۔

"ارے.... یہ کیا"۔ اس کی چیخ نکل گئی۔

"کک.... کیا ہوا؟" پہلی نے بوکھلا کر کہا.... اس کی توجہ اس کے ہاتھوں کی طرف نہیں تھی۔

"مم.... میرے والی ٹرے بھی غائب ہو گئی"۔

"یار ماٹو.... یہ تم اچھا نہیں کر رہے.... اس طرح جہاز میں گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو جائیں گے.... اور اگر کہیں پائلٹ بھی گھبرا گیا تو معاملہ اور خراب ہو سکتا ہے.... کہیں جہاز بے قابو نہ ہو جائے"۔ ٹی ایس ایم نے سرگوشی کی۔

"لیکن اب میں کیا کروں.... مجھے تو کچھ کھانا ہے آخر"۔ اس نے بھی دبی آواز میں کہا۔

"تو تم ان کے باورچی خانے میں جا کر کھا لو.... وہ اس طرف چلے جاؤ"۔ ٹی ایس ایم نے کہا۔

"اوہ اچھا.... تو پھر میں ان کی یہ پلیٹیں واپس کر دیتا ہوں"۔

"یہ پلیٹیں نہیں ہیں.... ٹرے ہیں.... بلکہ ٹریز"۔

"خیمہ... خیمہ... میرے لیے یہ ننھی منی پلیٹیں ہیں... لمبے سائز کی... اور بس"۔

اسی وقت پہلی ایئر ہوسٹس کے ہاتھوں میں ٹرے آگئی۔

"ارے! یہ کیا... ٹرے واپس میرے ہاتھوں میں آگئی ہے"۔

"اب تو میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ تمہیں وہم ہو گیا ہے"۔ دوسری نے کہا۔

اسی وقت اس کی ٹرے بھی واپس آگئی۔

"لو... میرے والی بھی واپس آگئی... شاید کوئی مداری نما انسان مذاق کر رہا ہے"۔

"بالکل ایسا ہی لگتا ہے... سسٹرز... لہٰذا آپ اپنا کام جاری رکھیں"۔ منور علی خان نے مسکرا کر کہا۔

"آپ نے ہمیں سسٹرز کہا... یعنی بہنیں"۔ ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں... کیا آپ کو برا لگا"۔

"نہیں بہت اچھا... پروازوں کے دوران کسی نے پہلی بار بہن کہا ہے... ورنہ لوگ تو مس... مس... کرتے رہتے ہیں... سنئے مس... پانی کا ایک گلاس چاہیے... مس ذرا بچے کو کوئی کھلونا دے دیجیے... لیکن آپ نے ہمیں سسٹرز کہا تو اچھا لگا... آپ کا شکریہ"۔

"کوئی بات نہیں"۔ منور علی خان مسکرائے۔

اور پھر وہ اپنا کام کرنے لگیں۔

"ماٹو! تم کہاں ہو؟"

لیکن ماٹو کی آواز سنائی نہ دی... اس کا مطلب تھا، وہ کھانے کے لیے باورچی خانے کا رخ کر چکا ہے... دونوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"سوال یہ ہے انکل... ہم انہیں انشارجہ میں کہاں تلاش کریں گے"۔

"شاید انہیں تلاش کرنا مشکل کام ثابت نہیں ہو گا... لیکن اگر یہ مشکل ثابت ہوا تو تمہارے یہ ماٹو کس دن کام آئیں گے"۔

"اوہ... بہت خوب... مزا آگیا... آپ بہت ذہین ہیں انکل"۔ ٹی ایس ایم نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ میرا قصور نہیں... میرے دوستوں کی صحبت کا قصور ہے... جس نے مجھے کچھ ذہین بنا دیا ہے... ورنہ میری کوشش یہی تھی کہ ذرا بھی ذہین نہ بنوں... بس جنگل میں رہوں اور جنگل کے جانوروں سے غرض رکھوں... لہٰذا اس کے لیے ذہانت کی کیا ضرورت... ذہانت کی ضرورت انسانوں کے درمیان پڑتی ہے... دوسروں کی چالاکیوں سے بچنے کے لیے... یا دشمنوں سے بچنے کے لیے... سازشیوں کی سازشوں سے بچنے کے لیے"۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں سر"۔

"سر... یہ تم نے مجھے سر کیوں کہا"۔ منور علی خان حیرت زدہ رہ

گئے۔

"کک.... کیوں.... کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے"۔

"نہیں.... یہ سر.... کچھ عجیب سا لگا ہے.... یوں لگتا ہے جیسے میں عام زندگی میں روزانہ سنتا رہا ہوں.... جیسے کوئی مجھے روزانہ بار بار سر کہتا رہا ہے"۔

"یہ آپ کا احساس ہے سر.... جو غلط بھی ہو سکتا ہے"۔

"ہاں واقعی.... یہ انسپکٹر جمشید یا انسپکٹر کامران مرزا کا اندازہ نہیں ہے"۔

عین اس وقت ایک ایئر ہوسٹس باورچی خانے سے باہر آتی نظر آئی.... اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے.... اور آنکھیں باہر کو ابلی پڑ رہی تھیں۔

○☆○

ناول کا نام

"کک.... کیوں.... کیا ہوا.... بھائی ہی ڈارڈی"۔ فاروق بوکھلا کر بولا۔

"کک.... کچھ نہیں"۔ اس نے فوراً خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"بات تو کوئی ضرور ہے.... ناول کے نام پر تم حیرت زدہ کیوں ہوئے.... اب یہ بھی بتانا ہو گا"۔

"مم.... میں نے کہا نا.... کوئی بات نہیں ہے"۔

"میرا خیال ہے میں اس کے گھر جا کر تلاشی لیتا ہوں.... شاید وہاں سے کوئی ناول مل جائے"۔

"اس کا مطلب ہے.... ضرور کوئی بات ہے.... میں جا رہا ہوں.... کوئی ایک آدھ میرے ساتھ آنا چاہے تو آ سکتا ہے"۔

"ایک دو تو آ سکتے ہیں انکل.... ایک آدھ کیسے آئیں"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ ان باتوں کا وقت نہیں.... آؤ تم ہی آ جاؤ.... آفتاب تو وقت ہی ضائع کرے گا"۔

"لیکن کس کا ابا جان.... آپ کا، اپنا.... یا ڈی ہارڈی کا"۔

آفتاب مسکرایا۔

"سب کا"۔ انہوں نے چلا کر کہا اور باہر نکل گئے۔

آصف تیزی سے ان کے پیچھے چلا۔

"ٹھیک ہے.... ہم یہیں ملیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

"او کے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جواب دیا۔

ڈی ہارڈی کے گھر کی انہوں نے اچھی طرح تلاشی لی.... اور آخر ایک پرانی الماری کے ایک خانے میں حفاظت سے رکھا ہوا ایک ناول انہیں مل گیا.... وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ اس کا نام.... راکھ کا سمندر تھا۔

"یہ تو کمال کی بات ہو گئی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"ہاں واقعی.... لیکن اس ناول میں ہے کیا.... ڈی ہارڈی ناول کا نام سامنے آنے پر کیوں پریشان ہو گیا تھا"۔

"یہ تو ناول پڑھ کر ہی اندازہ ہو سکے گا"۔

"اور یہ اتنا چھوٹا سا ناول نہیں ہے.... پڑھنے میں دو گھنٹے تو ضرور لگ جائیں گے"۔

"ہاں! اس سے کہیں بہتر یہ ہو گا کہ ہم واپس چلیں اور ڈی ہارڈی کو ناول دکھا کر بات کریں.... کیونکہ اب وہ ناول کے بارے میں

کچھ چھپا کر کیا کرے گا"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

وہ واپس آئے.... ان کے ہاتھ میں ناول دیکھ کر وہ برا سا منہ بنائے بغیر نہ رہ سکے اور جب انہوں نے ناول کا نام دیکھا تو اچھل ہی پڑے.... فاروق نے تو زوردار قہقہہ لگایا۔

"زندگی میں پہلی بار میرا یہ فضول جملہ بھی آخر کام کا جملہ ثابت ہو گیا"۔ اس نے کہا۔

"واقعی.... یہ تو ہے.... لیکن اس میں ہے کیا"۔

"یہ مسٹر ہارڈی بتائیں گے.... کیونکہ ابھی ہم نے اس کو پڑھا نہیں"۔

"میں نے بھی نہیں پڑھا"۔ ڈی ہارڈی نے فوراً کہا۔

"چلو نہیں پڑھا ہو گا.... یہ تمہارے گھر میں آیا کہاں سے"۔

"کسی نے دیا تھا.... یہ کہہ کر کے بہت اچھا ناول ہے.... ضرور پڑھنا.... لیکن مجھے پڑھنے کا آج تک وقت ہی نہیں مل سکا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"خیر.... لیکن اس میں ناول کا نام سن کر اس قدر زور سے اچھل پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ان کے منہ سے نام راکھ کا سمندر سن کر میں اچھل پڑا تھا.... کیا یہ عجیب بات نہیں کہ انہوں نے راکھ کا سمندر کا نام سن کر فوراً کہ

دیا کہ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے اور میرے گھر میں واقعی اس نام کا ناول موجود تھا"۔

"ہاں.... یہ تو ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"لیکن اس کے ساتھ ناول کی کوئی کہانی بھی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"وہ تو ظاہر ہے.... ہر ناول کی کہانی ہوتی ہے"۔

"میں اس کے آپ کو ملنے کی کہانی کی بات کر رہا ہوں.... آپ سیدھی طرح بتا دیں.... یہ آپ کو کیسے ملا تھا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

"اچھا! میں ہار گیا.... یہ مجھے ایک ردی فروش کی دکان سے ملا تھا"۔

"تو پھر آپ نے اس کو پڑھا"۔

"ہاں پڑھا"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اس میں ایک ایسی مخلوق کی کہانی ہے.... جس کا تعلق ہماری زمین سے نہیں ہے.... وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق تھی.... اور ہماری دنیا میں آ گئے تھے.... اس دنیا کا ایک انسان اس دنیا کی مخلوق سے ملا.... یعنی دونوں کی ملاقات ہوئی.... پھر یہ مخلوق اس دنیا کے انسان کو اپنی دنیا میں لے گئی.... یہ ہے کہانی"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی.... پھر کیا ہوا؟" آصف بے

تاب ہو کر بولا' باقی سب بھی بے چین نظر آ رہے تھے۔

"اس نے اس دنیا کی سیر کی.... لیکن جب وہ واپس اپنی دنیا میں آیا تو وہ پاگل ہو چکا تھا.... وہ کسی کو اس دنیا کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا"۔

"تب پھر ناول کس طرح لکھ مارا اس نے"۔ خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"ناول اس نے نہیں.... اس کے ایک مصنف دوست نے لکھا.... جو اس کی اس کہانی کو جانتا تھا.... یعنی اس مخلوق کے ساتھ اس کے جانے کے بارے میں اسے علم تھا"۔

"اور کیا دونوں اکیلے ہی گئے تھے.... ان کے ساتھ اور کوئی نہیں گیا تھا"۔ پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

"اکیلے گئے تھے.... ان کے ساتھ اور کوئی نہیں گیا تھا"۔

"اب اس کہانی میں گھماؤ پھراؤ پیدا ہو گیا ہے.... کیونکہ اس مخلوق نے تمہارے ہی گھر میں پناہ بھی لی.... ہمیں اغوا کر کے وہ تمہارے گھر میں لے گئے.... اس کا صاف مطلب یہ بنتا ہے کہ آپ کا اس مخلوق سے گہرا تعلق ہے.... آخر آپ صاف صاف بتا کیوں نہیں دیتے"۔

"آخر میں اور کیا بتاؤں.... آپ خود اس کتاب کو پڑھ لیں.... انگریزی میں ہے.... کسی ایسی زبان میں نہیں.... جو آپ سمجھ نہ سکتے

ہوں"۔

"خیر... اگر یہ کسی ایسی زبان میں ہوتا تو ہم پھر بھی اسے پڑھ سکتے تھے"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"مطلب یہ کہ اب ہمیں اس کتاب کا مطالعہ کرنا ہی پڑے گا اور پھر ہم مسٹر جیرال سے دو دو باتیں کریں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

ڈی ہارڈی کے بارے میں ہدایات دے کر وہ اس کے گھر آ گئے... انہوں نے فی الحال اسی کے گھر کو اپنا ٹھکانہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

"میں اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں... آپ لوگ گپ شپ لگائیں... پڑھ کر سب کو بتاؤں گا کہ اس میں کیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"شکریہ ابا جان... آپ کی یہ بات بہت پسند آئی... خاص طور پر اس لیے بھی کہ اس میں گپ شپ لگانے کی اجازت موجود ہے"۔

"اب کیا کیا جائے... مجبوری ہے... ناول پڑھنے تک تو یہ اجازت دینا ہی ہو گی... لیکن بہتر یہ ہو گا کہ آپ اس سارے چکر پر غور کریں... یہ اونٹ ابھی تک کسی کروٹ بیٹھتا نظر نہیں آیا"۔

"کوئی بات نہیں... آخر کار تھک کر بیٹھ ہی جائے گا... اس وقت ہم دیکھ لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھا ہے"۔ فاروق نے شوخ آواز

میں کہا۔

"واہ فاروق... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ جملہ ایک دن اس طرح بھی رنگ لا سکتا ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہیں ابا جان... رنگ لا سکتا ہے... یہ جملہ ہے... کوئی خربوزہ نہیں"۔ فاروق بولا۔

"خربوزہ رنگ پکڑتا ہے... رنگ لاتا نہیں"۔ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"تو تم کیوں جلے بھنے جا رہے ہو... اس لیے کہ میرا جملہ رنگ لے آیا ہے"۔ فاروق ہنسا۔

"لے آیا ہو گا رنگ... ہمیں کیا اچار ڈالنا ہے رنگ کا"۔ مکھن بولا۔

"رنگ کا اچار... ہائیں... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"پہلے ایک نام پر تو غور کر لو"۔ شوکی بولا۔

"ابا جان... آپ اپنا کام شروع کریں... کیونکہ ہمارا کام تو خود بخود شروع ہو گیا ہے"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے... بلکہ میں دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں... یہاں تو تمہارے جملے ناول کا مزا کرکرا کر دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید ہنس کر بولے۔

"اس کے الٹ بھی ہو سکتا ہے ابا جان"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"اس کے الٹ.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ کا ناول ہمارے جملوں کا مزا کرکرا کر دے"۔ وہ بولا۔

"یار اوٹ پٹانگ باتیں نہ کرو"۔ وہ ہنس کر بولے اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

اور پھر دو گھنٹے بعد دروازہ کھلا.... انسپکٹر جمشید کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"کیا رہا جمشید"۔ پروفیسر بے تابانہ بولے۔

"کہانی تو قریب قریب وہی ہے.... جو ڈی ہارڈی نے بتائی ہے.... ہمیں اس پاگل دوست سے ملنا ہو گا"۔

"لیکن ایک پاگل کیا بتا سکے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہم اس ناول کے مصنف دوست سے بھی ملیں گے"۔

"اسے جو کچھ معلوم تھا.... ناول کے رنگ میں لکھ چکا ہے"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن شاید.... وہ کچھ باتیں چھپا گیا ہو"۔

"اوہ ہاں.... یہ ہو سکتا ہے"۔

وہ ایک بار پھر ڈی ہارڈی کے پاس پہنچے۔

"ہم نے ناول پڑھ لیا ہے"۔

"بس.... وہی کچھ تھا ناول میں.... جو میں نے بتایا ہے"۔

"ہاں ہاں.... قریب قریب.... اب آپ ہمیں اپنے پاگل دوست اور اس کے مصنف دوست کے پتے بتا دیں"۔

"یہ ناول لکھنے کے بعد مصنف بھی پاگل ہو گیا تھا"۔

"نن نہیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"دونوں پاگل خانے میں ہیں.... آپ ان سے نہیں مل سکتے.... وہ حد درجے خطرناک پاگل ہیں"۔

"لیکن ہم ان سے کہیں زیادہ خطرناک پاگل ہیں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی.... ہم کیوں ہوتے پاگل"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اچھا بابا.... نہیں ہو گے تم پاگل.... میں اپنی بات کر رہا تھا"۔ فاروق اس کی طرف الٹ پڑا۔

پھر انہوں نے جیرال سے رابطہ کیا۔

"ہاں بھئی.... کیا رہا"۔

"بہت کچھ معلوم ہوا ہے.... بہتر ہو گا.... آپ یہیں آ جائیں اور مسٹر راٹور کو بھی ساتھ لے آئیں"۔

"مسٹر راٹور کو.... کیوں اس کی کیا ضرورت"۔

"ضرورت ہے.... بلکہ بہت زیادہ ضرورت ہے"۔ انہوں نے پرزور انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... ہم ابھی آتے ہیں"۔

جلد ہی وہ وہاں پہنچ گئے.... ان کے چہروں پر حیرت کے گہرے بادل تیر رہے تھے۔

"ہاں! اب بتائیں.... کیا مطلب ہے.... آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے.... اور مسٹر راٹور کا یہاں ہونا کیوں ضروری ہے.... دوسرے یہ کہ آپ نے ڈی ہارڈی کے گھر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنانا کیوں پسند کیا"۔ جیرال جلدی جلدی بولا۔

"مسٹر جیرال! یا تو آپ سب لوگ مل کر ہم لوگوں سے ڈراما کر رہے ہیں.... یا پھر مسٹر راٹور آپ سے غداری کر رہے ہیں"۔

"کیا مطلب.... یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی"۔ جیرال چونک کر بولا۔

"ہم نے ڈی ہارڈی سے ملاقات کی ہے.... وہ صاحب کچھ بتانے کو تیار نہیں تھے.... لیکن جب ہم نے ذرا آنکھیں دکھائیں تو انہوں نے ایک عجیب بات کہی"۔

"اور وہ کیا؟" جیرال نے جلدی سے کہا۔

"یہ کہ مسٹر راٹور مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

"کیا مطلب!!!" جیرال اچھلا۔

"مطلب ہی پوچھنے کے لیے تو آپ کو یہاں بلایا ہے.... یا تو آپ لوگ ہمارے ساتھ کوئی گہرا کھیل کھیل رہے ہیں.... یا مسٹر راٹور

دراصل آپ کے ساتھی نہیں ہیں"۔

"دونوں باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں.... نہ یہ دونوں باتیں ممکن ہیں.... ہم آپ سے کوئی کھیل نہیں کھیل رہے.... اور مسٹر راٹور اپنے ملک سے غداری نہیں کر سکتے.... یہ خالص انشارجہ کے ہیں اور انشارجہ کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"کیوں مسٹر راٹور"۔

"ہاں بالکل"۔ اس نے فوراً کہا۔

"لیکن مسٹر راٹور.... میری معلومات اس کے الٹ ہیں.... آج سے دس بارہ سال پہلے اس مخلوق کا پہلا آدمی ہماری سرزمین پر آیا تھا"۔

"کیا کہا.... آج سے دس بارہ سال پہلے"۔ جیرال بے یقینی کے عالم میں بولا۔

"ہاں مسٹر جیرال.... اب سنتے جائیں.... اور مسٹر راٹور کے چہرے کی طرف دیکھتے جائیں.... ان کا رنگ بہت تیزی سے اڑنے لگا ہے.... اڑ رہا ہے نا"۔

"ہاں.... اڑ تو رہا ہے"۔ جیرال نے بھی کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اب ہم آپ کو تفصیل سناتے ہیں.... دس سال پہلے اس مخلوق کا پہلا آدمی ہماری سرزمین پر بھیجا گیا تھا.... ان لوگوں نے ہماری

سرزمین کو بالکل اسی طرح دریافت کیا تھا جس طرح ہمارے سائنس دان آج دوسری سرزمینیں تلاش کرتے پھرتے ہیں.... یا دوسرے سیاروں پر زندگی کے امکانات تلاش کر رہے ہیں.... تاکہ وہاں جا کر آباد ہو جائیں.... ہاں تو وہ پہلا آدمی رات کے وقت جب ہماری سرزمین پر آیا تو وہ مسٹر راٹور کے گھر میں آ گیا.... راٹور کی اس سے ملاقات ہوئی.... اس نے اپنے شعاعی پستول کے ذریعے مسٹر راٹور کو قابو میں کر لیا تھا.... راٹور نے بھی اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہو گی.... لیکن اس کے مقابلے میں ان کی دال نہیں گلی تھی.... پھر مخلوق ان کے گھر میں ہی رہی.... پستول کے زور پر اس نے مسٹر راٹور سے انگریزی سیکھی.... اپنی سرزمین کے بارے میں بتایا.... اس زمین کے بارے میں اور زمین میں بسنے والے لوگوں کے بارے میں پوچھا.... معلومات حاصل کیں.... اور آخر میں اس نے انہیں بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں.... یہ بھی بتایا کہ وہ کتنی بڑی تعداد میں ہیں.... لیکن وہ اس وقت زمین پر آنے کے قابل نہیں تھے.... اس نے بتایا کہ ابھی ان کی زمین کے سائنس دان یہاں کے بارے میں مکمل حالات معلوم کریں گے.... یہاں کے سائنسی آلات اور ہتھیاروں کا جائزہ لیں گے.... اپنے آلات اور ہتھیاروں سے مقابلہ کریں گے کہ کس کے زیادہ بہتر اور طاقت ور ہیں.... یا اس زمین پر قبضہ کرنے کے لئے انہیں کس قدر طاقت کی ضرورت ہے.... مزید یہ کہ کس قدر ترقی کی ضرورت ہے.... یہ تمام

باتیں معلوم کرنے کے لیے اس نے راٹور کو پوری طرح قابو میں کر لیا.... مسٹر راٹور نے اس وقت تو اپنی جان بچانے کے لیے سب کچھ بتا دیا.... بعد میں جب اس نے دیکھا کہ اس مخلوق کا تو آخر کار ان کی زمین پر قبضہ ہو جائے گا اور سب کے سب مارے جائیں گے تو اس نے ان سے سودا کر لیا کہ وہ اس زمین کے بارے میں انہیں تمام تر معلومات دے گا.... بدلے میں وہ اسے کچھ نہیں کہیں گے اور نہ اس کے خاندان کے لوگوں کو کچھ کہیں گے.... اس طرح ان کے درمیان مسلسل رابطہ رہا.... سمندر کی تہہ سے نکل کر اوپر آنے کے لیے اس نئی مخلوق نے ایک بڑا سوراخ کیا.... اس سوراخ کے ذریعے ان کی خفیہ آمد و رفت جاری رہی.... ایسے میں خدا کی قدرت کے انشارجہ کا سونے کا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور عین اس سوراخ میں جا گرا.... کیونکہ سوراخ اس وقت کھلا تھا اور مخلوق راٹور سے ملاقات کرنے آئی ہوئی تھی.... سمندر کی تہہ میں جب تحقیقاتی ٹیمیں اتاری گئیں اور کھوج لگانے کی کوشش کی گئی تو نئی مخلوق کھل کر سامنے آ گئی اور ہماری سرزمین پر آ گئی.... اس طرح یہ چکر شروع ہوا.... لیکن مسٹر راٹور کو بارہ سال پہلے سے اس کے بارے میں تمام تر باتیں معلوم ہیں.... یہ ساری کہانی ڈی ہارڈی کے ایک دوست نے جو وطن کا ہمدرد تھا.... ایک ناول کی شکل میں لکھ دی تھیں.... لیکن ڈی ہارڈی نے اسے پاگل خانے بھجوا دیا.... کیونکہ راٹور اس کی کمر پر تھا.... ڈی ہارڈی کا ایک اور

دوست بھی پاگل خانے میں ہے.... سے بھی کہانی معلوم ہو گئی تھی.... غالباً" انہیں زبردستی پاگل بنا دیا گیا تھا.... تاکہ نئی مخلوق کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے.... اور بارہ سال میں اس مخلوق نے اس قدر ترقی کر لی کہ وہ ہمارے سائنس دانوں کو بہت پیچھے چھوڑ گئے.... کیونکہ ہماری دنیا پر قبضہ کرنے کے لیے انہوں نے دن رات محنت کی.... اس قدر محنت کی کہ بتا نہیں سکتا.... لہٰذا آج وہ ہمارے مقابلہ میں آ گئے ہیں.... اور ان کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے.... ابھی وہ زیادہ بڑی تعداد میں نہیں آئے.... لیکن اب زیادہ دیر نہیں لگے گی کہ وہ لشکروں کی صورت میں آئیں گے اور ہمیں نہیں چھوڑیں گے"۔

"اف مالک.... مسٹر راٹھور یہ تم نے کیا کیا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی جیرال کے ہاتھ میں پستول نظر آیا.... راٹھور پستول کو دیکھ کر ذرا بھی نہ پریشان ہوا.... اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"پستول کو جیب میں رکھ لیجیے مسٹر جیرال.... اس پستول سے آپ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے.... اب میرے گرد بھی حفاظتی حصار موجود ہے.... اور اب میں اس سرزمین کا نہیں.... جلوٹا کا آدمی ہوں.... مستقبل میں میں جلوٹا میں رہوں گا.... میرا سارا خاندان جلوٹا میں عیش کرے گا.... ہم ان لوگوں کے نجات دہندہ ہوں گے.... یہ ہمیں سروں پر بٹھائیں گے.... باقی سب کو یہ تہس نہس کر دیں گے"۔

"نن نہیں"۔ جیرال نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

"اگر یقین نہیں اور اپنی موت چاہتے ہیں تو مجھ پر فائر کر کے دیکھ لیں"۔ اس نے شوخ آواز میں کہا۔

وہ سب سکتے میں آ گئے۔

○☆○
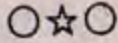
خوفناک منظر

"کیا ہوا.... خیر تو ہے؟"

"نن نہیں.... سب گڑبڑ ہو گیا"۔ ایئر ہوسٹس نے کہا۔

"آخر کیا ہوا.... بتاؤ بھی تو"۔

"باورچی خانے میں خوراک کے کسی پیکٹ کا نام و نشان نہیں۔ خالی پیکٹ تک نہیں ہیں"۔

"کیا مطلب.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"چل کر دیکھ لیں"۔ اس نے کہا۔

دوسری ایئر ہوسٹس فوراً مڑی اور باورچی خانے کی طرف چلی گئی.... پہلی نے بھی اس کا ساتھ دیا.... باہر نکلیں تو دوسری کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں.... اب وہ انجن روم کی طرف جا رہی تھیں.... شاید اس عجیب و غریب واقعے کے بارے میں پائلٹ کو بتانا تھا۔

ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

"کیوں ماٹو.... یہ کارنامہ تمہارا ہے کیا"۔ منور علی خان نے

سرگوشی کی۔

"کیا بتاؤں جناب.... اس قدر مزے دار چیزیں تھیں.... مجھ سے رہا نہ گیا سب کھا گیا"۔

"اور اب.... جہاز کے مسافر کیا کھائیں گے"۔

"یہ کسی ہوائی اڈے پر تو اتریں گے.... اتر کر خوراک لے لیں گے.... آپ فکر نہ کریں"۔

"لیکن بھئی.... یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے.... تم کھا ضرور لیتے.... لیکن ساری چیزیں تو چٹ نہ کرتے"۔

"آئی ایم سوری.... غلطی ہو گئی"۔ اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"ہائیں.... تم انگریزی بول لیتے ہو"۔

"جی.... وہ.... یہ مسٹر سی ایس ایم نے تھوڑی بہت سکھا دی ہے"۔

"ٹی ایس ایم.... اب تم محمود، فاروق اور فرزانہ بننے کی کوشش نہ کرو"۔ ٹی ایس ایم نے جھلا کر کہا۔

"ہم.... معافی چاہتا ہوں"۔ ماٹو گھبرا گیا۔

"عجیب جن ہو.... بات بات پر معافی مانگ رہے ہو"۔

"ایسے میں سپیکر پر آواز سنائی دینے لگی۔

"معزز مسافران توجہ فرمائیں.... جہاز میں خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے.... ہم پوری خوراک لے کر چلے تھے.... لیکن کسی نے شرارت

کی ہے اور خوراک کے ڈبے ضائع کر دیئے ہیں.... ہم بہت جلد ایک ایئرپورٹ پر اتر کر خوراک لے لیں گے.... امید ہے مسافر حضرات محسوس نہیں کریں گے"۔

"لیکن ایسی شرارت کی کس نے ہے.... میں تو بلڈ پریشر کا مریض ہوں.... تھوڑی دیر کے لیے بھی خوراک نہ ملے تو میری جان پر بن جاتی ہے"۔ ایک مسافر نے چلا کر کہا۔

"دیکھیے.... ہم سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ شرارت کس کی ہے.... لیکن ظاہر ہے.... اگر ہم یہ معلوم کر بھی لیتے ہیں تو بھی خوراک تو مہیا نہیں ہو سکے گی.... خوراک کا مسئلہ تو اب ایئرپورٹ پر اتر کر ہی حل ہو گا"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن شرارت کرنے والے کو پکڑنا تو چاہیے"۔ ایک اور مسافر چلایا۔

"ضرور ایسا ہو گا.... آپ فکر نہ کریں.... مسافروں میں سے جو بھی اٹھ کر سٹور کی طرف گیا ہے.... اس سے پوچھ گچھ ہو گی"۔

"خدا کا شکر ہے.... میں اور ٹی ایس ایم نہیں گئے"۔ منور علی خان مسکرائے۔

اور پھر جہاز نے ایک ایئرپورٹ سے خوراک لی.... وہیں پولیس نے سب سے پوچھ گچھ کی.... ایسے میں ایک پولیس والے کے سر سے ٹوپی غائب ہو گئی.... وہ چونک کر بولا۔

"ارے میری ٹوپی کہاں گئی؟"

"ٹ.... ٹوپی.... کیا مطلب"۔ دوسرا پولیس والا بولا۔

اتنے میں تین اور پولیس والے ٹوپیوں سے محروم ہو چکے تھے۔

"ارے باپ رے.... یہ ہماری ٹوپیاں کہاں جا رہی ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے.... اس طیارے میں کوئی جن گھس آیا ہے.... اس نے خوراک کا ذخیرہ چٹ کیا ہے.... اور اب وہ ہماری ٹوپیاں غائب کر رہا ہے"۔

"جن.... جن.... ارے باپ رے"۔

طیارے میں زلزلے کے آثار نمودار ہو گئے.... مسافر اڑ گئے کہ اب ہم اس طیارے میں سفر نہیں کریں گے.... ایک اچھا بھلا ہنگامہ ہو گیا۔

"یار مانو.... تمہاری شرارت نے تو ہمارا سفر کرکرا کر دیا"۔

"مجھے کیا معلوم تھا.... کہ ایسا ہو گا.... خیر.... میں ان کی ٹوپیاں واپس کر دیتا ہوں"۔

پولیس والوں کے سروں پر ٹوپیاں واپس آئیں تو پھر چلا اٹھے۔

"ارے ٹوپیاں واپس آ گئیں.... یہ کوئی شریف جن ہے.... مسافران سے درخواست ہے کہ انکار نہ کریں.... اس جہاز میں سفر کریں"۔ منور علی خان بولے۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے"۔ ایک اور مسافر نے کہا۔

آخر ڈرتے ڈرتے سفر پھر شروع ہوا... اور اس طرح وہ انشارجہ کے ایئرپورٹ پر اترے... مگر وہاں سراسیمگی کا عالم تھا۔

"یہاں تو لگتا ہے پورا انشارجہ ہلا پڑا ہے... آؤ پہلے کسی ہوٹل میں بیٹھ کر حالات معلوم کرتے ہیں"۔

وہ ایئرپورٹ سے نکل کر ایک ہوٹل کے ہال میں آ بیٹھے... یہاں ہال میں ٹی وی لگا ہوا تھا اور تمام گاہک اس کی طرف متوجہ تھے... وہ بھی اس طرف دیکھنے لگے... ایسے میں ایک بیرا ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا۔

"ہاں جناب... کیا آرڈر ہے آپ کا"۔

منور علی خان نے مختلف چیزوں کا آرڈر دے ڈالا ساتھ ہی بولے۔

"ہم ابھی ابھی ایئرپورٹ سے سیدھے یہاں آئے ہیں... شہر میں اس قدر خوف کیوں پھیلا ہوا ہے؟"

"تو کیا آپ کو کچھ معلوم نہیں"۔

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"کسی دوسری دنیا کی مخلوق انشارجہ پر آ گئی ہے... اس نے سارا نظام درہم برہم کر دیا ہے... ان کے پاس ایسی کاریں ہیں... جو کسی طرح بھی تباہ نہیں ہوتیں... ان کے پاس ایسے پستول ہیں جن سے شعاعیں نکلتی ہیں اور ان شعاعوں سے انسانی جسم راکھ میں تبدیل ہو

جاتے ہیں... ابھی تو وہ تھوڑی مقدار میں آئے ہیں... لیکن سنا ہے... ان کی بہت بڑی مقدار آنے والی ہے... جو اس پوری دنیا کو الٹ پلٹ کر دے گی"۔

"نن نہیں"۔ وہ کانپ گئے۔

"ہاں... البتہ حکومت نے کچھ غیر ملکیوں کو بلایا تھا... وہ ان کے مقابلے میں ا[illegible] ہیں... اور کسی حد تک نئی مخلوق کا مقابلہ انہوں نے کیا ہے [illegible]ن وہ چند آدمی بھلا اتنی بڑی تعداد کا کیا بگاڑ لیں گے... اس وقت ٹی وی پر شہر میں ہونے والے واقعات براہ راست دکھائے جا رہے ہیں... شہر کے سب سے بڑے چوک پر جو کچھ ہو رہا ہے... یہ آپ خود دیکھ لیں... آپ کا آرڈر لے آؤں"۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا... ان کی نظریں سکرین پر جم گئیں۔

وہاں انہیں وہ مخلوق نظر آئی... ایک طرف تین سفید عجیب وضع کی کاریں کھڑی تھیں... ان تینوں میں ایک ایک نئی مخلوق موجود تھی... باقی باہر چوک میں کھڑے نظر آئے... ان کے ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے بڑے بڑے پستول تھے... ان کے آس پاس بے شمار لاشیں بکھری پڑی تھیں... گاڑیاں الٹی پڑی تھیں... خون بھی پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا... ایسے میں انہوں نے ایک فوجی ٹرک کو چوک کی طرف آتے دیکھا اس میں سے جدید ترین اسلحے کی نالیں جھانک رہی تھیں... ان میں کئی راکٹ لانچر بھی نظر آ رہے تھے... اچانک تمام اسلحے کا استعمال

شروع ہو گیا... نشانہ اس مخلوق کا لیا گیا تھا... لیکن وہ جوں کے توں کھڑے رہے اور فوجیوں کا ٹرک بھک سے اڑ گیا... کیونکہ تمام اسلحہ پلٹ کر ٹرک کو جا لگا تھا... تمام فوجی بھی مارے گئے... وہ یہ خوفناک منظر دیکھ کر دھک سے رہ گئے... ہال میں موجود لوگ تو چیخیں مارنے لگے۔

"یہ کیا مصیبت نازل ہو گئی یہاں"۔ منور علی خان نے کانپ کر کہا۔

"لیکن ہمارے یہ ساتھی کہاں ہیں؟"

"بہت جلد ان کا پتا چل جائے گا... کیونکہ وہ اس وقت یہاں ہیرو بنے ہوئے ہیں"۔

"یہ ہیرو بننا آسان نہیں... جان جوکھوں کا کام ہے"۔

وہ سکرین پر تباہی کے منظر دیکھتے رہے اتنے میں بیرا ان کا آرڈر لے آیا۔

"ان غیر ملکیوں سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"تھوڑی دیر پہلے تک تو وہ ایک چوک میں موجود تھے... وہ دراصل ایک سفید کار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں... قبضہ کرتے ہی وہ کار لے اڑے... اس وقت کہاں ہیں... یہ معلوم کرنا پڑے گا"۔

"اگر آپ یہ بات ہمیں کسی طرح معلوم کرا دیں تو سو ڈالر

انعام"۔ منور علی خان بولے۔

"کیا کہا... سو ڈالر"۔ وہ دھک سے رہ گیا۔

"ہاں سو ڈالر"۔

"میں ابھی آتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا۔

"آپ نے ایک دم اتنا بڑا انعام بول دیا"۔ ٹی ایس ایم نے برا سا منہ بنایا۔

"کوئی بات نہیں... دراصل میں ان تک پہنچنے کے لیے بری طرح بے چین ہوں"۔

"اچھی طرح بے چین تو خیر میں بھی نہیں ہوں"۔ ٹی ایس ایم نے منہ بنایا۔

"یار مانو... آپ اس مخلوق کو دیکھ رہے ہیں"۔ ایسے میں منور علی خان دبی آواز میں بولے۔

"دیکھ رہا ہوں"۔ وہ گڑبڑا کر بولا۔

"کیا ہوا... کیا ڈر رہے ہو ان سے"۔

"نہیں... لیکن جب سے میں نے انہیں دیکھا ہے... عجیب احساس ہو رہا ہے... میرے جسم میں شعلے بھڑکنے لگے ہیں"۔

"کیا مطلب... ایسا کیوں ہے"۔

"میں نہیں جانتا"۔ اس نے کہا۔

"خیر... تم ذرا خود پر قابو رکھو... یہاں کوئی گڑبڑ نہ کرنا... کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں... ابھی ہمیں اپنے ساتھیوں تک... ارے ہاں... ہم بھی کتنے بے وقوف ہیں... جن ہمارے ساتھ ہے... اور بیرے کو اتنے سے کام کے لیے سو ڈالر دینے کا اعلان کر دیا... یار ماٹو... ذرا تم اس شہر کے اوپر پرواز کرو... اس طرح محمود' فاروق اور فرزانہ وغیرہ کہیں تو نظر آ ہی جائیں گے"۔

"یہ کیا مشکل ہے... لیکن"۔

"لیکن کیا بھئی"۔

"کچھ میں بھی کھا لیتا ان چیزوں میں سے... بہت مزے دار خوراک ہے انسانوں کی... ہم تو بس ہڈیاں کھاتے ہیں... جنوں کی گزر بسر ہڈیوں پر ہے... لیکن آپ لوگوں کے ساتھ رہ کر میں بھی انسانی کھانے کھانے کا عادی ہوتا جا رہا ہوں... جہاز میں جو چیزیں کھائی تھیں... ان کا مزا ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔

"ٹھیک ہے... جو کھانا چاہو... کھا لو"۔ منور علی خان بولے۔

آن کی آن میں اس نے میز کی تمام چیزیں چٹ کر ڈالیں۔

"حد ہو گئی... ارے یہاں بھی جہاز والا کام دکھایا"۔

"تو کیا ہوا... یہاں تو اور بہت خوراک ہے... آپ اور منگا لیں... میں جاتا ہوں... آپ یہیں میرا انتظار کریں... ایسا نہ ہو... آپ یہاں سے چل دیں اور پھر مجھے آپ لوگوں کو بھی تلاش کرنا

پڑے"۔

"نہیں... ہم یہیں ملیں گے... تم فکر نہ کرو"۔

ماٹو چلا گیا' انہوں نے ایک بار پھر بیرے کو بلایا... میز کو صاف دیکھ کر وہ دکھ سے رہ گیا... کیونکہ ابھی ایک منٹ پہلے تو وہ سب چیزیں رکھ کر گیا تھا۔

"بیرے... آپ نے... اتنی جلدی کس طرح کھا لیں"۔

"بس یہ نہ پوچھیں... اور چیزیں لے آئیں"۔

بیرا ڈرے ڈرے انداز میں اور چیزیں لے آیا کھانے کے ساتھ وہ جاپان کے مناظر بھی دیکھتے رہے... ٹی وی کیمرہ ادھر ادھر گردش کر رہا تھا... اس نے شہر کے کئی حصوں کے مناظر دکھائے... لیکن کسی جگہ بھی ان کے ساتھی نظر نہ آئے... ایسے میں انہوں نے ماٹو کی سرگوشی سنی۔

"ہم... میں آگیا ہوں"۔

"بہت خوب ماٹو... بہت جلد آئے"۔ ٹی ایس ایم نے خوش ہو کر کہا۔

"بھئی میں جن ہوں... انسان نہیں... یہ بات بھی تو یاد رکھا کریں"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں... بس یہی بات بھول جاتا ہوں میں"۔

"خیر... کوئی بات نہیں... میں نے ان کا سراغ لگا لیا ہے... اور

میں آپ کو وہاں لے جا سکتا ہوں..... لیکن میں سڑک کے ذریعے نہیں جا سکوں گا..... کیونکہ میں وہاں اڑ کر پہنچا تھا"۔

"تب پھر..... کیا کریں"۔

"تم نے غلطی کی ماٹو..... اس جگہ کا نام پتا نوٹ کر لاتے..... پھر ہم کار میں بھی وہاں جا سکتے تھے"۔

"یہ کام میں ابھی کر لاتا ہوں"۔ ماٹو بولا۔

"چلو ٹھیک ہے..... تم تو جن ہو..... بہت جلد یہ کام کر لاؤ گے"۔

"تو اور کیا..... میں یہ گیا اور یہ آیا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ چلا گیا۔

"یہ تو بہت کام کی چیز ہاتھ لگی ہے تمہارے ٹی ایس ایم"۔

"ہاتھ کہاں لگی ہے انکل..... ہم ایک مکان کے دو کرائے دار ہیں اور بس"۔

"لیکن اب یہ تمہارا دوست بن چکا ہے"۔

"جن ہے..... اس کا کیا بھروسہ..... کب اس کا دماغ چل جائے اور یہ مجھے اور آپ کو اڑا دے"۔

"یار اب تم مجھے ڈراؤ تو نہ"۔ انہوں نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا..... پھر اچانک انہوں نے سرد آہ بھری۔

"خیر تو ہے انکل..... کچھ یاد آ گیا"۔

"ہاں! فرحت یاد آ گئی..... لیکن خیر..... اب تو جلد اس سے

ملاقات ہونے والی ہے..... دوسرے شوکی یاد آ گیا..... عام طور پر وہ میرے ساتھ ہوتا ہے..... لیکن اس کی بجائے آج تم ساتھ ہو..... یہ بھی خوشی کی بات ہے"۔

"شکریہ انکل..... ارے باپ رے..... پانچ عدد نئی مخلوق..... اس بڑی عمارت کی طرف بڑھ رہی ہیں..... اور عمارت سے لوگ کس قدر خوف کے عالم میں بھاگ رہے ہیں..... اف بھگدڑ کا اتنا خوفناک منظر ہم نے شاید پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔ منور علی خان نے کانپ کر کہا۔

عمارت سے لوگ اس طرح نکل رہے تھے..... جیسے موت ان کے بالکل نزدیک آ گئی ہو..... اور پھر مخلوق کے پستولوں والے ہاتھ اوپر اٹھ گئے..... ان سے شعاعیں نکلیں اور عمارت پر پڑیں..... ایک دھماکا ہوا اور عمارت کے پرخچے اڑنے لگے..... آگ اور دھوئیں کا بادل اوپر اٹھتا نظر آیا..... ان گنت لوگ عمارت کے اندر ہی ختم ہو گئے..... ایسے میں انہوں نے ماٹو کی آواز سنی۔

"مم..... میں ایک بار پھر آ گیا ہوں..... اف مالک..... کس قدر خوفناک منظر تھا وہ"۔ ماٹو کی لرزتی آواز سن کر وہ چونک اٹھے۔

○☆○

تحفہ

چند لمحے مکمل خاموشی رہی۔۔۔ شاید ان میں سے کسی کی سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔۔۔ اس بات کا تو کسی کو وہم و گمان
بھی نہیں تھا کہ خود جیرال کا ساتھی غدار نکل آئے گا۔۔۔ راٹور سے تو
ان کا پہلے بھی دو تین بار سامنا ہو چکا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت تو وہ بڑی
طاقتوں کے لیے ہی کام کرتا نظر آیا تھا۔۔۔ اور اس نے ان طاقتوں کو
بھی گویا دھوکا دے دیا تھا۔۔۔ سب سے زیادہ حالت جیرال کی بری تھی۔۔۔
اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا
تھا۔۔۔ ایسے میں راٹور کی آواز پھر ابھری۔

"آپ سب لوگوں کو سانپ سونگھ گیا ہے کیا؟"

"پہلے آپ میری ایک بات کا جواب دیں، مسٹر راٹور۔۔۔ اگر آپ
اس مخلوق کے آلہ کار بارہ سال پہلے بن چکے ہیں تو پھر انشارجہ وغیرہ کے
لیے کیوں کام کر رہے تھے؟"

"زندگی تو گزارنا پڑتی ہے۔۔۔ اور اس زندگی کے گزارنے کے
لیے بے تحاشا دولت بھی تو ہونی چاہیے۔۔۔ دولت فی الحال اس مخلوق

سے مل نہیں سکتی تھی۔۔۔ اس مخلوق کی حکومت جب اس دنیا پر ہو
جائے گی۔۔۔ تبھی مجھے کوئی مقام ان کی طرف سے ملے گا۔۔۔ لہٰذا اس
سے پہلے مجھے ان کے لیے کام کرنا ہی تھا۔"

"بہت خوب! یہ بات تو واضح ہو گئی۔۔۔ اب آپ کا کہنا یہ ہے
کہ آپ کے گرد چونکہ حفاظتی حصار ہے لہٰذا مسٹر جیرال کا پستول آپ
کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔" اس نے اکڑ کر کہا۔

"بہت خوب۔۔۔ اور کیا یہ حصار مسٹر ڈی ہارڈی کے جسم کے
گرد بھی ہے۔"

"نہیں۔۔۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ اب میں جو ان
کی مدد کے لیے موجود ہوں۔"

"بالکل ٹھیک۔۔۔ لیکن مسٹر جیرال آپ پر ایک فائر ضرور کریں
گے۔۔۔ تاکہ پتا چلے آپ چکر تو نہیں دے رہے۔"

"اس طرح مسٹر جیرال دوسری دنیا میں پہنچ جائیں گے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" جیرال نے پھنکار کر کہا اور راٹور پر فائر
کر دیا۔۔۔ لیکن اس نے عجیب رخ کا فائر کیا تھا۔۔۔ اور ایسا پروگرام انسپکٹر
جمشید کے ذہن میں بھی آیا تھا۔۔۔ اس وقت جیرال عین ڈی ہارڈی کے
پیچھے تھا۔۔۔ گولی راٹور کے جسم سے ٹکرائی اور اچٹ کر ڈی ہارڈی کو
لگی۔۔۔ اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی۔۔۔ دھڑام سے گرا اور

تڑپنے لگا۔

"یہ تو انجام ہے اس غدار کا۔۔۔ اور مسٹر راٹور اب تمہاری باری ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں تم پر فائر نہیں کر سکا۔۔۔ یا یہ کہ کر بھی لوں تو بھی فائر کے ذریعے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔۔۔ تو کیا ہوا۔۔۔ میں تم سے اپنے ہاتھوں سے لڑوں گا"۔ یہ کہہ کر جیرال آگے بڑھا۔

"ہاں ہاں ضرور۔۔۔ کیوں نہیں"۔ راٹور نے ہنس کر کہا۔

"ان پر سکتہ طاری تھا۔۔۔ راٹور اور جیرال ایک دوسرے کے سامنے آ گئے تھے۔۔۔ ان میں مقابلہ کس قدر زبردست اور سنسنی خیز ہو سکتا تھا۔۔۔ اس بات کا انہیں بخوبی اندازہ تھا۔۔۔ ایسے میں راٹور زور سے ہنسا اور بولا۔

"مسٹر جیرال۔۔۔ آپ تو میرے ایک ہاتھ کی مار ہیں"۔

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو' اس کے باوجود میں لڑوں گا ضرور۔۔۔ اس دنیا کے غدار سے مقابلہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا"۔

"دد۔۔۔ دنیا کے غدار۔۔۔ بھئی واہ۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق چہکا۔

"لو۔۔۔ انہیں ایسے میں۔۔۔ ناموں کے ناولوں کی پڑی ہے"۔ آفتاب جل گیا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ ناموں کے ناولوں کی نہیں۔۔۔ ناولوں کے ناموں کی۔۔۔ کبھی تو الٹی بات بھی کر لیا کرو"۔ مکھن بولا۔

"توبہ ہے تم سے۔۔۔ کہہ رہے ہیں۔۔۔ کبھی تو الٹی بات بھی کر لیا کرو"۔ رفعت جھلا اٹھی۔

اسی وقت جیرال نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔۔۔ وہ تیر کی طرح راٹور کی طرف گیا۔۔۔ راٹور نے حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ صرف اپنا دایاں ہاتھ بالکل سیدھا کر دیا۔۔۔ جیرال اس کے ہاتھ سے ٹکرایا۔۔۔ دوسرے ہی لمحے راٹور کا منہ مارے حیرت اور خوف سے کھل گیا۔۔۔ کیونکہ جیرال اس کے ہاتھ سے ٹکرا کر گرا نہیں تھا۔۔۔ بلکہ پہلے وہ دوہرا ہوا پھر سیدھا ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مڑا' ہاتھ کندھے پر رکھ کر اس نے ایک چکر کاٹا۔۔۔ اب راٹور اس کے ساتھ چکر کھا رہا تھا۔۔۔ اچانک اس نے راٹور کا ہاتھ چھوڑ دیا۔۔۔ راٹور دور جا گرا۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ سیدھا کھڑا ہو چکا تھا۔

"بھلا ان باتوں سے میرا کچھ بگڑتا ہے"۔ وہ ہنسا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ ابھی تو تم بھی تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے"۔ جیرال نے زہریلی ہنسی ہنس کر کہا۔

"پھر حملہ کریں۔۔۔ ایسے سو وار بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے"۔

جیرال اب آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔ وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔۔۔ ساتھ ہی بولا۔

"یاد رہے۔۔۔ میں ابھی وار نہیں کر رہا ہوں۔۔۔ صرف وار وصول کر رہا ہوں"۔ اس کا انداز مذاق اڑانے کا تھا۔

"ہوش کے ناخن لو راٹور... نئی مخلوق کا ساتھ دے کر تم کچھ حاصل نہیں کر سکو گے... پوری دنیا پر قبضہ کرنے کے بعد سب سے آخر میں وہ تمہیں ہڑپ کریں گے"۔ جوناٹ کی آواز ابھری۔

"نہیں... میرا ان سے معاہدہ ہو چکا ہے"۔

"جب وہ اس معاہدے کو پھاڑ دیں گے تو تم ان کا کیا بگاڑ لو گے"۔

"میں... میں"۔ راٹور ہکلایا۔

"ہاں تم... کیا کر لو گے... کچھ بھی نہیں... اس وقت تمہیں ہماری باتیں یاد آئیں گی"۔ جوناٹ نے کہا۔

"کیا باتیں کر رہے ہو جوناٹ... میں اسے اس قابل رہنے کب دوں گا"۔ جیرال نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ معاف کرنا مسٹر جیرال"۔

ایسے میں اچانک راٹور کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... سب حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے، کیونکہ جیرال تو ابھی اس سے بہت دور تھا۔

"اب آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں مسٹر جیرال... اس غدار کو میں نے قابو میں کر لیا ہے... آپ حکم دیں تو میں اس کی گردن مروڑ دوں"۔ ابطال کی آواز ابھری۔

"ہائیں مسٹر ابطال... آپ کب آئے"۔

"ابھی ابھی... آپ لوگوں کو یہاں دیر ہوئی تو میں حالات معلوم

کرنے چلا آیا... میں نے اچھا کیا نا"۔

"لیکن اب... شہر میں نئی مخلوق کے مقابلے میں کون ہے"۔

"ہمارے قبضے میں جو کاریں ہیں... ہم ان کے ذریعے ان لوگوں کا مقابلہ کر رہے ہیں... کاریں چلانے کی تربیت اب میں اپنے ماتحتوں کو دے چکا ہوں"۔

"خیر... اب اس غدار کی گردن مروڑ ہی دیں"۔

"ابھی لیجیے"۔ ابطال نے کہا۔ لیکن اس وقت خود ابطال کے منہ سے چیخ نکل گئی... اور راٹور آزاد کھڑا نظر آیا۔

"کیا ہوا؟"۔ جیرال بے تابانہ انداز میں بولا۔

"کم بخت نے میری آنکھوں میں انگلیاں بھونک دیں"۔

"اوہ... آپ ... آپ دیکھ تو سکتے ہیں نا"۔ جیرال بولا۔

"ہاں! لیکن شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں"۔

"آپ ایک طرف ہو جائیں... اس سے ہم نبٹ لیں گے"۔

"بھئی واہ... بہت مزا آ رہا ہے اس جنگ میں"۔ ایسے میں فاروق کی آواز سنائی دی۔

"ہاں کچھ کرنا جو نہیں پڑ رہا"۔ فرحت نے جل کر کہا۔

"جب ہماری باری آئے گی... اس وقت کریں گے... پہلے کیوں کریں"۔ فاروق بھنا اٹھا۔

"بالکل ٹھیک... میں فاروق کی تائید کرتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران

مرزا مسکرائے۔

"ایک تو آپ لوگوں کی تائید نے اسے سر پر چڑھا رکھا ہے"۔

"نن.... نہیں تو"۔ فاروق نے جلدی جلدی سب کے سروں کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

"کمال ہے.... یار تم ایک وقت میں اتنے بہت سے لوگوں پر کس طرح سوار ہو سکتے ہو"۔ آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ ہاں.... یہ تو مجھے خیال ہی نہیں رہا"۔

"اچھا یہ اپنی باتیں بند کرو اور لڑائی کا مزا لو"۔ آصف بولا۔

سب جیرال اور راٹور کی طرف متوجہ ہو گئے.... جیرال ایک بار پھر اس کی طرف جا رہا تھا.... لیکن پرسکون انداز میں' ایک ایک قدم اٹھا کر.... آخر وہ اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا ارادے ہیں مسٹر جیرال"۔ راٹور ہنسا۔

"اس مخلوق کو شکست دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہے.... تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے"۔ جیرال پھنکارا۔

"حاضر ہوں.... اتار دیں"۔ وہ بولا۔

جیرال نے اچانک دونوں ہاتھ بڑھائے اور اس کی گردن پکڑ لی.... اس نے حرکت کرنے کی کوشش کی.... اس کی گردن تو اب پوری طرح جیرال کے دونوں ہاتھوں میں تھی.... اس نے گردن پر زور لگانا شروع کیا۔

"خیال رہے.... میں ابھی آپ پر وار نہیں کر رہا ہوں.... میں چاہوں تو اپنی گردن چھڑا سکتا ہوں"۔ راٹور کی آواز سنائی دی۔

جیرال نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں.... بس گردن پر زور لگاتا رہا.... لیکن دو منٹ بعد بھی اس کا سانس نہ پھولا' نہ آنکھیں باہر کو ابلیں.... بلکہ وہ پرسکون انداز میں سانس لیتا رہا.... یہ دیکھ کر جیرال کی پیشانی پر لکیریں نمودار ہو گئیں۔

"مجھ پر جتنی محنت انشارجہ اور بیگال نے کی ہے نا مسٹر جیرال.... اس سے کہیں زیادہ محنت جلوٹا والوں نے کی ہے.... اور میں ناقابل تسخیر بن گیا ہوں.... تم لوگ مجھے شکست نہیں دے سکتے.... تم لوگوں کی گولیاں ویسے ہی لہروں کے حصار سے ٹکرا کر پلٹ جائیں گی"۔

"اور یہ حصار کس طرح ختم کرنا ہے"۔ فاروق کی آواز ابھری۔

"تم لوگوں سے بھی سمجھ لوں گا"۔ وہ غرایا۔

"کک.... کیوں.... کیوں.... ہم نے کیا کیا ہے؟"

"چلے ہیں.... نئی مخلوق کا راستا روکنے.... یہ منہ اور مسور کی دال"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اپنا منہ دیکھا ہے آئینے میں"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

عین اس لمحے جیرال کا ایک گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ میں لگا.... وہ ذرا سا آگے کو جھکا' پھر سیدھا ہو گیا۔

"ایک بار پھر ایسا کر کے دیکھ لیں.... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

"جیرال کو غصہ آ گیا.... اس نے پے در پے گھٹنے اس کے پیٹ
میں مارے.... لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ ہوا کہ اس کے جسم میں
حرکت ہوئی تھی بس۔

جیرال کے ہاتھ پیر پھول گئے.... اس نے چیخ کر کہا۔

"مسٹر جوناٹ.... مسٹر ابطال.... آؤ مل کر اس شیطان کو ختم
کریں.... اس میں تو شیطان کی طاقت آ گئی ہے"۔

"شیطانی طاقت کیا ہوتی ہے.... وہ تو میرے آگے بھیک مانگتا نظر
آئے گا"۔ راٹور ہنسا۔

"کک.... کون؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"شیطانی طاقت"۔ راٹور نے کہا.... پھر چونک کر بولا۔

"ہائیں.... میں تم جیسے فضول لوگوں کی بات کا جواب کیوں دے
بیٹھتا ہوں"۔

"کیا کہا.... فضول لوگ"۔ آصف نے چلا کر کہا۔

"ہاں تو اور کیا.... بلکہ بالکل بے کار لوگ.... تمہیں مسٹر جیرال
وغیرہ کو تم لوگوں میں کیا نظر آیا تھا.... کہ اس مخلوق کے مقابلے میں
تمہیں بلا لیا.... ہے کوئی تک"۔

"تک تو اس بات کی خبر واقعی نہیں تھی.... لیکن اس میں ہم کیا
کریں.... یہ سارا کیا دھرا ان کا ہے.... ویسے مسٹر جیرال اور ابطال....
اب آپ لوگ مسٹر رالو کو چھوڑ کر الگ ہٹ جائیں"۔ محمود نے

جذباتی آواز میں کہا۔

"کک.... کیوں.... کیا بات ہے"۔

"اس شخص نے ہم لوگوں کو فضول لوگ اور بے کار لوگ کہا
ہے.... ہم اسے بتانا چاہتے ہیں کہ ہم کیا ہیں"۔

"نہیں بھئی.... تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے.... دیکھ نہیں
رہے.... میرا ہر وار کس بری طرح ناکام ہو رہا ہے"۔

"ہم اس سے اور انداز سے لڑیں گے"۔

"ابھی نہیں.... جب تک ہم مکمل طور پر بے بس نہیں ہو
جاتے.... اس وقت تک تم لوگ صبر کرو"۔ جیرال نے کہا۔

عین اس وقت راٹور کا سر پیچھے کی طرف جھک گیا۔

"ارے! یہ اس کی گردن کمر کی طرف کیوں مڑ گئی"۔ آصف
نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے اس کے بال پکڑ لیے ہیں"۔ ابطال کی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب مسٹر ابطال"۔ جوناٹ ہنسا۔

"لیکن اس سے کیا ہو گا"۔ راٹور بولا۔

"کیا مطلب.... کیا اس سے بھی کچھ نہیں ہو گا"۔

"نہیں.... اس لیے کہ میرے بال تو پہلے ہی مصنوعی ہیں.... میں
تو بالکل گنجا ہوں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر تمہاری گردن کیوں مڑ گئی ہے"۔

"وگ کے تسموں کی وجہ سے.... میں ابھی اسے الگ کیے دیتا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی.... وگ اس کے سر سے الگ ہو گئی اور ابتال دور جا کر گرا.... لیکن اسے گرتے کسی نے نہیں دیکھا.... البتہ اس نے خود بتایا کہ وہ دور جا گرا ہے۔

اب جوناٹ آگے بڑھا۔

"مسٹر جیرال.... آپ اس کی گردن پکڑے رہیں.... میں اس کا کام تمام کیے دیتا ہوں.... ہم تو بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چونک کر بولے۔

ایسے میں انہیں جوناٹ کے ہاتھ میں ایک لمبا خنجر نظر آیا۔

"اوہ.... اس طرف تو میرا دھیان نہیں گیا"۔ جیرال بولا۔

"خبردار.... مجھ پر خنجر کا وار نہ کرنا"۔ راٹور چلایا۔

"کک.... کیا اس طرح تم مر جاؤ گے؟"

"میں نے بتا دیا ہے.... خبردار کر دیا ہے.... اب تم جانو"۔

جوناٹ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں.... نزدیک پہنچتے ہی خنجر اس کی کمر میں دے مارا.... اسے یوں لگا جیسے خنجر کسی لوہے کی چیز پر مارا ہو.... اس کے ہاتھ پر شدید چوٹ لگی.... لیکن یہ چوٹ تو کوئی بات ہی نہیں تھی.... خنجر جونہی اس کی کمر پر لگا.... جوناٹ کو بجلی کا ایک شدید جھٹکا لگا تھا.... اور یہ جھٹکا اس چوٹ سے کئی سو گنا زیادہ تکلیف دہ

تھا.... وہ اڑ کر دور جا گرا۔

"میں نے کہا تھا نا"۔ راٹور ہنسا۔

سب کی نظریں جوناٹ کی طرف اٹھ گئیں.... وہ بالکل ساکت تھا۔

"بے چارہ جوناٹ.... بے ہوش ہو گیا ہے.... اب لڑائی بھی نہیں دیکھ سکے گا"۔

"بے ہوش.... کیا کہہ رہے ہو"۔ راٹور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں.... کیا آپ کو وہ نظر نہیں آ رہے مسٹر جوناٹ.... بالکل ساکت لیٹے ہوئے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"وہ بے ہوش نہیں.... مر چکا ہے"۔ راٹور نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"نن نہیں"۔ جیرال چلایا۔

"نہیں"۔ ابتال کی آواز انہوں نے سنی۔

"جا کر دیکھ لیں.... کیا نہیں نہیں لگا رکھی ہے"۔ راٹور نے جل بھن کر کہا۔

وہ جوناٹ کی طرف دوڑ گئے.... لیکن جیرال ابھی بھی راٹور کی گردن سے چمٹا ہوا تھا۔

"ارے! یہ تو واقعی مر چکا ہے"۔

"کیا!!!" جبرال اور ابطال کو ایک جھٹکا لگا.... لیکن جبرال کے ہاتھ پھر بھی اس کی گردن پر رہے۔

"خنجر سے وار کر کے کوئی نہیں بچ سکتا.... میرے جسم میں بجلی دوڑ رہی ہے"۔

"تبھی تو چھلاوے کی طرح حرکت کرتے ہو"۔

"اور اب میں جا رہا ہوں.... مسٹر جبرال.... میری طرف سے یہ تحفہ وصول کرو"۔

یہ کہہ کر اس نے جبرال کے سر پر ایک ہاتھ جڑ دیا۔

○☆○

دے دو مجھے شکست

انہوں نے جبرال کو زمین پر گرتے دیکھا۔

"اور اب مسٹر ابطال.... تمہاری باری ہے.... تم کہاں ہو"۔

ابطال کی آواز سنائی نہ دی.... اچانک ریوالور کی کمر سے کوئی چیز ٹکرائی.... وہ اوندھے منہ گرا.... یہ پہلا موقع تھا کہ انہوں نے اسے گرتے دیکھا.... لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ چکا تھا۔

"بہت خوب مسٹر ابطال.... تم مجھ سے اس بات میں بازی لے گئے کہ میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا.... اور تم اس طرح مجھ پر وار کر سکتے ہو.... میں بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر پاتا.... لیکن اگر تم میرے ہاتھ لگ گئے.... تو ہڈی پسلی ایک کر دوں گا.... جبرال اور جوناٹ کا انجام تمہارے سامنے ہے"۔

"ارے.... تو کیا مسٹر جبرال بھی"۔ خان رحمان ہکلائے۔

"نہیں.... جبرال کے سر پر میں نے بہت ہلکا ہاتھ مارا ہے.... صرف بے ہوش ہے.... اگر اس سے چار گنا زیادہ طاقت سے ہاتھ رسید کر دیتا تو یہ بھی جوناٹ کے ساتھ جا چکے تھے"۔

اسی وقت راٹور اوندھے منہ گرا۔

"مسٹر ابظال.... اب تم نے پیچھے سے میری دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیں.... یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے.... سامنے سے وار کرو"۔

ابظال اب بھی کچھ نہ بولا.... اس کی جیت اس میں تھی کہ بولے نہ.... اس طرح راٹور کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔

"تم بولتے کیوں نہیں"۔

"اس لیے کہ مسٹر ابظال اتنے بے وقوف نہیں ہیں"۔ فاروق ہنسا۔

"تم سے بھی سمجھوں گا"۔

"جغرافیہ نہ سمجھنا.... باقی سب مضمون سمجھا دوں گا.... اس جغرافیے کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے.... بالکل اونٹ کی طرح ٹیڑھا ہے"۔

وہ ایک بار پھر اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"آؤ مسٹر ابظال.... ایک بار پھر آؤ"۔

اچانک وہ گھوم گیا.... اس نے اپنی ٹانگ پوری قوت سے گھما ڈالی.... اس کی ٹانگ کسی چیز سے ٹکرائی.... کوئی چیز بہت زور سے گری۔

"کیا یہ مسٹر ابظال گرے ہیں"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! یہ مسٹر ابظال تھے.... آ رہے تھے مجھ پر حملہ کرنے.... میری زد میں آ گئے اور میں جانتا ہوں یہ کس جگہ گرے ہیں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی راٹور نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی.... دوسرے ہی لمحے انہوں نے ابظال کی چیخ سنی.... ایک دل دوز چیخ.... وہ لرز کر رہ گئے۔

"مم.... مسٹر ابظال.... ہم نہیں جانتے.... آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے.... آپ کس حال میں ہیں.... صرف اتنا بتا دیں.... زندہ ہیں یا نہیں"۔

"مم.... میں.... میں مرا.... اف.... یہ اس ظالم نے کیا کیا"۔

"کیا کیا.... ہمیں بتائیں بھی تو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرے گھٹنے پر ایک ٹھوکر لگی ہے.... مجھے لگتا ہے.... میرے جسم سے گھٹنا الگ ہو گیا ہے.... اور اب شاید میں کھڑا نہ ہو سکوں"۔

"شاید یہ وقتی احساس ہے.... تھوڑی دیر تک ٹھیک ہو جائیں گے"۔

"نن نہیں.... میں اب شاید کبھی نہ چل سکوں"۔

عین اس لمحے انہوں نے جیرال کو اٹھتے دیکھا.... جیرال اس وقت راٹور کی کمر کی طرف تھا.... جب کہ راٹور اس طرف منہ کیے کھڑا تھا.... جس طرف سے ابظال کی آواز آ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے.... ایک چوٹ اور رسید کر دوں.... تاکہ نہ رہے

بانس نہ بجے بانسری"۔

"ہائیں.... مسٹر راٹور.... آپ کو تو بامحاورہ اردو آتی ہے"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

وہ سب ڈر رہے تھے کہ کہیں راٹور مڑ کر نہ دیکھ لے۔

"تم لوگوں کے لیے ہی اردو بول رہا ہوں.... ورنہ مجھے آسانی انگریزی میں رہتی ہے"۔

"تو آپ انگریزی میں بات کر لیں.... ہم بہت اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں اور بول بھی لیتے ہیں"۔

"خیر.... اب میرے پاس باتوں کا وقت نہیں.... مجھے نئی مخلوق کا راستا بھی صاف کرنا ہے.... میری مدد کے بغیر انہیں مشکلات پیش آ سکتی ہیں"۔

اسی وقت جیرال نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیئے.... اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا لیا.... ساتھ ہی زور جو لگایا تو راٹو اوپر اٹھتا چلا گیا.... اب وہ اس کے سر پر تھا۔

"ارے یہ کیا.... مسٹر جیرال یہ آپ نے.... نہ نہ.... ایسا نہ کیجیے گا.... اگر آپ نے مجھے پھینکا تو میرا جسم اسی رفتار سے واپس پلٹے گا اور آپ سے ٹکرائے گا.... اس صورت میں آپ سمجھ ہی سکتے ہیں کیا ہو گا"۔ راٹور نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"لیکن آپ کی آواز میں خوف کیوں شامل ہو گیا ہے"۔

"مم.... میں.... مسٹر جیرال کو اس قدر بھیانک موت مرتے نہیں دیکھ سکتا"۔

"مجھے اپنی پرواہ نہیں.... لیکن میں جانتا ہوں.... اس طرح تم بھی ساتھ ہی ختم ہو گے"۔ جیرال ہنسا۔

"یہ.... آپ سے کس نے کہہ دیا"۔

"میرے دماغ نے.... ورنہ مسٹر راٹور.... آپ کی آواز میں خوف نہ ہوتا"۔

"اچھی بات ہے.... مجھے پھینک کر مزا چکھ لیں"۔

"مسٹر جیرال.... میرے خیال میں آپ ایسا نہ کریں"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"سوال یہ ہے کیوں؟" جیرال نے منہ بنایا۔

"پتا نہیں کیوں.... میں محسوس کر رہا ہوں.... مسٹر راٹور اس وقت جھوٹ نہیں بول رہے"۔

"اگر یہ سچ بول رہے ہیں.... تو پھر اور ہمیں کیا چاہیے.... کم از کم اس طرح راٹور سے تو نجات مل جائے گی"۔

اچانک جیرال کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی.... اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور راٹور نے اچھل کر خود کو اس کی گرفت سے نکال لیا.... دوسرے لمحے وہ بالکل سیدھا کھڑا نظر آیا.... جب کہ جیرال دہرا ہوا [illegible] رہا تھا۔

"کک.... کیا ہوا مسٹر جیرال"۔

"اس نے اپنا ایک ہاتھ میری ناک پر دے مارا ہے.... اف میری ناک کی ہڈی"۔

اب جو انہوں نے جیرال کی طرف دیکھا.... تو اس کی ناک سے خون بہت تیزی سے بہ رہا تھا۔

"اچھا! میں چلا.... اب میں یہاں مزید وقت برباد نہیں کر سکتا"۔

"ارے ارے.... مسٹر ناروں.... اوہ میرا مطلب ہے.... مسٹر راٹور.... یہ تو بہت بڑی ناانصافی ہے"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"کک.... کیسی ناانصافی؟" راٹور ایک لمحے کے لیے رکا۔

"ہم سے مقابلہ کیے بغیر بھاگے جا رہے ہیں"۔

"تم.... اور مجھ سے مقابلہ کرو گے.... گھاس تو نہیں کھا گئے.... دیکھتے نہیں.... ابطال اور جیرال جیسے چت ہو گئے ہیں.... جونات اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے.... تم لوگ تو ہو کس کھیت کی مولیاں"۔

"کچھ بھی ہو.... آپ ہم سے مقابلہ ضرور کریں.... ورنہ حسرت رہے گی"۔

"رہتی ہے تو رہے.... مجھے کیا.... البتہ تم میں ہمت ہے تو مجھے روک لو.... اور دے دو مجھے شکست"۔ اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ گویا وہاں سے اڑتا ہوا چلا گیا.... وہ کھڑے رہ گئے.... آخر اس کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد انسپکٹر

جمشید نے کہا۔

"آؤ.... اپنے زخمی ساتھیوں کو دیکھیں"۔

"یہ.... یہ ہمارے ساتھی کب سے ہو گئے ابا جان"۔ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی فی الحال تو یہ ساتھی ہی ہیں.... اس لحاظ سے بھی کہ اس بار ہمارا معاملہ پوری دنیا کو بچانے کا ہے.... صرف اپنے یا ان کے ملک کا نہیں ہے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

وہ جیرال کے گرد جمع ہو گئے۔

"آپ کا کیا حال ہے.... کیا آپ کو ہسپتال پہنچا دیا جائے"۔

"ہاں! یہ ضروری ہے"۔

"اچھی بات ہے.... اور مسٹر ابطال.... آپ کہاں ہیں؟"

"میں یہ رہا.... مجھے بھی ہسپتال لے جایا جائے"۔ اس نے درد بھری آواز میں کہا۔

وہ اس کے نزدیک پہنچے.... چھو کر دیکھا.... پھر جونات کی طرف گئے.... وہ واقعی مر چکا تھا.... اس کے جسم کے تمام جوڑ الگ ہو گئے تھے.... چہرے پر اب تک دہشت کے آثار تھے۔

انہوں نے انتظامیہ کو فون کیا.... جلد ہی عملہ وہاں پہنچ گیا.... انہیں ہسپتال لے جایا گیا.... وہ ایک بار پھر ایک ہوٹل میں جمع

ہوئے.... ہوٹل کے ہال میں ٹی وی پر نئی مخلوق کی تباہ کاریاں دکھائی جا رہی تھیں.... لہٰذا وہ ہال میں ہی بیٹھ گئے۔

ابھی انہوں نے کچھ چیزوں کا آرڈر دیا ہی تھا اور بیرا ابھی چیزیں لے آیا بھی نہیں تھا کہ ایک چوک میں انہیں راٹور نظر آیا.... وہ نئی مخلوق کو ہدایات دے رہا تھا.... جب انہوں نے اس کی ہدایات سنیں تو چونک اٹھے۔

"اس کی ہدایات پر عمل کرنے سے تباہی کی رفتار سینکڑوں گنا بڑھ جائے گی.... لہٰذا ہمیں پہلے راٹور کا بندوبست کرنا ہو گا.... آؤ چلیں.... کھانے پینے کی بات بعد میں دیکھیں گے"۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... عین اس وقت بیرا ان کا آرڈر اٹھائے آتا نظر آیا۔

"آپ کہاں چل دیئے جناب.... جانا تھا تو آرڈر کیوں دیا تھا"۔

"یہ تم کھا لو.... اور یہ لو بل اس کھانے کا.... ہمیں ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا ہے.... جلد واپس لوٹ آئیں گے.... ان شاء اللہ"۔

"یہ ان شاء اللہ کیا ہوتا ہے؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ ہماری طرف ہوتا ہے.... تمہاری طرف نہیں"۔ وہ مسکرائے اور ہوٹل سے باہر نکل آئے۔

اب انہوں نے اپنے ڈرائیور کو اس چوک کا نام بتایا.... جیرال نے ان کے لیے گاڑی کے ساتھ ڈرائیور بھی دیا تھا.... اس لیے کہ وہ

راستوں سے واقف نہیں تھے۔

صرف دس منٹ بعد وہ اس چوک میں پہنچ گئے.... لیکن یہاں اب کیا تھا.... ہر طرف تباہی مچی تھی.... لاشیں بکھری پڑی تھیں.... اور راٹور اور نئی مخلوق جا چکے تھے۔

"دھت تیرے کی.... اب کہاں جائیں"۔

"اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہماری کار میں ٹی وی لگا دیا جائے"۔

"اوہ ہاں.... بالکل"۔

اب انہوں نے اس سلسلے میں انتظامیہ سے بات کی.... آدھ گھنٹے بعد اس کار میں ٹی وی لگ گیا.... اب وہ سفر کرنے کے ساتھ ساتھ پروگرام بھی دیکھ رہے تھے.... شہر کے ایک اور علاقے میں انہیں تباہی مچی دکھائی دی لیکن وہاں راٹور نہیں تھا.... اور وہ پہلے راٹور سے نبٹ لینا چاہتے تھے.... وہ تمام دن اس کی تلاش میں بھٹکتے رہے.... لیکن اس دن وہ انہیں نظر نہ آیا.... آخر دوسرے دن وہ ہسپتال پہنچے.... جیرال اور ابطال پہلے سے بہتر تھے.... ایک ہی کمرے میں دونوں کو رکھا گیا تھا.... ابطال کا علاج کرنے میں ڈاکٹروں کو خاص طور پر دقت پیش آئی تھی۔

"راٹور نے تباہی کی رفتار سو گنا ضرور بڑھا دی ہے.... چند دن میں آپ کا یہ دارالحکومت مکمل طور پر کھنڈر اور قبرستان بن جائے

گا"۔

"ہاں! ہم یہ بات صاف طور پر محسوس کر سکتے ہیں..... اس لیے کہ ہم ٹی وی پر پروگرام دیکھتے رہے ہیں"۔ جیرال نے اداس انداز میں مسکرا کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

"یہ آپ بتائیں"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"آپ ہمیں مکمل طور پر آزادی دے دیں"۔

"کیا مطلب! مکمل طور پر آزادی..... اور آپ پر پابندی کیا ہے؟" اقبال نے چونک کر کہا..... وہ اس کے بستر کی طرف مڑ گئے۔

"ہم اب تک آپ کی مرضی کے مطابق کام کرتے رہے ہیں..... اب آپ ہمیں اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے دیں"۔

"ٹھیک ہے..... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"لیکن اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ کو ہم کسی قسم کی کوئی رپورٹ نہیں دیں گے..... آپ کو نہیں بتائیں گے کہ ہم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کیا ہمارا پروگرام ہے"۔

"ٹھیک ہے..... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔

"اور نہ آپ ہماری نگرانی کرائیں گے..... کہ ہم کیا کر رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"نہیں کراؤں گا"۔ جیرال نے فوراً کہا۔

"او کے..... اب ہمیں ایک الگ تھلگ عمارت دے دی جائے..... وہ عمارت ہمارا ہیڈ کوارٹر ہو گی"۔

"میں اس کا بھی انتظام کر دیتا ہوں"۔

"اور جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے..... وہ مہیا کرنے کے لیے ہمیں ایک دو کام کے آدمی دے دیے جائیں..... وہ مستقل طور پر اس ہیڈ کوارٹر میں رہیں گے..... ہماری ہدایات پر عمل کریں گے، ہر وہ چیز مہیا کریں گے جس کا ہم حکم دیں گے"۔

"منظور ہے"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ہمیں اور کچھ نہیں کہنا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک بالکل نئی عمارت میں بیٹھے تھے..... انہیں چار آدمی بھی ساتھ دیے گئے تھے..... جنہیں بیرونی کمرہ دے دیا گیا تھا..... وہ خود اس عمارت کے کانفرنس ہال میں موجود تھے..... کافی دیر تک گہری سوچ میں غرق رہنے کے بعد آخر انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"ہمیں کام شروع کرنے کے لیے تین سوالات کے جوابات معلوم ہونے چاہییں..... نمبر ایک بٹن کس چیز کے بنے ہوئے ہیں..... کاریں کس چیز سے چلتی ہیں..... پستول کس طرح دوبارہ لوڈ ہوتے ہیں..... تیسرے سوال کا جواب ہم معلوم کر چکے ہیں..... پستول سورج کی روشنی یا حرارت میں لوڈ ہو جاتے ہیں..... اب رہ گئے بٹن اور کاریں..... پروفیسر صاحب آپ پہلے کار کا جائزہ لے لیں..... کاروں کے بارے میں

اگر ہم سب کچھ معلوم کر لیں... اور یہ جان لیں کہ یہ بٹن کس چیز کے بنے ہوئے ہیں تو پھر ہم شاندار کامیابی حاصل کر سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"ٹھیک ہے... میں ابھی یہ کام شروع کرتا ہوں"۔

"اور ہم ٹی وی پر یہ دیکھتے ہیں کہ شہر میں اب کیا ہو رہا ہے"۔

"ٹھیک ہے"۔ یہ کہہ کر پروفیسر صاحب کاروں کی طرف چلے گئے۔

"اور وہ ٹی وی لگا کر بیٹھے گئے... شہر میں ہر طرف تباہی ہی تباہی تھی... یوں لگتا تھا... بہت جلد دارالحکومت کھنڈر بن جائے گا... نئی مخلوق ہر طرف شعاعی پستولوں سے لوگوں کو جلا کر راکھ بنا رہی تھی... عمارتیں ڈھیر کر رہی تھی... لوگ ان عمارتوں میں دب کر مر رہے تھے... ہر طرف آگ اور دھواں تھا... لوگ بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے... ان کی نظریں سکرین سے چپکی تھیں... ایسے میں خان رحمان بولے۔

"ذرا سوچو جمشید... یہ آگ جب ہمارے اپنے ملک تک پہنچے گی تو ہمارے احساسات کیا ہوں گے"۔

"ہاں! میں سوچ سکتا ہوں... یہاں مرنے والے لوگوں میں بھی بے شمار مسلمان ہیں"۔

"مسلمان نہ ہوں... تب بھی آخر انسان تو ہیں ہی"۔

"کیا ہم اس مخلوق پر فتح پا سکیں گے"۔ شوکی بڑبڑایا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ارے ہائیں... یہ... یہ کیا"۔ ایسے میں محمود اچھل پڑا۔

"سکرین پر وہ دیکھیں... وہ... فاروق... دوڑ کر باہر سے ایک مقامی آدمی کو بلا کر لے آؤ"۔

فاروق نے دوڑ لگا دی... جلد ان میں سے ایک اندر دوڑا آیا۔

"کیوں بھئی... یہ کون سا چوک ہے؟؟"

"یہ... واڈرک چوک"۔

"آئیے... جلدی"۔

محمود یہ کہتے ہی باہر کی طرف دوڑ پڑا۔

○☆○

اوہ اوہ

وہ سب افراتفری کے عالم میں باہر تیار کھڑی کار میں آ بیٹھے.... ڈرائیور پہلے ہی کار میں چوکس موجود تھا.... اسے یہی ہدایات تھیں۔

"راڈرک چوک.... بہت جلدی"۔

"او کے سر.... ابھی پانچ منٹ بعد ہم راڈرک چوک میں ہوں گے"۔ اس نے کہا اور کار ہوا کر دی۔

اور واقعی پانچ منٹ بعد وہ راڈرک چوک میں تھے.... وہاں ہر طرف تباہی تھی.... خون تھا.... لاشیں تھیں.... تباہ ہونے والی عمارات سے دھواں اٹھ رہا تھا.... وہ کار سے باہر نکل آئے۔

"آخر تم یہاں کیوں دوڑے آئے.... یہ مناظر تو ہر طرف ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! یہ مناظر ہر طرف ہیں.... لیکن.... یہاں اس منظر میں میں نے کچھ اور بھی دیکھا تھا"۔ محمود بولا.... وہ بے چینی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا.... پھر وہ چلا اٹھا۔

"وہ دیکھئے.... وہ اس کار میں جا رہے ہیں.... شاید وہ کرائے کی

کار ہے.... آیئے.... جلدی کریں.... ورنہ پھر ہمیں ان کی تلاش میں بھی وقت ضائع کرنا پڑے گا"۔

"کن کی تلاش میں؟" انسپکٹر کامران مرزا بے چین ہو گئے۔

"ابھی نظر آ جائیں گے"۔

وہ فوراً کار میں بیٹھ گئے اور اس کار کے تعاقب میں چل پڑے.... جلد ہی وہ اس تک پہنچ گئے.... دونوں کاریں کچھ دیر برابر چلتی رہیں.... اب سب نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا.... اس کار میں منور علی خان اور ٹی ایس ایم تھے.... آخر کاریں روک لی گئیں.... سب ایک دوسرے سے گلے ملے۔

"حیرت ہے انکل.... آپ اور پی ٹی سی کے ساتھ نظر آ رہے ہیں"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پی سی ٹی کون؟" رفعت چونک اٹھی۔

"پی سی ٹی نہیں.... پی ٹی.... اوہو.... میں خود غلط بول گیا.... گویا غلط در غلط.... لیکن آخر ایسا نام رکھنے کی کیا ضرورت تھی.... سیدھا سادا نام نہیں رکھ سکتے تھے"۔

"آپ.... تم.... مجھے.... طاہر کہہ لیا کریں"۔ ٹی ایس ایم نے گڑبڑا کر کہا۔

"اب یہ نہیں ہو سکتا.... ہمیں یہی اچھا لگتا ہے.... ٹی ایس ایم.... یوں لگتا ہے.... جیسے اس نام سے مدتوں پرانی آشنائی ہو"۔

"لیجیے... اب ناموں سے بھی رشتے نکلنے لگے"۔ مکھن نے منہ بنایا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم تین ہیں... دو نہیں"۔ منور علی خان مسکرائے۔

"تین ہیں دو نہیں... اوہ تو کیا ان ڈرائیور صاحب کو بھی آپ ساتھ لائے ہیں... اور یہ کار کرائے کی نہیں ہے"۔

"کار کرائے کی ہے... اور میں ان ڈرائیور صاحب کی نہیں... جن ماٹو کی بات کر رہا ہوں... وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ... اوہ... بھئی جن صاحب... آپ کو بھی السلام علیکم"۔

"وہا... وہا... علیکم السلام"۔ جن کی پھنسی پھنسی آواز سنائی دی۔

"یہ... آپ کی آواز میں کیا پھنس گیا ہے"۔ محمود بولا۔

"آواز میں نہیں... گلے میں کیا پھنس گیا ہے... جملہ تو درست بولا کرو"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا... ادھر گرامر کا پیریڈ شروع ہے"۔ محمود نے جواب میں اسے گھورا۔

"نہ میری آواز میں کچھ پھنسا ہے... اور نہ گلے میں... بلکہ میں تو سامنے دیکھ رہا ہوں... نئی مخلوق کی ایک گاڑی چلی آ رہی ہے۔ اور

ہمیں دیکھ کر سفید کار آہستہ ہو گئی ہے... گویا وہ ہم پر حملہ کریں گے"۔

"وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکتے... آپ دونوں بھی فوراً ہماری کار میں آ جائیں... یہ کار دراصل اس نئی مخلوق کی ہی کار ہے... اور اس کار پر اگر وہ شعاعی پستول سے فائر کریں گے تب بھی تو ہمارا بال بیکا نہیں ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اوہ بہت خوب... لیکن بے چارے ڈرائیور کا کیا بنے گا"۔

"آپ واپس دوڑ لگا دیں مسٹر... ہم فی الحال اس کار کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں"۔ خان رحمان نے کہا۔

"او کے سر... تھینک یو"۔

منور علی خان اور ٹی ایس ایم پہلے ہی کار سے اتر چکے تھے... لہٰذا ڈرائیور نے کار فوراً بیک کی اور ہوا ہو گیا... ادھر سفید کار ہر لمحہ ان کے نزدیک آ رہی تھی... منور علی خان اور ٹی ایس ایم بھی فوراً کار میں آ گئے... یہ کار بڑے سائز کی تھی۔

"لل... لیکن... بے چارے ماٹو کا کیا ہو گا؟"

"آپ میری فکر نہ کریں... میں انہیں نظر نہیں آتا... پہلے تجربہ کر چکا ہوں"۔

"کیا کہا... آپ انہیں نظر نہیں آتے"۔ وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! نظر نہیں آتا... اس لیے کہ میں جن ہوں... انسان

نہیں"۔

"تب تو مزا گیا"۔ پروفیسر داؤد چہکے۔

"مزا آ گیا... کہاں ہے وہ... نظر تو نہیں آ رہا"۔ منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا مطلب ہے... پھر تو انطال کی طرح ماٹو اس مخلوق سے ٹکرا سکتے ہیں"۔

"انطال کی طرح نہیں... شاید انطال سے بہتر طریقے پر... اس لیے کہ انطال کو تو فکر ہوتا ہے کہ مخلوق اس پر فائر کر سکتی ہے... اور اگر وہ فائر کی زد میں آ گیا تو جل کر راکھ بن سکتا ہے... لیکن مسٹر ماٹو کو تو یہ خوف نہیں ہو گا"۔

"کیوں... کیا شعاع انہیں نہیں جلائے گی"۔ شوکی بولا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں جلائے گی... اس لیے کہ یہ انسان نہیں ہیں... یہ تو پہلے ہی آگ سے بنے ہوئے ہیں... آگ سے بنا ہوا جسم بھلا کیونکر جل سکتا ہے"۔

"اوہ... اوہ... مسٹر ماٹو... آپ بتائیں... کیا آپ آگ میں ہاتھ دے سکتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں... آگ مجھے کچھ نہیں کہتی... جس طرح آپ لوگ پانی میں ہاتھ دے سکتے ہیں، میں آگ میں ہاتھ ڈال سکتا ہوں... انگارے چبا سکتا ہوں... بلکہ یوں کہ لیں... جس طرح آپ دریا میں

چھلانگ لگا سکتے ہیں... میں آگ کے تنور میں کود سکتا ہوں... آگ میرا کچھ نہیں بگاڑے گی"۔

"اور پانی"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"پانی تو آپ کو بھی کچھ نہیں کہتا تو پھر مجھے کیا کہے گا"۔

"اوہ تب تو یہ ایک حیرت انگیز تجربہ ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"کون سا تجربہ؟" ماٹو نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"سامنے سے آنے والی سفید کار کو ہم روکیں گے... اس میں سے نئی مخلوق اترے گی... آپ مسٹر ماٹو... اس مخلوق سے ذرا لڑ کر دیکھیں"۔

"بہت اچھا... یہ کیا مشکل ہے"۔

"اور... ہمارا خیال ہے... ان کے پستولوں سے نکلنے والی شعاع آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی... کیونکہ اس شعاع سے انسان جل کر راکھ ہو جاتے ہیں"۔

"میں دیکھتا ہوں... آپ فکر نہ کریں... ہاں کار کو روک لیں... شاید میں اس کار روکنے کی طاقت نہیں رکھتا"۔

"وہ ہم کر رہے ہیں"۔

اور انہوں نے اپنی کار سڑک پر آڑی کر کے کھڑی کر دی... نئی مخلوق کی کار نزدیک آ کر رک گئی... انہوں نے بھی ان لوگوں کو پہچان

لیا۔۔۔ فوراً انہوں نے کار کے دروازے کھولے اور باہر آ گئے۔۔۔ وہ دس کے قریب تھے۔۔۔ کار بھی بڑے سائز کی تھی۔۔۔ وہ پستول تانے ان کی طرف آنے لگے۔

"مسٹر ماٹو۔۔۔ حرکت میں آ جاؤ"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ ماٹو کی شوخ آواز سنائی دی۔

اور پھر انہوں نے ان کے ہاتھوں سے پستول غائب ہوتے دیکھے۔۔۔ نئی مخلوق دھک سے رہ گئی۔۔۔ حیرت زدہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔۔۔ لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا۔

"مسٹر اقبال تو زخمی ہو گئے تھے۔۔۔ وہ اس قدر جلد پھر ہمارے مقابلے میں کس طرح آ گئے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"یہ وہ مسٹر اقبال نہیں۔۔۔ ایک اور مسٹر اقبال ہیں۔۔۔ جو تم لوگوں کی چٹنی بنانے کے لیے آ گئے ہیں"۔

"اُف۔۔۔ جلدی کرو"۔ ان میں سے ایک چیخ کر کہا اور پھر وہ افراتفری کے عالم میں اپنی کار کی طرف دوڑ پڑے۔۔۔ شاید ان کا ارادہ کار میں بند ہو کر بیٹھ جانے کا تھا۔۔۔ وہ جانتے تھے۔۔۔ بند کار میں اقبال یا اس جیسا کوئی دوسرا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

"مسٹر ماٹو۔۔۔ جلدی کرو"۔

ماٹو نے دوڑ کر ایک کو پکڑ لیا۔۔۔ وہ انہیں کار کی طرف جانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا نظر آیا۔۔۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھ

سکا۔

"میں نے اسے پکڑ لیا ہے"۔ ماٹو بولا۔

"تو اس کی گردن موڑ دیں مسٹر ماٹو"۔

"او کے"۔ ماٹو کی آواز سنائی دی۔

"یہ مجھے مارے ڈال رہا ہے۔۔۔ اس پر شعاعی پستول سے فائر کرو۔۔۔ میرا نشانہ لے کر فائر کرو۔۔۔ کیونکہ پستول میرا کچھ نہیں بگاڑے گا"۔ ماٹو کے ہاتھوں میں پھنسی ہوئی مخلوق نے چیخ کر کہا۔

"ل۔۔۔ لیکن۔۔۔ اس طرح تو شعاع واپس آئے گی۔۔۔ اس ائب چیز کو نہیں لگے گی"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے۔۔۔ خیر۔۔۔ میں خود اس کا مقابلہ کرتا وں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی مخلوق زور سے تڑپی۔۔۔ فضا میں اچھلی اور س جگہ سے کچھ دور جا کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا۔۔۔ یہ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے ماٹو"۔

"ہاں! لیکن فکر کی کوئی بات نہیں۔۔۔ میں اسے پھر پکڑے لیتا وں"۔

"اب یہ اتنا آسان نہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے جیب سے دوسرا ستول نکال لیا۔۔۔ اور آواز کی سمت فائر کر دیا۔۔۔ شعاع تیر کی طرح جاتی ر آئی اور پھر غائب ہو گئی۔۔۔ انہوں نے جواب میں ماٹو کی کوئی چیخ نہ

سنی.... جس کا مطلب یہ تھی کہ شعاع نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا.... پھر بھی انسپکٹر جمشید نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"کیا رہا مسٹر ماٹو؟"

"کچھ نہیں.... شعاع میرے جسم میں داخل ہو گئی.... مجھے یوں لگا جیسے آگ سے کوئی بہت تیز چیز میرے جسم کو چھو گئی ہو"۔

"وہ مارا.... تب تمہیں ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں.... ان پر ٹوٹ پڑو.... اور ہاں ان کے پاس پستول نہ رہنے دینا.... اس صورت میں تو ہم بھی ان سے مقابلہ کر سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

ماٹو یہ کہہ کر فائر کرنے والے کی طرف بڑھا.... اتنے میں وہ خوف زدہ ہو کر اپنی کار کی طرف دوڑا اور پھر کار میں جا بیٹھا.... کار کا دروازہ بند ہو گیا۔

"افسوس.... مسٹر ماٹو.... اب تم کچھ نہیں کر سکو گے"۔

"میں ان کی کار الٹا تو سکتا ہوں"۔

"ہاں چلو.... یہی کر ڈالو"۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔

ماٹو آگے بڑھا.... اس وقت تک کار سٹارٹ ہو چکی تھی.... اور وہ واپس پلٹ رہی تھی.... ماٹو کار سے جا ٹکرایا.... لیکن کار کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچا.... اس نے کار کو الٹنے کی کوشش کی.... لیکن ایسا بھی نہ کر سکا.... اور کار اس کی پہنچ سے دور ہوتی چلی گئی۔

"افسوس! یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا"۔ شوکی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"خیر.... یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کچھ نہیں ہوا.... ہوا تو بہت کچھ ہے.... ہمارے پاس ایک ایسی ہستی موجود ہے.... جس پر ان کا شعاعی پستول اثر نہیں کرتا.... اور وہ اگر میدان میں اس کے مقابلے میں ڈٹ جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے.... الٹا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھائیں گے.... ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ان کے مقابلے میں کوئی شاندار کامیابی ابھی تک نہیں ہو سکی"۔

"خیر.... اب گھر چلتے ہیں.... اللہ کی مہربانی سے ہم سب ایک بار پھر جمع ہو چکے ہیں.... منور علی خان کی کمی محسوس ہو رہی تھی.... وہ بھی اب نہیں رہی.... اور اب تو ہمارے ساتھ ٹی ایس ایم بھی ہیں"۔

"لل.... لیکن.... مم.... میں.... بھلا.... کیا کام آ سکوں گا"۔ ٹی ایس ایم نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا.... پوری دنیا اس وقت تباہی کے دہانے پر ہے.... اور شاید اس سے پہلے اتنے بڑے خطرے سے کبھی دوچار نہیں ہوئی تھی.... لہٰذا ہمیں مل بیٹھ کر کچھ سوچنا ہو گا"۔ پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

اور پھر وہ گھر آ گئے.... ایک بار پھر سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"منور علی خان اور ٹی ایس ایم کو بھی وہ بٹن دکھائے جائیں"۔

"بلکہ ماٹو کو بھی.... آخر یہ ایک جن ہیں.... ہو سکتا ہے کسی سرزمین پر اس قسم کی کوئی معدنیات یا دھات نظر آئی ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

بٹن نکال کر سامنے رکھ دیئے گئے.... انہوں نے بھی ان کو غور سے دیکھا.... الٹ پلٹ کر جائزہ لیا.... پھر نفی میں سر ہلا دیئے۔

"تب پھر یہ ان کی سرزمین کی کوئی دھات ہے.... یا پتھر ہیں.... جن سے یہ بٹن بنائے گئے ہیں"۔

"ان کا مسئلہ کیا ہے"۔ ٹی ایس ایم نے پوچھا۔

"ان پر شعاعی پستول اثر نہیں کرتے.... اگر یہ کوئی دھات ہے.... اور ہم وہ دھات حاصل کر لیتے ہیں.... یا پھر پروفیسر صاحب بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر ہم گویا ان کے شعاعی پستولوں سے بچ جاتے ہیں.... ان حالات میں انسانوں کا اس مخلوق سے باقاعدہ ٹکراؤ ہو سکتا ہے.... لیکن جب تک شعاعی پستول ہمیں جلا سکتے ہیں.... باقاعدہ مقابلہ نہیں ہو سکتا.... اور انسان شکست کھاتے چلے جائیں گے"۔

"گویا یہ جاننا انتہائی اہم ہے کہ یہ بٹن کس چیز کے بنے ہیں؟"

"ہاں! لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح معلوم کیا جائے"۔

"اس سلسلے میں فرزانہ، فرحت اور رفعت کو کوئی ترکیب سوچنا چاہیے"۔

"نہ جانے کب سے سوچنے میں مصروف ہیں"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ایسے میں آفتاب زور سے اچھلا۔

"کیا ہوا بھئی.... خیر تو ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنایا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب نے سر ابھارا ہے"۔

"سر ابھارا ہے.... ایک ترکیب نے.... وہ بھی تمہارے دماغ میں.... ارے میاں جاؤ.... تم نہ تو فرزانہ ہو.... نہ رفعت.... نہ فرحت"۔ محمود جل گیا۔

"بھئی سر ابھارنے کا کیا ہے.... وہ تو کسی کے دماغ میں بھی سر ابھار سکتی ہے.... پوری طرح کوئی ترکیب تو سمجھ میں نہیں آ گئی نا"۔

"جہاں سر ابھارا ہے.... وہاں پوری ترکیب بھی ذہن میں آ سکتی ہے"۔

"تو بتاؤ.... کس ترکیب نے سر ابھارا ہے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"ہمارے پاس ان کے پستول تو ہیں.... ہیں نا"۔

"بالکل ہیں.... تو پھر ان سے کیا ہوتا ہے؟"

"یہ ضروری نہیں کہ وہ صرف ان بٹنوں کو ہی کوئی نقصان نہ پہنچاتے ہوں"۔ آفتاب بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو بھئی.... بات پلے نہیں پڑی"۔ پروفیسر داؤد

الجھن کے عالم میں بولے۔

"یہ کہ..... ہماری دنیا کی بھی تو کچھ چیزیں ایسی ہو سکتی ہیں..... جن پر ان پستولوں کی شعاع کوئی اثر نہ کرے"۔

"اوہ..... اوہ"۔

پروفیسر داؤد مارے حیرت کے بولے..... باقی سب بھی دھک سے رہ گئے۔

○☆○

بات بہت معقول ہے..... لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی چیز نہ مل سکے..... بہتر یہ ہے کہ ہم ان بٹنوں کے بارے میں ہی سراغ لگا لیں کہ یہ کس چیز کے بنے ہیں"۔ پروفیسر داؤد چند لمحے کی خاموشی کے بعد بولے۔

"اور میں کہتا ہوں..... ہم دونوں طرف ہی کیوں نہ دھیان دیں..... یعنی کوئی ایسی چیز بھی تلاش کرنے کی کوشش کریں جو ہماری زمین کی ہو اور شعاع اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے..... اور ان بٹنوں پر بھی کام جاری رکھا جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"یہ زیادہ بہتر ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"تو پھر بچہ پارٹی ایک کار میں نکل جائے..... شعاعی پستول ساتھ لے لے..... اور مختلف چیزوں پر شعاع فائر کر کے دیکھے"۔

"یہی ٹھیک ہے..... ادھر ہم ان بٹنوں پر تجربات کرتے ہیں"۔

"اور نئی مخلوق سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ تم کاروں سے باہر نہ نکلنا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"بہت بہتر.... ہم آپ کی ہدایت پر عمل کریں گے اور کار سے باہر نہیں نکلیں گے.... لیکن انکل فائر کرنے کے لیے ہمیں شیشہ تو گرانا پڑے گا"۔ آصف بولا۔

"بس اتنا شیشہ گرانا کہ پستول کی صرف نال باہر نکل سکے"۔ انہوں نے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے.... آؤ بھئی چلیں.... اس بار ہمیں ضرور کام دکھانا ہے.... ورنہ ہم اس مخلوق کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے"۔

"ایک بات اور.... بات کو بالکل خفیہ رکھنا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"او کے"۔ وہ مسکرائے۔

پھر ان کی کار شہر سے نکل گئی.... انہوں نے جمادات، نباتات.... معدنیات، اور مائعات.... غرض ہر قسم کی چیزوں پر پستول کی شعاع کے فائر کیے.... ہر چیز کو نقصان پہنچتا نظر آیا.... شام تک وہ یہ تجربات کرتے رہے.... آخر بری طرح تھک گئے۔

"اب تجربہ کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں رہ گئی"۔ آصف نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"میرے خیال میں ایک چیز رہتی ہے"۔ فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا؟" سب اس کی طرف گھوم گئے۔

"نائیلون"۔ اس نے کہا۔

"نائیلون"۔ ان سب کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! ہم نے نائیلون کی کسی چیز پر شعاع نہیں فائر کی"۔

"اوہ.... نائیلون کی تو بہت سی چیزیں ہمارے اپنے پاس ہیں.... یہ میرا پرس نائیلون کا ہے"۔ رفعت نے کہا۔

"لاؤ پھر پہلے تمہارے پرس پر ہی تجربہ کریں"۔ فاروق مسکرایا۔

"مجھے اپنا پرس جلوانے کا اتنا شوق نہیں"۔

"حد ہو گئی.... یہاں جان پر بنی ہے.... میرا مطلب ہے.... پوری دنیا کی جان پر.... اور تمہیں اپنے پرس کی پڑی ہے.... ہے کوئی تک"۔

"نہیں.... واقعی تک نہیں ہے.... رفعت اپنا پرس زمین پر گرا دو"۔ شوکی بولا۔

"ان چیزوں سمیت جو اس میں ہیں؟"

"ہاں! یہ میرا حکم ہے۔ شوکی نے کہا۔

"لیکن ان چیزوں کو ساتھ میں ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔

"میک اپ کی چیزوں کے سوا لڑکیوں کے پرسوں میں آج کل ہوتا ہی کیا ہے.... اور اس مہم میں اسے پڑی ہے میک اپ کرنے کی"۔

"جی نہیں.... اس میں کچھ [illegible] بھی ہے.... ایک ننھی سی ٹارچ

بھی ہے.... اب کوئی ٹارچ اور نقدی سے تو میک اپ نہیں کرتا"۔ رفعت نے جل بھن کر کہا۔

"خیر.... تم نقدی نکال لو.... اور ٹارچ بھی"۔

"میک اپ کی چیزیں کیوں نہ نکالوں.... یہ بھی تو بتائیں نا"۔ رفعت نے پاؤں پٹخے۔

"ویسے رفعت.... تم نکالنا چاہتی تو نکال لو.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ محمود مسکرایا۔

"جی نہیں.... شکریہ.... اب نہیں نکالوں گی"۔ یہ کہہ کر اس نے پرس زمین پر گرا دیا۔

فاروق نے پرس کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا.... شعاع فوراً ہی پرس سے ٹکرائی اور انہوں نے پرس کو فوراً آگ لگتے دیکھی.... ان کے چہروں پر مایوسی پھیل گئی۔

"نائیلون بھی گیا.... اب کس چیز پر فائر کریں.... کیوں فرزانہ.... تمہارے خیال میں کچھ اور چیزیں بھی رہ گئی ہیں"۔

"شاید ایک دو چیزیں رہ گئیں.... مثلاً چمڑا.... ریکسین"۔

"چلو ٹھیک ہے.... یہ رہا چمڑے کا جوتا"۔ محمود نے ایک جوتا نکال کر زمین پر ڈال دیا۔

"ہائیں.... تم کیا اب ننگے پاؤں رہو گے؟"

"نہیں.... کسی جوتے کی دکان سے.... دکان

سے.... دکان سے...."

"بے چارے کی سوئی اٹک گئی.... اگرچہ اب ان گراموفون مشینوں اور توے جیسے ریکارڈوں کا زمانہ نہیں رہا"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"وہ مارا"۔ محمود بری طرح اچھل پڑا۔

"لیجیے.... ان صاحب نے تو کچھ مار بھی لیا"۔

"ہاں ہاں.... آؤ.... جلدی کرو.... میں نے وہ چیز بوجھ لی ہے.... جس پر ان پستولوں کا کوئی اثر نہیں ہو گا"۔

"حیرت ہے.... تجربہ کیے بغیر تم نے کس طرح کوئی چیز بوجھ لی ہے"۔

"بچپن سے میں اس چیز کا مشاہدہ کرتا چلا آ رہا ہوں.... آگ.... کیسی ہی ہو.... اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی"۔

"آخر وہ کیا چیز ہے؟؟"

"شہر میں چلو.... وہیں چل کر بتاؤں گا"۔

آخر وہ شہر کی طرف چل پڑے.... ان کی کار جس جگہ سے گزرتی لوگ بھاگنے لگتے.... اب وہ انہیں بھاگنے سے کس طرح روکتے.... جب تک وہ نزدیک پہنچتے تھے.... لوگ بھاگ کر بہت دور چلے جاتے تھے.... لہٰذا وہ آگے بڑھ جاتے.... آخر وہ شہر میں داخل ہوئے.... ایک چوک میں پہنچے.... وہاں بھی بھگدڑ مچ گئی۔

"اس دکان کے سامنے کار روک لو"۔ محمود نے آصف سے کہا.... کار آصف چلا رہا تھا.... یوں اب وہ سب اس کار کو چلانے کے قابل ہو گئے تھے۔

"یہ تو سگریٹ کی دکان ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"تو میں نے کب کہا.... یہ توپوں کی دکان ہے"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"ارے تو کیا تم سگریٹوں پر فائر کرو گے"۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"نن نہیں.... فاروق تم جاؤ اور ایک سگریٹ کا بڑا ڈبا اٹھا لاؤ.... دکان دار تو پہلے ہی فرار ہو چکا ہے"۔

"م.... میں.... اور کار سے باہر جاؤں.... بھول گئے.... بڑی پارٹی کا کیا حکم ہے.... یہ کہ ہم کار سے نیچے نہیں اتریں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے.... لیکن اب ہم مجبور بھی تو ہیں.... ہمیں تجربہ تو آخر کرنا ہو گا"۔

"پہلے یہ بتاؤ.... کیسا تجربہ"۔ فاروق نے کہا۔

"سگریٹ جس پنے میں لپٹے ہوتے ہیں نا.... اس پر آگ اثر نہیں کرتی.... آگ اسے ہرگز نہیں جلاتی.... ہم نے چھوٹے بچوں کو ان پنے کو آگ میں ڈالتے اکثر دیکھا ہے"۔

"ہاں! یہ بات تو ہے"۔ رفعت نے کھوئے کھوئے انداز میں

کہا۔

"تو پھر ہم کیوں تجربہ نہ کریں"۔

"تجربہ تو کرنا چاہیے.... لیکن بڑی پارٹی کا یہی حکم ہے کہ کار سے باہر نہ نکلا جائے"۔

"یہاں دور دور تک کوئی خطرہ نہیں.... کوئی انسان نہیں.... اور پھر ہمارے پاس شعاعی پستول ہیں"۔

"او کے.... اگر تم سب کی رائے یہی ہے تو میں اتر جاتا ہوں.... کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو پھر تم ذمے دار ہو گے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے.... ہمیں منظور ہے"۔

اور فاروق نیچے اتر گیا.... عین اس لمحے ایک فائر ہوا اور فاروق دھپ سے زمین پر گرا.... ان سب کی ٹی گم ہو گئی.... فوری طور پر وہ فائر کی سمت میں مڑے لیکن اس طرف کوئی نظر نہ آیا۔

"فاروق.... تم ٹھیک تو ہو"۔ محمود نے چلا کر کہا۔

فاروق کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا.... تو وہ دھک سے رہ گئے.... فرزانہ تو چلا ہی اٹھی۔

"نہیں.... نہیں.... فاروق.... جواب دو"۔

"کیا ہے.... کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو.... اب میں فائر سے بچنے کے لیے نیچے بھی نہ گرتا"۔

"اوہ... خدا کا شکر ہے... اللہ نے بہت مہربانی کی"۔ فرزانہ بولی... انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

"لیکن خطرہ سر پر ہے... ابھی فاروق کو واپس کار تک لانا ہے"۔

"اب ہم فائر کرنے والے سے نبٹ لیں گے... پہلے ہمیں معلوم نہیں تھا"۔ آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"اور پھر فاروق ڈبہ اٹھائے کار کی طرف رینگنے لگا... اچانک اسے دو جوتے نظر آئے... اس نے سر اٹھا کر دیکھا... اور ساکت رہ گیا... نئی مخلوق اس کے سر پر کھڑی تھی۔

"آپ... آپ اس قدر نزدیک کس طرح آ گئے بڑے بھائی"۔ فاروق بوکھلا اٹھا۔

"یہ راز بڑی پارٹی تک نہیں پہنچنا چاہیے"۔ اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"تت... تو... آپ جان گئے ہیں کہ ہم کیا جان گئے ہیں"۔

"ہاں! ہم اتنے احمق نہیں، جتنے تم سمجھتے ہو... اس بات پر ہماری نظر پہلے سے ہے"۔ وہ مسکرایا۔

"ارے... تو کیا یہ بٹن... تم لوگوں نے اس پتے سے بنائے ہیں"۔

"نہیں... یہ ہماری زمین کے ایک پتھر کے ہیں... لیکن مسئلہ

ہے کہ ہمارے پستول کی شعاع اس دنیا کی اس چیز پر اثر نہیں کرتی... اور یہ تجربہ ہم بہت پہلے کر چکے ہیں... لہٰذا ہمیں یہ خیال پہلے سے تھا اور مسٹر راٹور نے اس خطرے کی نشان دہی سب سے پہلے کی تھی"۔

"لیکن شہر میں تو نہ جانے کتنی سگریٹ کی دکانیں ہوں گی... جس دکان پر ہم آ گئے ہیں... وہاں تم کیسے موجود ہو؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"میں یہاں پہلے سے موجود نہیں تھا... بلکہ تم لوگوں کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں... میں شروع سے تم لوگوں کی نگرانی کر رہا ہوں... اور اسی طرح تم لوگوں کے بڑوں کی نگرانی بھی ہو رہی ہے... شاید تم بھول جاتے ہو کہ ہم نے اس سرزمین کے راٹور کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں... اگر ہم ایسا نہ کرتے تو اس قدر آسانی سے اس قدر زیادہ آسانیاں کبھی حاصل نہ کر پاتے"۔

"ہوں... تو یہ بات ہے... واقعی... یہ حالات ہمارے لیے بہت زیادہ خوف ناک ہیں"۔

"اور اب تم تو جاؤ... باقی لوگوں سے بھی نبٹ لیا جائے گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا پستول والا ہاتھ تن گیا۔

فاروق کو موت بالکل سامنے نظر آئی... اس وقت اسے احساس ہوا... بڑی پارٹی نے انہیں نصیحت کی تھی کہ کار سے باہر ہرگز نہ نکلنا... لیکن اس نصیحت کو خاطر میں نہیں لائے تھے... اور نتیجہ ان

کے سامنے تھے۔

ادھر اس کے ساتھی اگرچہ کار میں بیٹھے تھے... لیکن دم بخود تھے... وہ بھی مخلوق کو دیکھ چکے تھے... اس جگہ مخلوق کو کوئی ساتھی بھی نہیں تھا کہ اس کا نشانہ لے کر اس طرح فائر کیا جاتا کہ اس کے دوسرے ساتھی کو لگ جاتا۔

"مم... میں اب نہیں رک سکتا"۔ محمود نے کہا اور کار کا دروازہ کھولنے لگا۔

"ہاں! اب باہر نکلنا ہو گا... اگر فاروق زندہ نہ رہا تو ہم سب بھی زندہ رہ کر کیا کریں گے"۔ فرزانہ نے جذباتی آواز میں کہا۔

انہوں نے آواز پیدا کیے بغیر دروازہ کھولا اور نیچے آنے لگے... باری باری سب نیچے آ گئے... عین اس وقت انہوں نے مخلوق کو پستول نکالتے دیکھا... اب تو ان کے اوسان بالکل خطا ہو گئے... محمود نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... تیر کی طرح اس کی طرف گیا اور سر کی ٹکر اس کی کمر میں دے ماری... وہ بری طرح لڑکھڑا گیا... اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

فاروق فوراً حرکت میں آیا اور اس نے پستول کو اس بلا کی ٹھوکر رسید کی کہ وہ بہت دور جا گرا... ساتھ ہی انہوں نے کار کی طرف دوڑ لگا دی... لیکن ان سے پہلے وہ کار تک پہنچ چکا تھا... دوسرے لمحے وہ کار میں بیٹھ گیا... اور وہ دھک سے رہ گئے... ان کے اوپر کے سانس

اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے... اب وہ انہیں کار کے ذریعے بہت آسانی سے کچل سکتا تھا... ایک بار پھر انہیں بڑوں کی نصیحت یاد آئی... واقعی ان حالات میں ان کا کار سے باہر نکلنا خطرناک ترین بات تھی اور کار میں بیٹھے رہنا محفوظ ترین تھا... انہیں چاہیے تھا... کار میں بیٹھے بیٹھے بڑوں تک جاتے اور اپنا یہ خیال ان تک پہنچا دیتے۔

سفید کار تیر کی طرح اب فاروق کی طرف بڑھی... وہ کار پر فائر بھی نہیں کر سکتے تھے... کیونکہ گولی اچٹ کر ان کو لگتی... اب مخلوق ان کے مقابلے میں ایک محفوظ قلعے میں تھی... جب کہ وہ بالکل غیر محفوظ تھے... اور انہیں اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

"شاید ہمارا آخری وقت آ گیا"۔ فاروق نے کہا اور اچانک ایک طرف چھلانگ لگا دی... کار اس سے ذرا فاصلے سے گزر گئی۔

"بہت خوب فاروق"۔ محمود چلایا۔

"لیکن کب تک... آخر ہم تھک جائیں گے"۔ فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"جب تک جان میں جان ہے... ہم اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے"۔ فرزانہ بولی۔

"لیکن ہمیں ایک جگہ جمع نہیں ہونا چاہیے"۔ آصف کی آواز ابھری۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے... سب ادھر ادھر بکھر جاؤ... یہ ایک وقت

میں صرف ایک کو کچل سکتا ہے"۔ آفتاب بولا۔

"اور میں کہتا ہوں... ہم میں سے جتنے دوڑ لگا سکتے ہیں... دوڑ کیوں نہ لگائیں... میرا مطلب ہے... بڑی پارٹی تک... یا کسی فون بوتھ تک... تاکہ انہیں اطلاع دی جا سکے"۔ شوکی نے چلا کر کہا۔

"ہم فاروق کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے"۔ رفعت چلا اٹھی۔

"تب پھر... کم از کم مجھے اجازت دیں"۔ شوکی بولا۔

"ہاں ضرور جاؤ... جاؤ... بزدل کہیں کے... تم ایسے موقعوں پر بزدلی ہی تو دکھاتے ہو... آج بھی دکھا لو"۔ آصف نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"میں جا رہا ہوں... بڑوں کو اطلاع دینے کا مسئلہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ جاتا... اگر کوئی فون بوتھ مل گیا تو فون کر کے فوراً لوٹ آؤں گا... اور فاروق سے پہلے جان دوں گا... فکر نہ کرو"۔ اس نے خوش گوار انداز میں کہا اور دوڑ لگا دی... سفید کار میں بیٹھی مخلوق نے بھی اسے دوڑ لگاتے دیکھ لیا... وہ جان گیا کہ وہ بڑوں کو خبر کرنے جا رہا ہے... چنانچہ اس نے کار شوکی کے پیچھے لگا دی... بچوں نے ادھر ادھر چھلانگیں لگا کر جانیں بچائیں... اور وہ نکلتا چلا گیا... ایسے میں اچانک شوکی ایک گھر میں گھس گیا... اس کا دروازہ کھلا ملا تھا... وہ جانتا تھا... کار کی ایک ٹکر اس گھر کو گرا دے گی... لیکن اس وقت کار والے کی نظروں سے بچنے کا کوئی اور طریقہ بھی تو نہیں تھا... اس نے سوچا تھا کہ

گھر کے دوسرے دروازے سے باہر نکل جائے گا... لیکن اسے کوئی راستہ نظر نہ آیا۔

"ارے باپ رے... یہ گھر تو میرے لیے بن جائے گا مقبرہ"۔ اس نے بوکھلا کر کہا اور اوپر چڑھنے لگا... چھت پر پہنچ کر اس نے نیچے جھانکا... سفید کار تیر کی طرح چلی آ رہی تھی... اور کسی لمحے بھی ٹکرانے والی تھی... شوکی نے فوراً دائیں طرف دیکھا... اس طرف کے مکان کی چھت بہت نیچی تھی... اسے چوٹ لگ سکتی تھی... وہ بائیں طرف آیا... یہ چھت برابر تھی... وہ اس پر کود گیا... عین اس لمحے مکان دھڑام سے گرا... اس نے اپنے ساتھیوں کی چیخیں سنیں... اس نے فوراً نیچے جھانکا... کار پیچھے ہٹ کر آ رہی تھی... اور اسی مکان کی طرف مڑ رہی تھی جس کی چھت پر وہ موجود تھا... اب وہ پھر بائیں طرف بڑھا... اور اس طرف دوسرے مکان کی چھت پر کود گیا... ساتھ ہی اس نے نیچے کا رخ کیا... ان گھروں میں لاشیں بکھری پڑی تھیں... شاید مخلوق اندر آ کر انہیں قتل کر گئی تھی... ہو سکتا ہے... اس وقت وہ کار پر نہ آئے ہوں... شوکی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... اس گھر کے پچھلے راستے کا رخ کیا... اس طرف ایک دروازہ تھا... اس نے فوراً باہر نکلنے کی کی... ادھر وہ باہر نکلا... ادھر مکان گرا... وہ فوراً پہلے مکان کے ملبے کی اوٹ میں ہو گیا... ادھر اس مکان کے گرانے کے بعد کار تیسرے مکان کی طرف بڑھی... اور اس کو بھی گرا دیا... اس کے آگے

سڑک تھی۔۔۔ لہٰذا مخلوق نے سوچا اس سے آگے تو وہ نہیں جا سکتا تھا۔۔۔ لہٰذا واپس مڑی۔۔۔ اور پہلے گرنے والے مکان کے ساتھ والے مکانوں کو گرانے لگی۔۔۔ اس وقت باقی لوگ ادھر ادھر دوڑ لگا چکے تھے۔

اب کار والے نے باقی لوگوں کی طرف توجہ دی تو ان میں سے ایک بھی نظر نہ آیا۔۔۔ اس کا دماغ گھوم گیا۔۔۔ وہ اندھا دھند ادھر ادھر عمارات سے ٹکرانے لگا۔۔۔ اور ایسا کرتے کرتے دور نکل گیا۔۔۔ لیکن اسے کوئی بھی نظر نہ آسکا۔۔۔ آخر کار اس جگہ سے غائب ہو گئی۔

"شش۔۔۔ شوکی بھائی۔۔۔ تم زندہ ہو یا مر چکے ہو۔۔۔ مہربانی فرما کر جواب دو"۔ مکھن کی آواز سنائی دی۔

"مرنے کے بعد بے چارہ شوکی کس طرح طرح جواب دے سکے گا"۔ فاروق نے اداس انداز میں کہا۔

"اس نے تمہاری خاطر جان دی ہے۔۔۔ چلے تھے اسے بزدلی کا طعنہ دینے"۔

"وہ۔۔۔ وہ ہماری غلطی تھی۔۔۔ ہمیں اس غلطی پر بہت افسوس رہے گا۔۔۔ لیکن جلدی سے اس کی لاش کو تلاش کرنا ہو گا"۔

"ک۔۔۔ کس کی لاش"۔ انہوں نے شوکی کی آواز سنی۔

"وہ اچھل پڑے۔۔۔ ان کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔۔۔ ساتھ ہی انہوں نے محمود کی چیخ کی آواز سنی۔۔۔ وہ چونک کر اس کی طرف مڑے۔۔۔ محمود دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

انہوں نے دیکھا۔۔۔ جس طرف سفید کار گئی تھی۔۔۔ اس طرف سے اب چار کاریں آندھی اور طوفان کی طرح آ رہی تھیں۔

ان کے رنگ اڑ گئے۔

○☆○

کیا!!!

ان کے جانے کے بعد پروفیسر داؤد نے باقی سب پر ایک نظر ڈالی اور بولے۔

"میرا خیال ہے... ہم ان کاروں کو دیکھ لیں... یہ کس چیز سے چلتی ہیں؟"

"میرا خیال ہے... کم از کم یہ پٹرول سے تو چلتی نہیں"۔

"جی ہاں! بالکل... لیکن دیکھ تو اس وقت سکتے ہیں... جب چلتے چلتے کوئی کل رک جائے... یعنی اس کی وہ چیز ختم ہو جائے جس سے یہ چلتی ہیں"۔

"نہیں... ہمیں چلتی حالت میں دیکھنا ہو گا... ہمارے ہاں کاروں میں پٹرول کی ٹنکیاں ہوتی ہیں... آؤ دیکھتے ہیں... ان کاروں میں کیا سسٹم ہے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

سب باہر آ گئے اور پارک میں کھڑی کاروں کی طرف بڑھ گئے... وہ سب دو دو تین تین کر کے ایک کار پر جٹ گئے... کاروں

کے پرزوں کا بغور جائزہ لینے لگے... ایسے میں انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

"ارے... میری چھٹی حس مجھے خبردار کر رہی ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے... اور ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

"میں بھی خطرہ محسوس کر رہا ہوں"۔

"تب پھر... بہترین حل یہ ہے کہ ہم فوراً کاروں میں بیٹھ جائیں"۔

"ہاں بالکل"۔

وہ فوراً کاروں میں بیٹھ گئے... اور سن گن لینے لگے۔

"مجھے تو دور دور تک کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا"۔ خان رحمان بولے۔

"تم فوجی ہو خان رحمان... ہمارے مقابلے میں اس وقت کوئی فوج نہیں کہ تم بھی خطرے کو بھانپ لو گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

وہ کاروں کو باہر نکال لائے... اس وقت انہوں نے دیکھا... باہر ایک سفید کار موجود تھی اور اس میں نئی مخلوق موجود تھی... ان کی تعداد آٹھ تھی۔

"تو یہ ہماری نگرانی کر رہے تھے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ارے باپ رے"۔ انسپکٹر کامران مرزا گھبرا گئے۔

"تمہیں کیا ہوا بھئی.... منور علی خان بولے۔

"اگر یہ ہماری نگرانی کر رہے تھے تب تو چھوٹی پارٹی کی بھی نگرانی ہو رہی ہے.... اور کہیں وہ کار میں سے باہر نکلنے کی غلطی نہ کر بیٹھیں"۔

"اوہ.... لیکن.... فی الحال ان کی نہیں اپنی فکر کرنی چاہیے.... اگر ان لوگوں نے ہمارا سراغ لگا لیا تھا تو یہ باہر کھڑے کیا کر رہے ہیں.... انہیں تو چاہیے تھا.... اس عمارت کو ڈھیر کر دیتے.... اس طرح ہم نیچے دب کر مر جاتے اور ان کے اصل دشمن ختم ہو جاتے.... پھر ان کی عیش ہی عیش تھی.... سوال یہ ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا"۔

"اس لیے کہ یہ لوگ مسٹر راٹور کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں.... اپنی عقل استعمال نہیں کر رہے.... اور راٹور ہمیں ختم کرنے کی بجائے یہ جاننا چاہتا ہے کہ ہم کہاں تک پہنچے ہیں"۔

"ضرور یہی بات ہے.... اب ہمیں بھی کاروں میں رہنا ہو گا.... ورنہ کیا خبر.... راٹور کب نگرانی کا حق ختم کر کے ہمیں ختم کرنے کی ہدایات دے دے"۔

"لیکن کاروں میں بیٹھے رہ کر ہم کاروں کا جائزہ نہیں لے سکتے"۔

"اس صورت میں کہیں دور جانا پڑے گا.... اس قدر دور کہ یہ وہاں

نہ پہنچ سکیں"۔

"اور اس جگہ چھوٹی پارٹی کے بغیر کس طرح جا سکتے ہیں"۔ خان رحمان نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... لہٰذا مجبوراً اب ان کا انتظار کرنا ہو گا"۔

"لیکن ہم ترکیب نمبر تو کیوں نہ اختیار کریں.... اس طرح ہم جائزہ لے سکیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوہ ہاں.... واقعی.... ہم یہاں سے ایک کار میں روانہ ہوتے ہیں.... اگر یہ تعاقب کریں گے تب بھی یہاں رہنے والے کاروں کا جائزہ لیں گے.... اور اگر تعاقب نہ کیا گیا تو نکل جانے والی کار کا جائزہ لیں گے"۔

"بالکل ٹھیک ہے.... میں اور انسپکٹر کامران مرزا جا رہے ہیں.... باقی لوگ یہیں رہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے.... موقع ملے تو ان لوگوں کو تلاش کرنے کی کوشش بھی کر لینا"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"ہاں جمشید.... ہم ان کے لیے بہت فکر مند ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... تعاقب نہ کیا گیا تو ایسا بھی کر لیں گے"۔

وہ کار میں نکل کھڑے ہوئے.... اور نئی مخلوق کی کار کے بالکل نزدیک سے گزرے.... نئی مخلوق نے بھی مسکرا کر ان کی طرف دیکھا شاید وہ ان کی اس ترکیب پر مسکرا رہی تھی۔

"یار کامران مرزا... ان کی یہ مسکراہٹ غصہ دلانے والی ہے"۔

"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے... شاید اب یہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو فون کریں گے... اور کاریں اس طرف منگوائیں گے"۔

"اس طرح تو ہماری ترکیب فیل ہو جائے گی"۔

"خیر... دیکھا جائے گا... اور کچھ نہیں تو بچوں کو ہی تلاش کر لیں گے"۔

وہ نکلتے چلے گئے... مخلوق والی کار نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

"معلوم ہو گیا... تعاقب نہیں کیا جائے گا... کسی اور کار کی ڈیوٹی ہمارے پیچھے لگا دی گئی تو اور بات ہے"۔

"چلتے رہیں... دیکھ لیں گے"۔

وہ شہر میں ادِھر ادھر گھومنے لگے... ایسے میں انہوں نے ایک جگہ کچھ عمارتوں کو گرتے دیکھا۔

"ہائیں... یہاں کی تباہی رہ گئی تھی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کہیں ہمارے بچے یہاں نہ ہوں... اور یہ گڑبڑ ان کی وجہ سے نہ ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں! دیکھ لیتے ہیں"۔

وہ ملبے کے ادھر ادھر گھومنے لگے... ایسے میں انہیں ایک ڈھیر کی اوٹ میں شوکی نظر آیا... وہ ہاتھ ہلا رہا تھا۔

"ہائیں... یہ تو شوکی ہے"۔ انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے اور پھر کار بالکل اس کے نزدیک کر کے روک لی... ساتھ ہی انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

"یہ کیا شوکی... تم یہاں"۔

"جی ہاں! بہت مشکل سے جان بچی ہے"۔

"لیکن کیوں... تم کار میں سے باہر کیوں نکلے تھے؟" انہوں نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"اور باقی لوگ کہاں ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں پوری بات بتاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے کہانی سنا دی۔

"اوہ... یہ تو بہت زبردست بات تم لوگوں نے معلوم کر لی... اب ہم اپنے لباسوں پر پنا چڑھائیں گے، اور پھر کھلم کھلا اس مخلوق کا مقابلہ کریں گے"۔

"جی ہاں بالکل یہی بات ہے... سفید کار اب چونکہ ہمارے قبضے میں نہیں رہی اس لیے باقی ساتھی بھی یہیں چھپے ہوئے ہوں گے... مجھے ساتھ لیے بغیر تو وہ نہیں جا سکتے نا"۔

انسپکٹر جمشید نے شیشہ قدرے نیچے کر کے الو کی آواز نکالی... جواب میں کئی الوؤں کی آوازیں سنائی دیں... اور وہ مسکرا دیے۔

"باہر نکل آؤ... ہم یہاں ہیں"۔

وہ کار کو درمیان میں لے آئے... مختلف کونوں کھدروں سے

سب کے سب نکل کر کار کی طرف دوڑنے لگے... عین اس وقت کئی کاریں ان کی طرف آتی نظر آئیں"۔

"ارے باپ رے... مارے گئے"۔

تیز دوڑو... کاروں کے نزدیک آنے سے پہلے کار میں آ جاؤ"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

انہوں نے رفتار بڑھا دی... ادھر کاریں بھی بلا کی رفتار سے آ رہی تھیں... درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہو رہا تھا۔

"اور تیز... اور تیز"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

اس وقت مشکل یہ تھی کہ وہ اپنی کار کو آگے پیچھے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ بچہ پارٹی چاروں طرف سے آ رہی تھی... ایک طرف کو آگے بڑھاتے تو دوسرے سے ان کا فاصلہ زیادہ ہوتا... لہٰذا وہیں جمے رہنے پر مجبور تھے۔

اور پھر محمود کار تک پہنچ گیا... دروازہ ایک لمحے کے لیے کھلا اور محمود اندر کود گیا... اسی وقت آصف آ گیا... پھر باری باری کر کے سب آنے لگے... لیکن آخر میں اخلاق رہ گیا اور اسی وقت سفید کاریں بالکل نزدیک آ گئیں... سب وحشت زدہ انداز میں ان کو آتے دیکھ رہے تھے... اور اخلاق دوسری طرف سے کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اخلاق ہماری کار تک نہیں پہنچ سکے گا... سفید کاریں اس سے پہلے اس تک پہنچ جائیں گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن اب ہم اپنی کار اس کی طرف لے جا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور فوراً کار پیچھے لے جانے لگے... لیکن اس کے باوجود دشمن کاریں نزدیک ہو رہی تھیں... اخلاق خطرے کی زد میں آ رہا تھا۔

"اب ہمیں ان سے بھڑنا ہی ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے اور پھر اپنا رخ ان کاروں کی طرف کر دیا... وہ پہلے ہی آندھی اور طوفان کی طرح آ رہی تھیں... بہت زبردست طریقے سے ایک دوسرے سے ٹکرائیں... انہیں زبردست چوٹیں آئیں... لیکن کاروں کا کچھ نہ بگڑا... تاہم اس ٹکر کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اخلاق کو موقع مل گیا... وہ فوراً ملبے کے ایک ڈھیر کے پیچھے چھپ گیا... ٹکر کی وجہ سے کوئی اسے نہ دیکھ سکا۔

"انسپکٹر کامران مرزا... اب ہم پستولوں سے کام لے سکتے ہیں... ایک کار کا نشانہ اس طرح لیا جائے کہ فائر اچٹ کر دوسری دشمن کار پر پڑے... اس طرح دوسری کار کا تباہ ہونا یقینی ہے"۔ انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"بہت خوب"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

اور پھر انہوں نے پستول سنبھال لیے۔

"خیال رہے... کوئی فائر اچٹ کر ہماری کار کو نہ آ لگے... اور دوسرا خطرہ یہ ہے کہ اگر انہوں نے بھی اس ترکیب پر عمل شروع کر دیا تو ہمارے لیے خطرہ بڑھ جائے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے... لیکن... اب مقابلہ کیے بغیر چارہ نہیں... یوں تو یہ پیچھا نہیں چھوڑیں گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اچھی بات ہے... تو پھر ہم فائر شروع کرتے ہیں... بہت سوچ سمجھ کر اور جب پوری طرح یقین ہو اس وقت فائر کریں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور پھر فائرنگ شروع ہو گئی... پہلا نشانہ انسپکٹر کامران مرزا نے لیا... انہوں نے درمیانی کار کو بچاتے ہوئے اس کی سیدھ میں آنے والی کار پر فائر کیا... شعاع تیر کی طرح اس کار تک گئی اور اچٹ کر دوسری دشمن کار تک آئی... ایک ہولناک دھماکا ہوا اور کار الٹ گئی... ساتھ ہی اس میں آگ لگ گئی۔

"یہ پہلا موقع تھا... جب انہوں نے سفید کار کو تباہ ہوتے دیکھا... نئی مخلوق دھک سے رہ گئی... شاید اس کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔

"بہت خوب... بہت شاندار... اب ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے... کلیہ ہاتھ لگ گیا ہے"۔

اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید نشانہ لے کر فائر کر چکے تھے... دوسری کار بھی اسی طرح دھماکے سے اڑی اور جلنے لگی... بس پھر کیا... باقی بچنے والے دو کاریں آندھی اور طوفان کی طرف وہاں سے بھاگ نکلیں... دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف تھا... چاروں طرف کا جائزہ لینے

کے بعد انسپکٹر جمشید نے ہانک لگائی۔

"چلو بھئی اخلاق... اب تم بے فکر ہو کر آ سکتے ہو"۔

اخلاق نے اٹھ کر کار کی دوڑ لگا دی... اور اس کے اندر پہنچنے کے بعد دم لیا۔

"ہم ایک بار پھر اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف چلتے ہیں... وہاں اس پنے پر فائر کر کے تجربہ کریں گے"۔ وہ بولے۔

ہیڈ کوارٹر پہنچ کر تجربہ کیا گیا پنے کا کچھ بھی نہ بگڑا... اب جیرال سے فون پر بات کی گئی... اسے ساری صورت حال بتائی گئی... وہ سن کر بولا۔

"بہت خوب... بہت شاندار... آخر آپ لوگوں نے کام دکھا ہی دیا"۔

"بس یہ سب اللہ کی مہربانی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب ہمیں فوری طور پر ایسے لباس چاہئیں... جن پر پنا چڑھایا گیا ہو... پھر بھی اس پر فائر کر کے تجربہ کریں گے... یا سزائے موت کے کسی قیدی کو وہ لباس پہنا کر تجربہ کر لیا جائے گا"۔

"یہ ٹھیک رہے گا... میں ابھی یہ کام کراتا ہوں... آپ کو ایک دو دن تک لباس مل جائیں گے"۔

"شکریہ"۔ انہوں نے کہا۔

"اور کاروں کے بارے میں کچھ پتا چلا؟"

"اب ہم کاروں کی طرف توجہ دیں گے... پستولوں کا مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہے"۔

"شکریہ... ہم جس قدر جلد اپنا کام مکمل کر لیں بہتر ہے... ورنہ یہ انشارجہ سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل جائیں گے"۔

"ہاں مسٹر جیرال... ہم سمجھتے ہیں... ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں، آپ فکر نہ کریں"۔

"او کے"۔ جیرال بولا اور پھر فون بند کر دیا گیا۔

"اب ہم دو کاروں میں چلیں گے... انہیں مسلسل چلائیں گے... جب تک ان میں سے کسی کا ایندھن ختم نہیں ہو جاتا، اس وقت تک چلاتے رہیں گے... جب ایندھن ختم ہو جائے گا... تب اس پر تجربہ کریں گے کہ یہ کس چیز سے چلتی ہیں... ایندھن ختم ہونے پر ان میں کیا چیز ڈالی جائے گی"۔

"بالکل ٹھیک"۔

اور وہ سیر کے لیے نکل گئے... تباہی کے مناظر دیکھتے ہوئے سڑکیں ناپتے رہے... کئی جگہ ان کا سامنا سفید کاروں سے ہوا... لیکن اول تو انہوں نے انہیں اپنا ساتھی خیال کیا... کسی نے دشمن خیال کیا تو بھی مقابلے میں آنے کی کوشش نہ کی... شاید انہیں بتا دیا گیا تھا کہ ان کی جو کاریں دشمن کے ہاتھوں میں چلی گئی ہیں... ان سے ٹکر لینے کی ضرورت نہیں... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ... یہ ہمیں دیکھ کر نکل جاتے ہیں... لیکن ہم کیوں ایسا کریں"۔

"میرا مطلب ہے... اگر نشانہ لینے کا موقع مل جائے تو ہم انہیں کیوں چھوڑیں"۔

"اوہ ہاں... بات معقول ہے... اب جو کار ہماری زد میں آئے گی... ہم اس کو نشانہ ضرور بنائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور پھر سیر کے ساتھ ساتھ انہوں نے دشمن کی کاروں کو بھی نشانہ بنانا شروع کر دیا... اس طرح ان کی سیر جاری رہی اور آخر ایک جگہ ایک کار رک گئی... اس کا انجن بند ہو گیا... جب کہ دوسری کار چل رہی تھی۔

"لو بھئی... ہو گیا ختم اس کا ایندھن"۔

"لیکن... ہم اسے چیک کس طرح کریں... کار سے نکلنا تو خطرناک ہو گا... ہماری ترکیب وہ بھی تو اختیار کر سکتے ہیں"۔

"ہاں! کر سکتے ہیں... لیکن ہم کاروں کو اس طرح کھڑا کر سکتے ہیں... کہ ایک کی سیدھ میں دوسری کا نشانہ نہ لیا جا سکے... اور اس کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ کار کس چیز سے چلتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اس طرح کاریں روک لی گئیں... انہیں اس حساب سے کھڑا کر دیا گیا کہ نشانہ نہ لیا جا سکے... خود وہ اس طرح بیٹھ گئے کہ آنے والی

کاروں کو نشانہ بنا سکیں۔۔۔ ادھر پروفیسر داؤد نے کار کا معائنہ شروع کیا۔۔۔ کافی دیر تک وہ اس پر جتے رہے۔۔۔ ان کاروں میں تیل کی ٹنکی بنائی ہی نہیں گئی تھی۔۔۔ جس کا مطلب تھا۔۔۔ کسی قسم کے تیل سے نہیں چلتی تھیں۔۔۔ ایسے میں ان کے ذہن میں کوئی بات آئی۔۔۔ اس پر عمل کرنے کے بعد انہوں نے کار سٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو وہ فوراً سٹارٹ ہو گئی۔

"ارے! کار سٹارٹ ہو گئی"۔ وہ چلائے۔

"سب لوگ جلدی جلدی کاروں میں بیٹھ گئے۔۔۔ دونوں کاریں اب برابر کھڑی کر دی گئیں۔

"آخر یہ کس طرح چل پڑی؟"

"اس میں ایندھن بھر دیا گیا۔۔۔ تو یہ چل پڑی"۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ لیکن ایندھن کیا ہے اس کا؟"

"پستول کی شعاع کا ایک منٹ تک مسلسل بٹن دبائے رکھنا پڑا۔۔۔ پستول کی نال جتنا ایک سوراخ مجھے نظر آیا تھا۔۔۔ بس ذہن میں فوراً خیال کوند گیا۔۔۔ کہ ہو نہ ہو۔۔۔ ان پستولوں کے ذریعے اس میں ایندھن بھرا جاتا ہے۔۔۔ اس میں تو چلتے چلتے ایندھن بھر سکتے ہیں"۔

"اوہ۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ تب تو یہ کاریں ہمارے ملک کا تیل کا بہت بڑا مسئلہ حل کر سکتی ہیں۔۔۔ یعنی ملک بھر میں کاریں اور گاڑیاں بغیر پٹرول کے چلا کریں گی۔۔۔ اور ہمیں جو دوسرے ملکوں سے تیل

خریدنا پڑتا ہے۔۔۔ اور آئے دن تیل کا دباؤ ڈال کر دوسروں سے ناجائز فائدے اٹھانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔۔۔ ان کا بھی خاتمہ ہو جائے گا"۔

"ہوں! بہت خوب۔۔۔ یہ راز تو کم از کم جیرال اور اس کے ساتھیوں کو ہرگز نہیں بتانا چاہیے"۔

"اوہ ہاں۔۔۔ سب بھرے ہوئے پستول ہمارے پاس ہونے چاہئیں"۔ محمود نے کہا۔

"ان کا بھی کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔ اس لیے کہ وہ خالی ہو جائیں تو دھوپ سے بھرے جا سکتے ہیں۔۔۔ لائٹر کے شعلے کی حرارت سے بھرے جا سکتے ہیں۔۔۔ یہ کام اور بھی آسان ہے"۔

"تب تو پھر۔۔۔ اگر ہمارے لباس تیار ہو جائیں تو ہم ان سے مقابلے کے لیے تیار ہوں گے"۔

"بالکل"۔ وہ بولے۔

"اور پھر وہ اپنے ہیڈکوارٹر واپس آ گئے۔۔۔ دو دن بعد ان کے لیے لباس تیار ہو چکے تھے۔۔۔ اور ان لباسوں کا تجربہ بھی کر لیا گیا تھا۔۔۔ ایک شخص کو اتفاق سے اس روز پھانسی کی سزا دی جانی تھی۔۔۔ اسے وہ لباس پہنا کر شعاعی پستول کا فائر کیا گیا۔۔۔ لیکن اسے کچھ بھی نہ ہوا۔۔۔ گویا ان کا تجربہ مکمل ہو چکا تھا۔۔۔ انہوں نے وہ لباس پہن لیے۔۔۔ یہ اس طرح سئے گئے تھے کہ چہرہ بھی ان میں چھپ جاتا تھا۔۔۔ صرف

آنکھیں بچ جاتی تھیں... آنکھوں کی حفاظت کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ پنے کی جالی بنا کر لباس پر لگائی گئی اور اس پر سلائی بھی کی گئی... تاکہ وہ الگ نہ ہو جائے... اس طرح آنکھیں بھی شعاع سے محفوظ ہو گئیں... اب تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا... اب وہ اس مخلوق کے مقابلے پر کھلے میدان میں لڑ سکتے تھے۔

"اب تجربہ کر لیا جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔ سب نے ایک ساتھ کہا۔

وہ سب دو گاڑیوں میں بیٹھ کر شہر کے ایک بہت بڑے چوک میں آ گئے... یہ چوک ابھی تک تباہی سے محفوظ تھا... لیکن نئی مخلوق کا رخ اب اس طرف تھا... اور بہت جلد وہ اس جگہ پہنچنے والی تھی... لہذا وہ پہلے ہی وہاں پہنچ گئے... اور آخر کار مخلوق وہاں پہنچ گئی... وہ چھے کاروں میں تھی... انہوں نے اپنی کاریں اس طرح کھڑی کی تھیں کہ وہ سڑک پار نہ کر سکیں... مقابلہ میں سفید کاریں دیکھ کر وہ مخلوق پہلے تو یہ سمجھی کہ ان کے ساتھی وہاں پہلے سے موجود ہیں، لیکن جب کاروں میں انہیں وہ دکھائی دیے تو وہ بھنا اٹھی۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی کاروں سے باہر نکل آئے... یہ دیکھ کر مخلوق کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے... وہ بھی فوراً کاروں سے نکل آئے... اور نکلتے وقت انہوں نے یہ احتیاط بھی نہیں کی کہ ایک ایک آدمی کاروں میں بیٹھا رہتا۔

"پروفیسر صاحب... آپ چھے کی چھے کاروں کو ناکارہ بنا دیں... تاکہ اس پر فرار نہ ہو سکیں... بعد میں ہم ان کو اپنے لیے کارآمد بنا لیں گے"۔

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے، میں سمجھ گیا"۔ یہ کہہ کر وہ پیچھے کی طرف سرک گئے مخلوق ان کے سامنے آ کر رک گئی۔

"معلوم ہوتا ہے... موت کا بہت شوق ہے"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں! لیکن تم لوگوں کی موت کا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

ان کے پستولوں والے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... پھر انہوں نے ٹریگر دبا دیا... شعاعیں تیر کی طرح ان کی طرف آئیں، لیکن ان کا کچھ بھی بگڑا... یہ دیکھ کر نئی مخلوق بری طرح لڑکھڑا گئی... ساتھ ہی وہ سب ان پر ٹوٹ پڑے۔

"آپ لوگ تو بلاوجہ محنت مشقت کر رہے ہیں... ان سب کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں"۔ ماٹو کی آواز سنائی دی... وہ سب مسکرا دیئے۔

اور پھر ہاتھ پیر کی لڑائی میں انہوں نے نئی مخلوق کو چند منٹ میں زمین دکھا دی... وہ سب لیٹے نظر آئے... ان کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا... ایسے میں اچانک وہ اٹھے اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑتی نظر آئیں۔

"بس... ہوا ہو گئی ساری بہادری اور دلیری"۔ فاروق مسکرایا۔

"ان سب کو گرفتار کر لیتے ہیں... تاکہ بعد میں ان سے پوچھ گچھ کی جا سکے... اور ان چھے کاروں کو بھی اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں"۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا... اس مال غنیمت کے ساتھ وہ واپس ہیڈکوارٹر لوٹے... جیرال کو اس نئی کامیابی کی اطلاع دی... ادھر سے [illegible] نے کہا۔

"بہت خوب... مزا آگیا... ہم بھی اب پہلے سے بہت ٹھیک ہیں... لہٰذا ہم بھی یہیں آجاتے ہیں... یعنی آپ کے ہیڈکوارٹر میں... مسٹر اقبال بھی میرے ساتھ آئیں گے"۔

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے... آجائیں"۔

جلد ہی وہاں جیرال نظر آیا... ایسے میں ماٹو کی آواز سنائی دی۔

"مم... میں ان کے اس ساتھی کو بخوبی دیکھ سکتا ہوں"۔

"ہاں! یہ بات پہلے بھی سامنے آچکی ہے... خیر... آپ لوگ تشریف رکھیں اور فرمائیں... اب آپ کیا چاہتے ہیں... کیونکہ اس مخلوق سے نمٹنا اب ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں رہ گیا... اپنی یہ شکست دیکھ کر شاید یہ اپنا آنا جانا روک دیں... اگر ان کی آمد بند ہو جاتی ہے... تو دنیا کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے... لہٰذا اب دنیا کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے... یہاں تک ٹھیک ہے"۔ جیرال نے اداس انداز میں کہا۔

"یہاں تک ٹھیک ہے... کیا مطلب... یہاں تک ٹھیک ہے... آپ کی کیا مراد ہے؟"

"یہ ٹھیک ہے... ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ اپنی دنیا میں آنے والی نئی مخلوق کو ہم موت کے گھاٹ اتار دیں اور سمندر میں پھینک دیں... ہمارے پاس اب ان کی کاریں بھی آگئی ہیں اور پستول بھی... ہم ان کا صفایا نہایت آسانی سے کر سکتے ہیں... لیکن"۔ جیرال یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

"لیکن کیا... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"لیکن... چند سال بعد یہ کوئی ایسا پستول ایجاد کر لائیں گے... اور ایسی کاریں ایجاد کر لائیں گے... جن کے سامنے ہم ایک بار پھر بے بس ہو جائیں گے... کیا اس وقت ہم پھر آپ کو بلائیں گے"۔

"وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی اور ترقی تو ہوتی ہی رہتی ہے... مگر پھر بھی یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ کا مفروضہ درست ثابت ہو"۔

"ہاں... آپ کی بات بھی کسی حد تک درست ہے... لیکن زیادہ امکان اسی بات ہے کا ہے جو میں نے بیان کی ہے"۔

"پھر... آپ کیا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ کہ آپ ان کی سرزمین پر جائیں..... اور ان سب کو ختم کر دیں"۔

"کیا!!!"

وہ سب چلا اٹھے۔

○☆○
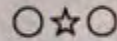
سوراخ

ان سب نے چونک کر جیرال کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب..... اب ہم وہاں کیوں جائیں..... اور کروڑوں لوگوں سے لڑنا چند آدمیوں کا، کیا عقل میں آنے والی بات ہے..... وہ بھی ان کی سرزمین میں جاکر..... مسٹر جیرال..... آپ نشے میں تو نہیں ہیں"۔

"میں کبھی نشہ نہیں کرتا..... نشے کو مسلمانوں کی طرح حرام سمجھتا ہوں..... نشہ عقل اور جسم کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے"۔ جیرال نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر..... آپ ہم چند افراد کو وہاں بھیجنا چاہتے ہیں..... جہاں نہ جانے کتنے کروڑ لوگ موجود ہیں..... یہ ٹھیک ہے..... اب ان کے پستول ہم پر بے اثر ہیں..... ہم ان سے لڑ سکتے ہیں..... یا وہ ہمارے ہاں آکر اب وہ تباہی نہیں مچا سکتے..... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان کی سرزمین پر جاکر ان سب کا مقابلہ کرسکتے ہیں..... یہ ایک ناممکن بات ہے"۔

"ہاں! یہ ناممکن بات ہے..... لیکن..... آپ لوگوں کو اس بات کو

ممکن بنانا ہے۔۔۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کے بیوی بچے ہمارے قبضے میں
ہیں۔۔۔ اور آپ کا ملک بھی ایک طرح سے ہمارے قبضے میں ہے"۔
"ملک کی بات تو ہم جانتے ہیں۔۔۔ لیکن ہمارے بال بچے محفوظ
جگہ پر ہیں۔۔۔ ہم نے خود وہاں پہنچائے تھے"۔
"اس ملک کے صدر پر بہت بھروسہ ہے تم لوگوں کو"۔ جیرال
مسکرایا۔
"ہاں! وہ ہمارا پرانا دوست ہے"۔
"لیکن تمہارے پرانے دوست کو ہمارے ملک کے صدر نے
ایک دھمکی دی تھی۔۔۔ یہ کہ اگر اس نے تم لوگوں کے بیوی بچے
ہمارے حوالے نہ کیے۔۔۔ تو ہم اس کے بیوی بچوں کو اغوا کرا لیں
گے۔۔۔ اس دھمکی نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا تھا"۔ جیرال یہ کہہ کر
خاموش ہو گیا۔
"اس لیے کہ وہ ہمارا دوست ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔
"لیکن پھر جب ہم نے اس کے بیوی بچے واقعی اغوا کرا لیے تو
اس نے ہماری شرط مان لی"۔
"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔
"ہاں! اور اب سب لوگ ہمارے قبضے میں ہیں۔۔۔ اب یا تو ان
کے بغیر جی لو۔۔۔ یا پھر سمندر کی تہ کے نیچے اس سوراخ کے پار جو
سرزمین ہے۔۔۔ اس کا رخ کر لو۔۔۔ بس تمہارے لیے صرف یہ دو راستے

ہیں"۔
"نن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ مسٹر جیرال۔۔۔ آپ جیسے با اصول شخص
سے ہمیں ایسی امید نہیں تھی"۔
"میں اسی طرح با اصول ہوں۔۔۔ لیکن میری حکومت نے یہ کام
اپنی ذمہ داری پر کیا ہے۔۔۔ اس کام میں نہ تو میں شامل ہوں۔۔۔ اور نہ
میری رضامندی شامل ہے۔۔۔ یہ کام انہوں نے مجھے بتائے بغیر کیا تھا۔۔۔
اور کرنے کے بعد اطلاع دی تھی۔۔۔ اس پر میں بہت چیخا اور چلایا۔۔۔
لیکن انہوں نے میری ایک نہیں سنی۔۔۔ اس لیے میں نے انہیں
چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔۔۔ انہوں نے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا"۔
"کیا مطلب۔۔۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" پروفیسر داؤد بوکھلا
اٹھے۔
"ان کا کہنا ہے۔۔۔ میں ان کے لیے کام نہیں کرنا چاہتا تو نہ
کروں۔۔۔ لیکن وہ اپنے اس منصوبے میں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے۔۔۔
مطلب یہ کہ تم لوگوں کو اس سرزمین پر جانا ہو گا۔۔۔ اس تعلق کو ختم
کرنا ہو گا"۔
"تب انشارجہ کی حکومت پاگل ہو گئی ہے۔۔۔ چند آدمی کروڑوں
لوگوں کو آخر کس طرح ہلاک کر سکتے ہیں۔۔۔ جہاں تک ان کا فی الحال
ہماری دنیا پر آنے کا معاملہ ہے۔۔۔ اس کا انتظام ہو گیا ہے۔۔۔ وہ اب
نہیں آئیں گے اور آئیں گے تو ہمارے ہاتھوں مارے جائیں گے۔۔۔ کیا

یہ کچھ کم ہے"۔

"نہیں! تم لوگوں نے جتنا کام کیا ہے... وہ بہت ہی خوب ہے... اس سے بڑھ کر اور کیا کام ہو گا کہ اب ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں... بلکہ میں تو کہتا ہوں... اب ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... سمندر کے کنارے فوج مقرر کر دی جائے... جو اوپر آئے... اسے ہلاک کر دیا جائے اور بس... یہ کیا مشکل کام ہے... لیکن ان کا کہنا ہے... ابھی چند سال تک وہ نہیں آئیں گے... کوئی اور ہتھیار ایجاد کریں گے... پھر اوپر آئیں گے... لہٰذا وہ چاہتے ہیں... انہیں اوپر آنے کے قابل نہ چھوڑا جائے"۔

"اور اگر ہم انکار کریں ے تو ہمارے بیوی بچے ہمیں نہیں ملیں گے"۔

"ہاں بالکل... یہی بات ہے"۔

"آپ کا کیا فیصلہ ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب؟" جیرال چونکا۔

"آپ اب ان کے لیے کام کیوں کر رہے ہیں... جب کہ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ آپ بے شک ان کے لیے کام نہ کریں"۔

"یہاں بھی اپنے اصول کی وجہ سے مجبور ہوں"۔

"جی کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"مطلب یہ کہ میں معاہدہ کر چکا ہوں... اس مخلوق کے سلسلے

میں... لہٰذا اس معاہدے کا پابند رہوں گا... تم لوگوں کو یہ کام کرنا ہو گا"۔

"او کے... ہم اس سرزمین میں جائیں گے... اور دیکھیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں... انشارجہ اور پوری دنیا یہ چاہتی ہے کہ یہ مخلوق ہماری دنیا میں نہ آئے"۔

"ہاں بالکل"۔

"اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہم ان سب کو ہلاک ہی کریں... ہلاک کیے بغیر بھی اگر یہ کام ہو جائے تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے"۔

"میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ نہیں ہونا چاہیے"۔

"آپ ان سے بات کر لیں... اگر ہم انہیں آئندہ اوپر آنے کے قابل نہ چھوڑیں تو وہ کیا کہتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر جیرال نے وائرلیس پر رابطہ کیا... دوسری طرف کی آواز سن کر اس نے ساری صورت حال بتائی۔

"لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہو گی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا مطلب؟" جیرال نے چونک کر کہا۔

"یہ لوگ ایسے ہی اوپر آ کر کہہ دیں کہ انہوں نے ان کا راستا بند کر دیا ہے... اور در حقیقت کچھ بھی نہ کر کے آئے ہوں تو...

مطلب یہ کہ یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ انہوں نے واقعی اس مخلوق کا راستا روک دیا ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ اس بات کی گارنٹی ہونی چاہیے۔۔۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ لوگ جھوٹ ہرگز نہیں بولتے۔۔۔ دوسرے یہ کہ جب یہ کوئی بات طے کر لیتے ہیں تو اس کو ہر حال میں پورا کرتے ہیں اور پھر اس مخلوق سے صرف انشارجہ کو تو نہیں بلکہ پوری دنیا کو خطرہ ہے۔۔۔ پوری دنیا میں ان کا ملک بھی شامل ہے' یہ خود بھی اس ملک میں رہتے ہیں۔۔۔ لہٰذا یہ کیوں کچا کام کریں گے"۔

"لیکن۔۔۔ ہم اپنا پورا اطمینان چاہتے ہیں"۔

"تب پھر آپ بتائیں۔۔۔ اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے"۔

"ہم اپنے چند آدمی ان کے ساتھ بھیجیں گے۔۔۔ وہ جب تک تصدیق نہیں کریں گے' ہم ان کی بات پر اعتبار نہیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر سفر کی تیاری کریں۔۔۔ سمندر کی تہہ میں اس سوراخ تک پہنچانا ہمارا کام ہو گا۔۔۔ اس سے آگے جانا ان کا کام۔۔۔ غوطہ خوری کا لباس اور دوسری تمام سہولتیں انہیں حاصل ہوں گی۔۔۔ سمندر میں جو ہم نے ہیڈکوارٹر بنا رکھا ہے۔ یہ اس میں قیام بھی کر سکتے ہیں۔۔۔ وہاں آرام کر سکتے ہیں۔۔۔ پروگرام ترتیب دے سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ ہم لوگ تیار ہیں۔۔۔ آپ انہیں تہہ تک بھجوانے

کے انتظامات کریں۔۔۔ اور وہاں میں بھی ان کے ساتھ جا رہا ہوں"۔ جیرال نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا۔۔۔ کیا۔۔۔ آپ بھی جا رہے ہیں مسٹر جیرال۔۔۔ لیکن آپ کو ان کے ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے"۔

"کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے"۔

"نہیں۔۔۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ یہیں رہیں"۔

"نہیں۔۔۔ میں اور ابطال ان کے ساتھ جائیں گے"۔ جیرال بولا۔

"اب آپ نے مسٹر ابطال کو بھی ساتھ ملا لیا"۔

"ہاں! یہ بھی میرے ساتھ جائیں گے۔۔۔ اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو پھر یہ بھی نہیں جائیں گے"۔ جیرال بولا۔

اب سب حیران ہو کر جیرال کو دیکھنے لگے۔۔۔ جیرال کی یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"کیا کہا۔۔۔ یہ بھی نہیں جائیں گے۔۔۔ گویا اپنے بیوی اور بچوں سے محروم ہو جانا پسند کریں گے"۔

"نہیں۔۔۔ یہ لوگ اس پوزیشن میں ہیں کہ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں اور ان تک پہنچ جائیں"۔

"نہیں پہنچ سکتے۔۔۔ اس لیے کہ ہم نے یہ راز تم سے بھی چھپایا ہے"۔

"مجھے کوئی پرواہ نہیں.... لیکن یہ لوگ تلاش کر سکتے ہیں"۔

"نہیں کر سکتے.... چاہیں تو پہلے یہ تجربہ کر لیں"۔

"نہیں.... اس طرح وقت ضائع ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل! ہم بھی یہی کہتے ہیں.... ویسے وہ لوگ بالکل آرام سے ہیں.... انہیں ہر طرح کا آرام پہنچایا جا رہا ہے"۔

"خیر.... وہ ہم سمجھتے ہیں.... انہیں تکلیف میں رکھنے کی آپ کو ضرورت بھی کیا ہے"۔

"تو پھر تیار ہو جائیں.... ہم گاڑی بھیج رہے ہیں.... آپ لوگوں کے ساتھ ہمارے تین آدمی ہوں گے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... مسٹر جیرال اور ابطال کے علاوہ"۔

"ہاں! یہ دونوں اب ہمارے ساتھ نہیں ہیں.... یہ آپ کے ساتھی ہیں"۔

"اونہہ.... یونہی سہی"۔ جیرال نے کندھے اچکائے۔

اور پھر سیٹ بند کر دیا گیا.... وہ جلدی جلدی تیار ہونے لگے.... صرف ایک گھنٹے بعد ایک گاڑی وہاں آ کر رکی۔

"چلئے بیٹھئے"۔

وہ فوراً گاڑی میں بیٹھ گئے.... اس کے اندرونی حصے میں تین آدمی پہلے سے بیٹھے تھے۔

"پہلے تو تعارف ہو جائے"۔ جیرال نے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں.... بس اتنا کافی ہے کہ ہم تم لوگوں کو
ہیں"۔ ان میں سے ایک نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

ان کے منہ بن گئے.... گاڑی چل پڑی.... ایسے میں جیرال نے

"اب ہمیں معاہدے کی پابندی کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں رہ
کیا خیال ہے مسٹر ابطال"۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے.... آج کے بعد ہم انشارجہ کے لیے
نہیں کریں گے.... ہاں ہم بیگال کے لیے ضرور کام کریں
اس نے نہ جانے کتنی بار ہمیں پیش کش کی ہے"۔ ابطال کی
ائی دی۔

"ارے تو روکا کس نے ہے.... ضرور کرو بیگال کے لیے کام....
اسی وقت گاڑی سے اتر جاؤ اور چلے جاؤ بیگال"۔ ان میں سے
جل کر کہا۔

"کیا کہا.... چلے جائیں ہم"۔ جیرال نے بھنا کر کہا۔

"ہاں بالکل.... اس مہم میں اب ہمیں تم لوگوں کی کوئی ضرورت
دوسرا بولا۔

"اور ان کی؟"

"یہ تو ہمارے قابو میں ہیں.... یہ تو خود بخود ہمارے لیے کام
"۔ تیسرے نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ اگر ہم اڑ گئے تو نہیں کریں گے کام
"اس صورت میں تم لوگوں کے بیوی بچے اپنی زندگیوں سے
دھو بیٹھیں گے"۔
"غلط دعویٰ ہے تم لوگوں کا۔۔۔ زندگی اور موت کا مالک
ہے۔۔۔ تم نہیں"۔
"او کے۔۔۔ تم ہر طرح آزاد ہو۔۔۔ اور یہ دونوں بھی۔۔۔ ہمار
ساتھ چلنا چاہتے ہیں یا نہیں۔۔۔ فیصلہ کر لیں۔۔۔ گاڑی روک دو بھئی
نہیں فیصلہ کرنے دو"۔
گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔۔۔ انہوں نے ایک دوسر
طرف دیکھا۔۔۔ اور پھر ایک ساتھ بولے۔
"ہم کام نہیں کریں گے۔۔۔ کریں گے تو صرف اس صورت
جب ہمارے ساتھ آپ تینوں نہ جائیں۔۔۔ مسٹر جیرال اور مسٹر ابقال
چاہیں تو جا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔
"اس صورت میں۔۔۔ یعنی نہ جانے کی صورت میں آپ
جانتے ہیں کہ"۔ ان میں سے ایک نے کہنا چاہا۔
"ہاں! ہم جانتے ہیں۔۔۔ ہماری بیوی بچے زندہ نہیں رہیں
لیکن آپ کی بھی تو کوئی تک نہیں۔۔۔ پہلے ان حضرات سے کام
رہے۔۔۔ اور اب انہیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر باہر کر
ہیں"۔

"وہ اس لیے کہ اب یہ ہمارے لیے بیکار ہیں۔۔۔ آپ لوگ
ر ہمارے کام آئیں گے"۔
"اس مخلوق کے مقابلے میں یہ بھی بہت کارگر ثابت ہوں
۔۔۔ خاص طور پر مسٹر ابقال۔۔۔ کیونکہ یہ انہیں نظر نہیں آتے"۔
ر کامران مرزا نے کہا۔
"لیکن اب ہم کیا کریں۔۔۔ یہ دونوں اڑ گئے ہیں نا"۔
"مسٹر جیرال۔۔۔ اور مسٹر ابقال۔۔۔ میری درخواست ہے کہ آپ
اں نہ اڑیں اور ہمارے ساتھ چلیں۔۔۔ اس لیے کہ"۔
"اس لیے کہ۔۔۔ کیا؟" جیرال بولا۔
"اس لیے کہ میرا خیال ہے۔۔۔ وہاں ہمارا واسطہ صرف نئی مخلوق
نہیں۔۔۔ مسٹر راٹور سے بھی پڑنے والا ہے"۔
"کیا مطلب۔۔۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسٹر راٹور وہاں پہنچ
ہیں"۔
"ہاں! اس سرزمین میں وہ اپنا کام مکمل کر چکا ہے۔۔۔ لہٰذا
ری دنیا میں چلا گیا ہے۔۔۔ تاکہ وہاں ہمارا راستا روک سکے۔۔۔ وہ
تھا۔۔۔ ہم وہاں پہنچے بغیر نہیں رہیں گے۔۔۔ لہٰذا وہ ہم سے پہلے ہی
پہنچ گیا ہے۔۔۔ یہی تو وجہ ہے کہ۔۔۔ وہ اب یہاں بالکل نظر نہیں

"ہوں! بات ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم ان کے

لے کیوں کام کریں… یہ تو ہمیں اب کچھ بھی نہیں دیں گے"۔ [illegible]
نے منہ بنایا۔

"آپ صرف لینے دینے کی بات کیوں کرتے ہیں… یہ [illegible]
نہیں سوچتے کہ یہ پوری دنیا کا معاملہ ہے"۔

"او کے… ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ بشرطیکہ انہیں [illegible]
اعتراض نہ ہو"۔

"کوئی اعتراض نہیں… لیکن ہمیں تو آپ کو ساتھ لے [illegible]
گا"۔

وہ ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر انسپکٹر جمشید بو[لے]۔

"ہم اپنا فیصلہ تبدیل کرتے ہیں… آپ بھی ساتھ چلیں…
آپ ہمیں سفر اپنی مرضی کے مطابق کرنے دیں گے"۔

"او کے… ہمیں منظور ہے"۔

"تب پھر اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ ٹی
ایم نے جل کر کہا۔

انہوں نے ٹی ایس ایم کی طرف دیکھا… واقعی… انہو[ں نے]
اس بات چیت پر صرف وقت ضائع کیا تھا… کیونکہ بات وہیں کی
رہی تھی۔

"اوہ سوری"۔ وہ سب ایک ساتھ بولے۔

آخر وہ سمندر کے کنارے اس جگہ پہنچ گئے… جہاں سے

سمندر دوز ہیڈ کوارٹر تک جانا تھا… وہاں ایک شیشے کا کیبن سا بنا نظر آ
رہا تھا… اس کیبن کی تہ میں ایک بہت چوڑا پائپ لگایا گیا تھا… اور
شاید یہ پلاسٹک کا تھا۔

"یہ پائپ نیچے تہ میں اس ہیڈ کوارٹر تک چلا گیا ہے… ہیڈ کوارٹر
تو کافی لمبا چوڑا ہے… اس میں آکسیجن کا انتظام کر دیا گیا ہے… آپ
لوگوں کو سانس لینے میں کوئی دقت نہیں ہو گی… یہ پائپ ڈھلوان بنایا
گیا ہے… اور سیڑھی کے طور پر اس میں پلاسٹ کے ڈنڈے لگائے
گئے ہیں… آپ ان کو پکڑتے ہوئے ہیڈ کوارٹر تک نہایت آسانی سے جا
سکیں گے"۔

"لیکن… ہیڈ کوارٹر سے سوراخ کے منہ تک کس طرح جائیں
گے"۔

"غوطہ خوری کے لباس میں"۔ ایک بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے… میرا مطلب ہے… ہیڈ کوارٹر کا کوئی دروازہ
سمندر میں کھلتا ہو گا… تو کیا ہیڈ کوارٹر میں پانی نہیں ہو گا"۔

"ہیڈ کوارٹر میں تو پانی ہونا لازمی ہے… اس پائپ میں بھی پانی
ہے… آپ کو مسلسل پانی میں اترنا ہو گا… پانی میں ہی وہ سوراخ بھی
ہے… اور اس سوراخ میں بھی پانی ہے… یہ سفر صرف اور صرف پانی
میں ہو گا… ہاں یہاں سوراخ کے آس پاس… جہاں دوسری مخلوق
رہتی ہے وہاں… آپ یعنی کہ سمندر کی سطح پر اتریں گے… اس وقت

پانی کے سفر سے نجات مل جائے گی"۔

"لیکن وہاں دوسری مخلوق جو ہو گی"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ تو ہے۔۔۔ اس سے تو آپ مقابلہ کرنے جا رہے ہیں"۔

"اچھا طریقہ تلاش کیا ہے آپ لوگوں نے۔۔۔ مخلوق سے ہمیں لڑوائیں گے۔۔۔ اور خود ادھر مزے سے رہیں گے"۔

"ایسے منصوبے بنانے میں ہمارے عقل مند ترین لوگ بہت مہارت رکھتے ہیں۔۔۔ ان سے ہم لوگ کام ہی بس دماغی لیتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ غوطہ خوری کا لباس دے دیا جائے۔۔۔ ہم آرام کیے بغیر یہ سفر شروع کریں گے"۔

"بہتر تو یہ تھا کہ آپ لوگ آج کے دن آرام کر لیتے"۔

"نہیں۔۔۔ ہم وقت ضائع کرنا پسند نہیں کریں گے"۔

غوطہ خوری کے لباس پہن کر وہ باری باری پائپ میں اترتے چلے گئے۔۔۔ یہاں تک کہ ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گئے۔۔۔ یہ شیشے کا ایک بہت بڑا ہال تھا۔۔۔ ایک طرح سے تو وہ پانی کی تہ میں ہی تھے۔۔۔ یعنی سمندر میں ہی تھے۔۔۔ ویسے ہیڈ کوارٹر کا راستا بنا کر سمندر میں ادھر ادھر بھٹکنے اور سوراخ کو تلاش کرنے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ اس ہیڈ کوارٹر کے ساتھ ہی انہیں ایک بہت بڑا سوراخ نظر آ رہا تھا۔۔۔ اس میں مچھلیاں آ رہی تھیں۔۔۔ جا رہی تھیں۔۔۔ گویا اس سوراخ سے نکل کر مخلوق ان کی دنیا میں آئی تھی۔۔۔ اور اب انہیں اسی سوراخ سے ان

کی دنیا میں جانا تھا۔۔۔ انہیں اپنی دنیا کے جدید ترین ہتھیار جو ہلکے پھلکے تھے، دے دیے گئے تھے۔۔۔ شعاعی پستولوں سے بچنے کے لیے لباس پہلے ہی وہ پہن چکے تھے۔۔۔ گویا اب وہ دوسری دنیا میں جانے کے لیے بالکل تیار تھے اور یہ ان کی زندگی کا ایک انوکھا تجربہ ہوتا۔۔۔ وہ کچھ گھبراہٹ اور پریشانی بھی محسوس کر رہے تھے۔۔۔ کیونکہ ان کے مقابلے میں سو دو سو نہیں۔۔۔ ہزاروں اور لاکھوں۔۔۔ بلکہ نہ جانے کتنے کروڑ مخلوق اس طرف موجود تھی اور ان کی تیاریوں سے پوری طرح باخبر تھی۔۔۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ان کی سرزمین پر ان سے پہلے آ چکے تھے اور بری طرح تباہی مچا چکے تھے۔۔۔ وہ تو اگر یہ لباس دریافت نہ ہو جاتا۔۔۔؟ ؟؟اور وہ دھڑا دھڑ اوپر آ رہے ہوتے۔۔۔ ان کی آمد کا یہ سلسلہ کسی طرح بھی نہ روکا جا سکتا۔۔۔ یہاں تک کہ پوری دنیا پر وہی چھا جاتے۔۔۔ اور ان کا نام و نشان دنیا سے مٹ جاتا۔۔۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت مہربانی کی۔۔۔ اور انہیں یہ بات سمجھا دی کہ وہ کس چیز کے ذریعے ان کے پستولوں سے بچ سکتے ہیں۔

"ہاں تو دوستو۔۔۔ کیا اب ہم چلیں"۔ تین میں سے ایک نے کہا۔۔۔ ان لباسوں میں ایسے آلات نصب تھے کہ وہ ایک دوسرے سے بات کر سکتے تھے۔

"چلنے سے پہلے ایک سوال"۔ شوکی کی آواز ابھری۔

"اور وہ کیا؟"

"مخلوق اس سوراخ سے نکل کر ہیڈکوارٹر کے بالکل سامنے نکلی تھی... اس نے آج تک آپ کے اس ہیڈکوارٹر کو کیوں تباہ نہیں کیا؟"

شوکی کے سوال پر سب کی نظریں ان تینوں کی طرف گھوم گئیں... ادھر ہیڈکوارٹر کے چاروں طرف ان گنت مچھلیاں جمع ہوتی جا رہی تھی۔

○☆○
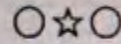
ہیڈکوارٹر

تینوں تھوڑی دیر تک ان کی طرف دیکھتے رہے... پھر ایک نے مسکرا کر کہا:

"آپ لوگ اب تک اس خیال میں ہے کہ ہم نے اس طرف شاید کوئی مصنوعی مخلوق آباد کر رکھی ہے... جیسا کہ اس سے پہلے برف کے اس پار والے معاملے میں ہوا تھا... لیکن آپ یقین کریں... ایسی کوئی بات نہیں ہے... اس بار ہمارا مقابلہ سچ مچ ایک نئی مخلوق سے ہے... اور وہ مخلوق ہر لحاظ سے ہم لوگوں سے طاقت ور ہے... آپ اس کی کارگزاریاں دیکھ چکے ہیں"۔

"ہاں! دیکھ چکے ہیں... لیکن شوکی کا سوال اب بھی اپنی جگہ پر ہے... اس مخلوق نے اس ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی... کیونکہ ان کے خیال میں ہم لوگ اس ہیڈکوارٹر سے ہو کر ان کی دنیا کی طرف جانے والے سوراخ میں داخل ہو بھی جائیں تو دوسری طرف جا کر کیا کر لیں گے"۔

"ہوں..... خیر..... ہم جانے کے لیے تیار ہیں..... لیکن مسٹر..... اوہ ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے..... کہ ہم آپ کے نام نہیں جانتے..... اب جب کہ ہم یہاں تک آ گئے ہیں..... آپ ہمیں اب تو اپنے نام بتا دیں اور اگر اصل نام بتانے میں کوئی اعتراض ہو تو پھر فرضی نام بتا دیں..... تاکہ بات چیت کرنے میں آسانی رہے"۔

"اوہ اچھا..... اب ہم آپ لوگوں کو اپنے اصلی نام بتا رہے ہیں..... میں گبون ہوں..... یہ شاڈ ہیں..... اور یہ ہیں مسٹر رتونگا"۔

"مسٹر رتونگا"۔ انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔

"اسی لیے نام نہیں بتا رہے تھے ہم"۔

"میں سمجھ گیا..... آپ انشارجہ کی ایک خفیہ برانچ کے خاص آدمی ہیں"۔

"میں جانتا تھا..... آپ کو ہمارے نام پہلے سے معلوم ہیں"۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" ایسے میں فاروق کی آواز سنائی دی۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اپنے اس قدر قیمتی آدمی انشارجہ نے ہمارے ساتھ کس طرح بھیج دیئے..... جب کہ اس سفر سے بخیریت واپسی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے"۔

"یہ مہم بھی تو کم اہم نہیں ہے..... دوسرے یہ کہ ہمارا خیال

ہے..... آپ لوگوں کے ساتھ ہم بھی محفوظ رہیں گے"۔

"اور اگر مارے گئے تو؟" آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تب پھر ہم بھی مارے جائیں گے"۔ گبون نے کندھے اچکائے۔

"کیا آپ کے خیال میں یہ مہم سو فیصد موت نہیں ہے"۔

"ہاں! یہ سو فیصد سے بھی کچھ آگے موت ہے..... واپسی بالکل ناممکن ہے..... لیکن ہماری حکومت کو نہ جانے آپ لوگوں میں کیا بات نظر آئی جو مسٹر جیرال اور ابطال میں بھی نظر نہیں آئی"۔ رتونگا نے برا سا منہ بنایا۔

"شاید آپ لوگ ہمارے ساتھ اپنی خوشی سے نہیں ہیں"۔

"اس سفر میں کوئی بھی اپنی خوشی سے نہیں آ سکتا"۔

"تب تو آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی"۔

"اب ہو گیا جو ہونا تھا..... آپ ہمارا جی نہ جلائیں"۔ شاڈ نے جھلا کر کہا۔

"اوہ..... ہمیں نہیں معلوم تھا..... آپ اس قدر تپے پڑے ہیں"۔ منور علی خان مسکرائے۔

"اب چلنے کی تیاری کریں"۔

"تیاری ہی تیاری ہے..... آپ دروازہ کھولیں..... ہم چلتے ہیں"۔

"لیکن آکسیجن کا کیا ہو گا..... وہ کتنی دیر تک ہمارا ساتھ دے

گی"۔ پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

"یہ سلنڈر اتنی جلدی ختم نہیں ہونے والے... فکر نہ کریں... آخر ہم بھی تو آپ کے ساتھ ہیں"۔ رتونگا نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر آپ پر یہ سفر کچھ زیادہ ہی بوجھ ہے... تو آپ یہیں سے واپس جاسکتے ہیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔

"آپ لوگوں کو نہیں ہو گا اعتراض... لیکن انشارجہ کی حکومت کو تو ہو گا اعتراض... ہمیں اپنی حکومت کے احکامات پر عمل کرنا ہے... نہ کہ آپ کی ہدایت پر"۔ گبون نے تلملا کر کہا۔

"آپ تو لحہ بہ لحہ غصے میں آ رہے ہیں... آخر ہم نے کیا کیا ہے"۔

"آپ نے تو خیر کچھ نہیں کیا... یہ سارا کیا دھرا تو اس مخلوق کا ہے... اچھی بھلی پرسکون زندگی گزر رہی تھی... کیا ضرورت تھی انہیں ہماری دنیا میں ہل چل مچانے کی"۔

"پوری دنیا کے چھوٹے ملکوں پر آپ کی حکومت دخل اندازی کرتی رہتی ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی سازش کرتی رہتی ہے... اس طرح ان ملکوں کا سکون درہم برہم ہوتا رہتا ہے... اور اس بدامنی سے فائدہ آپ کی حکومت اٹھاتی ہے... اپنا اثر و رسوخ وہاں بڑھاتی چلی جاتی ہے... کیوں کیا ایسا نہیں ہے؟" انسپکٹر جمشید دکھ بھرے انداز میں کہتے چلے گئے... تینوں ٹکر ٹکر ان کی طرف دیکھتے رہے... آخر گبون

نے کہا۔

"ہاں... شاید... آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہماری حکومت کی یہ پالیسی ہمیں بھی پسند نہیں ہے... لیکن ہم اس معاملے میں کیا کر سکتے ہیں... یہ تو اوپر والوں کے فیصلے ہیں"۔

"تو اب سب سے اوپر والے کا فیصلہ بھی دیکھ لیں... اس نے آپ لوگوں کے سروں پر اس مخلوق کو مسلط کر دیا ہے... اور اگر ان کا کوئی انتظام نہ کیا گیا... تو یہ مخلوق آپ کے ساتھ بالکل وہی سلوک کرے گی... جو آپ پوری دنیا کے چھوٹے ملکوں کے ساتھ کرتے ہیں... یاد رکھئے... آپ لوگ اس مخلوق کے لیے... بالکل ویسے ہی ہیں... جیسے آپ کے لیے چھوٹی چھوٹی حکومتیں... اس سوراخ میں داخل ہونے سے پہلے توبہ کر لیں... کہ آئندہ آپ لوگ دوسروں کو امن اور چین سے جینے دیں گے... شاید اس توبہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں دوسری مخلوق کے مقابلے میں کوئی کامیابی عطا فرما دیں"۔

"لیکن ہمارے توبہ کرنے سے کیا ہوتا ہے"۔

"آپ اپنی سطح تک تو توبہ کر لیں... پھر سوراخ کا سفر شروع کرنے سے پہلے اپنے حکام سے رابطہ کریں... اور یہ باتیں ان تک پہنچا دیں... بلکہ آپ رابطہ کریں... ہم خود ان سے بات کر لیتے ہیں... زیادہ سے زیادہ یہی ہے نا کہ وہ ہماری بات نہیں مانیں گے"۔

"اچھی بات ہے... ہم اپنے طور پر وعدہ کرتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ اب اپنی حکومت سے رابطہ کریں"۔

جلد ہی انسپکٹر جمشید انشارجہ کی حکومت سے یہی الفاظ کہہ رہے تھے۔۔۔ اور بہت دکھ بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔۔۔ آخر میں انہوں نے کہا۔

"یاد رکھیں۔۔۔ اگر آپ دنیا کے چھوٹے ممالک کو امن اور چین سے نہیں رہنے دیں گے۔۔۔ یا اسی وقت سے یہ نیت نہیں کر لیں گے تو شاید ہمیں اس طرف کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی"۔

"ہوں ٹھیک ہے۔۔۔ ہم اس پر نہایت ہمدردانہ انداز میں غور کریں گے اور اپنی اس پالیسی کو ترک کرنے پر ابھی سے غور کرنا شروع کرتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔ اب ہم سفر شروع کر رہے ہیں۔۔۔ آگے اللہ کو جو منظور"۔

"ٹھیک ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر وہ ہیڈکوارٹر کا دروازہ کھول کر سورج کی طرف تیرنے لگے۔۔۔ اپنے حصے کا سمندر انہیں تیر کر عبور کرنا پڑ رہا تھا۔۔۔ پائپ کے ذریعے آرام سے اتر گئے تھے۔۔۔ جب کہ اب انہیں تیر کر اوپر جانا تھا۔۔۔ اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔۔۔ پھر یہ خدشہ الگ موجود تھا کہ سمندر کے کنارے نئی مخلوق موجود ہو گی۔۔۔ اور وہ فوراً انہیں گرفتار کر لے گی۔۔۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود انہیں سفر کرنا تھا۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ ہم بے چارے ٹی ایس ایم کو بلاوجہ ساتھ لے آئے۔۔۔ یہ حضرت گھبرا رہے ہوں گے"۔

"نن نہیں۔۔۔ بلکہ میں خوش ہوں۔۔۔ آپ کے ساتھ اس قدر اہم سفر کر رہا ہوں"۔

"اہم بھی اور موت کا بھی۔۔۔ اصل میں تو یہ سفر موت کا سفر ہے"۔ فاروق نے ہنس کر کہا۔

"ہم۔۔۔ مم۔۔۔ مم۔۔۔"۔ ٹی ایس ایم ہکلا کر رہ گیا۔

"ہاں ہاں بس اتنا ہی کافی ہے۔۔۔ موت کہنے سے تو آپ کی سٹی گم ہو جائے گی"۔ آفتاب کی آواز سنائی دی۔

"بھئی اس بے چارے کے پیچھے نہ پڑو۔۔۔ ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔۔۔ یہی کیا کم ہے"۔ محمود بولا۔

"تب پھر کیا تمہارے پیچھے پڑیں"۔ آصف بولا۔

"میرے پیچھے پڑ کر تمہیں کیا ملے گا؟؟"

"اس سفر کے دوران باتیں کم سے کم کریں۔۔۔ ورنہ آکسیجن جلد ختم ہو جائے گی"۔ گبون نے خبردار کیا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ پہلے کیوں نہ بتا دیا اس وقت تک تو ہم نہ جانے کتنی باتیں کر چکے ہیں"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اور یہ بات کر کے بھی تو تم نے آکسیجن کم کر ڈالی"۔ آفتاب بول اٹھا۔

"زیادہ تو تم نے بھی نہیں کی"۔ مکھن مسکرا دیا۔

"ہاں! تم نے تو بہت زیادہ کر دی ہے نا"۔ آفتاب جل گیا۔

"یہ تو ہرگز بھی چپ نہیں ہوں گے"۔ انسپکٹر جمشید تلملا کر بولے۔

"ہوں گے انسپکٹر جمشید ضرور ہوں گے... لیکن جب آکسیجن ختم ہو جائے گی تب"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"سب لوگ آکسیجن ختم کرنے پر تل گئے ہیں، لیکن نام صرف ہمارا بدنام ہو گا"۔ آصف نے گویا اعلان کیا۔

"اچھا خاموش... اب کوئی نہیں بولے گا... اور بولنا ہو تو پہلے اجازت لے گا... وہ بھی بول کر نہیں... ہاتھ کے اشارے سے"۔ پروفیسر داؤد نے چلا کر کہا۔

"ہائیں... پروفیسر انکل... آپ کی آواز میں اس قدر سختی؟" شوکی کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"حد ہو گئی... اب ان کی کسر رہ گئی تھی بس"۔ محمود، شوکی کی طرف مڑا۔

"خیال رہے... ہم سمندر میں ہیں... وہ بھی سمندر کی تہ میں... بلکہ اب تو اس سے بھی آگے جانے والے ہیں"۔

"ارے باپ رے... یہ کتنی بڑی مچھلی ہمارے راستے میں آ رہی ہے"۔ خان رحمان جلدی جلدی کہہ گئے۔

"فکر کرنے کی ضرورت نہیں... ایک شعاعی پستول ان کے لیے کافی ہے"۔ پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

"ارے تو کیا... یہ پستول پانی میں بھی کام کریں گے"۔

"بالکل... پانی اس شعاع کا کچھ نہیں بگاڑتا... میں یہ تجربہ کر چکا ہوں"۔

"اوہ تب تو ٹھیک ہے... پھر یہ مچھلی کیا... ایسی کئی آ جائیں"۔

اور پھر مچھلی منہ کھولے انہیں اپنی طرف آتی دکھائی دی... انسپکٹر جمشید نے فوراً پستول نکالا اور ایک فائر کر دیا... شعاع اس کے جسم سے ٹکرائی... وہ فوراً الٹ گئی اور پھر انہوں نے اسے ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔

"بھئی واہ... اس پستول کی موجودگی میں تو بڑی سے بڑی مچھلی ہمارے مقابلے میں نہیں ٹک سکے گی"۔ فرحت خوش ہو گئی۔

"لیکن ہم مچھلیوں کے مقابلے میں نہیں اس نئی مخلوق کے مقابلے میں نکلے ہیں"۔ رفعت نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو میں بھول ہی گئی"۔ فرحت بولی۔

"بہت بری بات ہے فرحت... بات بے بات ہر بات بھول جاتی ہو... بھولنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے"۔

"خاموش... آکسیجن کا بھی خیال کر لو"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہاں واقعی... اگر اوپر پہنچنے سے پہلے آکسیجن ختم ہو گئی تو مچھلیاں ہماری لاشیں چٹ کر جائیں گی اور ڈکار بھی نہیں ماریں گی"۔ خان رحمان نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہمیں اس سے کیا فرق پڑ جائے گا"۔ منور علی خان مسکرائے۔

"جی... کس سے انکل"۔ آصف بول اٹھا۔

"میرا نام کس سے انکل نہیں ہے"۔ منور علی خان نے بھنا کر کہا۔

"آپ بالکل غلط سمجھے... میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ کس بات سے کیا فرق پڑ جائے گا"۔

"مچھلیاں ہمیں کھا کر ڈکار مارتی ہیں یا نہیں... میرا مطلب ہے ان کے ڈکار مارنے یا نہ مارنے سے کیا فرق پڑ جائے گا"۔

"اوہ ہاں... انکل... خیر... میرا خیال ہے... اب خاموشی ہی بہتر رہے گی"۔

اور پھر وہ سوراخ کے پاس پہنچ گئے... یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ اس میں سے بحری جہاز گزر سکتا تھا۔

"یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے سمندر میں سرنگ بنائی گئی ہے"۔ آصف نے جلدی سے کہا۔

"بھئی واہ... سمندر میں سرنگ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق چہکا۔

"سمندر میں سرنگ سے بہتر نام رہے گا سمندر کی سرنگ"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"بلکہ سرنگ کا سمندر"۔ محمود ہنسا۔

"کیا کہا... سرنگ کا سمندر... یہ کیا نام ہوا بھلا"۔ اشفاق کے منہ سے نکلا۔

"بس... اب یہ گیس ختم کر کے چھوڑیں گے"۔ پروفیسر بولے۔

"اگر اب کوئی بولا... تو میں اسے اٹھا کر پھینک دوں گا"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"لیکن کہاں پھینک دیں گے... سمندر سے سمندر میں"۔

اور پھر یک دم خاموشی ہو گئی... ہر کسی نے آکسیجن کے ختم ہونے کے خوف سے ہونٹ بھینچ لیے... عین اس وقت وہ سرنگ میں داخل ہو گئے... سرنگ میں بھی ہر طرف رنگ برنگ چھوٹی بڑی مچھلیاں اور دوسرے سمندری جانور آ جا رہے تھے یوں لگتا تھا جیسے سرنگ میں کوئی میلا لگا ہوا ہے... جس کو دیکھنے کے لیے یہ مچھلیاں جا رہی تھیں اور وہاں سے آ رہی تھیں۔

"یہاں جب سوراخ نہیں تھا... تو یہ جگہ سمندر کی تہ تھی اور بس... اس کا مطلب ہے... انشارجہ کا سونے کا جہاز واقعی اس سوراخ سے باہر چلا گیا تھا... تبھی تو وہ نہیں مل سکا آج تک"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اب آپ بولے ہیں"۔

"بھئی ضرورت کے تحت بات کرنے سے کوئی نہیں روک رہا"۔ گبون نے ہنس کر کہا۔

"اوہ اچھا... تب تو ٹھیک ہے"۔

"ہاں جمشید... تم ٹھیک کہتے ہو... شاید وہ جہاز اس نئی مخلوق کے ساحل پر ملے گا"۔

"اوہ... ہم... ہم اس کا کیا کریں گے... کیا واپس لا سکیں گے"۔

"اگر وہ چلنے کے قابل ہوا تو... ورنہ کیسے لا سکیں گے"۔

"سس... سونے کا جہاز"۔ منور علی خان ہکلائے۔

"کک... کیا کیا... سونے کا جہاز"۔ ٹی ایس ایم کی آواز ابھری۔

اچانک ایک خیال انسپکٹر جمشید کے دماغ میں بجلی کی طرح کوندا... وہ فوراً سرسری انداز میں بول اٹھے۔

"بھئی... ان حالات میں سونے کے جہاز کی کسے پڑی ہے... کیوں مسٹر رتونگا"۔

"نہیں بھئی... سونے کا جہاز بھی بہت اہم ہے... ہمارے ملک کا اتنا سونا سمندر میں غرق ہو جانے سے ہمیں بہت فرق پڑا ہے... ٹنوں کے حساب سے سونا تھا اس میں"۔

"لیکن... وہ لے جایا کہاں جا رہا تھا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے

کہا۔

"یہ بات صرف اور صرف اوپر والوں کو معلوم ہے... جیرال سے اوپر والوں کو... میرا مطلب ہے... مسٹر جیرال تک کو معلوم نہیں"۔ گبون نے کہا۔

"ہاں جمشید... یہ ٹھیک ہے... لیکن ہم سونے کے جہاز کے لیے نہیں... اس مخلوق کا انتظام کرنے کے لیے آئے ہیں' اس بات کا خیال رہے"۔ جیرال نے کہا۔

"بہت خوب' خیال رہے گا"۔

عین اس لمحے ان کے لباس میں لگے بلب بجھ گئے... سرنگ میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔

"ارے یہ کیا ہوا... اس قدر اندھیرا"۔

انہوں نے خان رحمان کی آواز سنی... ساتھ میں ان کی چیخ لہروں پر لہرا گئی۔

○☆○
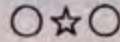
اف مالک

ان سب نے ایک دوسرے کی چیخیں سنی اور لرز کر رہ گئے... وہ سمجھ نہیں پائے تھے کہ کیا ہوا ہے؟ ان کے لباسوں کے بلب کیوں بجھ گئے ہیں... پھر یہ کہ ان پر کیا قیامت ٹوٹی ہے کہ وہ چیخ اٹھے ہیں... مطلب یہ کہ وہ چیخ بھی رہے تھے اور چیخنے کی وجہ بھی انہیں معلوم نہیں تھی... پھر انہیں یوں لگا جیسے وہ سب کسی جال میں پھنس گئے ہوں... مچھلیاں پکڑنے کے جال میں... انہوں نے ہاتھ پیر مار کر دیکھا... وہ واقعی جال تھا۔

"یہ... یہ تو جال ہے"۔ شوکی کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہاں! یہ جال ہے... ہر لحاظ سے جال... محمود... اپنا چاقو نکالنا ذرا"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"لل... لیکن ابا جان... چاقو کا کیا کریں گے بھلا... اگر ہم اس کو کاٹ بھی ڈالتے ہیں تو آگے سفر کس طرح کریں گے... پہلے تو بلب جلنے چاہئیں"۔ محمود کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تم بھی ٹھیک کہتے ہو... خیر... میرا خیال ہے... اب ہمیں

جال میں ہی سفر کرنا ہو گا"۔

"جج... جال میں سفر"۔ فاروق ہکلایا۔

"ہاں کیوں... کیا بات ہے... یہ جال میں سفر نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا"۔

"مم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"خدا ہو گئی... اسے ان حالات میں ناولوں کے ناموں کی پڑی ہے... بے کوئی تک... ارے میاں جاؤ"۔ مکھن نے جھلا کر کہا۔

"جاؤں کہاں... سب کے ساتھ جال میں پھنسا ہوا ہوں اور آج زندگی میں پہلی بار خود کو مچھلی محسوس کر رہا ہوں"۔ فاروق نے کہا۔

"خدا کا شکر کرو... خود کو مچھلی محسوس کرنے کے قابل تو ہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ارے... جال کو تو واقعی کھینچا جا رہا ہے"۔

"ہاں! یہی لگتا ہے... لیکن اس اندھیرے کا کیا کریں"۔ خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"اندھیرے کا ہم بے چارے کیا کریں گے انکل... اب تو اندھیرا ہمارا کچھ کرے گا"۔ آفتاب کی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے... ہم نئی مخلوق کے قابو میں آ گئے ہیں"۔

"ارے! ہاں... یا... پی سی ای... وہ تمہارا جن دوست کہاں ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"تمہارے ساتھ ہی ہو گا۔۔۔ اور انکل میرا نام ٹی ایس ایم ہے"۔

"یہ نام ہی ایسا ہے۔۔۔ میرا کیا قصور۔۔۔ خیر۔۔۔ اس کے کان میں میری ایک بات کہہ دو"۔

"جج۔۔۔ جن کے کان میں"۔ ٹی ایس ایم ہکلایا۔

"کیوں۔۔۔ کیا جنوں کے کان نہیں ہوتے"۔

"ہوتے تو ہیں۔۔۔ آخر وہ سنتے ہیں"۔

"تو کہہ دو۔۔۔ یا پھر اسے کہو۔۔۔ اپنا کان میرے منہ کے پاس لے آئے"۔

"ایک منٹ انکل۔۔۔ میں اس سے رابطہ کرتا ہوں"۔ ٹی ایس ایم نے کہا، پھر اس کی سرگوشی گونج گئی۔۔۔ لیکن چونکہ اس وقت وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھے۔۔۔ اور آلات کے ذریعے ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے تھے۔۔۔ اور جن غوطہ خوری کے لباس میں نہیں تھا۔۔۔ لہٰذا اس کی آواز نہ سن سکا۔

"نہیں انکل۔۔۔ بات نہیں بن رہی"۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ اگر کسی طرح اس سے رابطہ ہو جائے تو مجھ سے بات کرا دینا"۔

"او کے انکل"۔

"کیا ہم اسی طرح سفر کرتے رہیں گے جمشید"۔ پروفیسر داؤد پریشان آواز میں بولے۔

"مجبوری ہے پروفیسر صاحب"۔ انہوں نے کہا۔

اور ان کا یہ انوکھا ترین سفر۔۔۔ اندھیرے میں اور جال میں اور غوطہ خوری کے لباس میں اور سمندر کے نیچے جاری رہا۔۔۔ وہ نہیں جانتے تھے۔۔۔ کون انہیں کھینچے لے جا رہا ہے۔۔۔ آخر کئی گھنٹے کے سفر کے بعد انہوں نے خود کو پانی کی سطح پر دیکھا اور روشنی بھی نظر آئی۔۔۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

وہ سب ایک جال میں الجھے ہوئے تھے۔۔۔ بالکل مچھلیوں کی طرح۔۔۔ ساتھ ہی انہوں نے راٹور کا قہقہہ سنا۔

"ارے ہائیں۔۔۔ یہ تو اپنے رنکل آٹور ہیں"۔ شوکی ہکلایا۔

"او بھائی۔۔۔ رنکل نہیں۔۔۔ انکل"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اور آٹور نہیں۔۔۔ راٹور۔۔۔ برا مان جائیں گے ہم پہلے ہی ان کے قابو میں ہیں۔۔۔ اور ہیں بھی شاید نئی مخلوق کی نئی دنیا میں"۔

"اوہ۔۔۔ ہم۔۔۔ معاف کرنا"۔

"کیوں۔۔۔ بھئی کیسی رہی"۔ انہوں نے راٹور کی آواز سنی۔۔۔ اپنے سروں پر سے انہوں نے لباس اتار لیے تھے۔

"ہمیں کیا معلوم۔۔۔ کہ کیسی رہی۔۔۔ یہ تو آپ وضاحت کریں کہ کیسی رہی"۔

"میں تم لوگوں کو اس طرف اس لیے لے آیا ہوں کہ ان کے پاس لے جانے سے پہلے تم سے دو دو باتیں کر لوں"۔

"کیا مطلب... ان کے پاس لے جانے سے پہلے"۔

"ہاں! جب تم لوگ سرنگ میں داخل ہوئے تھے... تو انہیں پتا چل گیا تھا... انہوں نے مجھے بھیجا کہ راستے سے ہی تم لوگوں کو گرفتار کر کے لایا جائے... لہٰذا میں تم لوگوں کو گرفتار کر لایا... لیکن ابھی ان کے سامنے نہیں پہنچایا تمہیں... بلکہ اس طرف لے آیا ہوں"۔

"اچھی بات ہے... کہئے... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"انسپکٹر جمشید... اس کی باتوں میں نہ آؤ... یہ بہت زیادہ چالاک ہے"۔ جیرال چلا کر بولا۔

"بات سن لینے میں کیا حرج ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے... خود جان لیں گے کہ میری بات غلط نہیں تھی"۔

"وہ ٹھیک ہے... لیکن اس وقت تو ہم ان کی بات سننے پر ویسے بھی مجبور ہیں"۔

"سن کر مان لینے پر تو مجبور نہیں"۔ جیرال چلایا۔

"ہاں! یہ تو ہے... خیر ہم صرف سن لیتے ہیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے... سن لیں"۔ جیرال نے منہ بنایا۔

"آخر ہم ان کی بات سننے سے کیسے روک سکتے ہیں"۔

"کانوں میں انگلیاں دے کر"۔ جیرال چلایا۔

"نہیں... ہم ایسا نہیں کریں گے... آپ کو یاد ہو گا... ہم نے

ایک شرط یہ رکھی تھی کہ کام ہم اپنے طریقے سے اور اپنی مرضی سے کریں گے"۔

"ہاں! مجھے یاد ہے... خیر پھر بات کر لیں گے"۔

اور پھر انسپکٹر جمشید راتور کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"جس تعلق سے ٹکر لینے آئے ہیں آپ لوگ... وہ کروڑوں ہیں... خیر یہ آپ کا کام ہے... لیکن اگر میں چاہوں تو آپ کو یہاں سے بھی آگے نہ جانے دوں... اس جال سمیت آپ لوگوں کو دوبارہ سمندر میں پھینک دوں... وہ بھی اس طرح کہ یہ لباس اتار دیئے جائیں... یوں بھی... یہ لباس کب تک آکسیجن مہیا کریں گے... سمندر میں جونہی یہ آکسیجن مہیا کرنا بند کریں گے... آپ لوگوں کی لاشیں مچھلیاں کھا جائیں گی... یہ ہے انجام آپ لوگوں کا... لیکن ایک دوسری صورت بھی ہے"۔

"اور وہ دوسری صورت کیا ہے؟"

"یہ کہ تم لوگ صرف جیرال اور اقبال کو سمندر میں غرق کر دو... یعنی اپنے ہاتھوں سے... اس صورت میں میں تمہیں آگے جانے دوں گا... بلکہ تمہیں کھلی چھٹی دوں گا... تم لوگ یہاں جی بھر کر گھومنا پھرنا... اور تعلق کو ختم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا... انہیں یا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا... لیکن شرط یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھوں

سے ان دونوں کو غرق کر دو"۔

"اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو"۔

"تو پھر میں تم سب کو اس جال سمیت سمندر میں غرق کر دوں گا"۔

"آخر آپ ہمارے ہاتھوں یہ کام کیوں لینا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"ان کے آخری لمحات میں انہیں احساس دلانا چاہتا ہوں کہ دیکھو... میں کتنا طاقتور ہوں... انہیں ان کے ساتھیوں کے ذریعے موت کے گھاٹ اتروا رہا ہوں"۔

"نن نہیں"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"تو پھر... کیا فیصلہ ہے تم لوگوں کا؟"

"ہم ایسا نہیں کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں انسپکٹر جمشید... تمہیں ایسا کرنا ہو گا... دنیا کی بھلائی کے لیے تم ایسا کر گزرو"۔ جیرال کی آواز سنائی دی۔

"آخر ہم کیسے یہ کام کر گزریں... آپ کو اپنے ساتھ لائے ہیں"۔

"تب پھر تم سب ڈوبنے کے لیے تیار ہو جاؤ... اس جال کے ساتھ ایک ٹن وزن رکھ دو... اور ان کے غوطہ خوری کے لباس تار تار کر دو... اس کے بعد انہیں سمندر میں چھوڑ دو"۔ راٹور نے اپنے

ماتحتوں کو حکم دیا... وہ ان کے پیچھے غلاموں کی طرح آ کھڑے تھے۔ اور یہ سب کے سب نئی مخلوق تھے۔

"مسٹر راٹور... اتنا ظلم نہ کریں... زندگی میں پہلی بار اگر ہم یہاں آ ہی گئے ہیں تو اس دنیا کو بھی گھوم پھر کر دیکھ لینے دیں... ہم بھی کیا یاد کریں گے اپنی دنیا سے باہر نکل کر ایک اور دنیا اور اس کی مخلوق کو دیکھ رہے ہیں"۔

"نہیں... یہ حق تم لوگوں کو صرف اس صورت میں ملے گا... جب تم اپنے ان دو ساتھیوں کو سمندر کے حوالے کر دو گے"۔ راٹور مسکرایا۔

"بھائی کیوں ہم سے کھیل رہے ہیں... ہم کھلونے نہیں"۔

"تو پھر اور تم لوگ کیا ہو... میرے نزدیک تو اب تم کھلونے بھی نہیں ہو کہ تم سے دل بہلا سکوں"۔

"حد ہو گئی... اب آپ ہماری اس حد تک تو بے عزتی نہ کریں"۔ شوکی جھلا اٹھا... باقی مسکرا دیے۔

"اچھا میرا وقت نہ ضائع کرو... میری شرط مانتے ہو یا نہیں"۔

"انسپکٹر جمشید... ان کی شرط مان لو"۔

جیرال کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... عین اس وقت راٹور اچھل کر دور جا گرا تھا... اس کے ماتحت بوکھلا اٹھے... ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کیا ہوا۔

"اے... خبردار"۔ راٹور چلایا۔

"کک... کس سے کہہ رہے ہیں مسٹر راٹور"۔

"اپنے ساتھی کو روکو مسٹر جیرال... ورنہ انجام بہت بھیانک ہو گا"۔

"کون ساتھی... کیا مطلب؟"

"یہ شرارت ابطال کی ہے"۔

"نہیں... بالکل غلط... میں تو یہ کھڑا ہوں... ادھر"۔ جال کے پاس سے ابطال کی آواز سنائی دی۔

"تت... تب پھر... یہ کون تھا... جس نے مجھے اٹھا کر پٹخ دیا"۔

"ہو گا کوئی جن بھوت... ہمیں کیا پتا... ویسے کیا اس دنیا میں جن بھوت ہیں"۔

"پپ... پتا نہیں... پوچھوں گا... کیا تم کوئی جن بھوت ساتھ لے کر آئے ہو"۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر راٹور... آپ کو ہم غریبوں سے ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

اسی وقت راٹور ایک بار پھر فضا میں بلند ہوا اور دور جا گرا۔

"ارے ارے... یہ کیا... ہائیں"۔ راٹور مارے خوف کے چلا اٹھا۔

"میں ادھر ہوں... مسٹر راٹور"۔ ابطال نے بلند آواز میں کہا۔

"حد ہو گئی... تو پھر... آخر یہ کون ہے؟"

"میرا خیال ہے... یہ ضرور کوئی جن وغیرہ ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کک... کیا اسے روک سکتے ہیں آپ لوگ"۔

"ہاں... ہم کچھ منتر وغیرہ پڑھ سکتے ہیں"۔

"اوہ تو پھر پڑھیں"۔ راٹور چلا اٹھا۔

"آپ اپنی شرط واپس لے لیں"۔

"او کے... شرط واپس لی... اب تم لوگ اس دنیا میں جیرال اور مسٹر ابطال کے ساتھ بھی گھوم پھر سکتے ہو... لیکن اس سے پہلے تم لوگوں کو اس سرزمین کے حکمران کے سامنے پیش ہونا ہے... وہاں تم اپنی طاقت کا مظاہرہ کرو گے"۔

"طاقت کا مظاہرہ... کیا مطلب؟" وہ حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! طاقت کا مظاہرہ... یہاں کے حکمران اور باقی سب لوگوں کو تم لوگوں کی آمد کا پتا ہے... یہاں کوئی کسی سے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں کرتا... البتہ حکمران اور عوام چاہتے ہیں کہ یہ اندازہ لگا لیا جائے کہ ہاتھ پیر کی لڑائی میں کون سی دنیا کی مخلوق طاقت ور ہے"۔

"او کے... ہم اپنی طاقت ضرور دکھائیں گے"۔

"آج کے دن تم لوگ آرام کرو گے... کل تمہیں دربار میدان میں پیش کیا جائے گا"۔

"دربار میدان؟"

"ہاں۔۔۔ ایک بہت بڑا میدان۔۔۔ اس قدر بڑا کہ تم نے اپنی دنیا میں دیکھا نہیں ہو گا۔۔۔ وہاں ایک کروڑ کے قریب عوام بیٹھ کر کھیل دیکھ سکتے ہیں۔۔۔ اور ہر سیٹ کے ساتھ دوربینیں بھی نصب ہیں۔۔۔ مائیک بھی نصب ہیں۔۔۔ گویا آواز بھی ہر آدمی تک بالکل صاف آتی ہے اور دیکھ بھی بالکل صاف سکتے ہیں۔۔۔ اور وہیں ایک طرف حکمران کا تخت ہو گا۔۔۔ اونچی جگہ۔۔۔ تم نے ایسے انتظامات پہلے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے۔۔۔ ان لوگوں کو جال سے نکال دیا جائے"۔ راٹور نے کہا۔۔۔ پھر چونک کر یہ جملہ ان کی زبان میں کہا۔

وہ جال کو کھولنے لگے۔۔۔ آخر وہ باہر آ گئے۔۔۔ اپنے غوطہ خوری کے لباس بھی یہیں اتار دیں۔۔۔ اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ آپ لوگ اپنی دنیا سے واپس نہیں جا سکیں گے"۔

"مطلب نہیں"۔ ٹی ایس ایم نے بوکھلا کر کہا۔

"ان کے لباس جلا دیئے جائیں۔۔۔ تاکہ یہ واپس جانے کا خیال تک دلوں سے نکال دیں"۔

"لیکن مسٹر راٹور۔۔۔ ان لباسوں کو جلانے کا آپ کو کیا فائدہ ہو گا"۔

"یہ تم ان کے ذریعے واپس جانے کی کوشش کر سکتے ہو"۔ اس نے کہا۔

"آپ کی مرضی"۔

ان کی آنکھوں کے سامنے غوطہ خوری کے لباسوں کو آگ لگا دی گئی۔۔۔ وہ حسرت زدہ انداز میں ان کو جلتے دیکھتے رہے۔۔۔ ان کے سائنس دانوں نے یہ لباس بہت مہارت اور محنت سے تیار کیے تھے۔۔۔ ان میں آٹومیٹک لائٹیں اور آکسیجن کا انتظام کیا تھا۔

"ان لباسوں کے جلنے پر افسوس سا ہو رہا ہے"۔ منور علی خان بولے۔

"افسوس ان کے جلنے کا نہیں۔۔۔ اس بات کا ہو رہا ہے کہ اب بھی واپس نہیں جا سکو گے"۔

"اوہو۔۔۔ وہ۔۔۔ اس طرف کیا چیز ہے؟" ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔۔۔ وہ دور ساحل پر کوئی بڑی سی چیز دیکھ کر چونکی تھی۔

"یہ۔۔۔ دیکھو گے اس چیز کو۔۔۔ اچھا آؤ"۔ راٹور نے ہنس کر کہا۔

اور پھر وہ سب اس طرف چل پڑے۔۔۔ نزدیک ہونے پر انہوں نے جان لیا کہ۔۔۔ کوئی بحری جہاز تھا۔

"ارے! یہ تو بحری جہاز ہے"۔

"ہاں! بحری جہاز"۔ راٹور نے کہا۔

"تو اس مخلوق نے بحری جہاز بھی بنا لیے ہیں"۔

"یہ تو بہت پرانی بات ہے"۔

"لیکن یہ جہاز اس جگہ کیوں کھڑا ہے۔۔۔ یہاں تو کوئی بندرگاہ

نہیں ہے"۔

"آؤ... دکھاتا ہوں"۔

اور پھر وہ نزدیک پہنچ گئے... انہوں نے دیکھا... وہ جہاز ٹوٹا پھوٹا اور پرانا سا لگ رہا تھا۔

"ارے... کک... کہیں... کہیں یہ... وہی تو نہیں"۔ جیرال اچھل پڑا۔

"ہاں! یہ وہی ہے... اور اسے بھی بالکل اسی طرح کھینچ کر لایا گیا ہے... جس طرح تم لوگوں کو... ویسے مخلوق پہلے یہ خیال کر بیٹھی تھی کہ اس میں دشمن فوجی آ رہے ہیں... جب دیکھا تو اس میں سونا تھا"۔

"تت... تو کیا... سونا اس دنیا کے لیے بھی قیمتی دھات ہے"۔

"نہیں... یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں... اس لیے اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا"۔

"بہت خوب کیا ہم اس کو اندر سے دیکھ سکتے ہیں"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔

وہ اس جہاز پر چڑھ گئے... راٹور اور اس کے ساتھیوں نے ان کے ساتھ اوپر آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"یار ایف بی پی"۔ انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"دس... سر... کچھ تو خیال کریں"۔ ٹی ایس ایم نے لرزتی

آواز میں کہا۔

"کک... کیوں... کیا ہوا؟" وہ بولے۔

"ٹی ایس ایم"۔ اس نے کہا۔

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے... معافی چاہتا ہوں"۔

"نہیں سر... یہ نہ کہیں"۔ اس نے فوراً کہا۔

"یہ تمہارا دوست جن ہی تھا نا... جس نے راٹور کو اٹھا کر پٹخ دیا تھا"۔

"ہاں سر... وہ ہی تھا"۔

"سنو... میں اس سے ایک کام لینا چاہتا ہوں"۔

"اور وہ کیا"۔

انسپکٹر جمشید اس کے کان میں کچھ کہتے چلے گئے... یہ الفاظ وہ ارسی میں کہہ رہے تھے... ظاہر ہے... یہ مخلوق اب انگریزی اور اردو جھنے لگی تھی... زیادہ نہیں تو کسی حد تک ضرور سمجھتی تھی... ان کی ت سن کر ٹی ایس ایم بہت زور سے اچھلا... پھر اس نے کہا۔

"مم... میں سمجھ گیا سر"۔

"اف مالک... ارے باپ رے... ات... ات... نا... سونا"۔

انہوں نے منور علی خان کی آواز سنی... خان رحمان تو پھٹی پھٹی نکھوں سے سونے کے انبار دیکھ رہے تھے... جب کہ باقی لوگ بھی ت بن کر رہ گئے تھے... ایسے میں انہوں نے ایک بھیانک آواز سنی۔

وہ سب زور سے اچھل پڑے۔

"یہ... یہ... یہ آواز کیسی تھی؟" شوکی ہکلایا۔

"معلوم نہیں... آؤ دیکھتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

○☆○
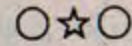
پہاڑوں کا شہر

ہولناک آواز نے ان کی سٹی گم کر دی... وہ سونے کو بھول گئے اور جہاز سے باہر کی طرف دوڑ پڑے... باہر نکل کر انہوں نے ایک خوفناک منظر دیکھا... راٹور کے پانچ ساتھی زمین پر پڑے تڑپ رہے تھے... راٹور ان کے پاس کھڑا انہیں پریشان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟" منور علی خان کی آواز نے راٹور کو چونکا دیا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں ان پر جم گئیں۔

"یہ میرے پانچ ماتحت... تڑپ رہے ہیں... کیا اب بھی مسٹر ابطال کہیں گے کہ ان کے سروں پر وار انہوں نے نہیں کیے"۔ وہ گرجا۔

"ہاں مسٹر راٹور... یہ کام میرا ہے"۔ ابطال کی آواز سنائی دی۔

"گویا تم میرے خلاف جنگ شروع کر رہے ہو"۔

"یہ تو اب کرنا ہو گا... ہم سب سے پہلے تم سے نجات حاصل کرنا پسند کریں گے... اس مخلوق سے ہم بعد میں نبٹ لیں گے"۔ ابطال نے بلند آواز میں کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔ تم لوگ میری مدد کے بغیر یہاں کچھ نہیں کر سکو گے"۔

"پروا نہیں۔۔۔ لیکن ایک غدار کو ہم نہیں چھوڑیں گے"۔

اس کے ساتھ ہی راٹور کے پانچ اور ساتھی گر کر تڑپنے لگے۔۔۔ جس کا مطلب تھا۔ اقبال بہت تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔۔۔ ایسے میں اس کے ماتحتوں نے شعاعی پستول نکال لئے۔

"اب ہم فائر کیے بغیر نہیں رہیں گے مسٹر راٹور"۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم سب میدان میں اتریں گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید راٹور کی طرف جھپٹے۔۔۔ راٹور بھی حرکت میں آ گیا۔ باقی لوگ راٹور کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔۔۔ سونے کے جہاز کے پاس میدان میں خون ریز لڑائی شروع ہو گئی۔۔۔ کچھ فاصلے پر سمندر موجیں مار رہا تھا۔۔۔ اور کھلا آسمان انہیں یہاں بھی نظر آ رہا تھا۔۔۔ سورج بھی چمک رہا تھا۔۔۔ راٹور نے ایک چھلانگ لگائی۔۔۔ اور ان کے سر پر ہاتھ مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔۔۔ وہ چکرا کر گرے۔۔۔ ادھر سے انسپکٹر کامران مرزا نے راٹور کی طرف چھلانگ لگائی۔۔۔ لیکن ان کے سر پر بھی راٹور ہاتھ جھاڑنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔ وہ بھی دھڑام سے گرے۔۔۔ چھوٹی پارٹی راٹور کے ماتحتوں سے بھڑ چکی تھی۔۔۔ وہ تابڑ توڑ وار کر رہی تھی۔۔۔ انہوں نے جو انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کو گرتے دیکھا تو گھبرا گئی۔۔۔ لیکن اپنے محاذ کو کوئی

بھی نہ چھوڑ سکا۔۔۔ اتنی دیر میں خان رحمان اور منور علی خان ایک ساتھ راٹور پر حملہ آور ہوئے۔۔۔ منور علی خان کے ہاتھ میں ایک شکاری چاقو تھا۔۔۔ شکاری چاقو دیکھ کر محمود چلا اٹھا۔

"انکل۔۔۔ چاقو سے وار ہرگز نہ کریں۔۔۔ ورنہ آپ کو بجلی کا زبردست جھٹکا لگے گا"۔

"اوہو اچھا"۔ منور علی خان نے چونک کر کہا اور پھر انہوں نے خنجر دور پھینک دیا۔۔۔ دونوں نے ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے راٹور پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔۔۔ ایک ساتھ آگے بڑھے۔۔۔ ایک ساتھ اچھلے۔۔۔ لیکن راٹور ان کے درمیان سے اس طرح نکل گیا جیسے، کوئی تیر نکل جائے۔۔۔ یہی نہیں۔۔۔ وہ آگے جا کر پلٹا اور بلا کی رفتار سے دوڑتا ہوا آیا اور ان دونوں کے سروں پر ایک ایک ہاتھ رسید کرتا ہوا دور نکل گیا۔

ادھر اقبال دھڑا دھڑ راٹور کے ماتحتوں کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔۔۔ لیکن دوسری طرف کا منظر دیکھ کر آصف چلا اٹھا۔

"مسٹر اقبال۔۔۔ ان لوگوں کو ہم دیکھ لیں گے۔۔۔ آپ راٹور کی طرف دھیان دیں"۔

"اوہ تت۔۔۔ تو کیا"۔ اقبال بات پوری نہ کر سکا۔

"ہاں۔۔۔ یہی بات ہے"۔ آصف نے کہا۔

اچانک انہوں نے راٹور کو منہ کے بل گرتے دیکھا۔۔۔ ساتھ ہی

وہ چلا اٹھا۔

"کاش میں تمہیں دیکھ سکتا۔۔۔ پھر بتاتا میں تمہیں"۔

ابطال منہ سے کچھ نہ بولا۔۔۔ ساتھ ہی انہوں نے راٹور کے سر سے خون ابلتے دیکھا۔۔۔ اب انہوں نے ابطال کو قہقہہ لگاتے دیکھا۔

"ہاہاہا۔۔۔ دنیا کے خطرناک ترین اور خوفناک ترین آدمی کو میں نے گرا دیا۔۔۔ اس کا سر پھاڑ دیا۔۔۔ ہاہاہا"۔

"مسٹر ابطال۔۔۔ اتنا نہ ہنسیں۔۔۔ اس کے ایک آدھ زبردست سا ہاتھ اور رسید کر دیں اور باقی لوگوں کی طرف توجہ دیں۔۔۔ یہ کافی تعداد میں ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔

راٹور کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکل گئی۔۔۔ وہ بری طرح تڑپنے لگا۔۔۔ اس کے سینے سے بھی خون نکلتا نظر آیا۔۔۔ ادھر اس کے ماتحتوں کی مصیبت آئی ہوئی تھی۔۔۔ چھوٹی پارٹی انہیں تگنی کا ناچ نچا رہی تھی۔۔۔ ابطال راٹور کی طرف سے فارغ ہوا اور ان کی طرف آیا تو ان میں ہلچل اور بڑھ گئی۔۔۔ رفتہ رفتہ انسپکٹر جمشید وغیرہ بھی ہوش میں آتے چلے گئے۔۔۔ اور وہ پھر اس جنگ میں شریک ہو گئے۔۔۔ ایک گھنٹے بعد میدان صاف تھا۔

انہوں نے انہیں اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینکنا شروع کر دیا۔۔۔ ایسے میں آصف کی آواز ابھری۔

"ہائیں۔۔۔ یہ مسٹر راٹور کہاں گئے۔۔۔ وہ یہیں تو پڑے تھے"۔

سب چونک اٹھے۔۔۔ اس جگہ کی طرف دوڑ پڑے۔۔۔ جس جگہ راٹور پڑا تھا۔۔۔ اس جگہ اس کے جسم کا خون ضرور پڑا تھا۔۔۔ لیکن۔۔۔ خود مسٹر راٹور وہاں نہیں تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ وہ کہاں چلا گیا"۔ ابطال نے گھبرا کر کہا۔

"شاید وہ بھاگ گیا ہے۔۔۔ اور اب تک اپنے نئے حکمرانوں کے پاس جا چکا ہے۔۔۔ خیر کوئی پروا نہیں۔۔۔ پھر ملاقات ہو جائے گی اس سے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ویسے مسٹر ابطال اس کے مقابلے میں کامیاب رہتے ہیں"۔

"اس لیے کہ یہ اسے نظر نہیں آتے۔۔۔ ورنہ تو وہ ان کی بھی چٹنی بنا دے۔۔۔ کم بخت بہت زیادہ طاقت ور ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

"ہم آگے جائیں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔۔۔ کہیں یہ کوئی مصنوعی دنیا تو نہیں ہے"۔

"ہم۔۔۔ مصنوعی دنیا۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"ہو سکتا ہو گا۔۔۔ ہم یہاں ناولوں کے نام سوچنے نہیں آئے"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔=

"یہ زمین۔۔۔ آسمان۔۔۔ سورج۔۔۔ سمندر۔۔۔ میدان۔۔۔ سب کچھ بالکل ہماری زمین کا سا ہے۔۔۔ کوئی فرق بھی تو نظر نہیں آتا"۔

"آئے بھی کیسے.... آخر یہ بھی تو زمین کا ہی ایک حصہ ہے.... یہ اور بات ہے کہ ہماری سرزمین کے لوگ اس حصے میں آباد نہیں ہیں.... یہاں اور مخلوق آباد ہے.... لیکن ابھی اس کا مکمل جائزہ نہیں لیا گیا.... فرق بھی ضرور ہوں گے"۔

"طاقت میں یہ مخلوق ہمارے مقابلے میں نہیں ٹک سکتی.... ہاں جدید ہتھیاروں کی وجہ سے یہ بہت خطرناک اور طاقت ور ہو چکی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اب یہ لوگ شاید ہمیں آزادانہ گھومنے پھرنے نہ دیں.... کیونکہ ہم نے آتے ہی خطرناک کھیل شروع کر دیا ہے"۔

"ان کے پستول ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.... لیکن زیادہ تعداد میں اگر یہ حملہ آور ہو گئے تو ہم کیا کریں گے ان کا"۔

"وہ بعد کی بات ہے.... اب جو بھی ہے.... ہم اس دنیا کو آگے بڑھ کر دیکھیں گے.... اپنی زمین کو ان کے خطرے سے نجات دلائیں گے.... کیا خیال ہے مسٹر جیرال"۔

"بالکل.... ہم نے اصل دشمن کو ٹھکانے لگا دیا ہے.... اب کوئی خطرہ نہیں"۔ جیرال نے کہا۔

"ٹھکانے کہاں لگا دیا ہے.... ابھی وہ زندہ ہے.... زندہ نہ ہوتا تو غائب کیسے ہوتا"۔

"کہیں پڑا زخم چاٹ رہا ہو گا.... اب جلد ہمارے مقابلے پر نہیں

آئے گا.... تم فکر نہ کرو"۔

"اچھی بات ہے.... آؤ پھر چلیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اور یہ سونے کا جہاز"۔

"اوہو.... بھئی اس کی یہاں کیا اہمیت.... اہمیت ہوتی تو یہ لوگ کب کا اس کو خالی کر چکے ہوتے"۔

"ہاں! یہ بھی ہے.... خیر.... آئیے چلئے"۔ جیرال نے کہا۔

اب سب لوگ آگے بڑھے.... لیکن اسی وقت ان گنت لوگوں کا لشکر آتا نظر آیا۔

"معلوم ہوتا ہے.... راٹور نے حکومت کو اطلاع دے دی ہے.... اور اب اس نے یہ لشکر بھیجا ہے.... ہم دشمن کی تعداد کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے.... پہلے ہی مسلسل سفر اور پھر اس لڑائی نے بری طرح تھکا دیا ہے.... لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کریں"۔

"مشکل یہ ہے کہ یہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں"۔ فاروق نے چاروں طرف دیکھا۔

"تب پھر.... کیوں نہ ہم خود کو ان کے حوالے کر دیں"۔ خان رحمان نے کہا۔

"بھئی واہ.... اس طرح تو یہ فوراً ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"ہر طرف موت نظر آ رہی ہے"۔

"لیکن ہم واپس سمندر کا رخ تو کر سکتے ہیں"۔ پروفیسر داؤد چلائے۔

"تب پھر.... یہاں آنے کا کیا فائدہ.... اب آئے ہیں تو کچھ تو کریں گے یا اپنی جانیں دیں.... یا پھر انہیں ٹھکانے لگائیں گے"۔

"یہ ان کا صرف ایک لشکر آ رہا ہے.... اتنے لشکر ان کے یہاں نہ جانے کتنے ہوں گے"۔

"جو سوچنا ہے.... ذرا جلدی سوچ لیں.... ایسا نہ ہو.... ہم کچھ سوچ بھی نہیں سکیں اور وہ ہم پر ٹوٹ پڑیں.... فرزانہ.... فرحت.... رفعت.... آج تمہاری عقلیں کہاں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"وہ ہیں تو یہیں.... لیکن لاچار سی محسوس ہو رہی ہیں"۔ فرزانہ بے چارگی کے عالم میں بولی۔

"ارے تو ان کو ہاتھ مارو"۔

تینوں نے واقعی اپنے سروں پر زور سے ہاتھ دے مارے۔

"ارے ارے.... میں نے محاورۃ" ہاتھ مارنے کے لیے کہا تھا"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا کر بولے۔

"ایسے میں محاورۃ" ہاتھ کام نہیں آئیں گے انکل"۔ فرحت مسکرائی۔

"ہائیں فرحت.... تم ان حالات میں بھی مسکرا سکتی ہو"۔ رفعت

حیران ہو کر بولی۔

"یہی تو وقت ہے مسکرانے کا.... جب سب کے چہروں پر مسکراہٹ بجھ گئی ہے"۔ فرحت بولی۔

"نن.... نہیں تو"۔ آفتاب نے باقی سب کی طرف دیکھا۔

سب پریشان ضرور تھے.... لیکن پھر بھی وہ ابھی مسکرا سکتے تھے۔

"چہروں پر مسکراہٹوں کے دیئے جلائے رکھو ساتھیو.... اور عقلیں دوڑاتے رہو.... بعض اوقات عقل سے وہ کام ہو جاتا ہے.... جو طاقت سے نہیں ہو سکتا"۔ منور علی خان کی شوخ آواز سنائی دی۔

وہ پھر سوچ میں ڈوب گئے.... ایسے میں پروفیسر داؤد چلائے۔

"ساحل پر دور تک درخت موجود ہیں.... ہم مقدار میں ہیں کتنے.... ان درختوں کے پیچھے چھپ جاتے ہیں"۔

"لیکن اس سے کیا ہو گا.... وہ سب درختوں کو گھیر لیں گے.... تو کیا ہم چھپے رہ جائیں گے"۔

"یہ درخت بہت اونچے ہیں.... ان پر چڑھ جاتے ہیں"۔ منور علی خان بولے۔

"حد ہو گئی.... ارے بھئی.... یہ درخت کاٹ دیں گے.... یا پھر خود بھی درختوں پر چڑھ آئیں گے.... اصل مسئلہ ان کی تعداد کا ہے.... کم از کم ایک لاکھ کے قریب تعداد ہے آنے والوں کی"۔

"تب پھر صبر کرتے ہیں اور خود کو ان کے حوالے کر دیتے

ہیں"۔ خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"یار تم فوجی ہو... تم بتاؤ نا... ایسے موقعوں پر کیا کیا جاتا ہے"۔

"خود کو دشمن کے حوالے کیا جاتا ہے... دشمن پکڑ کر جیلوں میں ڈال دیتا ہے... پھر حکومتوں کے آپس میں مذاکرات ہوتے ہیں... قیدیوں کے تبادلے ہوتے ہیں... لیکن یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا... ہم پوری ایک دنیا کے خلاف اس جگہ موجود ہیں... اور ان کی دنیا میں ہیں... بس صرف اتنا ہے کہ ان کے شعاعی پستول ہم پر اثر نہیں کر سکتے... اور دوسرے یہ کہ جسمانی طور پر ہم ان سے زیادہ مضبوط ہیں... لیکن جب ایک کے مقابلے میں دو چار سو ہوں گے تو یہ جسم بے چارے بھی کیا کریں گے"۔

"یہ سب باتیں ہمیں یہاں آنے سے پہلے سوچنا تھیں... اب کیا فائدہ"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

"تب پھر مسٹر شوکی... تم کوئی ترکیب بتا دو"۔

"ہاں کیوں نہیں... اس وقت مسٹر ابطال کوئی کام دکھا سکتے ہیں... مسٹر ابطال دوڑ کر آگے جائیں اور ان کی صفوں میں کھلبلی مچا دیں"۔

"لیکن میں اکیلا... آخر کتنی ہلچل مچا سکوں گا"۔

"جتنی بھی مچا سکتے ہیں مچا دیں... ہمیں آج کھلبلی کی بہت

ضرورت ہے"۔ فاروق نے پرجوش انداز میں کہا۔

"لیکن اس کا فائدہ کیا ہو گا؟"

"اوہو... آپ ذرا دوسری قسم کی کھلبلی مچائیں نا انکل جب خال"۔ رفعت نے چلا کر کہا۔

"جب خال نہیں... اب خال" ابطال نے جھلا کر کہا۔

"اوہ سوری... ہاں تو میں کھلبلی کی بات کر رہی تھی... آپ انہیں آپس میں لڑا دیں"۔

"آپس میں لڑا دوں"۔ ابطال نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! آپس میں لڑا دیں... کسی ایک کے مکا دے ماریں... آپ تو نظر نہیں آئیں گے... وہ خیال کرے گا... کسی نے اس کے مکا مارا ہے... لہٰذا وہ ساتھی والے سے لڑ پڑے گا... اتنی دیر میں آپ ان گنت لوگوں کو مکے مار چکے ہوں گے... بس وہ سب ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں گے... ہمیں موقع مل جائے گا... چکر کاٹ کر ہم نکل جائیں گے... جب انہیں ہوش آئے گا اور وہ اس طرف آئیں گے تو ان شاء اللہ میدان صاف پائیں گے"۔

"اوہ اوہ"۔ ان سب کے منہ سے نکلا۔

"ٹھیک ہے... میں جا رہا ہوں"۔

انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی... ایسے میں فرحت کی آواز گونجی۔

"ارے! یہ کام تو مسٹر جن بھی بہت خوبی سے کر سکیں گے"۔

"اوہ ہاں... یار مانو... آپ کہاں ہیں"۔

جن کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا... انہوں نے ادھر ادھر منہ کر کے آوازیں دیں... پھر سب ٹی ایس ایم کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ٹی ایس ایم... تمہارا دوست غدار نکلا... تمہیں مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ گیا"۔

"وہ ایسا ہے تو نہیں... اس میں تو ایک بات بھی انسانوں والی میں نے کبھی محسوس نہیں کی... آج یہ کیسے ہو گیا"۔ ٹی ایس ایم نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ... انسان غدار ہیں"۔

"انسانوں میں غدار ہیں... میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں... کیا میر جعفر اور میر صادق غدار نہیں تھے"۔

"بالکل تھے... سو فیصد تھے... ہو سکتا ہے... وہ ادھر ادھر گھومنے پھرنے نکل گیا ہو"۔

"یہاں آتے ہی تو ہمیں جنگ کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا... ان حالات میں وہ گھومنے پھرنے کیسے جا سکتا تھا"۔ محمود منہ بنایا۔

"خیر چھوڑو... یہ کام مسٹر ابطال ہی بہت کر لیں گے... جن صاحب جواب نہیں دیتے تو نہ سہی"۔

عین اس وقت انہوں نے نئی مخلوق کی صفوں میں زبردست گڑبڑ

کے آثار دیکھے... وہ ایک دوسرے کو مار رہے تھے... بے تحاشا انداز میں مار رہے تھے۔

اور پھر تو انہوں نے ان میں خوں ریز لڑائی ہوتے دیکھی... وہ ایک دوسرے پر اپنے ہتھیار استعمال کر رہے تھے۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے... نہ کہ اس منظر میں گم ہو جانا"۔

بس پھر کیا تھا... وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے... انہیں ایک بہت لمبا چکر کاٹنا پڑا... تب کہیں وہ اس مشکل کے راستے سے ہٹ سکے۔

"ارے... مم... مگر... ہم نے مسٹر ابطال کو تو ساتھ لیا ہے نہیں"۔

"میں ساتھ ہی ہوں"۔

"اوہ اچھا... شکریہ"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

اور پھر وہ دوڑتے چلے گئے... یہاں تک کہ انہیں رک جانا پڑا... اب کے سامنے اونچے نیچے پہاڑ تھے... لیکن بالکل سیاہ رنگ... ان پر گھاس پھوس یا درختوں کا نام و نشان نہیں تھا... بالکل چٹیل پہاڑ تھے۔

"یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے پہاڑوں کا شہر آباد ہو"۔

"ہپ... پہاڑوں کا شہر... ارے باپ رے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے کانپ کر کہا۔

"حد ہو گئی... انہیں تو بس اس مہم میں سوائے ناولوں کے ناموں کے اور کچھ نہیں سوجھا اب تک"۔ آصف بولا۔

"اور کچھ سوچنے سمجھانے کا موقع کب ملا ہے... ذرا پہلے یہ تو بتاؤ"۔ فاروق' آصف کی طرف الٹ پڑا۔

"ہاں واقعی... سوچنے اور کچھ کرنے کے مواقع ہمیں بہت کم ملے ہیں"۔

"فکر نہ کرو وہ اب ملیں گے"۔

"خدا کا شکر ہے کہ اب مواقع ملیں گے سوچنے کے بھی اور کرنے کے بھی"۔

اب انہوں نے ان پہاڑوں کی طرف توجہ دی... ایسے پہاڑ انہوں نے زندگی میں پہلی بار دیکھے تھے... گویا ان کی زمین پر اس قسم کے پہاڑ انہیں کہیں بھی نظر نہیں آئے تھے۔

"ارے باپ رے"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد چلا اٹھے۔

"کیا ہوا پروفیسر صاحب؟" منور علی خان گھبرا کر بولے۔

"میں سمجھ گیا"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"آپ کیا سمجھ گئے؟"

"پروفیسر صاحب کو بھوک لگ گئی ہے"۔

"بالکل ٹھیک سمجھے... لیکن صرف سمجھنے سے تو کام نہیں چلے گا"۔

"آپ فکر نہ کریں... بہت جلد آپ کے لیے کچھ کھانے کا انتظام ہو جائے گا"۔

"وہ کیسے"۔

"جس پروردگار نے یہاں بھیجا ہے... وہ ہماری خوراک کا بندوبست بھی کرے گا... آپ کیوں فکر کرتے ہیں"۔

"اوہ ہاں... تت... تم... ٹھیک کہتے ہو"۔

وہ آگے بڑھتے رہے... بڑھتے رہے... یہاں تک کہ کئی گھنٹے بعد انہیں پہاڑوں کے درمیان میں کچھ درخت' کچھ سبزہ اور پانی نظر آیا۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا نا"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"لیکن جمشید... یہ درخت ہیں... سبزہ ہے... اور پانی ہے... کھانے کی ان میں کون سی چیز ہے"۔ پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"ابھی ہم نے درختوں کو نزدیک سے کب دیکھا ہے بھلا"۔ وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں... یہ بھی ٹھیک ہے"۔

اب تو وہ اس وادی کی طرف دوڑ پڑے... نزدیک پہنچ کر انہوں نے دیکھا... درخت پھل دار تھے... البتہ انہوں نے آج تک ایسے

پھل نہیں دیکھے تھے... وہ ناشپاتی جتنے تھے اور رنگ نیلا تھا۔

"کیا یہ کھانے کے قابل چیز ہے؟" پروفیسر صاحب بے تاب ہو کر بولے۔

"دیکھتے ہیں... میرے خیال میں تو یہ کھانے کے قابل پھل ہیں"۔

"فاروق... ذرا درخت پر چڑھ کر کچھ پھل گراؤ"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی بہتر"۔ فاروق نے کہا اور بندروں کی تیزی سے اوپر چڑھ گیا... جلد ہی اس نے نیچے بہت سے پھل گرا دیئے... پہلے ان کو چکھا گیا... وہ بہت میٹھے اور مزے دار لگے... لہٰذا وہ جلدی جلدی کھانے لگے... جب پیٹ بھر گیا تو چشمے سے پانی پیا گیا... اس طرح ان کی بھوک مٹی اور پروفیسر داؤد کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آئے۔

"اوہو یہ کیا... مجھے بہت زبردست نیند آ رہی ہے"۔ پروفیسر چونکے۔

"شاید ہم بھی نیند محسوس کر رہے ہیں... اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ہم بہت تھک گئے تھے... دوسرے پیٹ بھر کر کھا لیا... اب نیند نہیں آئے گی تو کیا ہو گا"۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان پھلوں میں نیند کی تاثیر ہو"۔ پروفیسر بولے۔

"ہاں! اس کا بہت امکان ہے خیر"۔

اور پھر وہ سب گرتے چلے گئے... نہ جانے کب تک بے سدھ سوتے رہے... آنکھ کھلی تو اسی جگہ پڑے تھے... البتہ بندر کی قسم کے جانور ان کے چاروں طرف جمع تھے... اور خونی نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ تو ہمیں چیر پھاڑ ڈالیں گے"۔ مکھن نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں... اگر چیر پھاڑ ڈالنا ہوتا تو یہ کام کب کا کر چکے ہوتے... یہ ہمارے جاگنے کا انتظار کیوں کرتے"۔ انسپکٹر جمشید بولے اور پھر وہ بغور ان بندروں کی طرف دیکھنے لگے۔

"شاید یہ حیران ہو رہے ہیں کہ ہم نئی قسم کے انسان کہاں سے آ گئے؟"

"ہاں! ضرور یہی بات ہے"۔

وہ انہیں اور بندر انہیں دیکھتے رہے... پھر انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر مسکرانا شروع کر دیا... وہ بھی مسکرانے لگے... اب تو ان کے سب ساتھی مسکرانے لگے... بندر بھی سب مسکرانے لگے... پھر وہ مڑے اور چھلانگیں لگا کر درختوں پر چڑھ گئے۔

"بس! اب یہ ہمارے دوست بن گئے ہیں... اب کچھ نہیں کہیں گے"۔

"بلکہ ہمارے لیے پھل بھی نیچے گراتے رہیں گے.... اب تو فاروق کو اوپر نہیں چڑھنا پڑے گا"۔

"لل.... لیکن یہ اس وقت کہاں تھے.... جب میں اوپر چڑھا تھا"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"شاید کہیں گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے.... جب ہم سو گئے.... اس وقت یہ لوٹے ہوں گے.... میرا خیال ہے.... یہ ان درختوں پر ہی رہتے ہیں"۔

"ہوں.... خیر.... سوال یہ ہے کہ اب کیا کریں.... ہم اس پوری دنیا کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں"۔ پروفیسر بولے۔

"جی.... کیا مطلب.... کس کی ضرورت نہیں؟"

"اس کی.... میرا مطلب ہے.... ان کا مقابلہ کرنے کی.... نہ ہم کر سکتے ہیں.... کروڑوں آدمیوں کا مقابلہ چند آدمی نہیں کر سکتے.... نہ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ انہیں ہم ختم کر دیں"۔

"کیوں پروفیسر انکل.... اگر ہمارا مسئلہ یہ نہیں تو پھر اور کیا ہے؟"

"ہمارے مسئلہ صرف اتنا سا ہے کہ.... ان کا راستا بند کر دیں"۔

"کیا فرمایا آپ نے.... ان کا راستا بند کر دیں"۔

"ہاں! ان کا راستا بند کر دیں"۔ وہ بولے۔

"تب پھر ہمیں ادھر آنے کی کیا ضرورت تھی.... اس بارے میں غور تو ہم اپنی دنیا میں رہ کر بھی کر سکتے تھے"۔

"اس سے پہلے ہمیں یہ یقین کرنا تھا کہ اس طرف واقعی کوئی دنیا آباد ہے یا یہ انشارجہ کا ڈراما ہے.... جیسا کہ پہلے بھی وہ کر چکا ہے"۔

"ہاں! بات ٹھیک ہے.... لیکن اب جب کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے تو کیا ہم واپس چلیں اور ان کا راستا روکنے کا پروگرام ترتیب دیں"۔

"ہاں! یہی کرنا ہو گا.... یا پھر.... راستا بند یہیں سے کریں"۔

"وہ کیسے؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"بھئی یہ تو اب دیکھنا ہو گا.... فی الحال جو میں کہتا ہوں وہ کرو"۔

"گویا آپ اب ہماری اس چھوٹی سی فوج کے کمانڈر ہیں۔

"نہیں.... فوج کے کمانڈر ہوں گے خان رحمان.... میں تو بس ایک سائنس دان ہوں.... اور اپنی سائنس کے ذریعے کام لینا چاہتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... بتائیے.... اب ہم کیا کریں"۔

"سب لوگ وہاں جائیں.... جہاں وہ لشکر نظر آیا تھا"۔

"جی.... کیا مطلب.... اب ہم وہاں جا کر کیا کریں"۔

"مال غنیمت جمع کریں.... کپڑے.... ہتھیار.... کھانے پینے کی

چیزیں... اور ان گنت چیزیں تم لوگوں کو وہاں سے ملیں گی... کیونکہ صاف ظاہر ہے... وہ لشکر بدحواسی کے عالم میں بھاگا ہے... لہٰذا وہاں سے بہت کچھ ملے گا"۔

"او کے... تو کیا آپ یہیں ٹھہریں گے"۔

"ہاں! میں بہت تھک گیا ہوں... اپنے میں اتنی ہمت نہیں پاتا کہ پھر وہاں جاؤں اور لوٹ کر یہاں آؤں"۔

"او کے! آپ فکر نہ کریں... ہم وہاں جائیں گے اور مال غنیمت جمع کر کے لائیں گے"۔

"بہت خوب... اس کے بعد ہی ہم اگلے اقدام پر غور کریں گے کہ کیا کر سکتے ہیں"۔

"او کے پروفیسر صاحب... ہم جا رہے ہیں... ویسے آپ کو اکیلے یہاں ڈر تو نہیں لگے گا"۔

"نہیں... یہ اتنے بندر میرے ساتھی ہیں"۔ وہ درختوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

اور پھر وہ وہاں سے چلے گئے... اس جگہ پہنچنے میں انہیں تین گھنٹے لگے... واقعی وہاں اب کوئی نہیں تھا... البتہ بے تحاشا سامان ضرور بکھرا پڑا تھا... بلکہ بہت سے لوگ مردہ بھی پڑے تھے... جس کا مطلب تھا... بعد میں وہ خون ریز لڑائی لڑنے لگے ہوں گے۔

وہ مال غنیمت جمع کرنے لگے... جس قدر چیزیں وہ اٹھا سکے...

انہوں نے اٹھا لیں اور واپسی کا سفر اختیار کیا... ان چیزوں میں ہتھیار بھی تھے... عجیب و غریب ہتھیار۔

"ان کا معائنہ ہم اس وادی میں چل کر کریں گے... کیا خیال ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل ٹھیک"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

وہ چلتے رہے... چلتے رہے... سامان سے لدے پھندے ہونے کی وجہ سے اب ان کی رفتار کم ہو گئی تھی لہٰذا واپس پہنچنے میں انہیں چار گھنٹے لگے... دور سے اس وادی کو دیکھ کر خوش ہو گئے... درخت اسی طرح لہلہا رہے تھے۔

"پروفیسر صاحب اس سامان کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے... کھانے پینے کا تو اتنا سامان ہاتھ لگ گیا ہے کہ ایک ہفتہ کافی ہو جائے گا"۔

"لیکن پتا نہیں... ہم یہ چیزیں کھا بھی سکیں گے یا نہیں... نہ جانے کیسے ذائقے ہوں گے ان چیزوں کے"۔ فاروق بولا۔

"بھئی دیکھا جائے گا... اب یہاں آئے ہیں تو یہیں کی چیزیں بھی کھائیں گے نا"۔ محمود نے کہا۔

درختوں کے نزدیک پہنچ کر انہیں عجیب احساس ہوا... پروفیسر داؤد انہیں نظر نہیں آئے تھے۔

"پروفیسر صاحب... آپ کہاں ہیں"۔

لیکن انسپکٹر جمشید کی اس پکار کا کوئی جواب نہ آیا.... اب تو وہ سب گھبرا گئے۔

"پروفیسر صاحب.... آپ کہاں ہیں؟" شوکی بدحواسی کے عالم میں چلایا۔

ان سب کے رنگ اڑ گئے۔

○☆○

خونی آواز

پہاڑوں نے ان کی باتوں کا جواب دیا۔

"پروفیسر صاحب! آپ کہاں ہیں؟"

"اف مالک.... یہ پہاڑ تو ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں"۔ خان رحمان نے کانپ کر کہا۔

"ایک منٹ"۔ یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے الو کی آواز منہ سے نکالی.... لیکن اس آواز کو بھی پہاڑوں نے دہرا دیا' پروفیسر صاحب کی آواز جواب میں سنائی نہ دی۔

"اس کا مطلب ہے.... پروفیسر صاحب یہاں نہیں ہیں"۔ محمود کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

پھر وہ دوڑ کر اس جگہ پہنچے جہاں انہوں نے پھل کھائے تھے.... سب چیزیں اسی طرح تھی.... لیکن پروفیسر صاحب وہاں نہیں تھے.... انہوں نے باریک بینی سے آس پاس کا جائزہ لیا.... لیکن اس قسم کے آثار نظر نہ آسکے کہ انہیں اغوا کیا گیا ہے۔

"پیارے بندروں.... یا جو کچھ بھی تم ہو.... اتنا تو بتا دو....

ہمارے پیارے پروفیسر صاحب کہاں ہیں... وہ کہاں چلے گئے... انہیں یہاں سے کوئی لے گیا ہے یا وہ خود کہیں چلے گئے ہیں"۔ فاروق نے بندروں کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

جواب میں بندر بھی مسکرا دیے اور خوں خوں کرنے لگے۔

"ہمیں تمہاری اس خوں خوں کا کوئی فائدہ نہیں... جواب دینا ہے تو دو"۔

"خوں خاں... خان"۔ ایک بوڑھے بندر نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ہائیں... یہ صاحب تو اس طرف اشارہ کر رہے ہیں"۔ منور علی خان بولے۔

"کیا واقعی... ارے ہاں... آپ ان سے بات کریں نا"۔ [illegible] بول اٹھا۔

منور علی خان آگے بڑھے... انہوں نے چند جنگلی آوازیں منہ سے نکالیں... شاید وہ بندروں کو جتانا چاہتے تھے کہ وہ ان کے نزدیکی رشتے دار ہیں... بندروں نے بھی مسکرا کر ان آوازوں کا استقبال کیا... پھر انہوں نے چند اشارے ہاتھوں سے کیے... جس کا جواب اب پھر اس بوڑھے بندر نے ہاتھ کے اشارے سے دیا۔

"یہ واقعی اس طرف اشارہ کر رہا ہے"۔ منور علی خان بولے۔

"اوہو اچھا... آئیے پھر... دیکھتے ہیں"۔

اور وہ اس سمت میں چل پڑے... ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے... چلتے چلتے وہ دور نکل گئے، لیکن پروفیسر صاحب کے آثار کہیں بھی نظر نہ آئے"۔

"اف مالک! اب ہم کیا کریں... ان کا تو دور دور تک پتا نہیں... اور اس مہم میں ان کے بغیر ہم خاک بھی نہیں کر سکیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اللہ مالک ہے... اور آگے چلتے ہیں"۔

وہ پھر چل پڑے... اچانک ان کے قدم رک گئے... ان کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیل گئیں... پروفیسر داؤد کا بیگ زمین پر پڑا تھا... اس کے آس پاس کچھ خون پھیلا تھا... وہ جھک گئے اور بغور جائزہ لیا... آس پاس کچھ قدموں کے، چھینا جھپٹی کے نشانات بھی تھے۔

"اس میں شک نہیں کہ پروفیسر صاحب یہاں تک خود آئے تھے... ٹہلتے ٹہلتے اس طرف نکل آئے ہوں گے، لیکن اس جگہ سے انہیں اٹھا کر لے جایا گیا ہے... گویا اب وہ نئی مخلوق کی قید میں ہیں... اور یہ بات ہمارے لیے بہت پریشان کن ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ تو ہمارے لیے ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا... اب ہمارے لیے پہلے انہیں چھڑانے کا مسئلہ ہے... اس مخلوق سے نجات حاصل کرنا بعد کی بات ہے... پہلا وار انہوں نے کر دیا ہے... جس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق بے خبر نہیں ہے اور ہماری خبر

لینے کے لیے پوری طرح تیار ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"ہاں یہی بات ہے.... لیکن ہم بھی سانس نہیں لیں گے.... آئیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

وہ نشانات کے سہارے آگے بڑھتے رہے.... یہاں تک کہ نشانات ختم ہو گئے۔

"اس کا مطلب ہے.... یہاں سے انہیں گاڑی پر بٹھا کر لے جایا گیا تھا.... ارے باپ رے"۔ خان رحمان بولے۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں.... جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حیرت ہے جمشید.... تم ان حالات میں بھی مسکرا سکتے ہو"۔

"میرا خیال ہے.... ہم سب ان حالات میں مسکرا سکتے ہیں"۔ وہ بولے۔

"ہاں کیوں نہیں"۔ منور علی خان نے کہا اور سب مسکرانے کی کوشش کرنے لگے۔

وہ دو گھنٹے تک سڑک پر چلتے رہے.... پھر آبادی کے آثار نظر آنے لگے.... ساتھ ہی ان کے کانوں میں ڈھول کی قسم کی آوازیں آنے لگیں۔

"ارے باپ رے.... یہ تو خونی آواز ہے.... ایسا لگتا ہے.... جیسے یہ لوگ پروفیسر صاحب کو پھانسی دینا چاہتے ہوں"۔ منوری علی خان

نے کانپ کر کہا۔

"نن نہیں.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"میں ڈھول کی اس آواز کو پہچانتا ہوں"۔

"لیکن.... منکل انور علی خان.... اوہ سوری.... انکل منور علی خان.... آپ اپنی دنیا کے ڈھول کی آواز پہچانتے ہیں.... نہ کہ اس دنیا کے"۔

"شاید ڈھول بجانے میں یہ دنیا اور وہ دنیا برابر ہیں.... کیونکہ بالکل اسی طرح ڈھول بج رہے ہیں.... جس طرح ہمارے ہاں بجتے ہیں.... پروفیسر صاحب کو بچانا ہے تو قدم اور تیز اٹھانا ہوں گے.... کیونکہ کسی بھی لمحے وہ انہیں پھانسی دے دیں گے"۔

"پھ.... پھانسی"۔ شوکی ہکلایا۔

"ہاں.... پھانسی.... ڈھول کی یہ آواز بالکل ایسے موقعوں پر سنائی دیتی ہے.... جب یہ لوگ کسی کو پھانسی دے رہے ہوں"۔

"لیکن انکل.... ایسا تو ہماری دنیا میں ہوتا ہے.... آپ بھول رہے ہیں.... ہم اس وقت اپنی دنیا میں نہیں ہیں.... ہم پہلے سمندر کی تہ میں بنائے گئے اپنے ہیڈکوارٹر میں اترے تھے.... پھر تہ میں بنے بہت بڑے سوراخ میں ہم نے سفر کیا تھا.... اور اس سفر کے دوران راٹور ہمیں وہاں سے اغوا کر کے یہاں لے آیا.... لہٰذا ہم اس وقت دوسری دنیا میں ہیں"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے... لیکن یہ آواز بالکل ویسی ہے... ہو سکتا ہے... یہاں یہ انداز پھانسی دینے کا نہ ہو... یہ تو آگے چل کر ہی پتا چلے گا"۔

"یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے... کیا خبر راٹور ہمیں بے ہوش کر کے پھر واپس دنیا میں کسی نامعلوم جگہ میں لے آیا ہو"۔

"ہاں! اس کا امکان ہے... لیکن اتنی بڑی تعداد میں مخلوق کو ہم آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں... اور مسٹر ابطال آپ نے تو انہیں آپس میں لڑایا تھا... آپ کیا کہتے ہیں"۔

"میں... میں یہ کہتا ہوں کہ ہم واقعی ایک نئی دنیا میں ہیں... اور اس دنیا کی مخلوق سے اس وقت ہمارا واسطہ پڑا ہوا ہے"۔

"بہت خوب... لیکن مسٹر ابطال... اور مسٹر جبرال... آپ بہرحال انشارجہ کے آدمی ہیں"۔

"تھے... اب نہیں"۔ ابطال کی آواز سنائی دی۔

"اور اگر یہ سب ڈراما ہو تو آپ لوگ اب بھی انشارجہ کے آدمی ہیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"اب آپ لوگوں کو ہم کس طرح یقین دلا سکتے ہیں"۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے... خیر نہ دلائیں یقین... حالات بتا ہی دیں گے کہ اصل بات کیا ہے"۔

"بالکل"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر ڈھول کی آواز اور تیز ہو گئی... کچھ اور آگے بڑھے تو گہرائی میں... بلکہ ایک کھائی میں انہیں بے شمار لوگ نظر آئے... وہ اچھل رہے تھے... کود رہے تھے... ان میں سے چند پورے زور و شور سے ڈھول بجا رہے تھے... گویا کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

"اف مالک! یہ تو بہت بڑی تعداد میں ہیں"۔

"وہی فارمولا استعمال کروں"۔ ابطال ہنسا۔

"ہاں! کر کے دیکھ لینے میں کیا حرج ہے... ہم سب یہیں ٹھہرتے ہیں... پہلے تو آپ جا کر صرف یہ دیکھیں کہ وہاں پروفیسر صاحب ہیں یا نہیں"۔

"اگر پروفیسر صاحب وہاں ہوئے... اور یہ واقعی کوئی خوفناک پروگرام ہے تو میں اپنا کام شروع کر دوں گا"۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔

ابطال کے جانے کی آواز وہ سنتے رہے... پھر آواز بند ہو گئی۔

"اس بار ہم سے زیادہ مسٹر ابطال کام کر رہے ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں واقعی"۔ خان رحمان بولے۔

"اب ہم اتنی بڑی تعداد سے کس طرح بھڑیں... یہ بات بھی تو ہے نا"۔

"اور واپسی کا راستا بھی نہیں معلوم"۔ اشفاق نے اداس لہجے

میں کہا۔

"ہاں! اگر یہ راٹھور صاحب ہمیں اغوا نہ کرتے اور ہم خود اس طرف آتے تو کم از کم ہم اپنا راستا تو دیکھ لیتے.... اور کچھ نہ سہی.... ناکامی کی صورت میں چپ چاپ واپس چلے جاتے"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"ناکامی کی صورت میں.... واپس.... نہ بھئی.... یہ ہم سے نہیں ہو گا.... جائیں گے تو کامیابی کی صورت میں.... ورنہ نہیں جائیں گے"۔ فاروق نے کہا۔

"لیکن یہ ہمیں رہائش کیوں دینے لگے یہاں کی"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو.... بھئی جان دینے کی بات ہو رہی ہے.... یعنی جانیں دے دیں گے.... ناکام واپس نہیں جائیں گے"۔

"ارے باپ رے.... آپ لوگوں کا کا پروگرام تو بہت خوفناک ہے.... مجھے تو پھر واپس بھیج دیں.... اف میرے گھر والے"۔ انہوں نے ٹی ایس ایم کی آواز سنی۔

"کیوں.... کیا ہوا آپ کے گھر والوں کو.... اوہ ہاں.... وہ آپ کے جن صاحب کہاں گئے؟؟"

"وہ بھی ان حالات میں ساتھ چھوڑ گیا.... افسوس.... کم از کم اس سے ایسی امید نہیں تھی.... لیکن شاید وہ بھی انسانوں کے ساتھ رہ

کر انسانوں جیسی باتیں سیکھ گیا ہے"۔ ٹی ایس ایم نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"رہتا تو وہ آپ کے ساتھ ہے"۔ آصف ہنسا۔

"ہاں! لیکن گھومتا پھرتا تو انسانی معاشرے میں ہے"۔ ٹی ایس ایم نے برا سا منہ بنایا۔

"بھئی آپس میں لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں.... یہ سوچیں کہ دشمن سے کس طرح نمٹیں.... ہر بار تو مسٹر ابظال والا فارمولا کام نہیں آئے گا"۔ منور علی خان نے کہا۔

"فی الحال تو کام دے رہا ہے انکل.... جب فیل ہو جائے گا.... پھر دیکھ لیں گے"۔

"لیکن ابھی کیوں نہ دیکھ لیں.... فرض کر لیتے ہیں.... یہ طریقہ فیل ہو گیا ہے.... تب پھر ان لوگوں کا مقابلہ کس طرح کریں"۔

"اس وقت تو ذہن سوچنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہے.... پہلے مسٹر ابظال، پروفیسر انکل کی خبر سنا دیں آ کر پھر سوچیں گے"۔ فرزانہ بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے"۔

وہ انتظار کرتے رہے.... اور ڈھول کی آوازیں بہت بلند ہو گئیں.... انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

"ان میں آپس میں لڑائی شروع نہیں ہوئی.... نہ مسٹر ابظال نے

واپس آکر کچھ بتایا۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ وہ پھنس گئے ہیں"۔

"کیا کہہ رہے ہو انسپکٹر جمشید۔۔۔ مسٹر اقبال پھنس گئے ہیں"۔

جیرال ہنسا۔

"ہاں۔۔۔ میرا خیال یہی ہے۔۔۔ اور اب میں رک نہیں سکتا۔۔۔ کیونکہ مجھے پروفیسر داؤد خطرے میں محسوس ہو رہے ہیں"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

"تب پھر ہم یہاں رک کر کیا کریں گے"۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ ہم میں سے چند یہاں رک جائیں۔۔۔ باقی آ جائیں۔۔۔ منور علی خان اور خان رحمان رک جائیں۔۔۔ رک کر تیل دیکھیں، تیل کی دھار دیکھیں۔۔۔ پھر کوئی قدم اٹھائیں"۔

"جی۔۔۔ تیل۔۔۔ اور تیل کی دھار۔۔۔ یہاں؟" خان رحمان بوکھلا کر بولے۔

اور وہ ہنس پڑے۔۔۔ ان حالات میں ہنس پڑنا بھی ان کا کام تھا۔۔۔ آخر انہوں نے ایسا ہی کیا۔۔۔ سب لوگ تیزی سے آگے بڑھے۔۔۔ وہاں صرف وہ دونوں رک گئے۔۔۔ کافی دیر گزر گئی۔۔۔ نہ ڈھول کی آواز کم ہوئی۔۔۔ نہ ان لوگوں کا کوئی پتا چل سکا۔

"یہ کیا۔۔۔ ہمارے ساتھیوں نے بھی جا کر کوئی کام نہیں دکھایا"۔ خان رحمان پریشان ہو گئے۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ جو جا رہا ہے۔۔۔ پھنستا جا رہا ہے"۔ منور علی

خان نے مسکرا کر کہا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ اب پھنسنے کے لیے رہ گئے ہم دونوں۔۔۔ ہم ان سے الگ رہ کر کیا کریں گے۔۔۔ آئیں پھر ہم بھی چلتے ہیں"۔ خان رحمان گھبرا کر بولے۔

"نہیں۔۔۔ اس طرح نہیں۔۔۔ اگر ہمارے باقی ساتھی پھنس گئے ہیں۔۔۔ تو پھر ہم بھی آگے جا کر کیا کر لیں گے۔۔۔ تو کیوں نہ ذرا سوچ سمجھ کر آگے بڑھیں"۔ منور علی خان بولے۔

"سوچ سمجھ کر۔۔۔ کیا ہمارے پاس سوچنے سمجھنے کا وقت ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔ بالکل وقت ہے۔۔۔ یہ ڈھول کی آواز ہمارے لیے جال ہے۔۔۔ اسی لیے تو اس انداز میں بجایا جا رہا ہے۔۔۔ جیسے یہ کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں"۔

"ہوں۔۔۔ بات ٹھیک ہے۔۔۔ دل کو لگتی ہے۔۔۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ان حالات میں کیا سوچیں"۔

"اوہ ہاں واقعی۔۔۔ سوچیں کیا"۔

دونوں سوچ میں ڈوب گئے۔۔۔ آخر خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"یار سوچنا وچنا۔۔۔ بھی ان لوگوں کا ہی کام ہے۔۔۔ آؤ ہم تم تو بس آگے بڑھتے ہیں"۔

"واقعی کوئی بات نہیں سوجھ رہی"۔

وہ آگے بڑھتے گئے۔۔۔ اور پھر ان لوگوں کے کافی نزدیک پہنچ

گئے... اس وقت ان لوگوں نے دیکھا... وادی کے درمیان میں لکڑی
کے ایک تخت پر پروفیسر داؤد کو ایک ستون سے باندھا گیا تھا... تخت
اونچائی پر تھا... اس لیے وہ انہیں دیکھنے کے قابل تھے۔

ہزاروں لوگ ان کے چاروں طرف گھوم رہے تھے... اچھل
رہے تھے... کود رہے تھے اور شور مچا رہے تھے... کچھ اس شور میں
اضافہ ڈھول کی آوازیں بھی کر رہی تھیں... قریباً دس ڈھول بری طرح
پیٹے جا رہے تھے... کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

"ایک ترکیب ذہن میں آ رہی ہے... ان میں سے دو کو ادھر
کھینچ لیتے ہیں... انہیں بے ہوش کر کے ان کے کپڑے پہن لیتے
ہیں... اس طرح ہم پروفیسر صاحب کے نزدیک پہنچ جائیں گے... اور
انہیں مجمعے میں سے نکال لائیں گے... کیونکہ اچھل کود کے اس طوفان
میں انہیں پتا بھی نہیں چلے گا"۔ منور علی خان جلدی جلدی بولے۔

"سوال یہ ہے کہ ہمارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟"

"آگے چل کر یہ بھی دیکھ لیں گے کہ باقی ساتھی کہاں ہیں؟"

"ٹھیک ہے... آئیں چلیں"۔

وہ آگے بڑھتے چلے گئے... ڈھول اب ان کے عین دلوں پر
دھمک پیدا کر رہے تھے... یوں لگتا تھا جیسے عین کان سے لگا کر ڈھول
بجائے جا رہے ہوں... وہ بالکل دیوانوں کی طرح ناچ رہے تھے۔
اچھل رہے تھے... کود رہے تھے... یوں لگتا تھا... جیسے انہیں کوئی

ہوش نہ ہو... پروفیسر داؤد کے چہرے پر بے تحاشا خوف تھا... ان کا
رنگ زرد نظر آ رہا تھا... اور سورج اس وقت عین سر پر تھا... وہ
پروفیسر داؤد کی طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے... ان کی طرف
کوئی نہیں دیکھ رہا تھا... سب اپنے آپ میں گم تھے۔

"حیرت ہے... ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی ایک بھی کہیں نظر
نہیں آ رہا"۔ منور علی خان بڑبڑائے۔

"واقعی... اس سے بڑھ کر حیرت کی بات اور کیا ہو گی"۔ خان
رحمان بولے۔

"خیر یہ نہ کہیں... ہونے کو اس سے بڑھ کر حیرت کی اور بے
شمار باتیں ہو سکتی ہیں"۔ منور علی خان مسکرائے۔

"اب آپ چھوٹی پارٹی کی نقل اتارنے پر اتر آئے"۔ خان
رحمان نے انہیں گھورا۔

عین اس لمحے ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

○☆○
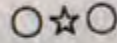
بڑا میدان

اور یہ پیروں تلے سے زمین محاورۃ" نہیں، حقیقت میں نکلی تھی.... وہ ایک بہت گہرے گڑھے میں جا گرے تھے۔

"آ گئے.... آخر آپ بھی"۔ انہوں نے فاروق کی آواز سنی۔

"ہائیں.... یہاں تو سب لوگ موجود ہیں"۔

"جی ہاں بالکل.... یار لوگوں نے بہت خوبصورتی سے گڑھا کھودا تھا.... اور اس کے اوپر پتلی پتلی لکڑیاں رکھ کر گھاس پھوس بچھا دی تھی"۔ فاروق نے کہا۔

"لیکن وہ تو پہلی بار نیچے گر گئی ہوں گی"۔ منور علی خان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں گر گئی تھیں.... انہوں نے پھر فوراً دوسری لکڑیاں گڑھے کے منہ پر رکھ دیں.... یہ تیاریاں پہلے سے کر لی گئی تھیں.... سب سے پہلے مسٹر ابظال گرے.... پھر ہم سب لوگ آئے.... ہمارے آنے سے پہلے وہ پھر سے لکڑیاں رکھ چکے تھے.... لہٰذا ہم بھی سیدھے نیچے چلے آئے"۔

"لیکن.... آپ ہم دونوں کو تو خبردار کر سکتے تھے"۔

"اول تو شور اس قدر ہے کہ کان پڑی آواز تو سنائی دے نہیں رہی.... دوسرے ہم نے سوچا.... جب سب یہاں آ گئے ہیں تو آپ دونوں بھی ہم سے الگ رہ کر کیا کریں گے.... اس لیے ہم نے چلانے کی کوشش نہیں کی"۔

"ٹھیک ہے.... آپ نے اچھا کیا.... اس کا مطلب ہے.... یہ قوم عقل سے پیدل نہیں ہے.... اور ہم جیسوں کو چکر دے سکتے ہیں.... ان کے اچھلنے کودنے کا انداز بالکل ایسا تھا جیسے یہ عقل اور ہوش بالکل کھو چکے ہوں.... لیکن یہ پوری طرح ہوش میں تھے اور ہمیں گھیرنے کے لیے انہوں نے یہ ڈراما کیا تھا"۔ منور علی خان روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

"ہاں بالکل یہی بات ہے"۔

عین اس وقت شور تھم گیا.... یوں لگا جیسے موت کا سناٹا طاری ہو گیا ہو.... پھر پروفیسر داؤد بھی نیچے آ گرے.... انہوں نے انہیں گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا.... لہٰذا انہیں نیچے گرنے سے پہلے سنبھال لیا گیا.... اس طرح وہ چوٹ سے محفوظ رہے۔

"ہائیں.... تم سب یہاں ہو"۔ پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! آپ کے استقبال کے لیے ہم پہلے سے یہاں موجود

ہیں"۔ فاروق نے کہا۔

"اوپر بالکل خاموشی چھا گئی ہے۔۔۔ کیا یہ لوگ صرف ہمیں اس گڑھے میں گرانے کے لیے ایسا کر رہے تھا۔۔۔ اور اب یہ یہاں سے چلے جائیں گے"۔

"ایسا ہی لگتا ہے"۔

کافی دیر گزر گئی۔۔۔ اوپر کوئی آواز سنائی نہ دی۔۔۔ آخر انہوں نے گڑھے سے نکلنے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔ وہ کسی کنوئیں سے کچھ کم گڑھا تھا۔۔۔ لہٰذا انسانی سیڑھی بنائی گئی اور سب سے پہلے منور علی خان گڑھے سے نکلے۔۔۔ پھر انہوں نے درختوں کی شاخوں کو آپس میں جوڑ کر ایک رسی بنائی۔۔۔ اور رسی کو گڑھے میں لٹکایا۔۔۔ اس طرح وہ باری باری باہر آ گئے۔۔۔ اب جو انہوں نے اپنے چاروں طرف دیکھا تو ہر طرف نئی مخلوق کھڑی نظر آئی۔۔۔ انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔۔۔ اتنی بڑی تعداد اور آواز نام کو بھی نہیں تھی۔۔۔ گویا وہ دم سادھے کھڑے تھے۔۔۔ ان سب کے ہاتھوں میں لمبے لمبے ہتھیار تھے۔۔۔ جو تلواروں جیسے تھے۔۔۔ یا پھر بھالوں جیسے۔۔۔ ان سب تلواروں اور بھالوں کا رخ ان کی طرف تھا۔۔۔ ان میں سے کچھ کے پاس تیر کمان بھی تھے۔۔۔ یہ دائرہ لمحہ بہ لمحہ ان کے نزدیک آ گیا۔۔۔ گویا اس وقت وہ ہزاروں لوگوں کے نرغے میں تھے۔

"چلو۔۔۔ اس طرف"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔۔۔ شاید وہ ان

کا کمانڈر تھا۔

وہ اس طرف چلنے لگے۔۔۔ پہاڑی وادی سے نکلتے ہی انہیں بڑی بڑی گاڑیاں کھڑی نظر آئیں۔۔۔ یہ ٹرکوں جیسی تھیں۔۔۔ انہیں ایک گاڑی میں سوار کیا گیا۔۔۔ پھر گاڑیوں کا یہ قافلہ چل پڑا۔۔۔ ان کی گاڑی درمیان میں تھی۔۔۔ سڑک کے دائیں بائیں سینکڑوں فٹ گہری کھائیاں تھیں۔

یہ سفر تین گھنٹے تک جاری رہا۔۔۔ پھر بڑی بڑی عمارتیں نظر آنے لگیں۔۔۔ شکل صورت کے لحاظ سے یہ عمارات عجیب و غریب تھیں۔۔۔ ان کی دنیا سے بالکل مختلف تھیں۔۔۔ بلند و بالا تھیں۔۔۔ تمام عمارتوں کی چھتوں پر لوگ چڑھے ہوئے تھے۔۔۔ اور ان کے جلوس کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ وہ پرجوش انداز میں تالیاں بھی بجا رہے تھے۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ ہوہوہو۔۔۔ بھی کر رہے تھے۔۔۔ گویا ان کی گرفتاری پر خوش ہو رہے تھے۔۔۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں کو پہلے سے اطلاع دے دی گئی تھی کہ ایک دوسری دنیا کے لوگوں کو گرفتار کر کے لایا جا رہا ہے۔۔۔ اور یہ کہ وہ اس نظارے کو دیکھ کر خوش ہو سکتے ہیں۔

"ایسا لگتا ہے۔۔۔ جیسے ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔۔۔ کیا واقعی ہماری دنیا سے باہر بھی کوئی دنیا ہے۔۔۔ اور وہاں یہ لوگ آباد ہیں"

"فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے"۔

"اور ہم ان کے قابو میں آ چکے ہیں"۔

"یہ بات بھی ہے"۔

"لیکن مسٹر اقبال کہاں ہیں۔۔۔ یہ لوگ انہیں تو گرفتار نہیں کر سکے ہوں گے"۔ آصف نے کہا۔

"میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔۔۔ لیکن آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔ اتنے ہجوم کا آخر ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے مسٹر اقبال۔۔۔ فی الحال یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا پروگرام کیا ہے"۔

"او کے"۔ اقبال بولا۔

وہ چلتے رہے۔۔۔ چلتے رہے۔۔۔ لوگوں کی ہاہاہا ہو ہو سنتے رہے۔۔۔ آخر گاڑیاں ایک بہت بڑے میدان کے کنارے پر آ کر رک گئیں۔۔۔ اس جگہ ایک محل نما عمارت تھی۔۔۔ عمارت کے گرد مسلح پہرے دار موجود تھے۔۔۔ انہیں گاڑی سے اتارا گیا۔۔۔ اور اندر لے جایا گیا۔۔۔ وہ عمارت اندر سے کسی قلعے کی طرح تھی۔۔۔ اور شاہانہ انداز کی تھی۔۔۔ انہیں مختلف راہداریوں سے گزار کر ایک ہال کمرے تک لایا گیا۔۔۔ وہاں دربار بھی تھا۔۔۔ حکمران ایک تخت پر بیٹھا تھا۔۔۔ انہیں ہال کے بیچوں بیچ کھڑا کر دیا گیا۔۔۔ ان کے چاروں طرف اب بھی لوگ تلواریں لیے کھڑے تھے۔

"تو یہ ہیں دوسری دنیا کے لوگ۔۔۔ ہمارے دوست مسٹر راٹور کی دنیا کے لوگ"۔ حکمران کی آواز سنائی دی۔

"ہاں سر۔۔۔ لیکن۔۔۔ مسٹر راٹور تو ہمارے دوست ہیں۔۔۔ یہ ہمارے دشمن ہیں۔۔۔ یہ لوگ ہمارا نام و نشان مٹا دینا چاہتے ہیں۔۔۔ اور اسی لیے ہماری دنیا میں آئے ہیں"۔

"یہ غلط ہے"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا غلط ہے؟"

"یہ کہ ہم آپ لوگوں کا نام و نشان مٹانے آئے ہیں۔۔۔ بھلا چند آدمی کروڑوں لوگوں کا نام و نشان مٹا سکتے ہیں"۔

"نہیں مٹا سکتے۔۔۔ تب پھر کیوں آئے ہو"۔ حکمران نے بارعب آواز میں پوچھا۔

"یہ کام آپ کی طرف سے شروع ہوا ہے۔۔۔ آپ لوگ پہلے ہماری سرزمین پر آئے تھے"۔

"ہم تو مجبور ہیں۔۔۔ ہماری زمین بہت تنگ پڑ گئی ہے۔۔۔ ہم کئی سو سال سے کسی نئی دنیا کی تلاش میں تھے۔۔۔ ہم نے سمندر کی تہ میں سوراخ کر ڈالا۔۔۔ لیکن جب وہ تہ ختم ہوئی تو پھر سمندر نکل آیا۔۔۔ اس لیے ہم نے تلاش ختم کر دی۔۔۔ وہ تو پھر ایسا ہوا کہ تمہارا کوئی جہاز ہماری سرزمین پر آ گیا۔۔۔ اس میں کوئی دھات تھی۔۔۔ جو تمہارے لیے قیمتی ہے۔۔۔ ہمارے لیے نہیں۔۔۔ جب وہ جہاز آیا تو ہم نے پھر کام شروع کر دیا۔۔۔ اور اس طرح ہم تمہاری دنیا میں پہنچ گئے۔۔۔ وہاں ہماری ملاقات مسٹر راٹور سے ہوئی۔۔۔ ہم نے ان سے وہاں کی زبان

سیکھی اور ان کے سامنے اپنا پروگرام رکھا... اپنی ترقی انہیں دکھائی... اور بتایا کہ ایک دن یہ دنیا آخر کار ہمارے قبضے میں ہو گی... اس وقت آپ کہاں ہوں گے... مسٹر راٹور کی سمجھ میں ہماری بات آ گئی اور وہ ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے... ان کی مدد کی ہمیں بھی بہت ضرورت تھی... اس طرح ہم نے تم لوگوں کی دنیا کے بارے میں تمام معلومات حاصل کیں... اس وقت ہم سائنسی میدان میں اس حد تک آگے نہیں تھے... لہٰذا ہم نے چند سال میں ترقی کرنے کی بھرپور کوشش کی... تاکہ تم لوگوں کی دنیا پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو اور جب ہم اپنے خیال کے مطابق اس قابل ہو گئے... تب ہم اس طرف گئے... لیکن وہاں تم لوگ ہمارے لیے رکاوٹ بن گئے... لیکن اب مسٹر راٹور نے تم لوگوں کے بارے میں بھی تفصیل سے بتا دیا ہے... اور ہم لوگ تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں... ویسے میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم میں کس قدر طاقت ہے... لہٰذا کل شہر کے سب سے بڑے میدان میں... جو کہ ہماری پوری دنیا کا سب سے بڑا میدان ہے... تم لوگوں کا مقابلہ میں اپنے چند دلیروں سے کراؤں گا... تاکہ اندازہ ہو جائے... کیا خیال ہے... کرو گے مقابلہ"۔

"کر لیں گے... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"پھر اس کے بعد آپ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا... یہاں گھوم پھر کر دیکھ لیں... اگر یہ دنیا پسند آ جائے تو ہم تم لوگوں کی

مستقل رہائش یہاں بنا دیں گے... لیکن پھر تم ہمارے لیے... اس سرزمین کے لوگوں کے لیے کام کرو گے اور ہمیں اپنی سرزمین پر قبضہ کرنے میں ہر ممکن مدد دو گے جس طرح مسٹر راٹور مدد کر رہے ہیں"۔

"لیکن وہ ہیں کہاں؟"

"زخمی ہو گئے ہیں... جلد تم لوگوں سے ملاقات کریں گے"۔

"اچھی بات ہے... ہم اس پر غور کریں گے، پہلے تو دیکھنا یہ ہے کہ یہ آپ کی دنیا ہے کیسی... اور ہاں... یہاں عبادت کا کیا مقصد ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"عبادت... کیا مطلب؟"

"آپ اللہ کو مانتے ہیں... میرا مطلب ہے... کسی ایسی ہستی کو مانتے ہیں... جس نے آپ کو پیدا کیا... اور جو پیدا کرنے کے بعد مارے گا اور مارنے کے بعد قیامت کے دن زندہ کرے گا اور وہ دن بہت خوفناک دن ہو گا... اس وقت جنت اور دوزخ میں کون کون بھیجا جائے گا... یہ فیصلہ ہو گا"۔

"ہمارے ہاں اللہ کا تصور موجود ہے... لیکن اللہ کے علاوہ بھی تو بے شمار خدا ہیں"۔

"اوہ... ہم سمجھ گئے... یہاں بھی شرک کیا جاتا ہے"۔

"یہاں بھی شرک کیا جاتا ہے... کیا مطلب"۔

"شرک اس دنیا کی سب سے بڑی بیماری ہے... اللہ کے ساتھ

دوسرے معبود بنا لینا... دوسروں کو بھی کارساز سمجھنا... یہ خیال کرنا کہ
فلاں بزرگ... فلاں پیر... یا فلاں مزار میں دفن بزرگ ہماری بگڑی بنا
سکتا ہے... ہمارے بگڑے کام بنا سکتا ہے... ہماری مدد کرتا ہے...
ہماری سنتا ہے... یہ سب شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن
شرک معاف نہیں کرے گا... اگر ہم یہاں رہے تو ان شاء اللہ اس چیز
کی تعلیم لوگوں کو دیں گے"۔

"ضرور... کیوں نہیں... ہم تم لوگوں کو روکیں گے نہیں... ہم
لوگوں کو ان کی عبادت سے نہیں روکتے... وہ جس طرح چاہیں... اللہ
کی عبادت کر سکتے ہیں... ایک اللہ کو مانیں یا ہزار خداؤں کو مانیں...
حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں... ہاں! حکومت کے خلاف کوئی
بات کرتا ہے تو وہ ہمارے نزدیک جرم ہے"۔

"تب آپ سب سے بڑے مجرم ہیں... جس اللہ نے آپ کو
حکمران بنایا... آپ کو حکومت کا موقع دیا... آپ اس حکومت کی تو
پروا کرتے ہیں اور اللہ کے قانون کی آپ کو کوئی پروا نہیں... اللہ آپ
کو دردناک عذاب دے گا... لہٰذا وقت ہے... سنبھل جائیں"۔

"ہم یہ باتیں پھر کریں گے... ہماری قوم واقعی خداؤں کو پوجتی
ہے... مزاروں پر سجدے کرتی ہے... لوگوں کا خیال ہے... یہ بزرگ
جو قبروں میں سوئے ہوئے ہیں... ساری دنیا کا نظام بھی چلا رہے ہیں"

"استغفر اللہ! اس سے زیادہ تباہ کن نظریہ کوئی ہو ہی نہیں

سکتا... اور اس سے زیادہ ناپسند بات اللہ کو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی"۔

"خیر... ہم پھر بات کریں گے" حکمران نے کہا۔

"اور میرا خیال ہے... کہ خود آپ بھی کسی مزار کو پوجتے
ہیں"۔

"ہاں! میں اور یہ سب... اس خیال پر سختی سے جمے ہوئے
ہیں... سیدھی سی بات ہے... یہ اللہ کے نائب ہیں"۔

"ٹھیک ہے... یہ لوگ اللہ کے نائب تھے... دنیا میں رہ کر
انہوں نے اللہ کے نائب کا کام کیا... لیکن تعلیم کیا دی... کبھی آپ
نے یہ غور کیا ہے... کیا انہوں نے کبھی خود کہا تھا کہ جب ہم مر
جائیں... تو ہمارا ایک بڑا سا مزار بنا دینا اور اس مزار پر آکر ہماری
عبادت کیا کرنا... ہمیں سجدے کیا کرنا... کیا کسی بزرگ کی یہ تعلیم
آپ دکھا سکتے ہیں"۔

"ن... نہیں... میرا خیال ہے... کسی بزرگ نے یہ تعلیم آج
تک نہیں دی"۔

"تو پھر... آپ کیوں ایسا کرتے ہیں جس کی تعلیم ان بزرگوں
نے نہیں دی"۔

"ساری قوم ایسا کر رہی ہے... اگر میں ایسا نہ کروں تو یہ مجھے
بھی حکمران نہیں رہنے دیں گے"۔

"آپ حکومت کی پروا کیوں کرتے ہیں... اس بات کی پروا کریں

کہ ایک دن آپ کو مرنا ہے اور اللہ کو جواب دینا ہے"۔

"یہاں کوئی بھی یہ بات نہیں مانے گا... اس لیے کہ انہیں سب کچھ مزاروں میں سوئے ہوئے بزرگوں سے ملتا ہے"۔

"بالکل غلط... دینے والی ذات صرف اور صرف ایک اللہ کی ہے... اچھا یہ بتائیے... کیا اس سرزمین میں کچھ ایسے حضرات بھی آئے... جنہوں نے یہ کہا ہو کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں... نبی ہیں یا رسول ہیں"۔

"ہاں! ایسے لوگ آئے"۔

"پھر انہوں نے کیا تعلیم دی تھی... کیا یہ فرمایا تھا... اللہ کے ساتھ انہیں بھی معبود مانو... اور ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں پر سجدے کرو"۔

"نہیں... انہوں نے یہ نہیں کہا تھا... لیکن قوم نے ایسا ہی کیا"۔

"مطلب یہ کہ ان کی تعلیم کے خلاف کیا"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"شاناٹا... یہ آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے"۔ دائیں طرف ہتھیار بند درباری چلائے۔

"ہاں! میں سمجھتا ہوں... انہیں لے جاؤ اور بڑے میدان میں پیش کرنے کے لیے تیار کرو"۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

"شاناٹا... کیا یہ آپ کا نام ہے"۔

"نہیں... یہاں کے ہر حکمران کو شاناٹا کہا جاتا ہے... میں اکتالیسواں شاناٹا ہوں... میرے مرنے کے بعد جو شاناٹا بنے گا... وہ بیالیسواں ہو گا"۔

"بہت خوب... کیا یہاں حکمران ساری زندگی کے لیے چن لیا جاتا ہے"۔

"عام طور پر ایسا ہی ہے... لیکن اگر کوئی شاناٹا ظلم پر اتر آئے... یا لوگوں کے مذہبی معاملات میں دخل دینے لگے تو پھر اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے... اور اس کی جگہ نیا شاناٹا چن لیا جاتا ہے"۔

"مذہبی معاملات میں دخل اندازی... کیا مطلب؟" خان رحمان چونک کر بولے۔

"بس اسی قسم کی باتیں کرنے لگے... جس قسم کی ابھی آپ کے ساتھی کر رہے تھے تو اس حکمران کو ہلاک کر دیا جاتا ہے"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ بولے۔

پھر انہیں دربار سے نکالا گیا... محل کے ایک کمرے میں لایا گیا... وہاں کھانے پینے کی چیزیں انہیں دی گئیں... پہلے تو انہوں نے ان کو چکھا اور پھر کھانے لگے... وہ کھانے ان کی دنیا سے بالکل مختلف تھے... تاہم ان کو کھانے کے قابل تھے... ہاں ایک بات ضرور انہوں نے نوٹ کی کہ اس سرزمیں میں بھی گندم اگتی تھی... اور یہ چیزیں

زیادہ تر گندم سے تیار کی جاتی تھیں۔

وہ چونکہ بھوکے بھی تھے... لہٰذا خوب پیٹ بھر کر کھایا... نتیجہ یہ کہ سب گہری نیند سو گئے... بیدار ہوئے تو انہیں محل سے باہر لے جایا گیا... ایک باغ میں گھومنے پھرنے کی اجازت دی گئی... اس طرح تین دن گزر گئے... آخر تین دن بعد انہیں بتایا گیا۔

"آج آپ لوگوں کو بڑے میدان میں جانا ہے... آج اس دنیا کا ہر شخص آپ کا مقابلہ دیکھے گا... آپ کے لیے نامور لڑاکے بلائے گئے ہیں اور..." بتانے والا کہتے کہتے رک گیا۔

"اور کیا؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اور یہ کہ مسٹر راٹور کو اس پروگرام کا ڈائریکٹر بنایا گیا تھا... لیکن... وہ کہیں بھی نہیں مل رہے... ان کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیئے گئے ہیں"۔

"اوہ!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... یہ خبر ان کے لیے بالکل نئی تھی۔

○☆○

مقابلے

وہ میدان واقعی بہت بڑا تھا... انہوں نے اپنی دنیا میں اتنا بڑا سٹیڈیم آج تک نہیں دیکھا تھا... میدان کے چاروں طرف لاکھوں کرسیاں نصب کی گئی تھیں... ہر کرسی کے ساتھ ایک دوربین نصب تھی... میدان کے چاروں طرف ٹی وی کیمرے نصب تھے... ایک طرف ایک بڑا تخت بچھایا گیا تھا... اس تخت پر شاہانہ کرسی تھی... جس پر ہیروں کی قسم کی چیزیں جڑی گئی تھیں... خان رحمان اور منور علی خان کی نظریں بھی ان ہیروں پر اٹک سی گئیں... کیونکہ اس قدر خوبصورت اور بڑے بڑے ہیرے انہوں نے آج تک نہیں دیکھے تھے... خود پروفیسر صاحب نے بھی ان ہیروں کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔

"ان ہیروں کو دیکھ کر مجھے ایک خیال آیا ہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"لیکن مہربانی فرما کر اپنے خیال کو اپنے تک رکھیں"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"اوہ! حیرت ہے... تم میرے خیال کو بھانپ گئے"۔

"اوہ... اوہ"۔ انسپکٹر کامران مرزا بھی چونک اٹھے۔

"بس! اس اوہ کو اوہ ہی رہنے دیں"۔ انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

انہیں چونکہ پہلے تخت کے پاس لایا گیا تھا... اس لیے وہ بخوبی اس کا جائزہ لے سکتے تھے... کرسی پر ابھی کوئی نہیں تھا... غالباً یہ شاٹا کی کرسی تھی۔

اچانک شور اٹھا... اور سب لوگ باادب ہو کر کھڑے ہو گئے... شور اس طرح تھم گیا جیسے ان میں زندگی کے آثار یک دم ختم ہو گئے ہوں... انہوں نے دیکھا... دائیں طرف سے شاٹا چلا آ رہا تھا... اس کے چاروں طرف ننگی تلواروں والے پہرے دار تھے... جب تک وہ آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ نہیں گیا... اس وقت تک سب لوگ سر جھکائے کھڑے رہے... پھر اس کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی... تب کہیں جا کر وہ بیٹھے۔

"کیا تم لوگ مقابلے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں جناب!"

"جانتے ہو... مقابلہ کن سے ہو گا"۔

"ظاہر ہے... آپ کے ملک کے جو نامور لڑاکے ہوں گے... وہی میدان میں آئیں گے"۔

"نہیں... ہمیں لڑاکوں کو لڑاکوں سے لڑانے میں مزا نہیں آتا"۔

"تب پھر؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تین دن کے بھوکے شیر اس میدان میں اتارے جائیں گے"۔

"لیکن وہ تو آپ لوگوں پر بھی حملہ کر سکتے ہیں؟" شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں... وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے"۔ شاٹا مسکرایا۔

"خیر... کیا ہمیں ہتھیاروں کے بغیر ان کا مقابلہ کرنا ہو گا"۔

"مزے داری تو اسی میں ہے... لیکن اس طرح مزا نہیں آئے گا"۔

"مزے داری اسی میں ہے اور اس طرح مزا نہیں آئے گا... یہ کیا بات ہوئی بھلا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"اگر ہم آپ لوگوں کو ہتھیار نہیں دیتے... تو شیر چند منٹ میں آپ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے... لیکن اگر ہم آپ کو ہتھیار دے دیتے ہیں تو آپ لوگوں کی آنکھوں میں وہ خوف نہیں ہو گا... جو ہم سب دیکھنا چاہتے ہیں"۔

"تب پھر... اس کا حل کیا ہے"۔

"بس یہی کہ آپ لوگوں کو ہتھیار دے دیئے جائیں... تاکہ مقابلہ کچھ دیر تو جاری رہے"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

انہیں تلواریں دے دی گئیں... اور پھر میدان کے درمیان میں

لایا گیا۔۔۔ سب کی نظریں ان پر جمی تھیں۔۔۔ کسی دوسری دنیا کی مخلوق کو شاید وہ سب زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے تھے۔۔۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔۔۔ پھر اچانک۔۔۔ ان کے چاروں طرف۔۔۔ زمین میں سے لوہے کی سلاخیں اوپر اٹھنے لگیں۔۔۔ یہ سلاخیں بہت موٹی تھیں۔۔۔ اوپر اٹھتے اٹھتے وہ بہت بلند ہو گئیں۔

ایک ایک بڑی گاڑی میدان میں آتی نظر آئی۔۔۔ اس کے چاروں طرف لوہے کی سلاخیں تھیں۔۔۔ اور ان سلاخوں کے اندر شیر بے تابانہ گھوم رہے تھے۔۔۔ وہ کل پانچ شیر تھے۔

"ایک شیر میرے ذمے۔۔۔ ایک انسپکٹر جمشید کے۔۔۔ ایک خان رحمان کے۔۔۔ اور دو منور علی خان کے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے گویا حصہ تقسیم کیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں ہم شیروں سے نہیں لڑ سکتے۔۔۔ آپ انکل منور علی خان کے ذمے بھی ایک ہی لگائیں۔۔۔ پانچویں کو ہم نبٹائیں گے"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"اچھا یونہی سہی۔۔۔ پروفیسر صاحب، گہنا، شاؤ اور رتونگا۔۔۔ یہ لوگ دائرے کے اندر آ جائیں"۔

"دائرے کے اندر۔۔۔ لیکن دائرہ کہاں ہے"۔ رتونگا نے بوکھلا کر کہا۔

وہ فوراً ایک دائرے کی صورت میں آ گئے۔۔۔ تلواریں پہلے ہی

ان کے ہاتھوں میں تھیں۔

"بلکہ میں کہتا ہوں۔۔۔ آپ چاروں سلاخوں پر چڑھ جائیں۔۔۔ اور شوکی برادرز تم بھی"۔

"اوہ بہت بہت شکریہ"۔

وہ جلدی جلدی سلاخوں کو پکڑ کر اوپر ہوتے چلے گئے۔۔۔ اب چونکہ دائرے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔۔۔ لہٰذا انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب الگ الگ۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا آپ دائیں طرف سلاخوں سے جا لگیں۔۔۔ اپنی کمر کو شیر کے حملہ سے بچانے کے لیے سلاخوں سے لگائے رہیں۔۔۔ میں بائیں طرف جا رہا ہوں۔۔۔ منور علی خان شمال کی طرف اور خان رحمان جنوب کی طرف۔۔۔ بچہ پارٹی بھی اسی طرح سلاخوں کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو جائے۔

"او کے۔۔۔ آپ فکر نہ کریں"۔

سلاخوں کے درمیان بنایا گیا دروازہ کھولا گیا۔۔۔ گاڑی اس دروازے تک لائی گئی۔۔۔ پھر اس کا دروازہ کھول دیا گیا۔۔۔ شیر فوراً کودتے پھلانگتے اندر آ گئے۔۔۔ ایک لمحے کے لیے شیروں نے چاروں طرف دیکھا۔۔۔ اور مجمع پر موت کا سناٹا طاری تھا۔

"تلواریں چلانا شروع کر دو۔۔۔ اس قدر تیزی سے کہ تلواریں شیروں کو نظر تک نہ آئیں"۔ انسپکٹر جمشید نے پرسکون انداز میں کہا۔

وہ سب تلواریں چلانے لگے۔۔۔ رفتہ رفتہ ان کے ہاتھوں میں بلا

کی تیزی آگئی... اب تلواریں اس قدر تیزی سے گھوم رہی تھیں کہ نظر تک نہیں آرہی تھیں۔

ادھر شیر ایک لمحے کے لیے رکے... انہوں نے دیکھا... شکار ان کے سامنے ہے... لہٰذا بلند آواز میں ڈکارے... شیر کی دھاڑیں سن سن کر مجمعے پر ہول طاری ہو گیا... سب کو یوں لگا جیسے شیر ان پر حملہ کرنے والے ہوں... لیکن لوہے کی موٹی سلاخوں نے انہیں اپنی جگہ بٹھائے رکھا... شیروں نے لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں... ان پر ٹوٹ پڑے... لیکن ساتھ ہی ان کے ہاتھ پیر کٹ کر ہوا میں اچھلتے نظر آئے... شیروں کی ہولناک چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا... وہ ادھر ادھر گر کر تڑپنے لگے... ایک سیکنڈ کے اندر شیر زخمی ہو چکے تھے... زخموں کو برداشت کرتے ہوئے وہ پھر اٹھے... اور پرہول انداز میں دھاڑیں مارتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے... لیکن نظر نہ آنے والی تلواریں پھر ان کے جسم کے ٹکڑے اڑا گئیں... وہ اچھل اچھل کر گرے... اور پھر نہ اٹھ سکے... ان کی آوازیں [illegible] گئیں۔

"بالکل مزا نہیں آیا... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ شیر اس قدر جلد ختم کر دیے جائیں گے... یہ تو کچھ بھی نہ ہوا... ہم تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑتے دیکھنا چاہتے تھے... اور پھر شیر انہیں چباتے اور یہ منظر اس وقت تک دیکھتے جب تک کہ ان کی ہڈیاں تک وہ نہ چبا جاتے اور میدان میں صرف ان کے خون آلود کپڑے رہ جاتے... پھر ہم

وہ کپڑے راٹھور کے ذریعے ان کی دنیا میں بھیجے"۔ شانا کی بلند آواز پورے میدان میں گونج رہی تھی۔

"لیکن مسٹر راٹھور اس سرزمین میں ہیں ہی نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کک... کیا مطلب... یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو"۔

"اگر ہیں تو سامنے کریں... ہمارا دعویٰ ہے... وہ اب آپ کے ساتھ نہیں ہیں... اس دنیا کو چھوڑ کر واپس اپنی دنیا میں جا چکے ہیں"۔

"وہاں اب انہیں کون قبول کرے گا... غداری کے جرم میں پکڑ لیں گے... لہٰذا وہ وہاں جا کر کیا کریں گے"۔

"ابھی اس دنیا میں اس کے لیے ایک جگہ ہے... وہ ان لوگوں کے لیے کام کریں گے... جو پوری دنیا کے خلاف ہیں اور پوری دنیا پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں"۔

"کیا مطلب... کیا وہاں بھی الگ الگ حکومتیں ہیں... اور ان میں آپس میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں"۔

"ہاں بالکل... اس کا مطلب ہے... یہاں بھی جنگیں ہوتی ہیں"۔

"تو اور کیا... لیکن اس وقت تم لوگ جس ملک میں ہو... یہ دنیا کا ہر لحاظ سے بڑا ملک ہے... اور ہر لحاظ سے طاقت ور ترین ہے... دوسرے ملک اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور نہ اس کے

خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرات کرتے ہیں۔۔۔ بلکہ الٹا اس ملک سے دوسرے ملک مدد مانگتے ہیں۔۔۔ سائنس کے میدان میں بھی ہم سب سے آگے ہیں"۔

"ہوں! ہم سمجھ گئے۔ اب اس پنجرے کو اٹھائیں۔۔۔ آپ کے شیر تو اگلے جہان پہنچ چکے ہیں"۔

"مزا نہیں آیا۔۔۔ کیوں نہ اب ہمارے چند لڑاکوں سے مقابلہ کر کے دکھائیں"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن لڑاکوں سے مقابلے کے لیے اس پنجرے کی تو ضرورت نہیں ہے"۔

"اوہ ہاں"۔ شاناٹا نے کہا اور پنجرے کے بارے میں ہدایات دیں۔۔۔ سلاخیں نیچے دھنسنے لگیں۔۔۔ پھر چند پہلوان نما لوگ ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"یوں مزا نہیں آئے گا شاناٹا"۔ انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"تب پھر۔۔۔ کیسے آئے گا مزا؟"

"ایک وقت میں صرف دو آدمی لڑیں گے۔۔۔ ایک آپ کا اور ایک ہمارا۔۔۔ تاکہ تمام لوگ ایک طرف توجہ کر سکیں گے۔۔۔ اگر کئی کئی آدمی ایک وقت میں مقابلہ کریں گے تو دیکھنے والے کس کس طرف دیکھیں گے"۔

"تجویز معقول ہے۔۔۔ آدمی تم عقل مند ہو"۔ شاناٹا نے فوراً کہا۔۔۔ پھر اس نے ایک پہلوان کو اشارہ کیا۔

"اب معلوم نہیں۔۔۔ ان کے لڑنے کا انداز کیا ہے"۔ شوکی نے پریشان ہو کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔۔۔ ابھی اندازہ ہو جائے گا"۔ منور علی خان بولے۔

اور پھر وہ پہلوان میدان کے درمیان آ کھڑا ہوا۔

"تم میں سے جو مقابلہ کرنا چاہے۔۔۔ آگے آ جائے"۔

"میں جاتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ ٹھیک نہیں رہے گا"۔ ایسے میں منور علی خان نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے ہم سے کوئی چھوٹا جائے۔۔۔ محمود۔۔۔ تم اس کا مقابلہ کرو"۔

"جی بہت بہتر انکل"۔ محمود نے خوش ہو کر کہا اور آگے بڑھا۔

"یہ کیا۔۔۔ یہ بچہ مقابلہ کرے گا۔۔۔ ہمارے نامی گرامی پہلوان کا۔۔۔ یہ تو اس پہلوان کی بے عزتی ہے"۔ شاناٹا چلایا۔

"نہیں۔۔۔ اگر آپ کے پہلوان نے اس بچے کو شکست دے دی تو پھر ہمارا کوئی بڑا مقابلہ کرے گا۔۔۔ آپ یہ بتائیں۔۔۔ یہ مقابلہ ہو گا کس چیز سے۔۔۔ تلوار سے۔۔۔ پستول سے۔۔۔ یا کسی اور ہتھیار سے"۔

"اگر ہاتھوں سے کیا جائے تو کیا ہی اچھا ہو"۔

"اچھی بات ہے... منظور ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"لڑاکا اور محمود آمنے سامنے آ کھڑے ہوئے... محمود اس کے مقابلے میں بہت دبلا پتلا لگ رہا تھا... جب کہ وہ بہت زیادہ ڈیل ڈول والا تھا... اگرچہ قد اس کا محمود سے بڑا نہیں تھا... نئی مخلوق سب کی سب اس جوڑی کو دیکھ کر بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"یہ لوگ۔ تم پر ہنس رہے ہیں محمود"۔

"کوئی بات نہیں... کچھ دیر بعد یہ خود پر ہنسیں گے"۔ محمود نے پر سکون آواز میں کہا۔

"بہت خوب محمود... جملہ پسند آیا... نہایت صبر اور سکون سے لڑنا... کوئی غصہ یا جوش نہ دکھانا"۔ خان رحمان بولے۔

"شکریہ انکل... آپ فکر نہ کریں"۔

اچانک پہلوان آگے بڑھا... محمود اچھل کر اس کے راستے سے ہٹ گیا... پہلوان آگے نکل گیا... مجمعے پر یک لخت سکتہ طاری ہو گیا... شاید ان کے خیال میں یہ بات تھی کہ ایک ہی وار میں یا ایک ہی بار میں پہلوان اس کا جھٹکا کر دے گا۔

"سنبھل کر... یہ کیا بے وقوفی ہے"۔ شاٹا چلایا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب... میرا خیال تھا... یہ بالکل اناڑی ہو گا"۔

"اناڑی تم ہو... اس دنیا سے انھیں اس دنیا میں بھیجنے کے لیے چنا گیا ہے تو ان میں کوئی بات تو ہو گی"۔

"آپ فکر نہ کریں... میں ابھی اس کا کام تمام کر دیتا ہوں... آپ تو جانتے ہیں... میں ایک ہاتھ میں آدمی کی گردن کی ہڈی توڑ دیتا ہوں"۔

"ہاں ہم جانتے ہیں... لیکن یہ لوگ نہیں جانتے... انھیں بتا دو آج یہ بات"۔

"او کے سر"۔

پہلوان اس بار گویا ہوا میں اڑتا ہوا محمود پر آیا... محمود نے بغور دیکھا اور پھر یک دم زمین پر لیٹ کر لوٹ لگا گیا... پہلوان اس کے اوپر سے گزرتا ہوا دور جا کر گرا... ویسے محمود دھک سے رہ گیا تھا، کیونکہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس قدر بھاری بھرکم آدمی اس قدر آسانی سے ہوا میں اڑ سکتا ہے... تاہم وہ بہت خوبصورتی سے بچا تھا... اس کے ساتھیوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا... محمود فوراً اٹھ کھڑا ہوا... اس بار پہلوان آہستہ آہستہ آگے آیا... محمود اپنی جگہ پر کھڑا رہا... بالکل نزدیک آ کر اس نے دونوں بازو پھیلائے اور ان کو یک دم اس کے چہرے کی طرف لایا... گویا وہ دونوں ہاتھ اس کے چہرے پر یک دم رسید کرنا چاہتا تھا... محمود فوراً نیچے بیٹھ گیا... اس کے ہاتھ زور سے ٹکرائے... اس کے ساتھ ہی محمود نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر

گھسیٹ لیں۔۔۔ وہ کمر کے بل دھڑام سے گرا۔۔۔ ساتھ ہی محمود اچھل کر اس کے سر کی طرف آیا۔۔۔ ابھی وہ اٹھ نہیں پایا تھا کہ محمود کے پاؤں کو ٹھوکر اس کے سر پر لگی۔۔۔ وہ بلبلا اٹھا۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ محمود ٹھوکروں پر ٹھوکریں مارتا چلا گیا۔۔۔ یہاں تک کہ پہلوان ساکت ہو گیا۔

"حیرت انگیز۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ بس اور مقابلے کی ضرورت نہیں' ان لوگوں میں ضرور کوئی بات ہے۔۔۔ لہٰذا انہیں جیل میں ڈال دیا جائے"۔

"کیا مطلب۔۔۔ آپ نے تو کہا تھا کہ اس مقابلے کے بعد ہم پوری طرح آزاد ہوں گے۔۔۔ جہاں چاہیں گے جائیں گے' گھوم پھر سکیں گے"۔

"نہیں۔۔۔ ان دو تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ تم خطرناک ہو۔۔۔ لہٰذا میں خطرہ مول نہیں لے سکتا۔۔۔ مسٹر راٹور نے ٹھیک کہا تھا"۔ شاتا نے جلدی جلدی کہا۔

"اور مسٹر راٹور نے آپ سے کیا کہا تھا"۔

"یہی کہ تم لوگ بہت خطرناک ہو۔۔۔ وہ آج تک کسی سے مقابلہ کرتے ہوئے نہیں گھبرایا۔۔۔ یعنی پوری دنیا میں' لیکن آپ لوگوں کے مقابلے میں وہ زندگی میں پہلی بار گھبرایا ہے"۔

"ہمارا بھی یہی خیال ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" شاتا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ ہم بھی زندگی میں پہلی بار اس سے مقابلہ کرتے ہوئے گھبرائے ہیں"۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر جمشید"۔ جیرال نے غصے کے عالم میں کہا۔

"اوہ یہاں آپ بھی ہیں۔۔۔ میں بھول ہی گیا۔۔۔ ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔۔۔ زندگی میں پہلی بار آپ سے مقابلہ ہونے پر پریشانی ہوئی تھی۔۔۔ پھر اور بھی بڑے بڑے مجرم ہمارے مقابلے پر آئے۔۔۔ آخری نمبر راٹور کا کہا جا سکتا ہے"۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! یہ بات ہوئی نا۔۔۔ خیر اب تم جیل جاؤ۔۔۔ جب تک تم لوگوں کی زندگی ہے۔۔۔ جیل میں رہو"۔

"د۔۔۔ دیکھئے۔۔۔ یہ تو کھلی ناانصافی ہے۔۔۔ آپ کے اپنے فیصلے کے خلاف ہے"۔

"ہو گی۔۔۔ ہماری قوم کے لیے یہی مفید ہے۔۔۔ بلکہ اس پوری دنیا کے لیے"۔

"افسوس۔۔۔ آپ تو بہت جلد اپنے الفاظ سے پھر گئے۔۔۔ ایک حکمران کی یہ شان تو نہیں ہوتی"۔

"ہم شان کے چکر میں نہیں پڑتے"۔ اس نے کہا۔

اور پھر ہزاروں ننگی تلواریں ان کے آگے تن گئیں۔۔۔ وہ اتنی تلواروں کے مقابلے میں کیا کر سکتے تھے۔

"افسوس! ہماری تو اس دنیا کی سیر کی خواہش بھی دھری کی دھری

رہ گئی"۔ شوکی نے کہا۔

"اوہو اچھا یہ بات ہے"۔

"ہاں! کم از کم ہمیں اس دنیا میں گھومنے پھرنے تو دیا ہوتا"۔

"خیر.... تم لوگوں کی یہ درخواست میں منظور کیے لیتا ہوں"۔
شاتانا نے ہنس کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ.... تلواریں ہٹا لو بھئی"۔ شوکی ہنسا۔

"جانا تو فی الحال تم لوگوں نے جیل میں ہی ہے"۔

"کیا مطلب.... اور ابھی ابھی آپ نے کیا کہا تھا"۔

"وہ بھی ہو گا.... لیکن اس کا طریقہ ذرا مختلف ہو گا"۔

"ہم سمجھے نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"مطلب یہ کہ سب لوگوں کو ایک ہی بار سیر نہیں کرائی جائے گی.... مسٹر ذاثور کے الفاظ بار بار میرے کانوں میں گونج رہے ہیں"۔
اس نے کہا۔

"آخر وہ کیا الفاظ تھے"۔

"یہ کہ تم چند آدمی ایک پورے ملک پر بھاری ہو.... بلکہ پوری ایک دنیا کے مقابلے میں بھاری ہو"۔

"بالکل غلط ہے.... ہم میں ایسی کوئی بات نہیں.... یہ مسٹر ذاثور کا بے کار خیال ہے.... ہم عام انسان ہیں"۔

"ہاں! تم عام انسان ہو.... لیکن خطرناک ترین.... لہٰذا تم جیل

ائے.... ایک وقت میں صرف ایک یا دو آدمی جیل سے نکالے جائیں گے.... وہ سیر کریں گے.... جب تک ان کا جی چاہے.... سیر کریں.... پھر ب وہ جیل میں آ جائیں گے.... اس وقت دو اور آدمی جیل سے باہر الے جائیں گے"۔

"اس طرح کیا خاک سیر کا مزا آئے گا"۔

"مزا آئے یا نہ آئے.... تم لوگ سیر کرنا چاہتے ہو تو اس کا یہی ریقہ ہو گا"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی.... کبھی آپ ہمارے ملک میں ئے تو ہم بھی آپ کو نئے انداز میں سیر کرائیں گے"۔

"ہم وہاں جائیں گے.... لیکن اس سرزمین پر قبضہ کرنے کے بعد.... تمہاری دنیا کے لوگوں کو تو ہم جلا کر راکھ کر دیں گے.... اور اس راکھ کو سمندر میں بہا دیں گے"۔

"ارے باپ رے.... کیا غضب کرتے ہیں.... اتنی خوف ناک بات"۔ مکھن بوکھلا اٹھا۔

"ایکٹنگ نہ کرو.... جیل جاؤ جیل"۔ شاتانا ہنسا۔

"اور سیر کا پروگرام کب سے شروع ہو گا"۔

"کل سے.... آج جیل میں آرام کرو"۔

"او کے.... لیکن اس کا طریقہ کیا ہو گا"۔ محمود نے پوچھا۔

"بھئی طریقہ کیا.... بس دو آدمی باہر نکالے جائیں گے.... ادھر

ادھر گھوم پھر کر واپس جیل آ جائیں گے"۔

"لیکن ہم اس دنیا کے راستے نہیں جانتے... اور پھر پیدل سفر کس طرح کریں گے"۔

"سیر کرانے والے ساتھ ہوں گے... گاڑی میں لے جائیں گے... کیوں فکر کرتے ہو"۔

"آپ بہت اچھے شاتانا ہیں"۔ شوکی مسکرایا۔

"خبردار... میری تعریف نہ کرنا"۔ شاتانا چلایا... اس کا چہرہ غصے سے تن گیا۔

"ارے ارے... یہ آپ کو کیا ہو گیا"۔ انسپکٹر جمشید نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتا... جو لوگ بلکہ جو حکمران اپنی تعریف سننے کے شوقین ہوتے ہیں... ان کے گرد خوشامدیوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے... اور پھر وہ کسی کام کا نہیں رہ جاتے... بس دن رات خوشامد سنا کرتے ہیں... اور ان کے کام کیا کرتے ہیں"۔

"کاش یہ بات ہمارے حکمران بھی سیکھ جائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آہ بھری۔

"کیا مطلب... تم لوگوں کے حکمران لوگ خوشامد پسند ہیں"۔

"ہاں! بہت زیادہ"۔

"تب ہم تمہاری دنیا پر بہت جلد قبضہ کر لیں گے... خوشامدی

حکمرانوں میں کوئی دم خم نہیں ہوتا"۔

"ہو سکتا ہے... آپ ٹھیک کہتے ہوں... بہرحال... جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر انہیں جیل میں لایا گیا... اندر داخل کرنے سے پہلے ان کی ایک بار پھر اچھی طرح تلاشی لی گئی۔

"جوتے اتار دو"۔

"جی... کیوں... آپ کو ہمارے جوتوں کی کیا ضرورت پڑ گئی"۔ فاروق گھبرا کر بولا... محمود کا تو رنگ اڑ گیا۔

"ضرورت نہیں پڑ گئی... جیل میں جوتے لے جانا منع ہے"۔

"یہ جملہ سنا ہوا سا لگتا ہے... اوہ ہاں... ہماری دنیا میں بھی کچھ جگہیں ایسی ہیں... جن میں جوتے لے جانا منع ہوتا ہے... وہاں باہر یہ لکھ کر لگا دیا جاتا ہے... اندر جوتے نہ لے جانا منع ہے... خیر... اتار دو بھئی جوتے"۔

سب جھک گئے... انہوں نے محمود کو اپنی اوٹ میں لے لیا... اس طرح اس نے جوتے اتارتے وقت ایڑی میں سے چاقو نکال کر جیب میں ڈال لیا۔

"اس لڑکے نے کوئی حرکت کی ہے سر"۔ جیل کے ایک ملازم نے اپنے آفیسر کو محمود کی طرف متوجہ کیا۔

"اے... ادھر آؤ... اور بتاؤ... تم نے کیا کیا ہے؟"

"جوتا اتارا ہے"۔

"جوتا اتارنے سے پہلے اس کے ساتھیوں نے اسے اوٹ میں لے لیا تھا"۔

"اوہو اچھا... تلاشی لو اس کی"۔

"وہ تو آپ لے چکے ہیں"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"تم نے جوتے میں سے شاید کوئی چیز نکالی ہے"۔ آفیسر غرایا۔

"اچھی بات ہے... آپ تلاشی لے لیں"۔

محمود کی تلاشی لی گئی... لیکن چاقو نہ مل سکا۔

"چھوڑو تمہیں وہم ہوا ہے"۔ آفیسر نے منہ بنایا۔

"نہیں سر... میں نے خود نوٹ کیا ہے... ان لوگوں نے باقاعدہ اسے اوٹ میں لیا تھا۔

"تو پھر دوبارہ تلاشی لے لو"۔ آفیسر جھلا اٹھا۔

محمود کی پھر تلاشی لی گئی... لیکن اس کے لباس میں سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔

"ان سب کی تلاشی کیوں نہ لی جائے سر... شاید اس نے لباس میں سے کوئی چیز نکال کر اپنے ساتھیوں کو دے دی ہے"۔

"حد ہو گئی... میں کیا اندھا ہوں... میں بھی تو یہیں موجود تھا... تم بہت زیادہ اپنے آپ کو عقل مند ثابت کرنے کے چکر میں رہتے ہو"۔

"آپ کی مرضی سر... میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔

عین اس وقت ایک اور آفیسر وہاں آ پہنچا... ان سب نے خوف کے عالم میں اسے سلام کیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں"۔ اس کے لہجے میں ناگواری تھی۔

"ان لوگوں کو جیل میں داخل کرنا ہے"۔

"وہ تو مجھے معلوم ہے... شاٹا کا فون مل چکا ہے... لیکن... یہ لوگ اب تک یہاں کیوں کھڑے ہیں"۔

"ان کی تلاشی لی گئی... پھر جوتے اتروائے گئے... جوتے اتروانے کے سلسلے میں ذرا دیر ہو گئی... وہ بھی آپ کے جماٹا کی وجہ سے"۔ آفیسر نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا... جماٹا نے کیا کیا ہے؟"

"یہ اپنے آپ کو عقل مند ثابت کرنے کے چکر میں رہتا ہے"۔

"عقل مند تو خیر یہ ہے... ویسے بات کیا ہوئی"۔

آفیسر نے اسے ساری بات بتا دی۔

"اوہ! تب تو ان سب کی بہت باریک بینی سے تلاشی لی جانی چاہیے"۔ آنے والے آفیسر نے کہا۔

"لیجیے... اب آپ بھی جماٹا کی باتوں میں آ گئے"۔

"میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں... یہ بہت تیز ہے... اب ان لوگوں کی تلاشی آلات کے ذریعے لی جائے گی... تب یہ اندر جا

سکیں گے"۔

"جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا"۔

ایک مشین وہاں لائی گئی۔۔۔ ان میں سے ہر ایک کو باری باری مشین پر کھڑا کیا گیا۔۔۔ آفیسر مشین پر لگی سکرین کو بغور دیکھ رہا تھا۔۔۔ اچانک ان کے چہروں پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"دیکھا۔۔۔ جماتا کا خیال ٹھیک تھا۔۔۔ مسٹر آپ کے پاس کوئی چیز ہے۔۔۔ نکال دیں"۔ آفیسر نے انسپکٹر جمشید سے کہا۔

"تلاشی لے لیں"۔ وہ مسکرائے۔

"تم خود کیوں نہیں نکال دیتے"۔

"اگر آپ کا خیال یہ ہے۔۔۔ کہ میرے پاس کوئی چیز ہے تو نکال کر دکھائیں"۔

"ہماری یہ مشین جھوٹ نہیں بولتی"۔ وہ غرایا۔

"نہیں بولتی ہو گی جھوٹ"۔ انھوں نے منہ بنایا۔

"آپ کی مرضی۔۔۔ تلاشی لو ان کی"۔ آفیسر نے جھلا کر کہا۔

ایک بار پھر تلاشی لی گئی۔۔۔ لیکن کوئی چیز نہ مل سکی"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے جھلا کر کہا۔

"پتا نہیں سر۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ ویسے تو بھری دنیا نے ان کا کمال دیکھا ہے۔۔۔ شیروں کو انھوں نے کاٹ ڈالا۔۔۔ ہمارے نامی گرامی پہلوان کو ان کے ایک بچے نے شکست دے دی۔۔۔ اب رہ گیا

گیا۔۔۔ مسٹر راٹور پہلے ہی ان کے بارے میں ضرورت سے زیادہ خبردار کر چکے ہیں"۔

"ایک بار پھر صرف اسے مشین پر کھڑا کرو"۔

انہیں پھر مشین پر کھڑا کیا گیا۔۔۔ مشین نے اشارہ دیا۔۔۔ آفیسر کے چہرے پر حیرت نظر آئی۔

"مشین کہہ رہی ہے۔۔۔ اس کے پاس کوئی خطرناک چیز ہے۔۔۔ لیکن تلاشی لینے پر کچھ نہیں ملتا۔۔۔ اب تلاشی میں خود لوں گا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

ایک بار پھر تلاشی شروع ہوئی۔۔۔ لیکن وہ بھی ان کے پاس سے کوئی چاقو برآمد نہ کر سکا۔

"اب اس شخص کے کپڑے اتارنے ہوں گے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"کیا کہا۔۔۔ کپڑے اتارنا ہوں گے"۔ انسپکٹر جمشید بوکھلا کر بولے۔

"ہاں۔۔۔ اور کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ کوئی چیز تمہارے پاس ضرور ہے۔۔۔ اس میں تو ہمیں ایک فیصد بھی شک نہیں ہے۔۔۔ لیکن کہاں ہے۔۔۔ یہ ہم نہیں جان سکے۔۔۔ لہٰذا کپڑے اتروانا ہوں گے"۔

"نن نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

"کیوں! اب تم گھبرا کیوں گئے"۔

"اس لیے کہ میں اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ننگا نہیں کر سکتا"۔

"تو پھر وہ چیز نکالو"۔

"تلاشی لے لو"۔

"نہیں... انہیں کمرۂ امتحان میں لے چلو"۔

"کک... کیا کہا... کمرۂ امتحان"۔ آفتاب کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! کمرۂ امتحان... کیوں کیا بات ہے"۔

"کک... کچھ نہیں... ہماری طرف بھی کمرۂ امتحان ہوتے ہیں"۔

"لیکن ہم جیسے نہیں ہو سکتے... ابھی تم دیکھ لو گے"۔

"خیر چلو... کمرۂ امتحان بھی دیکھ لیتے ہیں"۔

انہیں ایک بڑے کمرے میں لایا گیا۔

"آپ سے آخری بار کہتا ہوں... وہ چیز ہمارے حوالے کر دیں"۔

"نہیں کر سکتا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اچھی بات ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ سب کمرے سے نکل گئے... کمرے کا دروازہ بند ہو گیا... اور پھر کمرے میں گرم ہوا آنے لگی... تیز گرم

ہوا۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں"۔

"اب تم سب اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں اتارو گے... آگ لگ جائے گی تمہارے جسموں کو"۔

"نن نہیں... ایسا نہ کریں... ہم اپنے کپڑے نہیں اتار سکتے"۔

"تب وہ چیز دے دو"۔

"اچھی بات ہے... دے دیتا ہوں"۔

"کیا کر رہے ہو جمشید... چاقو کی مدد کے بغیر ہم..." پروفیسر داؤد گھبرا گئے۔

"اب کیا کروں... ننگا ہونا بھی ہمارے لیے ناممکن ہے"۔

پروفیسر داؤد کچھ نہ کہہ سکے... انسپکٹر جمشید نے اپنی خفیہ جیب سے چاقو نکال کر فرش پر گرا دیا... وہ اس ننھے سے چاقو کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔

"کمال ہے... یہ تم نے کہاں چھپایا تھا... اور اتنے سے چاقو سے تم کیا کر لیتے بھلا... ہمارے خیال میں تو یہ بے کار ہے... پھر تم نے اس کے لیے اتنا لمبا چوڑا چکر کیوں چلایا"۔

"اگر آپ کے خیال میں یہ بے کار ہے تو ہم اسے رکھ لیتے ہیں"۔

"ہاں ہاں... ضرور"۔ جیلر نے کہا۔

اور پھر وہ چاقو سمیت اندر جانے لگے... ایسے میں جماٹا چلا اٹھا۔

"ایک منٹ... ہم نے اس چاقو کو دیکھا ہی نہیں اور انہیں اندر لے جانے کی اجازت دے دی... پہلے اس کا جائزہ تو لے لینا چاہیے تھا"۔

"جماٹا ٹھیک کہتا ہے... ان سے چاقو لے کر دیکھا جائے... اور ہمیں کیا ضرورت ہے... چاقو ساتھ کرنے کی"۔

"بات معقول ہے... چاقو دے دو بھئی"۔

"یہ لے لیں چاقو... ہم تو پیچھے پڑ ہی گئے تھے چاقو کے... آپ بھی پیچھے پڑنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے"۔ محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

جماٹا نے ایک منٹ تک چاقو کو دیکھا پھر چونک کر بولا۔

"مجھے اس میں کوئی خاص بات نظر آتی ہے... لہٰذا یہ اس چاقو کے بغیر اندر جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے... اب چاقو تم رکھو... اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہو کہ اس میں کیا خاص بات ہے"۔ جیلر نے کہا۔

آخر انہیں چاقو کے بغیر اندر جانا پڑا... یہ جیل ان کی دنیا کی جیلوں سے مختلف تھی... اس لیے کوئی کوٹھڑیاں وغیرہ نہیں تھیں' بڑے بڑے پارک تھے... یا گھروں کی طرح رہائشیں تھیں... ان میں ہر طرح کی سہولتیں تھیں... مطلب یہ کہ قیدی اپنی مرضی سے کھا پکا سکتے

تھے۔

"میرا خیال ہے... ہماری دنیا میں تو ایک جیل بھی ایسی نہیں ہے"۔ آصف بولا۔

"دھت تیرے کی"۔ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم میں سے کون سے دو باہر کی سیر کرنے جائیں گے"۔

"ظاہر ہے... چھوٹی پارٹی میں سے جائیں گے... اس لیے کہ سیر کے شوقین چھوٹے زیادہ ہوتے ہیں"۔ منور علی خان نے کہا۔

"یونہی سہی... لیکن ان میں سے کون سے دو جائیں گے"۔

"میں تو کہتا ہوں... پہلے پروفیسر صاحب اور انسپکٹر جمشید چلے جائیں"۔ جیرال نے مشورہ دیا۔

"میں اس مشورہ کی تائید کرتا ہوں"۔ اقبال کی آواز سنائی دی۔

"ارے ہاں... وہ ہمارے جن بھائی دکھائی نہیں... اوہ میرا مطلب ہے سنائی نہیں دے رہے... اس وقت وہ ہمارے بہت کام آ سکتے ہیں... اس جیل سے ہمیں نکال سکتے ہیں"۔ خان رحمان نے چونک کر کہا۔

"جن بھیا... آپ کہاں ہیں... آواز دیں"۔ آفتاب نے ہانک لگائی۔

جن کی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"سنا تو ہے کہ جن بہت بے وفا ہوتے ہیں"۔

"لیکن میرا دوست بے وفا نہیں"۔ ٹی ایس ایم کی آواز سنائی دی۔

"تو پھر... وہ کہاں ہے"۔

"ہو سکتا ہے... وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہو"۔ ٹی ایس ایم نے کہا۔

"بھائی پی سی ایس... اب اپنے جن دوست کی اتنی وکالت بھی نہ کریں... ہاں اگر وہ آ جائے گا تو ہم مان لیں گے کہ کم از کم آپ کا دوست جن بے وفا نہیں ہے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی... اب میں پی سی ایس ہو گیا... کمال ہے"۔ ٹی ایس ایم نے جھلا کر کہا۔

"نام بھی تو جن کا رکھا ہے"۔

"میں پہلے کسی موقع پر بتا چکا ہوں... یہ نام میں نے نہیں رکھا... کسی اور نے رکھا ہے... وہ شخص ڈرتا ہے... کہیں میں اپنے اصل نام سے مشہور نہ ہو جاؤں"۔

"آخر وہ کون ہے... ایسا کیوں چاہتا ہے کہ آپ مشہور نہ ہوں"۔ آصف بولا۔

"ایک تو آپ مجھے یہ آپ کہہ کر نہ پکاریں... مجھے بہت الجھن ہوتی ہے"۔ اس نے تلملا کر کہا۔

"او کے... اب ہم آپ کو آپ کہہ کر مخاطب نہیں کیا کریں گے"۔ آفتاب مسکرایا۔

"وہ تو آپ نے اب بھی کیا ہے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"یہ آخری بار کہا ہے... الوداعی طور پر"۔ فاروق بولا۔

اسی وقت انہیں کسی کا قہقہہ سنائی دیا... اور حد درجے خوفناک قہقہہ۔

○☆○

بولتا پہاڑ

انہوں نے چونک کر سامنے دیکھا۔۔۔ انہیں اپنے سامنے ایک پہاڑ نظر آیا۔۔۔ سیاہ رنگ کا پہاڑ۔

"ہائیں۔۔۔ یہ قہقہہ کس نے لگایا تھا"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"میں نے۔۔۔ ہاہاہا"۔ آواز پھر سنائی دی

"لیکن ہمیں تو یہاں کوئی نظر نہیں آ رہا"۔ آصف نے چاروں طرف دیکھا۔

"اندھے ہو گیا۔ نظر نہیں آتا اپنے سامنے اتنا بڑا پہاڑ"۔ پہاڑ میں سے آواز آئی۔

"ارے باپ رے۔۔۔ پہاڑ بھائی۔۔۔ یہ آپ بولے"۔ فاروق نے کانپ کر کہا۔

"اور نہیں تو کیا یہ تم بولے ہو۔۔۔ میں ہوں جیل کا پہاڑ"۔

"ج۔۔۔ جیل کا پہاڑ۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی۔۔۔ جیل کا پہاڑ"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! میں ہوں جیل کا چلتا پھرتا پہاڑ"۔

"یہ لیجئے۔۔۔ اب یہ چلتے پھرتے بھی ہو گئے۔۔۔ پہلے صرف جیل کا پہاڑ تھے۔۔۔ اب جیل کا چلتا پھرتا پہاڑ ہو گئے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"ابھی کیا ہے۔۔۔ آگے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے"۔

"تیار ہو جاؤ۔۔۔ میں تم پر حملہ کرنے والا ہوں"۔

"یار کیوں مذاق کرتے ہیں۔۔۔ کبھی پہاڑ بھی کسی پر حملہ کیا کرتے ہیں"۔ آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ویسے خدا کا شکر ہے۔۔۔ یہ جیل کا پہاڑ نہیں ہیں۔۔۔ ورنہ انہیں یاد بھی کرنا پڑتا"۔ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"بہت دیر بعد فرزانہ بہن کی آواز سنائی دی۔۔۔ میں تو اس پر شکر کرتا ہوں"۔ مکھن بولا۔

"ارے ارے یہ تو سچ مچ ہماری طرف بڑھ رہا ہے"۔ فرحت چلائی۔

"پہاڑ بھائی یہ تم۔۔۔ نہیں۔۔۔ آپ۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ ہم تو اس جیل میں مہمان ہیں"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"جیل میں مہمان۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی"۔ آصف اس کی طرف الٹ پڑا۔

"کیوں۔۔۔ کیا ہم جیل میں مہمان نہیں ہیں۔۔۔ ابھی ابھی تو آئے ہیں۔۔۔ نہ جانے کب چلے جائیں"۔

"ہاہاہا"۔ جیل کا پہاڑ ہنسا۔

"اب یہ ہنسی کس سلسلے میں ہے؟"

"اس جیل سے آج تک کوئی باہر نہیں گیا"۔

"لیکن ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ دو دو کر کے باہر سیر کے لیے بھیجے جائیں گے"۔

"وہ اور بات ہے۔۔۔ پہلے تو تم مجھ سے نبٹو۔۔۔ اگر تم نے مجھے شکست دے دی۔۔۔ تو اس جیل میں آرام سے رہ سکو گے"۔ اس نے خطرناک انداز میں کہا۔

"ہماری آپ سے کیا دشمنی پہاڑ بھائی۔۔۔ بلاوجہ کیوں ہم سے لڑنا چاہتے ہیں آپ"۔

"بلاوجہ نہیں۔۔۔ تم ہماری دنیا کے دشمن ہو"۔

"دد۔۔۔ دد۔۔۔ دنیا کے دشمن"۔ فاروق ہکلایا۔

"کک۔۔۔ کیوں۔۔۔ کیا ہوا؟" پہاڑ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ یہ صاحب اس دوسری دنیا میں بھی ناولوں کے نام گھسیٹ لائے"۔ آصف نے جل بھن کر کہا۔

"اب میں تمہیں تو گھسیٹ لانے سے رہا"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ ہم باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔۔۔ اور یہ

صاحب ہم پر چڑھے چلے آ رہے ہیں۔۔۔ بھاگو۔۔۔ ان کے ارادے نیک نہیں ہیں"۔ منور علی خان نے چلا کر کہا۔

"کک۔۔۔ کس کے ارادے انکل۔۔۔ اس پہاڑ کے"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہ ہاں۔۔۔ پہاڑ کے۔۔۔ اور کس کے۔۔۔ فی الحال تو یہی صاحب ہمارے مقابلے میں ہیں"۔

انہوں نے دیکھا۔۔۔ واقعی پہاڑ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے پیچھے پہیے لگے ہوں۔

"کیا خیال ہے اباجان۔۔۔ کیا ہم دوڑ لگا دیں"۔

"لگا کر دیکھ لیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا آپ کو اس پہاڑ سے ڈر نہیں لگ رہا"۔

"نہیں۔۔۔ پہاڑوں سے کیا ڈرنا۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ یہ سائنسی پہاڑ ہے"۔

"سائنسی پہاڑ"۔ فاروق چلایا۔

"مل گیا۔۔۔ اسے تو ایک اور نام ناول کا"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"ہاں مل گیا۔۔۔ تمہیں کیا پریشانی ہے"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"بھئی پہاڑ سے لڑو۔۔۔ آپس میں لڑنے کا کیا فائدہ"۔ آصف نے انہیں مشورہ دیا۔

"اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔۔۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں"۔ آفتاب غرایا۔

"ہائیں۔۔۔ ہائیں۔۔۔ تم تو کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہو"۔

"تو ان حالات میں اور کیا کر سکتا ہوں"۔ وہ فوراً بولا۔

پہاڑ اب ان کے سر پر آ چکا تھا۔۔۔ لہٰذا انہیں دوڑ لگانا پڑی۔۔۔ لیکن جونہی وہ دوڑے۔۔۔ ایک حیرت انگیز بات دیکھنے میں آئی۔۔۔ پہاڑ بھی اسی رفتار سے دوڑنے لگا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ یہ تو دوڑ بھی سکتا ہے۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ یہ ہمیں نہیں چھوڑے گا" آصف چلا اٹھا۔

"نہایت غیر شریف پہاڑ ہے۔۔۔ ہم نے آج تک ایسا پہاڑ نہیں دیکھا"۔

"تو اب دیکھ لو نا"۔ پہاڑ بولا۔

"دیکھ ہی تو رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں"۔ آصف نے جل بھن کر کہا۔

"ہاہاہا۔۔۔ مزا آ رہا ہے"۔ پہاڑ ہنسا۔

"مزا آ رہا ہے۔۔۔ اچھا۔۔۔ کہاں ہے۔۔۔ ذرا ہمیں بھی دکھائیں"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"دکھاؤں گا نہیں۔۔۔ چکھاؤں گا۔۔۔ مزا چکھایا جاتا ہے"۔

"حیرت ہے۔۔۔ تم لوگ اس قدر جلد اتنی صاف اردو بولنے لگ

گئے"۔ خان رحمان بولے۔

"تم لوگ کون لوگ۔۔۔ آپ کا مطلب ہے۔۔۔ پہاڑ لوگ"۔ محمود بولا۔

"ارے نہیں۔۔۔ میری مراد اس مخلوق سے تھی"۔ خان رحمان بولے۔

"اوہ اچھا۔۔۔ تب تو ٹھیک ہے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا ٹھیک ہے؟" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"پتا نہیں کیا ٹھیک ہے۔۔۔ اور کیا غلط ہے۔۔۔ کچھ سمجھ تو آ نہیں رہا۔۔۔ آخر یہ پہاڑ صاحب ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے"۔

"جیل میں آنے والی ہر پارٹی کے ساتھ میں یہی سلوک کرتا ہوں۔۔۔ جو میرے وار سے بچ جاتا ہے نا۔۔۔ پھر وہ جیل میں رہتا ہے"۔ پہاڑ نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ اچھا۔۔۔ تو یہ بات ہے۔۔۔ گویا ہمیں جیل میں رہنے کے لیے بھی پہلے آپ سے مقابلہ کرنا ہو گا۔۔۔ باز آئے ہم تو ایسی جیل سے۔۔۔ ہمیں تو باہر نکال دیں"۔

"باہر۔۔۔ باہر اب آپ کہاں جا سکیں گے۔۔۔ اب تو ساری زندگی یہیں گزارنا ہو گی"۔

"ارے میاں جاؤ۔۔۔ کیوں مذاق کرتے ہیں"۔

"یہ مذاق نہیں سنجیدگی ہے"۔ پہاڑ نے کہا۔

"لیجیے... ہم سے اردو دانی شروع کر دی... ارے ہاں... ہم نے اس بات پر حیرت ظاہر کی تھی کہ اس قدر جلد تم لوگ اس قدر صاف ستھری اردو اور انگریزی کس طرح بولنے لگ گئے؟"

"اس قدر جلد نہیں... دس سال پہلے ہم نے مسٹر راٹور کے ذریعے یہ کام شروع کیا تھا... تمہاری دنیا میں عام طور پر بولی جانے والی زبان انگریزی ہے... پہلے ہم نے انگریزی سیکھی تھی... لیکن پھر مسٹر راٹور کے کہنے پر اس دنیا کے لوگوں کی اردو بھی سیکھنا پڑی"۔

"ہائیں... وہ کیوں؟"

"انہوں نے بتایا تھا کہ ہو سکتا ہے... اردو بولنے والے کچھ لوگ ہمارے مقابلے میں آئیں... لہٰذا اردو ضرور سیکھ لو"۔

"اوہ... تو مسٹر راٹور کو پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمیں اس معاملہ میں شامل کیا جائے گا"۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ انہوں نے کس بناء پر کہا تھا... لیکن ہم اردو سیکھ چکے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے مسٹر پہاڑ... کہ اب ہمیں یہیں رہنا ہو گا"۔

"ہاں! اس جیل سے آج تک کوئی باہر نہیں جا سکا"۔ اس نے کہا۔

"لیکن ہمیں تو بتایا گیا ہے کہ ہم میں سے دو دو کی ٹولیاں باری

باری سیر کرنے کے لیے باہر جائیں گی... یعنی ایک پارٹی جب سیر کر کے آئے گی تو اس وقت دوسری جائے گی"۔

"ہوں... ہو سکتا ہے... یہ خاص اجازت نئی مخلوق ہونے کی وجہ سے آپ لوگوں کو دی گئی ہو"۔

"خیر... ہمیں اس سے کیا کہ اجازت کس سلسلے میں دی گئی ہے... ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہم ضرور اس جیل سے باہر جائیں گے"۔

"دیکھا جائے گا... پہلے تو تم مجھ سے فیصلہ کر لو"۔ پہاڑ نے شاید تلملا کر کہا۔

اور پھر وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

"ترکیب نمبر تیرہ"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

وہ فوراً منتشر ہو گئے... اب پہاڑ ان میں سے صرف ایک طرف بڑھ سکتا تھا... اور وہ انسپکٹر کامران مرزا تھے جن کی طرف وہ بڑھ رہا تھا۔

"دیکھا مسٹر پہاڑ... ہم نے اللہ کی مہربانی سے اپنی عقل کے ذریعے... تمہیں چکرا کر رکھ دیا ہے... اب تم ایک وقت میں ہم سب کی طرف نہیں بڑھ سکو گے"۔

"مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے... میں کون سا انسان ہوں کہ تھک جاؤں گا... میری طرف سے تو اس کام میں چاہے ایک ماہ لگ جائے... یعنی تم سب کو پیس ڈالنے میں"۔

"اوہ! تو یہ بات بھی ہے"۔

"ہاں! باتیں تو اور بھی بہت ہیں... فی الحال اسی کو کافی سمجھو"۔

پہاڑ برابر انسپکٹر کامران مرزا کی طرف بڑھ رہا تھا... اور وہ اس کے آگے آگے دوڑ رہے تھے... اچانک ان کے سامنے دیوار آ گئی... وہ مڑے اور دیوار کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے... پہاڑ اب پھر ان کے پیچھے تھا۔

"کہاں تک اور کب تک دوڑو گے... آخر تھک کر میرے نیچے کچلے جاؤ گے"۔

"اچھا یہ بات ہے... بتاؤں پھر"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" پہاڑ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب یہ کہ بتاؤں... میں کس طرح تم سے بچ سکتا ہوں"۔

"ہاں ضرور... کیوں نہیں... بتاؤ"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... منہ پہاڑ کی طرف کیا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے... یہ کیا... تم تو الٹا میری طرف آ رہے ہو؟"

پہاڑ کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تو اور کیا کروں؟"

"اس طرح تو آپ کچلے جائیں گے انکل"۔

"نہیں کچلا جاؤں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے اور بے تحاشا

دوڑتے ہوئے اس کے عین نزدیک پہنچ گئے... لیکن دوڑنا انہوں نے پھر بھی بند نہ کیا... اور پھر وہ اس پر چڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ اس کی چوٹی پر پہنچ گئے۔

"ارے... یہ کیا... یہ تو تم میرے اوپر چڑھ گئے"۔

"اور میں کیا کرتا... تم میرا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہیں تھے... ادھر میں آخر کب تک دوڑتا... لہٰذا میں نے سوچا کیوں نہ تمہارے اوپر چڑھ جاؤں... مسٹر پہاڑ اب تم کیا کرو گے... پہلے یہ بتاؤ"۔

"کرنے کے لیے اب بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں"۔ پہاڑ ہنسا۔

"اجازت ہے... جو کرنا ہے کر گزرو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں نے تم جیسے سرپھرے آج تک نہیں دیکھے"۔ پہاڑ بولا۔

"اور شاید کبھی نہ دیکھو"۔ وہ ہنسے۔

عین اس وقت باقی لوگ بھی مختلف سمتوں سے دوڑتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔

"بھئی واہ... بہت خوب... مزا آ گیا... لیکن اگر اب میں لوٹ لگا جاؤں"۔ پہاڑ کی آواز سنائی دی۔

"لوٹ... پہاڑ کی لوٹ... یار تم کیا گدھے ہو کہ لوٹ لگاؤ گے"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"گدھا کیا ہوتا ہے"۔ پہاڑ بولا۔

"ہائیں... تو تمہارے ہاں گدھے نہیں ہوتے"۔ آصف کے

لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"جہاں چلتے ہوئے پہاڑ موجود ہوں' وہاں گدھے کیا ہوں گے اور اگر ہوں گے تو ان بے چاروں کو کون پوچھے گا"۔

"پتا تو چلے۔۔۔ تم گدھا کسے کہتے ہو"۔

"یوں تو ہم گدھا بہت سی چیزوں کو کہتے ہیں۔۔۔ کسی بے وقوف کو بھی گدھا بول دیتے ہیں۔۔۔ لیکن حقیقت میں گدھا ایک چار ٹانگوں والا جانور ہے۔۔۔ اور اس سے باربرداری کے کام لیے جاتے ہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ چار ٹانگوں والے جانور ہمارے ہاں بھی بہت ہیں۔۔۔ کوئی اور بات کرو"۔ اس نے کہا۔۔۔ اب وہ تیزی سے چل رہا تھا۔

"اب کرنے کی بات کیا رہ گئی۔۔۔ مسٹر پہاڑ۔۔۔ آپ کی دشمنی تو ہوا ہو گئی"۔

"مجھے غصہ نہ دلاؤ ورنہ میں سچ مچ لوٹ لگا جاؤں گا۔۔۔ اور اس صورت میں تم میرے نیچے دب جاؤ گے"۔

"ارے باپ رے۔۔۔ خیر نہیں دلاتے غصہ۔۔۔ ہمارے پاس اتنا فالتو غصہ ہے بھی نہیں"۔ آفتاب بولا۔

"بس! میں تم سے کھیل چکا۔۔۔ اب تم لوگ نیچے اتر سکتے ہو۔۔۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا"۔ اس نے کہا۔

"نہ نہ۔۔۔ اس کے دھوکے میں نہ آنا۔۔۔ اب بس نہیں چل رہا

تو خود کہنے لگے کہ نیچے اتر آؤ"۔

"ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔ چڑھے رہو میرے اوپر"۔ پہاڑ نے گویا جھلا کر کہا۔

"پہلے آپ یہ بتائیں۔۔۔ آپ ہیں کیا چیز"۔

"ارے بھئی۔۔۔ جس طرح روبوٹ ہوتے ہیں۔۔۔ اسی طرح یہ پہاڑی روبوٹ ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"پہاڑی روبوٹ۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"دھت تیرے کی۔۔۔ اس مہم میں تو ان صاحب کو قدم قدم پر ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں۔۔۔ ہے کوئی تک"۔

"چلو۔۔۔ آ گئی تمہاری رہائش۔۔۔ جیل میں تم لوگوں کو یہ گھر دیا گیا ہے۔۔۔ یہاں مزے سے رہو۔۔۔ جاؤ اتر جاؤ۔۔۔ اور اس میں داخل ہو جاؤ۔۔۔ کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔ ہاں جیل میں کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو کچل دوں گا"۔

"پہلے نہیں کچل سکے تو اب کیا کچلیں گے۔۔۔ ارے میاں جاؤ بہت دیکھے ہیں کچلنے والے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ مسٹر پہاڑ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔ اتر جانا چاہیے۔۔۔ یہ دراصل جیل کے نمبردار ہیں"۔

"او کے لیکن یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ہم نے اب تک

جیل میں کسی قیدی کو نہیں دیکھا"۔

"اس جیل میں آ کر ہر کوئی جاتا ہے... اب وہ باہر نہیں جا سکے گا... لہٰذا سب اپنے اپنے گھروں میں گھسے رہتے ہیں... تم لوگ بھی جب اندر گھس جاؤ گے تو باہر نکلنے کو جی نہیں چاہے گا"۔

"اچھا بھئی دیکھتے ہیں... کہ ہمارا کیا جی چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا... بہرحال تمہارا شکریہ... تم نے سیر بھی کرائی اور باتیں کر کے دل بھی بہلایا... میرا جی چاہتا ہے... یہاں سے جب ہم اپنے وطن جائیں... یعنی اپنی دنیا میں جائیں تو تمہیں ساتھ لیتے جائیں... اور اپنے دوستوں کو دکھائیں کہ دیکھو... ہم تمہارے لیے بولتا پہاڑ لائے ہیں"۔ خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں واقعی... وہ شکر ادا کریں گے کہ بولتا پہاڑ لائے ہیں... بولتا پہاڑہ نہیں لائے"۔ فرحت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ تم لوگوں پہاڑوں سے اتنا کیوں گھبراتے ہو... پہاڑے تو بہت مزے کی چیز ہوتے ہیں... بالکل جیسے سنگھاڑا ہے"۔

"لو... پہاڑوں سے سنگھاڑوں پر جا پہنچے... ویسے یہ پہاڑ اور پہاڑے میں کیا فرق ہے"۔ محمود بولا۔

"پہاڑ پر چڑھا جاتا ہے... جب کہ پہاڑہ یاد کیا جاتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور نیچے چھلانگ لگا دی۔

ان کے ساتھ ہی دوسروں نے بھی چھلانگ لگا دی... ساتھ ہی

انہوں نے پھر پہاڑ کا قہقہہ سنا۔

"اب اس قہقہے کی کیا ضرورت؟" منور علی خان نے جھلا کر کہا۔

"گئے تم لوگ کام سے"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"سامنے دیکھو"۔ پہاڑ نے کہا۔

انہوں نے سامنے دیکھا... اور دھک سے رہ گئے۔

○☆○

گاڑی روک دو

ان کے سامنے ایک عجیب و غریب جانور کھڑا تھا... انہوں نے اپنی زمین پر سینکڑوں قسم کے جانور دیکھے ہوں گے، لیکن اس قدر پرہیبت جانور نہیں دیکھا تھا... اس کی شکل و صورت بن مانس جیسی تھی، لیکن اس کے سارے جسم پر ہاتھ اور پیر نظر آ رہے تھے... یعنی کئی ہاتھ اور کئی پیر... اس کی آنکھیں انگاروں جیسی تھیں۔

"یہ اس جیل کا سب سے بڑا تحفہ ہے"۔ پہاڑ نے کہا۔

"ہم... ہم تو آپ کو سب سے بڑا تحفہ خیال کر چکے تھے"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں... یہ مجھ سے بڑا ہے"۔ پہاڑ ہنسا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہے... کیا ان صاحب سے لڑنا پڑے گا"۔

"ہاں! ہماری دنیا میں کوئی شخص، اس جانور کو آج تک شکست نہیں دے سکا"۔

"تب پھر... یہ جیل میں کیوں نظر آ رہا ہے"۔

"بے شمار لوگوں نے مل کر جال وغیرہ کے ذریعے ان کو پکڑا، پھر

انہیں تربیت دی... انسانوں کے ساتھ رہنا سکھایا... اب یہ ہماری ہدایات سمجھتے ہیں"۔

"ہماری... کیا مطلب... یہ پہاڑ کب سے انسان ہونے لگے۔

"ہماری سے مراد ہماری دنیا کے آگے... میں اپنی بات نہیں کر رہا... ایک تو آپ بہت جلد غلط بات سمجھ جاتے ہیں"۔

"یہ ہماری پرانی عادت ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"اب جائیں... کریں مقابلہ اس سے"۔

"اگر ہم اس سے جیت گئے تو فائدہ کیا ہو گا... رہیں گے تو ہم جیل کے جیل میں"۔

"ان کو شکست دیے بغیر تم جیل میں بھی آرام سے نہیں رہ سکو گے"۔

"اس سے مقابلہ میں اکیلا کروں گا... آپ لوگ صرف مقابلہ دیکھیں"۔ منور علی خان آگے بڑھتے ہوئے بولے۔

"دیکھ لیں منور علی خان... یہ تمہاری دنیا کا جانور نہیں ہے"۔

"ہے تو جانور ہی"۔ وہ بولے۔

"لیکن انکل... آپ کے پاس تو کوئی ہتھیار نہیں ہے... مقابلہ کس طرح کریں گے"۔

"ہاتھوں اور پیروں سے"۔

"ارے باپ رے... انکل آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے"۔ شوکی

نے بوکھلا کر کہا۔

"میں ہوش میں ہوں..... تم فکر نہ کرو"۔

"اب تم سب کو اس جانور کی خوراک بننا پڑے گا"۔

"جج..... جانور کی خوراک..... کیا مطلب؟"

"یہ انسان کو چیر پھاڑ کر بات ختم نہیں کر دیتا..... ان کو چٹ بھی کر جاتا ہے"۔

"ارے باپ رے..... پہاڑ صاحب..... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں"۔ رفعت کانپ گئی۔

"رفعت کی تو ہو گئی سٹی گم"۔ فرحت مسکرائی۔

"تو پھر تم اسے اپنی دے دو"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"کک..... کیا دے دو"۔ پروفیسر داؤد بے دھیانی کے عالم میں بولے۔

"جی سٹی"۔

"اوہ سٹی کی تو مجھے بھی ضرورت ہے..... ایک عدد مجھے بھی"۔ پروفیسر بولے۔

عین اس وقت اس جانور نے منور علی خان پر چھلانگ لگا دی..... منور علی خان نے شاید سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ بلا اس طرح اچھل بھی سکتی ہے..... ان کا تو خیال تھا..... جب وہ آگے بڑھ کر حملہ کریں گے اس وقت وہ حرکت میں آئے گی..... نتیجہ یہ کہ وہ اس کے بہت

سے ہاتھوں اور پیروں کی گرفت میں آ گئے..... انہیں یوں لگا کہ جیسے ان کا دم گھٹ رہا ہو۔

"منور علی خان کیا ہم مدد کو آئیں؟" انسپکٹر کامران مرزا فوراً بولے۔

"ہاں! آنا ہی ہوگا"۔

"ویسے انکل..... اس وقت آپ کیا محسوس کر رہے ہیں"۔ مکھن نے پوچھا۔

"یوں لگتا ہے..... جیسے کسی شکنجے میں مجھے کس دیا گیا ہو..... اب یہ برابر اپنے ہاتھوں اور پیروں کو کس رہا ہے..... مجھے اپنی ہڈیاں چٹختی محسوس ہو رہی ہیں..... اگر کچھ دیر تک اور تم میری مدد کو نہیں آئے تو یہ ٹوٹ ہی جائیں گی"۔

ان سب نے ایک ساتھ پہاڑ سے چھلانگیں لگا دیں۔

"ہاہاہا"۔ پہاڑ ہنسا۔

"یہ قہقہہ لگانے کا کون سا موقع ہے"۔ آصف نے جلا کر کہا۔

"یہی تو موقع ہے"۔

"ایک ایک بازو..... ایک ایک ساتھی"۔ محمود نے ہانک لگائی۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔ خان رحمان بولے۔

اور وہ چھلانگیں لگاتے اس کے نزدیک پہنچ گئے..... پھر اچھل اچھل کر ایک ایک بازو اور ایک ایک ٹانگ پکڑتے چلے گئے۔

"خوں خاں خوں... خوں خاں خوں"۔

بلا نے زور سے سانس لینا شروع کیا... یہ آوازیں اس کے زور سے سانس لینے کی تھیں... جونہی اس نے ایسا کیا... اس کا جسم پھولنے لگے... گویا اس کے جسم میں ہوا بھرنے لگی... اور اس کے بازوں اور ٹانگوں پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی... کیونکہ پھولنے کی وجہ سے وہ موٹے ہوتے چلے جا رہے تھے۔

"یہ... یہ کیا... یہ تو پھول رہا ہے"۔

"ہاہاہا... ابھی تو مزا آئے گا... مجھے تو تم نے دے دیا تھا چکمہ... اوپر چڑھ گئے اور میں بے بس ہو گیا... لہٰذا شاتانا نے یہ کمال چیز تم لوگوں کے مقابلے میں بھیجی ہے"۔

"شاتانا نے بھیجی ہے... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ہاں! تم لوگ کیا سمجھتے ہو... جیل میں ہونے والا کھیل اس وقت نہ صرف شاتانا بلکہ پوری مخلوق دیکھ رہی ہے"۔

"اوہ! اوہ"۔ وہ بولے۔

ساتھ ہی بلا نے خوں خاں خوں کر کے ایک زوردار جھرجھری لی... بس اس جھرجھری کا لینا تھا... وہ اچھل پڑے اور دور جا گرے... لیکن منور علی خان پھر بھی اس کے جسم سے الگ نہیں ہوئے... انہیں اس نے اسی طرح چمٹا رکھا تھا۔

"آپ فکر نہ کریں... ہم پھر آ رہے ہیں... اور اس بار یہ ہمیں

جھٹکا نہیں دے سکے گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پرجوش انداز میں کہا۔

"یہ بات آپ اتنے یقین سے کس طرح کہ سکتے ہیں"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"مجھے ایک چیز نظر آئی ہے... بس دیکھتے جائیں"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے بلا کی طرف دوڑ لگا دی... اور چکر کاٹتے ہوئے اس کی کمر پر جا پہنچے... پھر اچھلے اور اس کے لٹکتے بالوں کو پکڑ لیا... پکڑ کر لٹک گئے... اور نیچے کی طرف زور لگانے لگے... اس کا سر قدرے پیچھے کی طرف جھکا... لیکن پھر اس نے سر کو جھٹکا دیا اور سر کو سیدھا کر لیا... ساتھ ہی وہ چکر کاٹنے لگی... اس کے چکر کاٹنے کی رفتار لمحہ بہ لمحہ تیز ہونے لگی... منور علی خان اب تک اس کے شکنجے میں تھے... بالوں کو پکڑے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا اس کے ساتھ چکر کاٹنے لگے... اس میں غضب کی طاقت تھی... وہ اس کو چکر کھانے سے کسی طرح بھی نہیں روک سکتے تھے... پھر ان کا جسم چکر کھاتے کھاتے زمین سے متوازی ہونے لگا... چکروں میں تیزی آتی چلی گئی... یہاں تک کہ جسم بالکل زمین کے متوازی ہو گیا... وہ اس طرح گھوم رہے تھے... جیسے منور علی خان کی رسی گھومتی ہے۔

"خیال رہے انسپکٹر کامران مرزا... اگر آپ نے بال چھوڑ دیے تو اتنی قوت سے کسی چیز سے ٹکرا جائیں گے کہ پاش پاش ہو جائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"ہاں! میں سمجھتا ہوں"۔ وہ پرسکون انداز میں بولے۔

"تو پھر؟"

"اس کی رفتار میں کمی"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"جی کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"یہ انتہائی تیزی سے گھوم رہی ہے... رفتار کم کرنا ہو گی... ورنہ انسپکٹر کامران مرزا اور منور علی خان دونوں جان سے جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے... میں رفتار کم کر دوں گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب... آخر کیسے؟" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"بس دیکھتے جائیں"۔ یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے دوڑنا شروع کر دیا... اب وہ اس بلا کے گرد تیزی سے گھوم رہے تھے... لیکن اتنے فاصلے سے کہ انسپکٹر کامران مرزا کی ٹانگوں سے نہ ٹکرا جائیں... اور پھر اچانک انہوں نے چھلانگ لگائی اور انسپکٹر کامران مرزا کی کمر پر ہاتھ ڈال دیئے... دوسرے لمحے وہ ان کی کمر کو پکڑ چکے تھے... اور اب وہ بھی بلا کے ساتھ چکر لگا رہے تھے... اس طرح بلا کو [illegible] انہوں [illegible] چکر [illegible] پڑ گیا تھا... لہذا رفتار میں کمی آ گئی۔

"کیا میں بھی آؤں؟" خان رحمان بولے۔

"ہاں خان رحمان آجاؤ... اس طرح اس کی رفتار اور کم ہو جائے گی"۔

"بہت خوب! میں آ رہا ہوں"۔

انہوں نے بھی انسپکٹر جمشید کی طرح گھومنا شروع کیا... پھر انسپکٹر جمشید کی کمر پکڑ لی... نتیجہ یہ کہ بلا کے گھومنے کی رفتار بالکل کم ہو گئی... ایسے میں اگر اس کے بال اکھڑ آتے اور وہ تینوں اس کے جسم سے الگ ہو کر گرتے تو کوئی خاص چوٹ نہ لگتی۔

"اب تم اس پر حملہ آور ہو جاؤ... سب مل کر اس کی پٹائی شروع کر دو"۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"اور پوچھ پوچھ"۔ آصف ہنسا۔

اور پھر وہ سب بلا کے گرد چکر لگانے لگے... ساتھ ہی وہ اپنے مکوں سے اس کی خبر بھی لیتے جا رہے تھے... لیکن جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ ان کے مکوں سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا... انہوں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں... کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اٹھا کر اس کے جسم پر ماری جائے۔

"ہمارے مکے اس کے جسم پر کوئی اثر پیدا نہیں کر رہے انکل"۔ آصف بولا۔

"ہوں... اب کچھ اور کرنا ہو گا... لیکن کیا... یہ پروفیسر صاحب بتائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں بتاؤں گا... یہ ترکیبیں بتانے کا ٹھیکا مجھے کب سے مل گیا"۔

"اس وقت بغیر ٹھیکے کے کام چلا لیں انکل"۔ شوکی بولا۔

"اچھا تو پھر ٹھہرو"۔

یہ کہ کر انہوں نے چند سیکنڈ تک سوچا۔۔۔ پھر بولے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا"۔

"اور وہ کیا انکل"۔ فرزانہ بولی۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ اپنے کوٹ کے کالر میں لگی ایک پن نکالی۔۔۔ پھر وہ آگے بڑھے۔

"فرزانہ تم ادھر آ جاؤ"۔ انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

فرزانہ فوراً ان کے پاس پہنچ گئی۔

"پن اس کے جسم میں داخل کر دو"۔

"اس پن سے کیا ہو گا انکل۔۔۔ اس کے جسم میں تو ایک بھالا بھونک دیا جائے تو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا"۔

"اوہو۔۔۔ جو کہ رہا ہوں۔۔۔ وہ کرو"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

فرزانہ سوئی لے کر بلا کی طرف بڑھی۔۔۔ پہلے اس کے ساتھ ساتھ گھومتی رہی۔۔۔ پھر اچانک نشانہ لے کر سوئی اس کے جسم میں داخل کر دی۔۔۔ اچانک اس کا گھومنا رک گیا۔۔۔ ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔۔۔ منور علی خان اس کے جسم سے الگ ہو گئے۔۔۔ باقی لوگ بھی اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔۔۔ وہ پہلے تو لڑکھڑائی پھر زمین پر کٹے ہوئے درخت کی طرح گری۔۔۔ اور ساکت ہو گئی۔

"اوہو کیا یہ مر گئی؟"

"ہاں! اس سوئی پر بہت زبردست قسم کا زہر لگا ہوا تھا"۔

"واہ۔۔۔ انکل۔۔۔ کمال ہے"۔ شوکی نے نعرہ لگایا۔

"مسٹر پہاڑ۔۔۔ آپ کی یہ بلا تو گئی کام سے"۔ آصف نے کہا اور مڑ کر پہاڑ کی طرف دیکھنا چاہا۔۔۔ لیکن پہاڑ بھی غائب ہو چکا تھا۔۔۔ نہ جانے وہ کب رفوچکر ہو گیا تھا۔

"مسٹر پہاڑ بھی بھاگ گئے"۔ آصف بولا۔

"تو پھر ہم اپنی رہائش میں آرام کر لیں۔۔۔ بہت تھک گئے ہیں"۔ منور علی خان نے کہا۔

"اوہ ہاں! آپ کی تو ہڈیاں پسلیاں درد کر رہی ہوں گے"۔ خان رحمان بولے۔

"کوئی ایسی ویسی۔۔۔ آج تک کسی جانور کے مقابلے میں اتنی تکلیف نہیں اٹھائی ہو گی"۔

"چلئے خیر۔۔۔ نجات تو مل گئی اس سے"۔

"تم لوگ واقعی خطرناک ہو۔۔۔ راٹور نے غلط نہیں کہا تھا"۔ جیل میں ایک آواز ابھری۔

"ہم لوگ بھی بلاوجہ ان سے نہیں گھبراتے"۔ جیرال ہنسا۔

"ہائیں۔۔۔ یہ آواز تو شاتانا کی ہے"۔ شوکی چونکا۔

"ہاں! میں ہی ہوں۔۔۔ اور اپنا وعدہ پورا کروں گا۔۔۔ تم دو دو کر

کے باہر کی سیر کر سکتے ہو... اگرچہ یہ اجازت دینا ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے... اس لیے کہ تم کوئی عام لوگ نہیں ہو... اس بلا کو آج تک کوئی ختم نہیں کر سکا تھا... سب اس کے ہاتھوں ختم ہو گئے... اول تو اس پہاڑ کے ذریعے ہی کچلے جاتے ہیں... تم پہاڑ کے نیچے آنے سے بھی بچ گئے... اور اس بلا کو بھی تم نے ختم کر دیا... ہمارے نزدیک یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے"۔

"چلئے پھر ہو گی آپ کے نزدیک یہ اہم بات... ہمیں کوئی اعتراض نہیں... ہم آپ کے سامنے ایک تجویز رکھتے ہیں"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"تجویز... کیا مطلب؟" شاتا چونکا۔

"مطلب یہ کہ ہماری آپ سے کوئی دشمنی نہیں... آپ کو ہم سے نہیں... جگہ کی تنگی کی وجہ سے آپ ہماری دنیا پر قبضہ کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں... یہی بات ہے نا"۔

"لیکن یہ ہمارے لیے بہت خوف ناک مسئلہ ہے... ہمارے ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ صرف دس سال بعد اس سرزمین پر انسانوں کے رہنے کے لیے کوئی جگہ نہیں بچے گی... اس لیے کہ ہماری آبادی میں اس قدر تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے"۔

"آپ پہلے میری تجویز سن لیں"۔

"اچھا سناؤ... میں سن رہا ہوں"۔ شاتا کی آواز سنائی دی۔

"آپ زمین کے ارد گرد ایسا خطہ تلاش کریں جس پر کوئی آبادی نہ ہو... وہاں آپ اپنی نئی آبادی بسائیں... ہم لوگوں کی طرف آنے کی صورت میں آپ کو ہم سے ٹکرانا پڑے گا... اس طرح آپ کی قوم بھی تہس نہس ہو گی اور ہماری بھی... مقابلہ تو ہمیں بھی کرنا پڑے گا... اور ہم کریں گے... یہ نہیں کہ جان چھوڑ جائیں"۔

"ہم تلاش کر چکے ہیں... ایسا کوئی خطہ اگر ہے تو وہاں آکسیجن نہیں ہے... وہاں ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے... ہم ہر طرح ہاتھ پیر مار چکے ہیں... تنگ آ کر ہم نے سمندر کی تہ میں سوراخ کرنا شروع کیا تھا... اور اس طرح ہم تم لوگوں کی سرزمین پر جا نکلے تھے... ہم نے جب دیکھا کہ اس خطے میں آبادی ہے تو خوش ہو گئے، کیونکہ اس پر قبضہ کر کے ہمارا مسئلہ چند سو سال تک حل ہو ہی رہا تھا... لہٰذا ہم نے پہلے خفیہ طور پر آپ کی سرزمین پر ایک دو آدمی اپنے چھوڑے... اتفاق کی بات ہے کہ ان کی ملاقات مسٹر راٹور سے ہوئی... انہوں نے پہلے راٹور سے اس کی زبان سیکھی... اپنی زبان اسے سکھائی... پھر اپنا منصوبہ اسے بتایا... اور یہ پیشکش کی کہ اگر وہ ہمارا ساتھ دے تو ہم اپنی سرزمین پر یا اس زمین پر اسے ایک بہت اونچا مقام عطا کریں گے... وہ تیار ہو گیا... اس طرح ہمارا خفیہ رابطہ قائم رہا... وہ تو اگر ان کا سونے کا جہاز اس سوراخ میں نہ گرتا تو اس چکر کا انہیں ابھی پتا تک نہ چلتا... سونے کے جہاز کی تلاش میں وہ اس سوراخ تک پہنچ گئے...

ادھر راٹور نے ہمیں اطلاع دے دی۔۔۔ کہ انہیں سوراخ کا پتا چل گیا ہے۔۔۔ لہٰذا ہمیں اپنا پروگرام وقت سے بہت پہلے شروع کرنا پڑ گیا۔۔۔ ورنہ پوری تیاری سے ہم آتے تو آپ لوگ بچ نہیں سکتے تھے۔۔۔ اب ہم چند سال اور سائنسی تیاریاں کریں گے۔۔۔ پھر حملہ آور ہوں گے۔۔۔ اور دنیا کے تختے پر ایک آدمی بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔۔۔ آپ کے ارادے ہمارے لیے بہت خطرناک ہیں۔۔۔ خیر۔۔۔ آپ کی مرضی۔۔۔ اب ہم آرام کریں گے۔۔۔ آپ کل سے وعدے کے مطابق ہمیں سیر کرنے کے لیے جانے دیں۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ مسٹر راٹور کا پتا چلا یا نہیں"۔

"وہ یہیں ہیں۔۔۔ بلکہ آپ لوگوں کے آس پاس ہیں۔۔۔ اور ضرورت پڑنے پر آپ کا راستا روکنے کے لیے موجود ہوں گے۔۔۔ جان بوجھ کر وہ آپ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ خیر"۔ وہ مسکرا دیے۔

دوسرے دن انہیں ہدایت دی گئی کہ وہ آدمی باہر جانے کے لیے تیار ہو جائیں۔۔۔ انسپکٹر جمشید اور پروفیسر داؤد پہلے ہی تیار تھے۔۔۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔ انہیں جیل سے باہر لایا گیا۔

"تم لوگوں کے لیے گاڑی تیار ہے۔۔۔ اس پر شام تک گھوم پھر سکتے ہیں۔۔۔ جہاں آپ کہیں گے گاڑی رک جائے گی۔۔۔ آپ گاڑی سے اتر کر بھی سیر کر سکتے ہیں۔۔۔ ڈرائیور کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔۔۔ یہ

صرف آپ کو واپسی کا وقت بتائے گا۔۔۔ یعنی جب یہ آپ سے کہے کہ واپسی کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔ آپ بس گاڑی میں بیٹھ جائیں۔۔۔ یہ آپ کو جیل پہنچا دے گا۔۔۔ اگلے دن کے لیے وہ آدمی تیار رہیں۔۔۔ اس طرح آپ کی سیر مکمل ہو جائے گی"۔

"لیکن ہم سب کو ایک ساتھ کیوں نہیں جانے دیا جاتا۔۔۔ مسٹر شاٹانا۔۔۔ کیا آپ ڈرتے ہیں کہ ہم آپ لوگوں کو شکست نہ دے دیں"۔

شاٹانا کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ وہاں موجود نگران نے کہا۔

"یہ وقت ان کے سونے کا ہے۔۔۔ دن کے دس بجے تک وہ سوتے ہیں۔۔۔ لہٰذا ان سے بات واپسی پر کر لیں گے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ کیا مسٹر راٹور سے بات ہو سکتی ہے"۔

"ہاں شاید۔۔۔ میں پتا کرتا ہوں"۔

جلد ہی وائرلیس کی قسم کے ایک آلے پر انہیں راٹور کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر راٹور۔۔۔ ہم سب ایک ساتھ سیر کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ کیا آپ ڈرتے ہیں"۔

"نہیں۔۔۔ ڈرنا کیا۔۔۔ لیکن مسٹر شاٹانا نے اسی طرح اجازت دی ہے"۔

"تو آپ ان سے کہیں کہ وہ ہمیں ایک ساتھ جانے کی اجازت

دے دیں۔۔۔ اس طرح ایک دن میں یا دو دن میں سیر مکمل ہو جائے گی"۔

"آپ یہ بات دس بجے کے بعد ہو سکتی ہے۔۔۔ کل آپ نے کہا ہوتا"۔

"تو ہم دس بجے تک ٹھہر جاتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ اس کی آواز سنائی دی۔

دس بجے شاٹا کی آواز انہیں سنائی دی۔

"آپ سب کو اس لیے اجازت نہیں دی جا سکتی کہ آپ اس طرح شرارت کر سکتے ہیں۔۔۔ جب آپ کے باقی ساتھی جیل میں ہوں گے تو آپ واپس آنے پر مجبور ہوں گے۔۔۔ دوسری صورت میں آپ کوئی بھی گڑبڑ کر سکتے ہیں۔۔۔ اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کوئی گڑبڑ کر سکیں"۔

"آپ ہمارے ساتھ مسٹر راٹور کو بھیج دیں"۔

"اوہ ہاں! یہ صورت ضرور ہو سکتی ہے۔۔۔ مسٹر راٹور آپ سب پر بھاری ہیں۔۔۔ آپ سب کو ایک وقت میں شکست دے سکتے ہیں۔۔۔ بلکہ آپ کی خوب مرمت کر سکتے ہیں۔۔۔ لہٰذا مسٹر راٹور۔۔۔ آپ ان کے ساتھ چلے جائیں۔۔۔ ایک یا دو دن میں ان کی سیر مکمل کرا دیں۔۔۔ آپ کو اس تجویز پر کوئی اعتراض تو نہیں۔۔۔ اگر اعتراض ہے تو پھر یہ اسی

طرح جائیں گے۔۔۔ یعنی دو دو کر کے"۔ شاٹا یہ کہ کر خاموش ہو گیا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ میں تو خود چاہتا ہوں۔۔۔ یہ خوب کھل کر مجھ سے دو دو ہاتھ کر لیں۔۔۔ نہ انہیں حسرت رہ جائے۔۔۔ نہ مجھے۔۔۔ میں چاہتا ہوں۔۔۔ یہ کوئی کام دکھائیں۔۔۔ اور میں ان کے راستے میں رکاوٹ بن جاؤں۔۔۔ مجھے تو مزا اسی صورت میں آئے گا"۔

"او کے۔۔۔ تم ان کے ساتھ جاؤ۔۔۔ ایک بار ہی سب کو ہماری دنیا دکھا دو"۔

"ٹھیک ہے سر۔۔۔ میں ان کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔۔۔ اور ان سب کو جیل میں واپس لاؤں گا۔۔۔ یہ میری ذمے داری ہے"۔

"بہت خوب!"

اور پھر ایک بڑی گاڑی میں وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔۔۔ راٹور ان کے ساتھ تھا۔۔۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"آپ جانتے ہیں۔۔۔ مسٹر راٹور۔۔۔ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ فرض کیجئے' ان کا قبضہ ہماری دنیا پر ہو جاتا ہے۔۔۔ تو یہ سب سے پہلے آپ کو ہلاک کریں گے"۔ جیرال نے راٹور سے کہا۔

"نہیں! میں نے جائزہ لے لیا ہے"۔ راٹور ہنسا۔

"کیا جائزہ لے لیا ہے؟" اقبال کی آواز ابھری۔

"اس دنیا پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔۔۔ کوئی انسان اس دنیا کا باقی نہیں ہو گا تو مجھ سے انہیں بھلا کیا خطرہ رہ جائے گا۔۔۔ کہ یہ مجھے ہلاک

کریں گے... میں تو انہیں اپنی دنیا کے بارے میں معلومات دوں گا... قدم قدم پر ان کی مدد کروں گا... لہٰذا یہ تو مجھے سر پر بٹھائیں گے"۔

"اور تمہارے بیوی بچے"۔

"انہیں بھی... یہ سر پر بٹھائیں گے... سچ پوچھیں تو میں نے یہ غداری اپنے بیوی بچوں کے لیے ہی کی ہے... مجھے ان سے بہت محبت ہے... میں انہیں مرتے نہیں دیکھ سکتا"۔

"لیکن کب تک... ایک دن تو موت انہیں آ دبوچے گی"۔

"وہ اور بات ہے... اس مخلوق کے ہاتھوں تو نہیں مریں گے نا"۔

"تم بے وقوف ہو... موت تو آ کر رہے گی... اور جس طرح لکھی ہے... اسی طرح آئے گی"۔ انسپکٹر جمشید غرائے۔

"انسپکٹر جمشید... آپ نے مجھے بے وقوف کہا"۔ راٹور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"بالکل کہا... اور درست کہا ہے"۔

"ایک منٹ... گاڑی روک دو بھئی"۔ راٹور نے نہایت جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی راٹور نے انسپکٹر جمشید کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔

○☆○

کیسا فیصلہ

سب دھک سے رہ گئے... لیکن انسپکٹر جمشید پر سکون انداز میں بیٹھے رہے... گاڑی بھی ایک جھٹکے سے رک چکی تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر راٹو"۔ ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔

"ایک منٹ ٹھہرو"۔ یہ کہ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"یا تو اپنے الفاظ واپس لو... یا پھر میں تمہارا گلا گھونٹتا ہوں"۔

"گھونٹ دو... تم بے وقوف ہو... یہ ایک اٹل حقیقت ہے... انسپکٹر کامران مرزا... آپ اپنا کام کریں"۔ انہوں نے ایک عجیب سے انداز میں کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا چونکے... ان کے ذہن میں بجلی سی کوندی... وہ سمجھ گئے... انہوں نے یہ سب بلاوجہ نہیں کیا تھا... لہٰذا بجلی کی تیزی سے اترے اور گاڑی سے نیچے آ گئے۔

"ارے... ارے... یہ کیا؟" راٹو چلا اٹھا۔

"تم میرا گلا گھونٹو"۔

"انسپکٹر کامران مرزا کیا کام کرنے کے لیے اترے ہیں؟" وہ

چلایا۔

"اتر کر دیکھ لو"۔ وہ مسکرائے۔

راٹور انہیں گھور کر رہ گیا... کیونکہ اس نے تو گلا پکڑا ہوا تھا... اتر کر کیسے دیکھ لیتا۔

"نہیں... پہلے میں تمہارا گلا گھونٹوں گا"۔ یہ کہہ کر اس نے گریبان کسنا شروع کر دیا۔

"ضرور گھونٹو"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا ہم آپ کی مدد کریں ابا جان"۔ محمود نے پریشان آواز میں کہا۔

"کیوں... کیا اس نے میرے ہاتھ پیر پکڑ لیے ہیں... اور میں ان سے کوئی کام نہیں لے سکتا۔ آرام سے بیٹھے رہو... آج پہلے راٹور کو اپنے ہاتھوں کی طاقت آزما لینے دو"۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

راٹور کا دباؤ بڑھتا چلا گیا... یہاں تک کہ اس نے سارا زور لگا ڈالا... لیکن نہ تو انسپکٹر جمشید کی آنکھیں باہر کو آئیں... نہ ان کا چہرہ سرخ ہوا... یہاں تک کہ راٹور نے تھکے تھکے انداز میں گریبان چھوڑ دیا اور بولا۔

"الفاظ تو واپس لینے ہوں گے"۔

"اگر نہ لوں تو"۔

"تو میں تمہیں گاڑی سے نیچے گھسیٹ لوں گا"۔

"تم میں اتنا دم خم کہاں؟"

"اچھا... یہ بات ہے... اب میں تمہیں اپنا دم خم دکھا ہی دوں"۔

"چلو دیکھ لیتے ہیں... کیا حرج ہے"۔

اور پھر اس نے انہیں گاڑی سے نیچے گھسیٹنا شروع کیا... انسپکٹر جمشید پہلے تو جم کر بیٹھے رہے... پھر ان میں کچھ کمزوری کے آثار نمودار ہوئے... راٹور انہیں کھینچ لینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا... اس قسم کا مقابلہ شاید اس نے زندگی میں پہلی بار کیا تھا... وہ کھلے میدان میں لڑنے کا ماہر تھا اور پھر انسپکٹر جمشید کے پاؤں اکھڑ گئے... وہ تیزی سے گاڑی سے نیچے جا گرے۔

"وہ مارا... اب میں تمہیں بتاؤں گا... میں کون ہوں... عقل مند ہوں یا بے وقوف... مجھ میں دم خم ہے یا نہیں"۔

"نہیں دکھا سکتے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور دوڑ لگا دی۔

"ارے! یہ کیا... دیکھو بھئی... تمہارا لیڈر بزدلوں کی طرح بھاگ رہا ہے"۔ راٹور چلا اٹھا۔

وہ سب سکتے کے عالم میں یہ منظر دیکھ رہے تھے... ایسے میں انہوں نے بھی یہی حرکت کی اور چاہا کہ گاڑی سے اتر جائیں... اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا کی سرگوشی سنائی دی۔

"خبردار... کوئی گاڑی سے نہیں اترے گا... گاڑی کا دروازہ بند کرلیں"۔

"جی... کیا فرمایا... دروازہ بند کرلیں"۔

"ہاں! تاکہ راٹور اس میں سوار نہ ہو سکے"۔

"لیکن انکل کو ہو کیا گیا ہے... وہ بھاگ کیوں رہے ہیں"۔

"تاکہ راٹور گاڑی سے دور ہو جائے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس سے کیا ہو گا؟" آصف بولا۔

"اس سے یہ ہو گا کہ ہم پھر اپنی مرضی سے سیر کریں گے... کسی کی ماتحتی میں سیر نہیں کریں گے"۔

"اوہ... لیکن... اباجان کیسے گاڑی پر آئیں گے"۔

"آ جائیں گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی گاڑی سٹارٹ ہو گئی... اور ایک سمت میں تیر کی طرح چلی۔

"ارے ارے... یہ کیا... ابھی ہم نے اباجان کو ساتھ کب لیا ہے"۔

"کوئی بات نہیں... یہ انہی کی سکیم ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی... یہ سکیم ان کی ہے... انہوں نے کب بتائی تھی آپ کو"۔

"جب انہوں نے کہا تھا... انسپکٹر کامران مرزا آپ اپنا کام کریں... ان الفاظ سے ہی میں نے جان لیا تھا کہ وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔

"خیر... لیکن ہم انہیں یہاں چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں"۔ فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہمیں جانا ہی ہو گا... اب راٹور یا تو ہماری طرف آئے گا یا ان کی طرف رہے گا... راٹور ایک ہے... دو تین نہیں ہیں"۔

"لیکن اس طرح ہم بچھڑ جائیں گے"۔

"فکر نہ کرو... ہو جائے گا' آپس میں ملنے کا بھی انتظام"۔ انہوں نے کہا۔

لمحہ بہ لمحہ وہ ان سے دور ہوتے جا رہے تھے... شروع میں راٹور بوکھلا گیا تھا' لیکن اب وہ انسپکٹر جمشید کے مقابلے میں رک گیا تھا۔

"تو تم نے یہ چال چلی تھی"۔

"ہاں! اب تم میرے ساتھیوں کو کھو بیٹھے ہو... وہ آزاد رہ کر کام کر سکیں گے... اور یہی میں چاہتا تھا کہ ہمیں آزاد رہ کر کام کرنے موقع مل جائے"۔

"لیکن تم کچھ نہیں کر سکو گے... کروڑہا لوگوں کا راستہ تم کس طرح روک سکو گے"۔

"یہی تو دیکھنا ہے... اور ہم یہاں آئے کس لیے ہیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ اب تم دیکھو۔۔۔ گاڑی کس طرح یہاں واپس آتی ہے"۔

یہ کہ کر اس نے وائرلیس سیٹ جیب سے نکالا۔۔۔ لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اس پر چھلانگ لگا دی۔۔۔ اور چھلانگ بھی اس طرح لگائی کہ سیٹ ان کے ہاتھ میں آگیا اور وہ اس سے ٹکراتے ہوئے دور نکل گئے۔۔۔ پھر انہوں نے سیٹ کو پوری قوت سے دور پھینک دیا۔

"انسپکٹر جمشید۔۔۔ اب تم میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے"۔ راٹور غرایا۔

"کوئی پروا نہیں۔۔۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو تم سے دور کر دیا ہے"۔

"وہ کہیں نہیں جا سکیں گے۔۔۔ بہت جلد وہ پھر جیل میں ہوں گے اور اب تم لوگوں کو سیر کرنے کی اجازت بھی نہیں ملے گی"۔

"دیکھا جائے گا۔۔۔ میں تمہیں کچھ کرنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ اس مخلوق سے ہم بعد میں نپٹ لیں گے"۔

یہ کہ کر انہوں نے راٹور کی طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ وہ پرسکون انداز میں کھڑا رہا۔۔۔ انسپکٹر جمشید پوری قوت سے اس سے ٹکرائے اور اچھل کر دور جا گرے۔۔۔ انہیں یوں لگا تھا جیسے کسی پہاڑ سے ٹکرا گئے ہوں۔۔۔ جسم بالکل ساکت ہو گیا۔۔۔ ہاتھ پاؤں تک ہلانے کی سکت نہ

رہی۔۔۔ صرف دماغ سوچنے کے قابل رہ گیا تھا۔۔۔ یا آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ راٹور نے اپنی جیب سے ریشم کی ایک گرہ دار ڈوری نکالی اور ان کی طرف بڑھا۔۔۔ وہ سمجھ گئے کہ اس کا ارادہ ڈوری کے ذریعے ان کا گلا گھونٹنے کا تھا۔۔۔ اور وہ بہت سنجیدہ لگتا تھا۔۔۔ گویا یہ اس کا پختہ ارادہ تھا۔۔۔ انہوں نے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن ابھی تک جسم میں حرکت کرنے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی تھی۔۔۔ انہوں نے دائیں بائیں دیکھنے کی کوشش کی۔۔۔ دائیں طرف ایک گہری کھائی تھی۔۔۔ یہ جگہ سڑک سے کچھ دور تھی۔۔۔ اور وہ دوڑتے ہوئے اس طرف آ گئے تھے۔۔۔ یوں یہ غیر آباد علاقہ تھا۔۔۔ گویا جیل اس سنسان جگہ بنائی گئی تھی۔

انہوں نے سوچا۔۔۔ کیوں نہ لڑھک کر اس کھائی میں جا گریں۔۔۔ اس طرح کم از کم راٹور کے ہاتھ سے بچ سکتے تھے۔۔۔ کچھ دیر بعد ان کے جسم میں طاقت آ جاتی تو وہ کھائی سے باہر نکلنے کی کوشش کر سکتے تھے۔۔۔ انہوں نے جسم کو لڑھکانے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن یہ بھی نہ کر سکے۔۔۔ اس وقت تک راٹور ان کے نزدیک آ چکا تھا۔۔۔ اس کے چہرے پر ایک بھیانک مسکراہٹ تھی۔

"انسپکٹر جمشید۔۔۔ آخر تم میرے ہاتھوں آج مارے جانے والے ہو۔۔۔ تمہارا کوئی ساتھی بھی یہاں موجود نہیں۔۔۔ انہیں تم نے خود ہی بھگا دیا ہے۔۔۔ گویا اپنی موت کا مکمل سامان تم نے خود کیا ہے۔۔۔ اب

میں کس قدر آسانی سے تمہارے گلے میں پھندا ڈال رہا ہوں۔۔۔ تم میں اتنی سکت بھی نہیں کہ میرے ہاتھ ہی پکڑ سکو۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔ میرے جسم سے پوری قوت سے ٹکرانے والے کا جسم کم از کم تین منٹ تک تو حرکت کر نہیں سکتا۔۔۔ اور تین منٹ سے پہلے میں تمہیں تیسری دنیا میں پہنچا دوں گا۔۔۔ تم حیران ہو رہے ہو گے انسپکٹر جمشید کہ میں نے تیسری دنیا کیوں کہا۔۔۔ لیکن میں نے کچھ ایسا غلط نہیں کہا۔۔۔ ایک دنیا اپنی گئی۔۔۔ اور دوسری یہ۔۔۔ اور تیسری وہ جس میں انسان مرنے کے بعد پہنچتا ہے۔۔۔ یا اس دنیا کو دوسری کہ لو اور اس کو تیسری کہ لو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ مگر تم کچھ کہنے کے قابل ہو کب۔۔۔ کیوں۔۔۔ یہی بات ہے نا۔۔۔ ہاہاہا"۔

اس کا قہقہہ طویل ہوتا چلا گیا۔۔۔ اس کے الفاظ انسپکٹر جمشید کے دماغ میں گونجنے لگے۔۔۔ ان الفاظ میں تین منٹ بھی تھے۔۔۔ تین منٹ۔۔۔ تین منٹ۔۔۔ تین منٹ۔۔۔ ان کا دماغ یہ کہتا چلا گیا۔۔۔ اور پھر قہقہہ ختم ہوتے ہی اس نے پھندہ ان کے گلے میں ڈال دیا۔۔۔ وہ اس کو کہنے لگا۔

"تین منٹ تمہاری موت کے لیے بہت ہیں۔۔۔ اور تین منٹ سے پہلے تم میں حرکت کرنے کی طاقت نہیں آئے گی۔۔۔ کیوں کیسی رہی؟" اس نے پھر کہا۔ گردن پر اس کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔۔۔ اس طرح ایک منٹ گزر گیا۔ شاید اس کی نظریں گھڑی پر تھیں۔۔۔ لہٰذا اس نے

اعلان کیا۔

"انسپکٹر جمشید۔۔۔ ایک منٹ گزر گیا۔۔۔ تمہاری زندگی کے صرف دو منٹ باقی رہ گئے۔۔۔ شاید تم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا کہ تم اپنی دنیا سے نکل کر ایک اور دنیا میں ہو گے۔۔۔ جہاں تمہاری بیوی تمہارے پاس نہیں ہو گی اور اپنے بچوں کو تم خود بھگا دو گے۔۔۔ تمہیں مرتے کوئی دیکھ تک نہیں سکے گا۔۔۔ ہاہاہا"۔

اس نے پھر قہقہہ لگایا۔۔۔ قہقہے کے آخر میں بولا۔

"انسپکٹر جمشید۔۔۔ دوسرا منٹ بھی گزر گیا۔۔۔ رہ گیا ایک منٹ۔۔۔ صرف ایک منٹ اور۔۔۔ پھر تم گئے ان دونوں دنیاؤں سے"۔

ان الفاظ کے ساتھ اس کا دباؤ اور بڑھ گیا۔۔۔ ایک ایک لمحہ ہولناک تھا۔۔۔ سنسنی خیز تھا۔۔۔ لیکن ان لمحوں کی ہولناکی اور سنسنی خیز دیکھنے کے لیے وہاں کوئی بھی نہیں رکا تھا۔۔۔ اور پھر اس نے تیسرا قہقہہ لگایا۔۔۔ قہقہہ ختم ہونے پر اس نے کہا۔

"تین منٹ پورے ہو گئے۔۔۔ تین منٹ۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ تم۔۔۔ تم مر چکے ہو۔۔۔ لیکن۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔ ابھی تک تمہاری آنکھیں ساکت کیوں نہیں ہوئیں"۔

انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ رینگ آئی۔۔۔ اور ساتھ ہی راٹور کھائی میں جا گرا، کیونکہ وہ کھائی کے بالکل کنارے پر کھڑا تھا اور ہلکا سا دھکا اسے کھائی میں گرا دینے کے لیے کافی تھا اور یہ

ہلکا سا دھکا انسپکٹر جمشید نے ہی لگایا تھا۔

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے پھندہ اپنی گردن سے ہٹا دیا۔۔۔ گردن کو مسلا اور اٹھ کھڑے ہو گئے۔۔۔ کھائی میں نظر ڈالی تو راٹور حیرت زدہ سا اوپر دیکھ رہا تھا۔

"حیران ہو گئے راٹور"۔ ان کی آواز گونجی۔

"ہاں! اتنا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا"۔

"تو پھر سن لو۔۔۔ میں تین منٹ تک سانس روک سکتا ہوں۔۔۔ لہذا تمہارا پھندا مجھے موت کے گھاٹ اتار ہی نہیں سکتا تھا"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ وہ چلایا۔

"اور اب تم اس کنوئیں نما کھائی میں گرے ہو۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں، اس کھائی کو پتھروں سے پر کر دوں تاکہ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری"۔

"نن۔۔۔ نہیں"۔ راٹور چلایا۔

"اب تم ہی بتاؤ۔۔۔ جواب میں میں تم سے اور کیا سلوک کر سکتا ہوں۔۔۔ اپنی طرف سے تو تم نے مجھے تیسری دنیا میں پہنچا دیا تھا۔۔۔ یا اس کو تیسری دنیا کہتے ہو تو دوسری دنیا میں پہنچا دیا تھا۔۔۔ ٹھیک ہے نا۔۔۔ لہذا اب میں تم سے کوئی نرمی نہیں کروں گا"۔

"نہیں انسپکٹر جمشید۔۔۔ سودا کر لو"۔

"سودا۔۔۔ یہاں بھی کوئی سودا ہو سکتا ہے؟" ان کے لہجے میں

حیرت تھی۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔ سودے کا کیا ہے۔۔۔ وہ تو ہر جگہ ہو سکتا ہے"۔ راٹور مسکرایا۔

"خیر بتاؤ۔۔۔ کیا سودا ہو سکتا ہے"۔

"میں تم لوگوں کو تمہاری دنیا میں پہنچا دینے کا وعدہ کرتا ہوں"۔

"اپنی دنیا میں ہم خود پہنچ جائیں گے۔۔۔ ساحل پر ہمارے غوطہ خوری کے لباس پڑے ہوں گے۔۔۔ وہ پہنیں گے اور اس سوراخ میں اتر جائیں گے۔۔۔ ساتھ ہی اپنی دنیا کے سائنس دانوں سے رابطہ کر لیں گے۔۔۔ لہذا ہمارا مسئلہ یہ نہیں کہ تم ہمیں ہماری دنیا میں پہنچا دو"۔

"یہ تمہاری بھول ہے انسپکٹر جمشید"۔

"کیا مطلب۔۔۔ بھول ہے"۔

"بھول رہے ہو کہ تم میری مدد کے بغیر اپنی دنیا میں بھی نہیں پہنچ سکو گے۔۔۔ تم بھول رہے ہو۔۔۔ اس دنیا میں بھی تمہیں بے ہوش کر کے میں لایا تھا۔۔۔ ورنہ تو تم اس سوراخ میں بھٹکتے مرجاتے"۔

"تب پھر سونے کا جہاز کس طرح پہنچ گیا تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"وہ بھی سوراخ میں اٹکا ہوا تھا۔۔۔ وہاں سے یہاں تک تو میں ہی اس کو بھی لایا تھا"۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ خیر۔۔۔ لیکن مشکل ایک اور ہے"۔

"اور وہ کیا؟" راٹھور جلدی سے بولا۔

"یہ کہ۔۔۔ تم سے سودا کس بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔۔۔ کھائی سے نکلتے ہی تم سودے سے پھر جاؤ گے۔۔۔ ہاں کھائی میں اس وقت اگر مسٹر جیرال ہوتے تو اور بات تھی۔۔۔ وہ جو وعدہ کرتے ہیں۔۔۔ پورا کرتے ہیں۔۔۔ اس لحاظ سے وہ بہترین دشمن ہیں۔۔۔ وہ اس مرتبہ ہمارے ساتھی ہیں"۔

"صرف اس مہم کی حد تک۔۔۔ کیونکہ انہوں نے یہ فیصلہ شروع ہی میں کر لیا تھا۔۔۔ یعنی تم لوگوں کو انشارجہ میں لانے سے بھی پہلے"۔

"کک۔۔۔ کیسا فیصلہ؟" انسپکٹر جمشید ہکلائے۔

"یہ کہ اس بار وہ صرف تم لوگوں کا ڈھیلے ڈھالے انداز میں ساتھ دیں گے۔۔۔ کوئی کردار تک اس ساتھ کے دوران ادا نہیں کریں گے۔۔۔ مطلب یہ کہ اپنی کوئی نمایاں کارکردگی بھی دکھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔۔۔ تم لوگوں کو ہی سب کچھ کرنے کا موقع دیں گے"۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا اس بات سے۔۔۔ لیکن ہم جانتے ہیں۔۔۔ تم اگر کھائی سے نکل آئے تو ضرور ہمارے لیے پریشانی کا سبب بنو گے"۔

"اوہ نہیں۔۔۔ تم میرا یقین کرو"۔

"اب یقین کرنے کا وقت نکل گیا ہے"۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایک ایک بڑا سا پتھر اٹھا لیا اور اسے کھائی میں گرا دیا۔۔۔ راٹھور نے اچھل کر خود کو اس پتھر سے بچا لیا۔۔۔ پتھر تہ میں گرا اور راٹھور اس پر

چڑھ گیا۔۔۔ اس طرح وہ کھائی میں کچھ اونچائی پر آ گیا۔۔۔ ساتھ ہی اس نے قہقہہ لگایا۔

"ہاہاہا۔۔۔ ٹھیک ہے جمشید۔۔۔ ایسا ہی کرتے رہو، میں تو اس طرح کھائی سے باہر نکل آؤں گا"۔

انسپکٹر جمشید سوچ میں پڑ گئے۔۔۔ کھائی میں اسے موت کے گھاٹ اتاریں تو کس طرح۔۔۔ پتھر پھینکنے کی صورت میں واقعی یہ خطرہ تھا کہ وہ باہر نکل آئے گا۔۔۔ زندہ چھوڑنے کی صورت میں بھی بہرحال یہ خطرہ تھا کہ کسی نہ کسی صورت وہ باہر ہی آ جائے گا۔۔۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔

"کیا سوچنے لگے انسپکٹر جمشید"۔ وہ طنزیہ ہنسی ہنسا۔

"سوچ رہا ہوں۔۔۔ تمہیں کس طرح موت کے گھاٹ اتار دوں"۔

عین اس لمحے انہوں نے ایک گاڑی کی آواز سنی۔۔۔ وہ چونک کر مڑے۔۔۔ دور سے ایک گاڑی اس طرف چلی آ رہی تھی۔

○☆○

لاوا

انسپکٹر کامران مرزا بہت دور تک گاڑی کو لے آئے۔۔۔ ڈرائیور کو بے ہوش کر کے وہ اپنے ساتھیوں کے حوالے کر چکے تھے۔

"پروفیسر صاحب۔۔۔ اب آپ کیا کہتے ہیں"۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔۔۔ پہاڑوں میں سفر کرتے رہو کامران مرزا۔

"اس طرح ہم ساحل سے بہت دور ہو جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راستا ہی بھول جائیں"۔

"راستا بتانے کے لیے ہمارے پاس ڈرائیور موجود ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"گویا آپ یہ چاہتے ہیں۔۔۔ ہم بس ان کی آبادی سے دور رہیں"۔

"ہاں! ورنہ ہم ایک بار پھر ان کے ہتھے چڑھ جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن اس طرح ہم انسپکٹر جمشید سے دور ہو جائیں گے"۔

"اور وہاں نہ جانے کیا ہو رہا ہو گا۔۔۔ راٹور سے وہ کس طرح مقابلہ کر رہے ہوں گے۔۔۔ میں تو کہتا ہوں، پہلے واپس چلتے ہیں۔۔۔ اس جگہ تک گاڑی پر نہیں جائیں گے۔۔۔ گاڑی کو دور چھوڑ دیں گے۔۔۔ اوٹ لیتے ہوئے اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کریں گے۔۔۔ اصل میں ہم مسٹر راٹور سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔۔۔ تاکہ آزادانہ اپنا کام کر سکیں"۔ خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن انکل۔۔۔ کون سا کام"۔

"بھئی اپنی دنیا میں آنے کا اس مخلوق کا راستا بند کرنے والا کام اور کون سا کام"۔

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ ہمیں سمندر کا سوراخ بند کرنا پڑے گا"۔

"یا پھر سوراخ کا سمندر بند کرنا ہو گا"۔ آفتاب مسکرایا۔

"کک۔۔۔ کیا کہا۔۔۔ سوراخ کا سمندر"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"بس یار رہنے دو۔۔۔ پہلے ہی بہت نام تجویز کر چکے ہو ناولوں کے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"کک۔۔۔ لیکن میں یہ بات نہیں کہنے لگا تھا"۔ اس نے حیرت زدہ سے انداز میں کہا۔

"تو پھر؟" وہ بولے۔

"راستے میں ایک چیز دکھائی دی تھی"۔

"راستے میں ایک چیز دکھائی دی تھی؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! سفر کے دوران۔۔۔ یعنی اس گاڑی میں سفر کے دوران میں نے ایک ایسی چیز دیکھی تھی"۔

"یار کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو"۔ پروفیسر بولے۔

"ہائیں۔۔۔ یہ آپ کہ رہے ہیں پروفیسر صاحب۔

"تو اور کون کہ رہا ہے۔۔۔ کیا میری آواز بدل گئی ہے"۔ پروفیسر صاحب نے منہ بنایا۔

"لیکن انکل۔۔۔ آپ میری بات تو سن لیں۔۔۔ بلکہ نہیں چلئے واپس۔۔۔ پہلے میں آپ کو وہاں تک لے چلتا ہوں۔۔۔ جہاں میں نے وہ چیز دیکھی تھی"۔

"ارے تو اسی وقت کیوں نہ روک لیا وہاں"۔ منور علی خان نے جھلا کر کہا۔

"اس وقت میں اس کو صرف ایک آبشار سمجھا تھا"۔ فاروق مسکرایا۔

"ایک آبشار سمجھے تھے۔۔۔ کیا پہیلیوں میں باتیں کر رہے ہو"۔ پروفیسر داؤد چونکے۔

"جب ہم اباجان کو راڈور کے پاس چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔۔۔ تو راستے میں میں نے ایک آبشار گرتے دیکھی تھی۔۔۔ اس کا رنگ سرخ تھا۔۔۔ میں نے خیال کیا تھا کہ وہ سرخ پانی کی آبشار ہے۔۔۔ لیکن ایسا

نہیں تھا"۔ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"ارے تو پھر کیا تھا۔۔۔ یہ بھی تو بتاؤ نا"۔ خان رحمان نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"شکریہ انکل"۔ محمود مسکرایا۔

"اور تم نے شکریہ کس بات کا ادا کیا؟" وہ اس کی طرف پلٹ پڑے۔

"اس بات کا کہ میری ران بال بال بچ گئی"۔

"یار چپ رہو۔۔۔ اب تم اپنی ٹانگ اڑا بیٹھے۔۔۔ ہاں فاروق تم کیا کہ رہے تھے؟" پروفیسر صاحب بولے۔

"اب میں سوچ رہا ہوں۔۔۔ وہ پانی نہیں تھا"۔

"ارے تو کیا وہ شہد کی آبشار تھی۔۔۔ اگر پانی کی نہیں تھی"۔ شوکی حیران ہو کر بولا۔

"شہد کی نہریں۔۔۔ جنت میں ملیں گی۔۔۔ اس دنیا میں تو شہد کے صرف چھتے ملتے ہیں"۔ اشفاق بول اٹھا۔

"شکر ہے۔۔۔ تمہاری بھی آواز سنائی دی"۔

"میں صرف موقع محل کے مطابق بات کرتا ہوں۔۔۔ بے کار باتیں کرنے کا کیا فائدہ۔۔۔ اس سے کہیں بہتر ہے۔۔۔ انسان اللہ کا ذکر کرتا رہے۔۔۔ سبحان اللہ' اللہ اکبر' الحمدللہ پڑھتا رہے"۔

"ہوں۔۔۔ خیر۔۔۔ یہ بات تو تم نے سو فیصد درست کی۔۔۔ فاروق

تمہاری بات درمیان میں رہ گئی"۔

"کوئی اس کو پوری بھی تو کرنے دے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"اچھا تو پھر... تمہارے خیال میں وہ آبشار کس چیز کی تھی"۔

"پتا نہیں... لیکن وہ پانی نہیں تھا... کیونکہ آس پاس کی جگہ مجھے بالکل سیاہ رنگ کی نظر آئی تھی"۔

"ارے تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے آخر"۔ پروفیسر داؤد چلا اٹھے۔

"پتا نہیں انکل... لیکن میں چاہتا ہوں... آپ چل کر اس آبشار کو دیکھ لیں"۔

"اچھی بات ہے... دیکھ لیتے ہیں"۔

"لیکن انکل کا کیا کرنا ہے"۔ آفتاب بولا۔

"ان کی طرف بھی چلتے ہیں... اگر انہوں نے راٹور سے پیچھا چھڑا لیا ہے... تب تو ٹھیک ہے... ہم انہیں اپنے ساتھ لے کر نکل پڑیں گے... ورنہ پہلے راٹور سے دو دو ہاتھ کریں گے"۔

"تو پہلے ہی وہاں رک کر دو دو ہاتھ کر لیے جاتے"۔ منور علی خان نے منہ بنایا۔

"اس وقت جو سوچ لیا تھا... ہم کر گزرے... ہم کسی باقاعدہ منصوبے کے تحت کبھی کام نہیں کرتے... کیوں انسپکٹر کامران مرزا"۔ خان رحمان بولے۔

"سو فیصد درست... نہ ہم نے کبھی منصوبہ بندی کی ہے... نہ کریں گے... ہم تو بس موقع محل کے مطابق اللہ کا نام لے کر میدان میں کود پڑتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک... تو پھر چلئے... پہلے اس آبشار کو دیکھ لیں"۔

وہ واپس پلٹے... دور سے ہی فاروق کو آبشار نظر آ گئی۔

"وہ... وہ رہی"۔

سب کی نظریں آبشار پر جم گئیں... وہ بالکل سرخ تھی... آگ کی مانند سرخ... ایک بہت بڑی دھار اوپر سے مسلسل نیچے آ رہی تھی... آبشار سے بہنے والی چیز نیچے ایک سینکڑوں فٹ گہری بہت بڑی کھائی میں گر رہی تھی... اور وہ گاڑی سے نیچے اتر آئے... کھائی میں دیکھنے پر انہیں یوں محسوس ہوا جیسے نیچے خون کا ایک سمندر جمع ہو رہا ہے... وہ سب آبشار کی طرف بڑھنے لگے... اچانک انہیں گرم ہوا کا احساس ہوا... اس سے پہلے ٹھنڈی ہوا محسوس ہو رہی تھی... یہاں کا موسم سرد تھا... لیکن اتنا بھی نہیں کہ ان کا خون جما دیتا... بس اتنا سرد تھا کہ انہیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہو رہی تھی... لیکن اس وقت انہیں گرم ہوا کے جھونکے محسوس ہوئے تو وہ حیران رہ گئے۔

"حیرت ہے... کیا اس طرح اچانک بھی ہوا گرم ہو سکتی ہے"۔

"شاید اس آبشار کی ہوا ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"آب... آب شار کی ہوا... یہ تو کسی ناول..."

"چپ... بند کرو یہ اپنے ناولوں کے نام... نہ تم مصنف ہو اور نہ ہم تمہارے قارئین اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے... ایک مصنف کو قارئین کی کتنی ضرورت ہوتی ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔ آفتاب بولا۔

"کیا ہے؟" فاروق پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"ایک قارئین کو مصنفوں کی ضرورت"۔ اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"واہ... کیا بات کہی"۔ خان رحمان ہنسے۔

"ذکریا شکل"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے... تم منہ بند ہی رکھو... ورنہ نئی ڈکشنری ترتیب دینا پڑ جائے گی"۔ مکھن بول اٹھا۔

"بی مینڈکی کو بھی زکام ہوا ہے"۔

"اچھا... کمال ہے... کیا ادھر مینڈک بھی ہیں"۔ منور علی خان نے بے خیالی کے انداز میں مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ آبشار کے اور نزدیک ہو گئے... وہاں شدید گرمی تھی... ہوا تیز گرم تھی... یہ گرم ہوا اس آبشار کی وجہ سے ہے... اور یہ پانی نہیں... لاوا ہے"۔

"لاوا... کیا مطلب؟" وہ سب بولے۔

"بھئی لاوے کا مطلب... تو لاوا ہی ہوتا ہے"۔ ٹی ایس ایم کی آواز سنائی دی۔

"تو یہ صاحب بھی پر پرزے نکالیں گے اب"۔ آصف بولا۔

"آتش فشاں پہاڑوں سے کبھی لاوا نکلتے دیکھا ہے... آگ جتنا گرم ہوتا ہے... معدنیات پگھلی ہوتی ہیں اس میں"۔ پروفیسر بولے۔

"ارے باپ رے... تو کیا یہ وہ لاوا ہے"۔

"ابھی بتاتا ہوں... منور علی خان... تھوڑا سا لاوا لانا"۔

"تھوڑا سا لاوا"۔ وہ بوکھلا کر بولے۔

"ہاں... کسی چیز میں لے آؤ"۔

"لیکن ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے"۔ انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے... تو پھر پہلے کوئی چیز حاصل کر لیتے ہیں... جس میں لاوا لایا جا سکے"۔

انہوں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں... جلد ہی آفتاب ایک پتھر اٹھا لایا... وہ پیالہ نما تھا۔

"کک... کہیں یہ کسی جن بھوت کا پیالہ نہ ہو"۔ مکھن نے کانپ کر کہا۔

"جن... ارے... وہ ہمارے چم پانگ کہاں رہ گئے"۔

"ان کا تو بہت دیر سے دور دور تک پتا نہیں... بھاگ نکلے بزدل صاحب"۔ ٹی ایس ایم نے منہ بنایا۔

"بزدل کے ساتھ صاحب کہنا ضروری تھا؟" آصف نے آنکھیں نکالیں۔

"منہ سے نکل گیا... معاف کر دیں"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"دیکھو پیارے جی پی او صاحب... اب تم ہم سے شیر و شکر ہونے کی کوشش کر رہے ہو... اور ہیرو بننے کی ناکام کوشش کر رہے ہو... یہ راستے بہت پر خطر ہیں... اور تمہارے بس کے نہیں... لہٰذا اپنے گھر کی راہ لو"۔

"یہی تو مشکل ہے"۔ ٹی ایس ایم نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مشکل ہے... وہ بھی اس آبشار کے پاس"۔ فاروق مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی... اس آبشار کے پاس... کیا کسی آبشار کے پاس کوئی مشکل پیش نہیں آ سکتی"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"پتا نہیں... میں نے آبشاروں پر تحقیقات نہیں کیں"۔

"حد ہو گئی... ہر بات درمیان میں رہ جاتی ہے... ابھی آبشار سے لاوا لایا نہیں گیا تھا کہ جن والی بات درمیان میں کود پڑی... اور اب آبشار پر تحقیقات کی باتیں ہونے لگیں... ہے کوئی تک"۔ خان رحمان نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"پتا نہیں... انکل"۔ فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"کیا پتا نہیں"۔ وہ فوراً بولے۔

"یہ کہ کوئی تک ہے یا نہیں"۔

"اوہو! میں کہتا ہوں... لاوا لے آؤ... جن کو چھوڑو... ہو گ

کہیں... ہم اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں"۔ پروفیسر داؤد نے جھلا کر کہا۔

اور پھر منور علی خان پتھر کا پیالہ لیے آبشار سے قریب ہوتے گئے... لیکن پھر اچانک انہوں نے انہیں دوڑ کر واپس آتے دیکھا... ان کے چہرے پر بے تحاشا خوف تھا... وہ سب گھبرا گئے۔

"کک... کیا ہوا انکل؟"

"جہنم کا مزا آ گیا"۔ وہ ہانپتے ہوئے بولے۔

"جہنم کا مزا آ گیا... کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"وہ آگ سے بہت زیادہ گرم چیز ہے... اس کے نزدیک جانا ممکن نہیں"۔

"لائیے انکل! میں کوشش کرتا ہوں"۔ محمود بولا۔

"بھئی میں نے کہا نہیں... اس کے نزدیک نہیں جا سکتے"۔ منور علی خان بولے۔

"آپ مجھے کوشش تو کرنے دیں"۔

محمود نے کہا اور پیالہ ان کے ہاتھ سے جھپٹ کر دوڑنے لگا

"نہیں جا سکتے تم... آبشار تک نہیں جا سکتے"۔ وہ چلائے۔

محمود نے جیسے سنا ہی نہیں... دوڑتا چلا گیا... اور پھر وہ بھی خوف زدہ ہو کر واپس آتا نظر آیا... یہ دیکھ کر فرزانہ حرکت میں آئی۔

"یہ کام میں کروں گی"۔

"نہیں کر سکو گی"۔

اس طرح باری باری وہ سب آبشار کے نزدیک ہو آئے لیکن لاوا نہ لا سکے.... اب سب کے سب بیٹھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"اب کیا کریں؟"

"کیا اس لاوے کو چیک کرنا اتنا ہی ضروری ہے"۔

"ہاں! میں نے لاوے کی آبشار آج تک نہیں دیکھی.... میں دیکھنا چاہتا ہوں.... یہ کیا ہے.... اس میں کیا کیا اجزا ہیں.... کیا خبر اس لاوے کی آبشار کی مدد سے وہ سوراخ بند کرنے میں کامیاب ہو جائیں"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں! اس کا امکان ہے.... لیکن مجھے تجربہ کرنے کے لیے کچھ لاوا ضرور چاہیے"۔

"تب تو پھر لاوا لانا ہی ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

"لیکن کیسے ابا جان؟" آفتاب نے پریشان ہو کر کہا۔

"میں جاؤں گا.... اور لاوا لاؤں گا"۔

"آپ لاوا لائیں گے.... جب کہ باقی سب کے خیال میں یہ ناممکن ہے"۔

"کچھ بھی ہو.... اس ناممکن کو ممکن بنانا پڑے گا"۔ وہ پرجوش انداز میں بولے۔

اور پھر وہ پتھر کا پیالہ لیے آبشار کی دھار کی طرف بڑھنے لگے.... باقی سب لوگ بھی آگے بڑھتے چلے گئے.... گرمی کا احساس لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا.... پھر بھی وہ ان کا ساتھ دینے کے لیے آگے جا رہے تھے.... ان سب کے جسم پسینے سے شرابور ہوتے جا رہے تھے، انسپکٹر کامران مرزا سب سے زیادہ پسینے میں بھیگے ہوئے تھے۔

آبشار کی دھار جس جگہ سے کھائی میں گر رہی تھی.... وہاں لاوے کی بھاپ بھی تھی.... اور یہ بھاپ اس قدر گرم تھی کہ اب تک اس کی وجہ سے کوئی دھار کی طرف ہاتھ نہیں لے جا سکا تھا.... لاوا بہہ کر اگر اوپر ہی کہیں جمع ہو رہا ہوتا تو یہ کام ان کے لیے ذرا بھی مشکل نہ ہوتا.... لیکن مشکل یہ تھا کہ وہ سینکڑوں فٹ گہری کھائی میں گر رہا تھا.... اس کھائی میں اترنا بھی کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا.... جان جوکھوں کا کام تھا۔

انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ محسوس کی۔

"میرا خیال ہے کامران مرزا.... تم لوٹ آؤ"۔ پروفیسر بولے۔

"نن نہیں.... میں لاوا لاؤں گا"۔ وہ بولے۔

کچھ قدم اور آگے بڑھے.... اور پھر تڑ سے گرے اور ساکت ہو گئے۔

"اف مالک.... یہ تو گر گئے"۔

"مم... میں انہیں کھینچ لاتا ہوں"۔ منور علی خان دوڑے۔

"میں بھی چلتا ہوں... آپ اکیلے کس طرح انہیں کھینچیں گے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں مسٹر ابطال"۔ ایسے میں جیرال کی آواز ابھری۔

"ہاں میں انہیں اور ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہوں... ابطال کی آواز ابھری۔

"یہی وجہ تھی کہ میں نے اس کام کے لیے ان لوگوں کو بلانے کی تجویز انشارجہ کی حکومت کو دی تھی"۔

"آپ کا خیال ٹھیک تھا... یہ لوگ حیرت انگیز ہیں"۔

"میرا خیال ہے... ہمیں بھی انسپکٹر کامران مرزا کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے... ورنہ... شاید ہم سب اس دنیا سے واپس نہیں جا سکیں گے"۔

"اوہ ہاں! میں بھی چلتا ہوں"۔

اب وہ دونوں بھی آگے بڑھے... لیکن کوئی بھی اس جگہ تک نہ پہنچ سکا... جہاں انسپکٹر کامران مرزا گرے تھے... وہ سب لڑکھڑا کر گرتے چلے گئے... آئے تھے انسپکٹر کامران مرزا کی مدد کرنے اور گرتے چلے گئے سب کے سب... یہاں تک کہ جیرال اور ابطال بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

"لیکن یہ سب ہوش میں تھے... انسپکٹر کامران مرزا بھی ہوش میں تھے... لیکن لاوے کی بھاپ نے ان کی طاقت سلب کر لی تھی۔

"انسپکٹر کامران مرزا کیا آپ رینگ کر بھی واپس نہیں آ سکتے"۔ منور علی خان کی آواز سنائی دی۔

"تم لوگ مجھ سے کافی دور ہو... کیا تم رینگ سکتے ہو"۔

"نن نہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"تب پھر میں کس طرح رینگ سکتا ہوں"۔

"پھر... اب کیا ہو گا"۔

"کک... کاش"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آہ بھری۔

"یہ کیسا کاش ہے"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"کاش! اس وقت انسپکٹر جمشید ہمارے ساتھ ہوتے... کاش وہ اس طرف آ جائیں"۔

"وہ کیا کر لیں گے"۔ فرزانہ بولی۔

"تم سب کو گھسیٹ ضرور سکیں گے... کیونکہ جس جگہ تک میں آ گیا ہوں... اس جگہ تک بلکہ اس سے کچھ آگے تک وہ ضرور جا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اللہ کرے... وہ آ جائیں"۔

"آمین"۔ سب نے کہا۔

ایسے میں پروفیسر داؤد کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... وہ

چلائے۔

"وہ... وہ دیکھو کامران مرزا"۔

سب کی نظریں پروفیسر داؤد کی انگلی کی سمت اٹھ گئیں۔

○☆○

نیچے آنے والا

انسپکٹر جمشید فوراً ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو گئے... کیونکہ انہوں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ ان کے ساتھی اس گاڑی میں فرار نہیں ہوئے تھے۔

"کیا ہوا انسپکٹر جمشید... آپ کہاں چلے گئے"۔ راٹور نے کھائی میں سے انہیں پکارا۔

"وہ خاموش ہو گئے اور اس جگہ سے دور ہوتے چلے گئے... ساتھ ہی ان کی کوشش یہ بھی تھی کہ گاڑی میں آنے والے لوگ انہیں دیکھ نہ سکیں... آخر انہوں نے گاڑی کو کھائی کے پاس رکتے دیکھا... اس میں سے کچھ لوگ اترے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے... پھر ان میں سے ایک پکارا۔

"مسٹر راٹور... آپ کہاں ہیں"۔

"مم... میں یہاں ہوں... اس کھائی میں"۔ راٹور کی آواز گونجی۔

"وہ لوگ کھائی سے نزدیک ہوتے چلے گئے... اور پھر ان میں

سے ایک نے چلا کر کہا۔

"ہائیں.... آپ کھائی میں کس طرح گر گئے"۔

"یہ کام انسپکٹر جمشید کا ہے"۔

"اور وہ خود کہاں ہے"۔ ایک نے پوچھا۔

"وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے.... آپ لوگ پہلے مجھے نکالیں.... میں اس سے نبٹ لوں گا.... اب اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

"لیکن ان لوگوں کو تو زندہ رکھنے کا فیصلہ ہوا تھا.... اسی لیے تو جیل بھیجا گیا تھا"۔

"ہاں.... لیکن میں اس قدر اختیارات رکھتا ہوں کہ چاہوں تو ان میں سے ایک دو کو قتل کر دوں"۔ راتور غرایا۔

"ہم رسی لٹکا رہے ہیں.... آپ اس کے ذریعے اوپر آ سکتے ہیں"۔

"ہاں کیوں نہیں.... مجھے تو بس ذرا سے سہارے کی ضرورت ہے"۔

جلد ہی راتور اوپر نظر آیا.... اس نے پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھا اور پھر چلایا۔

"انسپکٹر جمشید.... تم کہاں ہو.... سنا ہے.... تم بہت دلیر ہو.... اب سامنے آؤ.... میں وعدہ کرتا ہوں.... اکیلا تم سے لڑوں گا.... یہ لوگ میری مدد نہیں کریں گے"۔

انسپکٹر جمشید خاموش رہے۔

"انسپکٹر جمشید.... تم تو بہت بزدل نکلے.... خیر میں تمہیں تلاش کرتا ہوں.... جاؤ گے کہاں.... ارے ہاں.... تم لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے"۔

"ہمیں ہدایات ملی تھیں کہ ان لوگوں کی دیکھ بھال رکھی جائے.... کہیں یہ سب مل کر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں.... لہٰذا ہم تلاش میں نکل کھڑے ہوئے"۔

"اوہ! بہت خوب"۔

"انسپکٹر جمشید کو تلاش کرنا ہمارے لیے ذرا بھی مشکل کام نہیں ہو گا.... اگر ہم اپنے پستول کام میں لائیں"۔

"ٹھیک ہے.... کام میں لے آؤ.... اب اگر کوئی چٹان پگھل کر انسپکٹر جمشید پر گر پڑتی ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں"۔

انہوں نے اپنے پستول تان لیے.... پہلے ادھر ادھر دیکھا.... پھر مختلف سمتوں میں فائر کر دیے.... پستول سے نکلنے والی شعاعیں چٹانوں سے ٹکرائیں اور وہ پگھلنے لگیں.... انسپکٹر جمشید کے لیے یہ لمحات بہت ہولناک تھے.... اس لیے کہ چٹانوں کے پیچھے ہی تو وہ اوٹ لیے ہوئے تھے.... اب انہیں خیریت اسی میں نظر آئی کہ ان لوگوں سے دور ہوتے چلے جائیں.... لیکن اس طرح کہ اپنے ساتھیوں کی سمت میں بڑھیں.... ان کے مخالف سمت میں نہیں.... جب کہ فائر کرنے والے اسی سمت

میں موجود تھے.... گویا انہیں ایک لمبا چکر لگانا تھا.... اور لمبا چکر لگانے کے چکر میں یہ خطرہ موجود تھے کہ انہیں دیکھ لیا جاتا.... اس کے باوجود وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے.... وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

ادھر چٹان پر چٹان پگھل رہی تھی.... پگھل پگھل کر لاوے کی صورت میں بہ رہی تھی.... یہ لاوا آگ کی طرح گرم تھا.... اس کی لپیٹ میں آنے والا بھی موت کے گھاٹ اتر جاتا.... لہٰذا انہیں خود کو اس لاوے سے بھی بچانا تھا.... ایسے میں انہوں نے راٹور کی آواز سنی۔

"ارے.... وہ رہا انسپکٹر جمشید.... دوڑو.... وہ پستولوں کی پہنچ سے نکل چکا ہے"۔

"لیکن سر.... دوڑیں کس طرح.... راستے میں لاوا بہ رہا ہے"۔

"اوہو.... اس طرف سے چکر کاٹ کر"۔ راٹور چلایا اور خود بھی دوڑ پڑا.... اس کے ساتھ اس کے باقی ساتھی بھی دوڑ پڑے۔

اب انسپکٹر جمشید سستی نہیں دکھا سکتے تھے.... وہ بھی سر پر پیر رکھ کر دوڑے.... تاہم اس صورت میں بھی انہیں خیال تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے مخالف سمت میں نہ بڑھتے چلے جائیں.... لہٰذا غیر محسوس طور پر وہ لمبا چکر کاٹتے چلے گئے.... راٹور اور اس کے ساتھی ان کے پیچھے آ رہے تھے.... تاہم راٹور نے اپنے ساتھیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا.... اور وہ لمحہ بہ لمحہ انسپکٹر جمشید کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔

--- اس بات کا اندازہ انسپکٹر جمشید نے بھی لگا لیا تھا.... کہ درمیانی

فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہو رہا ہے.... لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے.... راٹور کی رفتار بہرحال ان سے زیادہ تھی.... اس میں طاقت بھی ان سے زیادہ تھی.... تھا بھی وہ چھلاوہ.... وہ دوڑ رہے تھے.... وہ بھی بہت تیز۔

اور پھر راٹور ان کے بہت نزدیک پہنچ گیا.... جب کہ اس کے ساتھی اب نظر بھی نہیں آ رہے تھے.... لیکن اگر وہ راٹور سے بھڑ جاتے تو اس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ سکتے تھے.... ان کے پاس شعاعی پستول تھے.... دوڑتے دوڑتے انہوں نے اردگرد کا جائزہ لیا.... انہیں ایک گہری کھائی نظر آئی.... انہوں نے فاصلے کا اندازہ کیا.... کھائی بند بھی نہیں تھی.... اس میں آگے راستا نظر آ رہا تھا.... جو گہرائی میں تھا.... نئی مخلوق اس قدر گہری چھلانگ نہیں لگا سکتی تھی.... البتہ راٹور ضرور ان کے پیچھے چھلانگ لگاتا.... مخلوق اوپر ہی رہ جاتی اور ان کے شعاعی پستول بھی بیکار جاتے.... اس لیے کہ کھائی کی تہ شعاع کی پہنچ سے بہت دور تھی۔

راٹور ہر لمحے ان سے نزدیک ہو رہا تھا.... اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ چھلانگ لگا دیتے.... اور پھر انہوں نے اللہ کا نام لے کر چھلانگ لگا دی.... انہیں یوں لگا جیسے وہ کسی بہت گہرے کنوئیں میں گرتے چلے جا رہے ہوں.... اور پھر ان کے پیر زمین سے ٹکرائے.... انہیں جسم میں قدرے چوٹ کا احساس ہوا.... نظریں اوپر اٹھائیں تو راٹور کھائی کے سرے پر کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا پتھر برسانے کی باری میری ہے؟" رانبو کی ہنسی سنائی دی۔

"کوشش کر دیکھو"۔ وہ مسکرائے۔

"میں دیکھ رہا ہوں.... یہ بہت وسیع جگہ ہے.... یہاں پتھروں سے کام نہیں چلے گا.... لہٰذا مجھے ہی آنا ہو گا"۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر.... آپ کو نیچے چھلانگ لگانے کی کیا ضرورت ہے"۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

"پھر.... اور کیا کروں گا"۔

"انسپکٹر جمشید اس جگہ سے نہیں نکل سکتے.... ان جگہوں سے ہم زیادہ واقف ہیں.... یہ ایک عمودی کھائی ہے.... اور بہت گہری.... آگے چل کر اس کی گہرائی میں اضافہ ہی ہو گا.... کمی نہیں آئے گی.... یہ کسی طرح بھی یہاں سے نہیں نکل سکیں گے.... لہٰذا آپ بلاوجہ چھلانگ لگائیں گے.... اور پھر ہمیں آپ کو اوپر کھینچنا پڑے گا"۔

"اچھی بات ہے.... اگر تم لوگوں کو یقین ہے کہ یہ یہاں سے نہیں نکل سکیں گے تو پھر میں چھلانگ نہیں لگاتا"۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا رخ ان کی طرف کیا اور بولا۔

"انسپکٹر جمشید.... تمہیں یہ کھائی میں [illegible] مبارک ہو.... میرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ تم اس کھائی سے نکل نہیں سکو گے.... لہٰذا میں نیچے آ کر کیا کروں گا"۔

"او کے.... جیسے تمہاری مرضی.... اب میں زبردستی تو تمہیں نیچے بلانے [illegible]"

"تب پھر، اچھے رہے.... [illegible]ت کی کھائی میں چھوڑ کر"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ واپس مڑ گیا.... انسپکٹر جمشید کو اب ان میں سے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا.... لہٰذا وہ کھائی کی طرف متوجہ ہو گئے.... واقعی چاروں طرف عمودی پہاڑ تھے.... اور وہ آگے بڑھتے گئے.... بڑھتے گئے.... کھائی میں انہیں گرمی کا احساس ہونے لگا.... ہوا بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی.... وہ گھبرا گئے۔

"کہیں میں پھنس ہی تو نہیں گیا.... نہ جانے میرے ساتھی کہاں ہوں گے"۔

ان کا دل بیٹھنے لگا.... جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے.... گرمی بڑھتی جا رہی تھی.... اس بات پر وہ بہت حیران تھے کہ آخر گرمی کیوں بڑھ رہی ہے.... اور پھر انہیں عجیب سی آواز سنائی دی.... یہ آواز وہ زندگی میں پہلے بھی سنتے رہے تھے.... وہ جان گئے کہ آواز آبشار کی تھی.... اب ان کی حیرت بڑھ گئی.... اس لیے کہ اگر آواز آبشار کی تھی تو پھر تو گرمی میں اضافہ نہیں ہونا چاہیے تھا.... آبشار کے نزدیک ہونے سے تو خنکی بڑھنی چاہیے تھی.... لیکن معاملہ بالکل الٹ تھا.... گرمی بڑھ رہی تھی.... آبشار گرنے کی آواز بھی تیز ہوتی جا رہی تھی.... اور آخر انہوں نے آبشار کو دیکھ لیا.... وہ دھک سے رہ گئے.... اس لیے کہ

وہ پانی کی آبشار نہیں تھی.... خون کے رنگ کے کسی مائع کی آبشار تھی.... اور اس سے گرم بھاپ بھی بے تحاشا پیدا ہو رہی تھی.... اب ان کی سمجھ میں یہ بات آئی.... یہ گرمی اس کی تھی.... اب انہوں نے اوپر دیکھا.... اوپر اور بھی زیادہ بلندی پر کھائی کا سرا محسوس ہوا۔

"آج میں بہت برا پھنسا ہوں.... ایک تو یہاں گرمی بے تحاشا ہے.... تازہ ہوا نہیں.... پھر کھانے کو کچھ نہیں.... میں یہاں چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہوں گا"۔

اور وہ تھک کر بیٹھ گئے.... اوپر چڑھنے کا قطعاً" کوئی راستا نہیں تھا.... پہاڑ بالکل عمودی تھے.... تھوڑے بہت بھی ڈھلوان ہوتے تو وہ ان پر چڑھ کر اوپر پہنچنے کی کوشش کر سکتے تھے.... لاوا ان سے بہت دور اس سے بھی نیچے کھائی میں گر رہا تھا.... اور وہاں ایک جھیل کی صورت میں جمع ہو رہا تھا.... انہوں نے سوچا.... چکر کاٹ کر اس جھیل تک تو پہنچنا چاہیے.... شاید کوئی صورت نظر آ جائے.... وہ اٹھے اور چکر کاٹتے چلے گئے.... آخر وہ لاوے کی جھیل تک پہنچ گئے.... انہوں نے لاوے کو چھو کر دیکھا.... یہ جما ہوا تھا.... گویا ٹھنڈا ہونے پر لاوا جم جاتا تھا.... انہوں نے اس کو اکھاڑنا چاہا.... تو وہ لوہے کی طرح سخت نظر آیا۔

"آخر یہ کیا چیز ہے؟"

لیکن ان کا ذہن انہیں کوئی جواب نہ دے سکا.... آخر وہ وہیں بیٹھ گئے.... پھر کچھ خیال آنے پر اٹھے اور خشک لاوے پر چلتے ہوئے

آگے بڑھنے لگے.... اب پھر انہیں گرمی کا احساس ہونے لگا.... جوں جوں وہ گرم اور بہتے ہوئے لاوے کی طرف بڑھ رہے تھے.... گرمی بڑھ رہی تھی.... وہ پگھلے ہوئے لاوے کو نزدیک سے دیکھنا چاہتے تھے.... آخر وہ اس قدر نزدیک پہنچ گئے.... کہ لاوے کو دیکھ سکتے.... آگ کی طرح دہکتا ہوا پگھلا ہوا لاوا ایک بہت بڑی دھار کی صورت میں نیچے گر کر پھیل رہا تھا.... اس جیسی آبشار انہوں نے اپنی دنیا میں کہیں نہیں دیکھی تھی۔

وہ کچھ آگے بڑھے تو گرمی ناقابل برداشت ہو گئی.... انہیں رکنا پڑا.... اب جو انہوں نے اوپر دیکھا تو یوں لگا جیسے کسی کنوئیں نما کھائی میں ہوں.... ان کے چاروں طرف اونچے پہاڑ تھے.... ان کے ذہن میں سوال گونجا۔

"کیا میرا آخری وقت آ گیا ہے.... میں یہاں کب تک زندہ رہ سکوں گا.... لیکن نہیں.... مجھے ان پہاڑوں کا جائزہ لینا تو چاہیے.... کیا خبر نکلنے کا کوئی راستا نظر آ جائے"۔

اب وہ پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے.... ایسے میں انہوں نے اوپر دیکھا.... ایک بڑا سا پتھر اوپر سے نیچے آ رہا تھا.... وہ جلدی سے ایک طرف ہو گئے.... پتھر آواز کے ساتھ نیچے گرا اور کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا.... وہ پھر اوپر دیکھنے لگے.... وہ سوچ رہے تھے.... شاید راٹور اور اس کے ساتھی اوپر آ گئے ہیں.... لہٰذا وہ پہاڑی سے لگ کر کھڑے ہو

گئے.... اس طرح وہ اوپر سے آنے والے پتھروں سے بالکل محفوظ ہو گئے.... کافی دیر تک انتظار کرنے پر بھی جب کوئی اور پتھر نہ آئے تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ آئے.... تاہم ان کا دھیان اوپر ہی تھا.... انہوں نے ٹکڑے ہو جانے والے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور خشک لاوے پر دے مارا.... ان کا خیال تھا.... لاوا اس جگہ سے ٹوٹ جائے گا.... لیکن انہوں نے دیکھا.... وہ تو ان گنت ٹکڑوں میں بکھر گیا تھا اور لاوے پر ذرا سا نشان بھی نہیں پڑا تھا.... جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بہت سخت چیز تھی.... ایسے میں اوپر سے چند پتھر اور نیچے آ گئے۔

"شاید یہ قدرتی عمل ہے.... اوپر کوئی نہیں ہے"۔ وہ بڑبڑائے۔

اچانک ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں.... ایک چیز اوپر سے نیچے آتی نظر آئی.... انہوں نے اپنی نظریں اس پر جما دیں.... وہ مسلسل اس کی طرف دیکھتے رہے.... اور پھر تو وہ بھونچکے ہی رہ گئے.... نیچے آنے والی چیز کو اب انہوں نے پہچان لیا تھا.... انہوں نے ادھر ادھر دیکھا.... تاکہ اپنے بچاؤ کا کوئی سامان کر سکیں.... انہیں اپنے بدن میں سنسنی کی لہریں دوڑتی محسوس ہو رہی تھیں.... اور وہ سوچ رہے تھے کہ اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خطرناک جگہ کبھی نہیں پہنچے تھے.... نیچے آنے والی چیز ایک رسی تھی.... اور پھر انہوں نے کسی کو رسی کے ذریعے نیچے آتے دیکھا.... وہ اس طرح نیچے آنے والے کی جرات پر حیران رہ گئے.... پہاڑ سے وہ اسے برابر نیچے آتے دیکھتے

رہے.... اب وہ اس جگہ سے کافی فاصلے پر کھڑے تھے.... تاکہ اوپر سے آنے والا فوراً ہی ان پر وار نہ کر سکے۔

نیچے آنے والا ابھی انہیں صاف نظر نہیں آ سکا تھا.... کیونکہ اونچائی بہت تھی.... پھر جوں جوں وہ نیچے آتا چلا گیا.... ان کی حیرت بڑھتی چلی گئی۔

○☆○
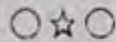
اللہ کا ذکر

انہوں نے دیکھا... بھاپ اپنا رخ تبدیل کر رہی تھی... شاید ہوا کا رخ بدل گیا تھا... اور پھر واقعی انہیں ٹھنڈی ہوا کا احساس ہونے لگا... ان کے جسموں میں جان آنے لگی... رفتہ رفتہ وہ حرکت میں آنے کے قابل ہو گئے... اور کھسک کر اس جگہ سے دور کھائی کے کنارے پر آ گئے۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے"۔ فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"فاروق کو اس کھائی میں اتارا جائے... نیچے یہ لاوا گر رہا ہے... اس کے آس پاس اتنی گرمی نہیں ہو گی... کیونکہ گرنے کے بعد ٹھنڈا ہوا جاتا ہو گا"۔

"بہت خوب! انسپکٹر کامران مرزا... مزا آ گیا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"مزا تو اب مجھے آئے گا... میرا پورا جسم چٹانوں سے ٹکرائے

گا"۔

"اگر یہ بات ہے تو ہم آفتاب کو بھیج دیتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ارے باپ رے... آپ تو ناراض ہو گئے انکل"۔

"نہیں تو! اس میں ناراضی کی کیا بات ہے... ارے ہاں... سوال یہ ہے کہ ہم رسی کہاں سے لائیں گے"۔

"رسی میں نے گاڑی کی سیٹ کے نیچے دیکھی تھی... اگر وہ کم پڑ گئی تو پھر ہمیں کوئی اور گاڑی اڑانا پڑے گی... یا ان کی آبادی میں جا کر رسی لائیں گے کہیں سے"۔

"دونوں کام ہی مشکل ہیں... بہرحال خطرہ مول لینا پڑے گا"۔

"تو پھر محمود اور آصف جائیں اور رسی لے آئیں... اگر تم پندرہ منٹ تک آ گئے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گاڑی سے رسی مل گئی ہے... اور اگر ایک گھنٹہ تک بھی نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم پھنس گئے"۔

"آپ فکر نہ کریں... ہم بس یہ گئے اور یہ آئے"۔

محمود اور آصف فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے... گاڑی اسی جگہ کھڑی ملی جہاں انہوں نے اسے چھوڑا تھا... پہلے انہوں نے اس میں سے رسی نکالی... رسی مضبوط ضرور تھی... لیکن اتنی لمبی نہیں تھی کہ کھائی کی تہ تک پہنچ سکے"۔

"میرا خیال ہے.... اتنی ہی رسی اور درکار ہے.... تب جا کر یہ کھائی کی تہ میں پہنچے گی"۔ آصف بولا۔

"اور اس کا مطلب ہے.... ہمیں اب شہری آبادی تک جانا ہو گا"۔

"اور لوگ ہمیں دیکھ لیں گے.... تو ہم ایک بار پھر پھنس جائیں گے"۔

"لیکن بھئی.... رسی تو حاصل کرنا ہو گی.... ورنہ پروفیسر صاحب اس لاوے پر تجربہ نہیں کر سکیں گے.... ارے ہاں.... ہوا کا رخ بدلنے پر تو ہمیں لاوا حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی.... یہ ہم نے کیا ہی نہیں"۔

"آؤ پھر.... پہلے چل کر یہ بات بھی کر لیتے ہیں"۔

"وہ باقی لوگوں کے پاس آ گئے.... رسی دیکھ کر منور علی خان بولے۔

"یہ تو کم پڑے گی"۔

"جی ہاں! اتنی ہی رسی اور ہونی چاہیے.... لیکن ہم نے ایک کام نہیں کیا.... ہوا کا رخ تبدیل ہونے کے بعد لاوے کی دھار تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی.... اگر اوپر ہی یہ کام بن جائے تو پھر رسی کی ضرورت نہیں پڑے گی"۔

"بات معقول ہے.... میں جاتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا

بولے۔

"لیکن انکل.... اگر آپ بے ہوش ہونے لگیں تو فوراً واپس آ جائیں.... ہمیں پھر بے ہوش ہونے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔ انہوں نے کہا اور پیالہ لے کر آگے بڑھ گئے۔

سب کی نظریں ان پر جم گئیں.... وہ دھار سے نزدیک ہوتے چلے گئے.... پھر ایک جگہ جا کر رک گئے.... یہ جگہ اس سے آگے تھی جہاں وہ بے ہوش ہوئے تھے.... گویا ہوا کے رخ کی وجہ سے اور آگے جانا ممکن ہو گیا تھا.... لیکن پھر اس جگہ سے آگے وہ نہ جا سکے اور انہوں نے انہیں واپس آتے دیکھا.... ان کے چہرے لٹک گئے.... نزدیک آنے پر وہ بولے۔

"نہیں.... دھار کے نزدیک جانا پھر بھی ممکن نہیں.... اس کھائی میں ہی اترنا پڑے گا"۔

"اور کھائی میں اترنے کے لیے اتنی ہی رسی کی اور ضرورت ہو گی"۔ پروفیسر بولے۔

"یہ کام میں کروں گا.... آپ سب لوگ یہیں ٹھہریں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"بہتر ہو گا.... آپ انکل منور علی خان کو ساتھ لے جائیں.... ایک تو انہیں رسیوں کا تجربہ ہے.... دوسرے رسی کی قسم کی کوئی اور چیز

مل گئی تو وہ بھی لا سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... تم میرے ساتھ چلو منور علی خان"۔

"حاضر ہوں"۔ وہ بولے۔

"اور آپ سب لوگ یہیں ٹھہریں گے"۔

"بالکل ٹھیک.... ابھی تک اباجان بھی ہم تک نہیں پہنچے.... ان کا بھی کچھ کرنا ہو گا"۔ فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس کمائی سے ہٹ کر ان کی طرف توجہ دیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

اور پھر وہ دونوں وہاں سے چل پڑے.... گاڑی تک پہنچ کر وہ اس پر سوار ہو گئے.... اور آگے بڑھنے لگے.... یہاں تک کہ آبادی کے آثار نظر آنے لگے۔

آبادی کے پہلے گھر پر انہوں نے کار روک لی.... انسپکٹر کامران مرزا نیچے اترے.... منور علی خان کو انہوں نے کار میں ہی بیٹھے رہنے کی ہدایت کی.... پھر جونہی دروازہ کھلا.... انہوں نے دروازہ کھولنے والے کا گلا دبوچ لیا.... وہ دھک سے رہ گیا۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا؟" اس نے شاید اپنی زبان میں یہی الفاظ ادا کیے ہوں گے"۔

"ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے.... کیا تم انگریزی سمجھ لیتے ہو"۔

اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"تمہارے گھر میں رسی ہے؟"

"رسی"۔ اس نے نہ سمجھنے کے انداز میں کہا۔

"یہ.... ایسی چیز"۔ انہوں نے رسی اسے دکھائی۔

"اوہ ہاں! رسی.... یہ میرے گھر میں ہے"۔

"اندر چلو"۔ وہ بولے۔

وہ اس کے ساتھ اندر آ گئے.... اندر تین افراد تھے.... وہ بھی انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے.... ان میں سے ایک نے فوراً پستول جیب سے نکالنے کی کوشش کی.... انسپکٹر کامران مرزا ڈر گئے.... اگر وہ پستول نکال لیتا تو وہ تو گئے تھے کام سے.... گاڑی میں ہوتے ہوئے وہ پستول کی شعاع سے محفوظ تھے.... جب کہ اس وقت شعاع ان کے لیے موت کا پیغام تھی.... لہٰذا انہوں نے پہلے کو چھوڑا اور اس پر چھلانگ لگا دی.... دوسرے ہی لمحے وہ اس کا پستول چھین چکے تھے۔

"میں کہہ چکا ہوں.... آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے.... لیکن اگر آپ نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر میں کوئی رعایت نہیں کروں گا"۔

"نہ کرنا رعایت.... چلا دو یہ پستول ہم پر"۔ اس نے کہا جس نے پستول نکالا تھا۔

انسپکٹر کامران مرزا مسکرا دیے.... اور ایک مکا اس کے چہرے پر

ایسا جڑ دیا کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔

"یہ دیکھ کر باقی تینوں ان پر ٹوٹ پڑے... وہ بھی تیزی سے گھومے اور تابڑ توڑ ان کے ہاتھ اور پیر رسید کرنے لگے... پستول چلانے کی غلطی وہ کیسے کر سکتے تھے... شعاع تو اچٹ کر خود ان کے جسم سے ٹکراتی اور وہ جل کر راکھ ہو جاتے۔

ایک منٹ بعد وہ سب لمبے لیٹے نظر آ رہے تھے... وہ زور زور سے سانس لے رہے تھے۔

"منور علی خان... تم کار میں ہی رہو گے... کیونکہ کار ہمارے لیے بہت اہم ہے... میں ابھی آتا ہوں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

"ہاں! اب بتاؤ رسی کہاں ملے گی"۔ انہوں نے پہلے سے کہا۔

"وہ... اس کمرے میں"۔ اس نے مشکل سے کہا۔

ان کے سروں پر ایک ایک ہاتھ اور رسید کرنے کے بعد وہ کمرے میں داخل ہو گئے... اس کمرے میں کئی چیزیں موجود تھیں... ان میں رسی کے دو بنڈل بھی نظر آئے... انہوں نے دونوں اٹھا لیے اور باہر نکل آئے... ان چاروں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ بولے۔

"اگر آپ لوگ شرارت نہ کرتے تو میں آپ کو کچھ نہ کہتا... یہ سب آپ کی غلط حرکت کی وجہ سے ہوا... بہر حال میں معافی چاہتا

ہوں... اور ہاں جاتے ہوئے ایک بات سن لو... اس دنیا کو بنانے والی ایک ہستی ہے... ہم اسے اللہ کہتے ہیں... جب تک انسان اس اللہ کو اپنا مالک... خالق نہ مانے گا... اس کی نجات نہیں ہوگی... بلکہ مرنے کے بعد وہ حساب کتاب لے گا... اس دن کی یعنی حساب کے دن کی تیاری کرنا پڑتی ہے... اللہ کو ایک مان کر اس کی عبادت کرنا ہوتی ہے... یہ مختصر سی بات میں نے بتائی ہے... جانے سے پہلے ہم ان شاء اللہ تم لوگوں کو اللہ کا پیغام دے کر جائیں گے"۔

وہ ٹکر ٹکر ان کی طرف دیکھتے رہے... شاید ان باتوں کی انہیں کوئی سوجھ بوجھ نہیں تھی... پھر وہ باہر نکل آئے اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے... وہاں ہر طرح خیریت تھی... اب دونوں رسیوں کو جوڑا گیا۔

"فاروق... تمہیں ہمت کرنا ہو گی... ہم جانتے ہیں اس رسی کے ذریعے اس وادی میں اترنا آسان کام نہیں... بہت گہری کھائی ہے... جتنا مشکل اس میں اترنا ہے... رسی کے ذریعے اس سے اوپر آنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے... لیکن یہ مشکل کام ہمیں کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا جذباتی انداز میں کہتے چلے گئے۔

"آپ پریشان نہ ہوں... میں جا رہا ہوں... لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی"۔ اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"آخر میں نیچے سے پیالے میں لاوا بھر کر اس کو اوپر کس طرح لاؤں گا۔۔۔ ذرا سوچیں۔۔۔ اس وقت تو دونوں ہاتھوں سے رسی کو پکڑ کر اوپر آنا بھی آسان نہیں ہو گا۔۔۔ لاوے سے بھرا پیالہ آخر اوپر کس طرح لایا جا سکے گا"۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

اس پہلو پر تو انہوں نے غور کیا ہی نہیں تھا۔

"یہ تو گڑبڑ ہو گئی"۔ منور علی خان نے منہ بنایا۔

"اس کا حل ہے"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد بولے۔

"اور وہ کیا پروفیسر صاحب؟"

"نیچے فاروق نہیں۔۔۔ میں جاؤں گا"۔

"کیا کہا آپ نے۔۔۔ آپ جائیں گے۔۔۔ آپ جانتے ہیں۔۔۔ کیا کہ رہے ہیں۔۔۔ نیچے تو شاید کسی نہ کسی طرح آپ پہنچ جائیں۔۔۔ لیکن اوپر نہیں آ سکیں گے۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔۔۔ رسی اتنی مضبوط نہیں کہ ایک وقت میں دو آدمی اس کے ذریعے اتر سکیں۔۔۔ اور چڑھ سکیں۔۔۔ ورنہ میں آپ کو کندھے پر اٹھا کر نیچے اتر جاتا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر کیا کیا جائے"۔ خان رحمان کا سوال ان کے دماغوں میں گونج پیدا کرنے لگا۔۔۔ ہر کوئی یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔۔۔ ایسے میں رفعت کی آواز سنائی دی۔

"میں کچھ عرض کر سکتی ہوں؟"

"ہاں ضرور۔۔۔ کیوں نہیں رفعت"۔ انسپکٹر کامران مرزا فوراً بولے۔

"تو پھر سنیں۔۔۔ فاروق صاحب نیچے جائیں۔۔۔ پیالہ لاوے سے بھریں۔۔۔ تھوڑی سی رسی کا ایک پھندہ سا بنائیں۔۔۔ اس پھندے میں پیالہ لٹکا دیں۔۔۔ ہم پیالہ اوپر کھینچ لیں گے۔۔۔ پھر فاروق صاحب کے لیے رسی نیچے لٹکا دیں گے"۔

"بہت خوب۔۔۔ وہ مارا"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"مان گئے بھئی"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"آج تو رفعت تم ہم دونوں کے بھی کان کاٹ گئیں"۔ فرزانہ نے خوش ہوتے ہو کر کہا۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں تو"۔ اس نے بوکھلا کر اپنے کانوں کو چھوا۔

"تو پھر میں چلا"۔ فاروق نے کہا۔

"لیکن فاروق۔۔۔ ایک ہاتھ میں پیالہ لے تم کیسے نیچے جاؤ گے۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ اس طرح بھی فاروق کو مشکل ہو گی"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اوہ ہاں! اس کا حل بھی یہی ہے کہ ایک پھندے میں باندھ کر اس کو کندھے سے لٹکا لیا جائے"۔ فرحت نے کہا۔

"شروع ہو گئیں یہ تو ترکیبیں بتانے پر.... چلو بھئی فاروق....
ورنہ ان کی ترکیبیں کہیں کوئی گل نہ کھلا دیں"۔ فاروق نے کہا۔
"حد ہو گئی.... ہم اس کے لیے آسانی کی بات سوچ رہے ہیں
اور یہ حضرت الٹا ہم پر بگڑ رہے ہیں.... ہے کوئی تک"۔ فرزانہ نے جلا
کر کہا۔
"اتنے میں اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات میں بھی کہتا
چلوں"۔
وہ چونک اٹھے.... یہ آواز ٹی ایس ایم کی تھی.... سب اس کی
طرف مڑ گئے۔
"ہاں ضرور.... آپ بھی کہئے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"پہلے نیچے ایک آدھ پتھر پھینک کر دیکھ لیں.... کیا خبر.... نیچے
کوئی خطرہ ہو.... پتھر نیچے پھینکنے کی صورت میں ہمیں کچھ اندازہ ہو
جائے گا"۔
"بہت خوب.... یار پی سی ایس صاحب.... آپ نے تو کمال کر
دیا"۔ مکھن بولا۔
"کیا کہا.... پی سی ایس"۔ ٹی ایس ایم نے بوکھلا کر کہا۔
"ایک تو تم نے نام چن کر رکھا ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔
"تو آپ مجھے صرف طاہر کہہ لیا کریں نا.... میری تو یہ عین
خواہش ہے"۔ ٹی ایس ایم نے شرما کر کہا۔

"عین خواہش ہے.... عین تو نہیں ہے.... اگر عین ہوتی تو ہم
ضرور مان لیتے"۔ آفتاب مسکرایا۔
"یہ.... یہ کیا بات ہوئی"۔ ٹی ایس ایم نے حیران ہو کر کہا۔
"ہمیں تو خود آج تک اس بات کی سمجھ نہیں آئی"۔ شوکی نے
اداس انداز میں کہا۔
"تک.... کس بات کی؟" ٹی ایس ایم نے فوراً پوچھا۔
"اس بات کی کہ کوئی تک ہے یا نہیں"۔
"ہے کوئی تک"۔ ٹی ایس ایم کے منہ سے فوراً نکلا۔
"پتا نہیں.... یہی تو کہہ رہے ہیں ہم"۔
"یار وقت ضائع نہ کرو.... جب فاروق نیچے جا رہا ہو گا.... اس
وقت یہ ادھر ادھر کی باتیں کر لینا، کیونکہ اس وقت ہمیں نیچے دیکھنے اور
باتیں کرنے کے سوا کوئی کام نہیں ہو گا"۔ پروفیسر بولے۔
"اوہ ہاں! پتھر میرا خیال ہے پھینک لینا چاہیے"۔
یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور کھائی
میں پھینک دیا.... پھر وہ جھک کر دیکھنے لگے.... لیکن انہیں نیچے کسی ہل
جل کے آثار نظر نہ آئے.... اب پھندا بنا کر پیالہ فاروق کی کمر میں
باندھا گیا.... اس نے رسی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور کھائی میں اترنے
لگا.... رسی کو وہ ایک ابھری ہوئی چٹان کے گرد کس چکے تھے.... اور
منور علی خان اس کو پکڑے ہوئے بھی تھے.... سب لوگ فاروق کو نیچے

جاتے دیکھنے لگے... انہیں حد درجے خوف محسوس ہو رہا تھا... کیونکہ ایسے میں اگر رسی ٹوٹ جاتی... یا فاروق کے ہاتھ سے نکل جاتی تو اس کی ہڈیوں کا بھی پتا نہ چلتا... ادھر فاروق نے جو ایک بار نیچے دیکھا تو اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

"ارے...پ... باپ رے"۔

"کک کیا ہوا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بے تابانہ انداز میں بولے۔

"کک... کچھ نہیں... بس یونہی... ذرا نیچے دیکھ لیا تھا"۔

"ارے تو تم اوپر دیکھ کر نیچے اترو نا"۔ آفتاب نے مشورہ دیا۔

"سنو فاروق... نہ تمہیں اوپر دیکھنے کی ضرورت ہے نہ نیچے... بس تم اللہ کو یاد کرتے ہوئے کھسکتے چلے جاؤ"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

وہ بھی اللہ کا ذکر کرنے لگے... زبانیں تیزی سے چلنے لگیں... سب کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے... فاروق کا کیا حال تھا... وہ محسوس کر سکتے تھے... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے نکلا۔

"ہم نے فاروق کے ذمے اس کی طاقت سے کہیں زیادہ مشکل کام لگا دیا ہے... یہ کام مجھے کرنا چاہیے تھا"۔

"لیکن وہ آپ کی نسبت ہلکا ہے... ہمیں رسی کی مضبوطی کا کوئی اندازہ نہیں... اور پھر پتھر پر رگڑ کھانے سے بھی رسی ٹوٹ سکتی تھی... اس لیے فاروق کا جانا ہی مناسب تھا"۔ محمود نے کہا۔

"ہاں! شاید"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

عین اس وقت انہوں نے چیخ کی آواز سنی... سب کے دل اچھل کر حلق تک آ گئے۔

○☆○

پستول کی ضرورت

انہوں نے دیکھا... نیچے آنے والا فاروق تھا... وہ خوش ہو گئے... اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اس وقت اور ہو بھی کیا سکتی تھی... وہ دور ہٹ گئے... کہ کہیں اچانک فاروق کی نظر ان پر نہ پڑ جائے اور وہ نہ پہچان کر خوف میں مبتلا ہو جائے... اسے آواز دینا بھی اس وقت خطرناک تھا... وہ چونک سکتا تھا اور چونکنے کی صورت میں رسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ سکتی تھی۔

فاروق آہستہ آہستہ نیچے آتا چلا گیا... اس کا جسم بار بار پتھروں سے ٹکرا رہا تھا... پھر بھی وہ آ رہا تھا... وہ اس کی ہمت کی داد دل ہی دل میں دیئے بغیر نہ رہ سکے... ایک ایک لمحہ ان پر بھاری تھا... ان کا دل دھک دھک کر رہا تھا... وہ اس کے لئے دعا کر رہے تھے... ابھی وہ بہت دور تھا... پھر وہ اس خیال سے اس کے بالکل نیچے چلے آئے کہ کہیں وہ گر نہ پڑے... اس صورت میں وہ اسے دبوچ تو لیں گے... پہلے یہ خیال انہیں اس جگہ سے دور لے گیا تھا کہ کہیں وہ دیکھ کر چونک نہ پڑے... لیکن فاروق تو جیسے نیچے دیکھ ہی نہیں رہا تھا... وہ

حیران تھے کہ فاروق کو اس کھڈ میں اترنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی... اور پھر وہ نزدیک ہوتا چلا گیا... یہاں تک کہ خطرے سے باہر ہو گیا... اب وہ اس کو آواز دے سکتے تھے... لیکن اب بھی انہوں نے ایسا نہ کیا... فاروق نے ابھی تک نیچے نہیں دیکھا تھا... شاید وہ خوف سے محفوظ رہنے کے لئے نیچے نہیں دیکھ رہا تھا... آخر جب فاروق کے پاؤں نیچے لگ گئے تب اس نے خوش ہو کر کہا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے... ایک مرحلہ تو طے ہوا"۔

"واقعی اللہ کا شکر ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

فاروق زور سے اچھلا... اور پھر اس کی آنکھیں مارے حیرت اور خوشی کے پھیل گئیں۔

"یہ آپ ہیں... اور یہاں... حیرت ہے"۔

"حیرت تو مجھے تمہارے نیچے آنے پر بھی ہے... آخر تم کس سلسلے میں آئے ہو"۔

"اس لاوے کے سلسلے میں"۔

"لاوے... کیا مطلب؟"

"لاوے کی آبشار اس وادی میں گر رہی ہے... پروفیسر انکل لاوے کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں... لہٰذا میں لاوا لینے آیا ہوں"۔

"لیکن یہ تو تم اوپر بھی حاصل کر سکتے تھے"۔

"یہی تو مشکل ہے... نہیں کر سکتے تھے... میں بتاتا ہوں آپ

کو"۔

اور پھر اس نے پوری تفصیل سنا دی۔

"ٹھیک ہے... لاؤ پیالہ... میں لاوا لے کر آتا ہوں... پھر ہم اوپر چلیں گے"۔

"کیا آپ اس کو دیکھ چکے ہیں"۔

"ہاں! یہاں اس حد تک گرمی نہیں ہے... جتنی تم نے اوپر بتائی ہے... ظاہر ہے، جب لاوا اس قدر اونچائی سے نیچے آئے گا تو اتنا گرم نہیں رہ جائے گا... جتنا کہ اوپر ہے"۔

یہ کہہ کر انہوں نے پیالہ اس کے کندھے سے اتار لیا... اور لاوے کی طرف چل دیے۔

"میں یہاں ٹھہر کر کیا کروں گا ابا جان"۔

"اچھا آؤ... تم بھی"۔ وہ مسکرائے۔

"لیکن ہم اوپر والوں کو یہ کیوں نہ بتا دیں کہ آپ مل گئے ہیں"۔ فاروق نے کہا۔

انہوں نے اوپر دیکھا... سب لوگ نیچے دیکھ رہے تھے... لیکن اونچائی ہونے کی وجہ سے پہچان نہیں پا رہے تھے... اور شاید حیرت زدہ تھے کہ یہ فاروق کے ساتھ کون ہے... دونوں نے ہاتھ ہلا دیے... ادھر سے بھی ہاتھ ہلائے گئے۔

"بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں فاروق... آواز میں گونج پیدا ہو

گی اور اوپر ان تک مشکل سے ہی پہنچے گی"۔

"چلیے پھر ٹھیک ہے"۔

وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ لاوے پر چلنے لگے... لیکن یہ لاوا خشک تھا اور انسپکٹر جمشید تجربہ کر چکے تھے لوہے سے زیادہ سخت تھا... بہت آگے بڑھنے پر انہیں نرم لاوا محسوس ہونے لگا۔

"اب ہم اور آگے نہیں بڑھ سکتے... کہیں پاؤں نہ لاوے میں دھنس جائیں... اس جگہ سے لاوا پیالے میں ڈال لیتے ہیں"۔

"چلیے ٹھیک ہے"۔

اس جگہ لاوا بس ہلکا سا گرم تھا... انہوں نے پتھروں کی مدد سے لاوے کو پیالے میں بھر لیا اور واپس پلٹے... یہاں تک کہ رسی تک آئے... رسی اسی طرح لٹک رہی تھی۔

"آپ اس کو میری کمر سے باندھ دیں... پہلے میں اوپر چلا جاتا ہوں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

پیالہ کمر سے بندھوانے کے بعد وہ اوپر چڑھنے لگا... اوپر موجود لوگ برابر نیچے دیکھ رہے تھے... ایسے میں انسپکٹر جمشید کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔

"ایک منٹ فاروق... پہلے ہاتھ ہلا کر اوپر والوں کو اشارہ کرو"۔

فاروق نے ہاتھ ہلایا... اوپر سے بھی ہاتھ ہلائے گئے۔

"میرا خیال ہے... فاروق... یہ ہمارے ساتھی نہیں ہیں"۔

"جی... کیا مطلب؟"

"یہ راٹور اور نئی مخلوق ہیں"۔

"نن... نہیں"۔ فاروق چلا اٹھا۔

"ہاں فاروق... میرا اندازہ یہی ہے... اور یہ اندازہ غلط ہوتا نظر نہیں آتا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... لیکن اب ہم کیا کریں... ہم نیچے رہ کر کیا کریں گے"۔

"ہاں! اوپر تو جانا ہو گا"۔

اور پھر فاروق رسی پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے... نیچے آتے وقت اس کی رفتار تیز تھی' لیکن اوپر جاتے وقت رفتار کم ہو گئی... تاہم وہ چڑھتا رہا... رہ رہ کر اسے یہ خیال ستا رہا تھا کہ اوپر ان کے ساتھیوں پر نہ جانے کیا گزرتی ہے... اور پھر وہ اوپر ہوتا چلا گیا... کنارے پر موجود لوگ اب پیچھے ہٹ چکے تھے اور اسے نظر نہیں آ رہے تھے... اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ان کے ساتھی نہیں ہیں... ورنہ نزدیک ہونے پر وہ پیچھے کیوں ہٹتے... آخر وہ اوپر پہنچ گیا... کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا... اور وہ کھائی سے نکل کر کنارے پر آ گیا... اس نے دیکھا... اس کا ہاتھ راٹور نے پکڑا تھا۔

"خوش آمدید... تم نیچے کیا کرنے گئے تھے... اور یہ کیا ہے؟"

اس کی نظریں پیالے پر پڑیں تو وہ چونک اٹھا۔

"پتھر... پتھر کا پیالہ"۔

"پتھر کا پیالہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں... اس پیالے میں کیا ہے؟"

"خود دیکھ لو"۔ وہ بولا۔

راٹور نے پیالے میں موجود لوہے کو غور سے دیکھا... کیونکہ اوپر لاوا بالکل سوکھ چکا تھا اور خشک ہونے کے بعد سیاہی مائل نیگوں تھا لہذا راٹور سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔

"تم نیچے کیا تلاش کرنے گئے تھے؟"

"ہمارے ایک ساتھی ہیں... انہیں ہیروں کا بہت شوق ہے"۔ فاروق نے گول مول جواب دیا۔

"اوہ اچھا... اور نیچے کون تھا تمہارے ساتھ؟"

"میرے والد... انسپکٹر جمشید"۔

"اوہ... وہ اس طرف کیسے پہنچ گئے... وہ تو یہاں سے بہت دور... ایک کم گہری کھائی میں گرے تھے"۔

"اس طرف سے راستہ یہاں تک نکلتا ہو گا"۔

"ہوں... اپنے ساتھیوں کے لیے پریشان ہو"۔ راٹور مسکرایا۔

"ہاں!" اس نے پریشان آواز میں کہا۔

"وہ سب خیریت سے ہیں... فکر نہ کرو... اب کیا کریں... کیا

انسپکٹر جمشید کو بھی اوپر آنے دیں۔۔۔ یا رسی کاٹ دیں"۔ راٹور ہنسا۔

ہمارے لیے۔۔۔ اس مخلوق کے لیے یہاں سب سے بڑا خطرہ انسپکٹر جمشید سے ہے۔۔۔ اور اس کا کانٹا نکل سکتا ہے اس وقت۔۔۔ اگر میں رسی کاٹ دوں"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

"لیکن اس طرح مزا نہیں آئے گا۔۔۔ ہمارے درمیان ذرا کھل کر مقابلہ ہو تب مزا آئے گا' لہٰذا آنے دیتے ہیں۔۔۔ ویسے ہم لوگوں کو اپنے ساتھیوں کی بجائے دیکھ کر تمہیں حیرت نہیں ہوئی"۔

"یہ اندازہ ہم نے نیچے ہی لگا لیا تھا"۔

"اوہ! تو انسپکٹر جمشید کو بھی معلوم ہے کہ اوپر کنارے پر ان کے ساتھی نہیں ہیں"۔

ال! پہلے یہ احساس انہی کو ہوا تھا"۔

"یہ بات ماننا پڑتی ہے۔۔۔ انسپکٹر جمشید اپنی دنیا کے عجیب ترین آدمی ہیں۔

"آپ بھی کم نہیں ہیں مسٹر راٹور"۔ فاروق مسکرایا۔

"طنز کر رہے ہو یا واقعی تعریف؟"

"تعریف کر رہا ہوں۔۔۔ اس لیے کہ آج تک ہمارا واسطہ جتنے بھی جاسوسوں سے پڑا۔۔۔ ان سب سے زیادہ طاقت ور آپ ہیں اور ہم آج تک آپ کو شکست نہیں دے سکے"۔

"وہ تو خیر تم لوگ دے سکو گے بھی نہیں"۔

"اوہو اچھا۔۔۔ تو آپ کو اس بات کا یقین ہے"۔

"سو فیصد یقین کہو"۔ وہ ہنسا۔

ایسے میں فاروق نے نیچے دیکھا۔۔۔ اس کا دل دھک کر رہا تھا۔۔۔ راٹور کا پروگرام بدل بھی سکتا تھا۔۔۔ وہ رسی کاٹ دینے کا ارادہ بھی کر سکتا تھا۔۔۔ لیکن خیر ہوئی۔۔۔ اس نے ایسا کوئی ارادہ نہ کیا اور انسپکٹر جمشید بھی بخیریت اوپر آ گئے۔

چاروں طرف شعاعی پستول تنے ہوئے تھے اور پھر مقابلہ میں راٹور بھی موجود تھا۔۔۔ تیسرے کہ یہ ان کے ساتھی نظر نہیں آ رہے تھے۔۔۔ ان حالات میں وہ بھلا کیا کر سکتے تھے۔

"میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں انسپکٹر جمشید"۔ راٹور بولا۔

"کس بات کی؟" وہ بولے۔

یہ کہ آپ زندہ سلامت اوپر آ گئے"۔

"یہ میرے اللہ کی مہربانی ہے"۔

"اور میری نہیں"۔ راٹور نے چونک کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بولے۔

"میں نے تمہیں بخیریت اوپر آنے دیا۔۔۔ لہٰذا یہ میری مہربانی ہے"۔

"اللہ کی پہلے۔۔۔ تمہاری بعد میں"۔

"تب میں پھر آپ کو پھر سے اس کھائی میں پھینک دیتا ہوں.... اور رسی کاٹ دیتا ہوں.... پھر اللہ کی مہربانی سے اوپر آ کر دکھانا"۔

"اسے منظور ہوا تو میں ضرور اوپر آ جاؤں گا"۔ وہ پرسکون آواز میں بولے۔

راٹور دھک سے رہ گیا.... چند لمحے تک انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا.... آخر بولا۔

"خیر.... چھوڑیں.... میں ضد نہیں کرتا.... ورنہ ابھی نیچے پھنکوا دیتا"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر انہیں ایک بند گاڑی میں بٹھایا گیا.... پتھر کا پیالہ لاوے سمیت راٹور کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے وہ کھائی میں اچھال دیا.... پیالہ لاوے سمیت پہلے کچھ اوپر گیا.... پھر سیدھا کھائی میں چلا گیا.... فاروق نے حسرت زدہ انداز میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا.... بند گاڑی کے شیشوں سے وہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

"کوئی بات نہیں.... ایسا بھی ہوتا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

بند گاڑی بہت دیر بعد رکی.... انہیں نیچے اتارا گیا.... وہ ایک عمارت کے سامنے موجود تھے.... اندر لایا گیا تو وہاں ان کے ساتھی موجود تھے.... انہیں دیکھ کر ان کے چہروں پر رونق آ گئی۔

"شکر ہے خدا کا.... ہم ایک جگہ جمع تو ہو گئے"۔ انسپکٹر کامران

مرزا بولے۔

"لیکن انکل افسوس"۔ فاروق نے کہنا چاہا۔

"میرا نام انکل افسوس نہیں ہے"۔ وہ فوراً بول پڑے۔

"میرا مطلب ہے انکل.... میں آپ کی خدمت میں"۔

"بس بس.... کوئی بات نہیں"۔ پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

اور وہ سمجھ گیا کہ وہ نہیں چاہتے.... لاوے کا ذکر کیا جائے۔

"اب آپ لوگ یہاں رہیں.... کل آپ کے بارے میں شاناٹا فیصلہ کرے گا"۔

"او کے سر"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

اور راٹور چلا گیا.... اب انہوں نے اشاروں میں باتیں شروع کیں.... فاروق نے انہیں لاوے کے بارے میں بتا دیا.... ان کے منہ لٹک گئے۔

"اس کا مطلب ہے.... ساری محنت برباد ہو گئی"۔

"ہاں جی.... فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے"۔

دوسرے دن راٹور وہاں آیا۔=

"شاناٹا سے بات ہوئی ہے.... میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ آپ لوگ حد درجہ خطرناک ہیں.... آپ کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے.... آپ کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلائیں گے.... اس نے میری بات مان لی ہے.... لہٰذا آپ لوگوں کو جیل میں ڈالا جا رہا ہے.... لیکن اس سے پہلے

آپ کو اس شہر کی سیر کرائی جائے گی۔۔۔ پورے شہر کے لوگ آپ کو دیکھیں گے۔۔۔ اور آپ کو انعام سے نوازیں گے"۔

"انعام سے نوازیں گے۔۔۔ کیا مطلب؟"

"انعام کا مطلب تو انعام ہی ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔۔۔ ہاں انعام کیسا ہو گا۔۔۔ یہ الگ بات ہے"۔

"جو اللہ کو منظور ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ایک تو تم لوگ ہر موقع پر اللہ کو درمیان میں لے آتے ہو"۔

"اللہ ہی تو ہے سب کچھ"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"صبح سویرے ایک کھلی گاڑی آئے گی۔۔۔ وہ تم لوگوں کو لے کر شہر کا چکر لگوائے گی۔۔۔ دائیں بائیں۔۔۔ آگے پیچھے محافظ ہوں گے۔۔۔ تم میں سے کسی نے کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو شعاع اس کے جسم پر فائر کر دی جائے گی"۔

"اچھی بات ہے"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

راٹور چلا گیا۔۔۔ دوسرے دن صبح گاڑی آ گئی۔۔۔ وہ بگھی نما گاڑی تھی۔۔۔ انہیں اس میں بٹھایا گیا۔۔۔ آگے پیچھے دائیں بائیں گاڑیاں ہی گاڑیاں موجود تھیں اور ان سب پر نئی مخلوق شعاعی پستول سنبھالے بیٹھی تھی۔

وہاں سے وہ روانہ ہوئے اور شہر کے درمیان پہنچ گئے۔۔۔ عمارات کی چھتوں پر نئی مخلوق جمع تھی۔۔۔ اور اس قدر تعداد میں جمع تھی

کہ وہ دھک سے رہ گئے۔۔۔ وہ پرجوش انداز میں ہاتھ ہلا رہی تھی اور چلا رہی تھی۔۔۔ گویا انہیں دیکھ کر جوش کا اظہار کر رہی تھی۔

"پروگرام شروع"۔ آگے چلنے والی گاڑی میں سے ایک شخص نے کہا۔۔۔ شاید وہ کوئی پولیس آفیسر تھا۔

اور ان پر باریک باریک پتھروں کی بارش ہونے لگی۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ وہ کنکریاں تھیں۔۔۔ گویا سب لوگ انہیں کنکریاں مار رہے تھے۔

"تو یہ ہے وہ تحفہ"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! اللہ کا شکر کرنا ہر حال میں ضروری ہے جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے"۔

ان کی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔۔۔ ان پر کنکریوں کی بارش ہوتی چلی گئی۔۔۔ وہ شہر کی عمارات کو دیکھ رہے تھے سڑکوں کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ دوسری چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ یہ چیز ان کی دنیا سے مختلف تھی۔۔۔ یہاں تک کہ وہ کنکریاں بھی عجیب و غریب تھیں۔۔۔ جو انہیں ماری جا رہی تھیں۔

اور پھر وہ ان کنکریوں میں چھپتے چلے گئے۔۔۔ یہاں تک کہ ان کی صرف گردنیں باہر رہ گئیں۔۔۔ باقی جسم کنکریوں میں دفن ہو گئے۔۔۔ ایسے میں ایک چوک میں گاڑیاں روک لی گئیں۔

ایک تیز آواز فضا میں لہرائی۔
سب چونک اٹھے!!!

○☆○

اشاروں میں

"شہر کے لوگو... ان لوگوں کو دیکھو... یہ ہماری دنیا کو ختم کرنے آئے تھے... ان کا پروگرام تھا کہ ہمیں کسی طرح بھی اپنی دنیا کا رخ کرنے کے قابل نہ چھوڑیں... لیکن آپ لوگ دیکھ رہے ہیں... یہ لوگ کس قدر بے بس ہیں... ہمارے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے... حالانکہ انہیں آزادانہ گھومنے پھرنے کی بھی اجازت دی گئی تھی... یہ اپنی دنیا کے خطرناک ترین لوگ ہیں... لیکن ہمارے ہاں یہ بالکل بے بس ہیں... آپ لوگوں نے انہیں بہت اچھا تحفہ دیا... لیکن انہوں نے تو آپ کا شکریہ تک ادا نہیں کیا... لیکن ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں... پورے شہر کا چکر لگوانے کے بعد ان لوگوں کو کالی جیل بھیج دیا جائے گا... یہ اپنی زندگیوں کے آخری سانس تک وہاں رہیں گے... آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس جیل سے آج تک کوئی نہ زندہ باہر نکلا نہ مردہ... مرجانے والوں کو بھی وہاں سے نکالا نہیں جاتا... وہ جیل حکومت کے باغیوں کے لیے تیار کی گئی ہے... یہ تو ہماری پوری دنیا کے باغی ہیں... لہٰذا ان کے لیے بھی وہ بہترین جگہ ہے... آپ کو

حکومت کا یہ فیصلہ پسند آیا"۔

تمام شہری زور زور سے ہاتھ ہلانے لگے، چیخنے لگے... چلانے لگے... گویا وہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے... پھر گاڑیاں آگے بڑھ گئیں... ہر چوک پر رک کر یہ اعلان کیا گیا... اور لوگ برابر ان پر کنکریوں کی بارش کر رہے تھے... لیکن وہ تو پہلے ہی کنکریوں میں دب چکے تھے۔ ان کی گردنیں بھی صرف اس لیے باہر تھیں کہ وہ گاڑی سے اوپر تھیں... ان کے ہلنے جلنے سے جتنی کنکریاں نیچے گر جاتی... اتنی ہی اور اوپر آ جاتیں۔

اس طرح ان کا یہ جلوس آگے بڑھتا گیا... صبح سے شام ہو گئی... وہ بے حال ہو گئے... انہیں اس دوران کھانے پینے کو بھی کچھ نہیں دیا گیا تھا... لاکھوں کی تعداد میں مخلوق کے مقابلے میں وہ صفر کے برابر تھے... اور پھر ان کے پاس شعاعی پستول تھے... دوسرے آلات بھی تھے... جو ابھی انہوں نے ان کے سامنے استعمال ہی نہیں کیے تھے... سائنسی آلات عمارات پر نصب وہ دیکھ چکے تھے... گویا یہ لوگ ان کی دنیا سے کسی لحاظ سے پیچھے نہیں تھے... بلکہ آگے تھے... بہت آگے... یہ لوگ اگر بڑی تعداد میں ان کی دنیا میں آ جاتے تو ہر طرف تباہیاں مچ جاتیں... یہ اس قدر بڑا خطرہ ان کی دنیا کو لاحق تھا کہ وہ اس کے بارے میں صرف سوچ کر ہی کانپ کانپ جاتے تھے۔

سورج غروب ہونے کے بعد یہ پروگرام ختم ہوا اور ان کا واپسی

کا سفر جیل کی طرف شروع ہوا۔ جب انہیں جیل میں دھکیلا گیا تو ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اپنے پیروں پر کھڑے رہ سکتے... تاہم انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ یہ وہ جیل نہیں تھی جس میں انہیں پہلے لے جایا گیا تھا اور جہاں ایک جہاز اور ایک بلا سے ملاقات ہوئی تھی... اس میں داخل ہوتے ہی ان کے دماغ بدبو سے پھٹنے لگے... انہیں متلی ہونے لگی... سب کی حالت فوراً ہی غیر ہو گئی۔

"اف مالک... یہ انہوں نے ہمیں کہاں پھینک دیا"۔

"اس جیل میں... جہاں مر جانے والوں کو بھی نہیں نکالا جاتا... شاید یہاں کھانے پینے کو بھی نہیں دیا جاتا... بس سسک سسک کر اور تڑپ تڑپ کر مر جانے کے لیے یہاں پھینک دیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ارے باپ رے"۔ پروفیسر داؤد نے مارے خوف کے کانپ کر کہا۔

کچھ دیر پڑے رہنے کے بعد وہ حرکت کرنے کے قابل ہو سکے... بدبو کی وجہ سے دماغ پھٹے جا رہے تھے... اب جو ارد گرد دیکھا تو ایک لمبی چوڑی چار دیواری نظر آئی... اس چار دیواری میں بے شمار ہڈیوں کے ڈھانچے بکھرے پڑے تھے... کچھ زندہ ہڈیوں کے ڈھانچے بھی تھے... جو مرنے کا انتظار کر رہے تھے... وہ جانوروں کی طرح ادھر ادھر رینگ رہے تھے... ان کے جسموں پر صرف ہڈیاں نظر آ رہی تھیں...

گوشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی.... وہ لرز کر رہ گئے.... ایک کھلی چار دیوار کا نام کالی جیل رکھ دیا گیا تھا۔ وہاں جیل نام کی کوئی چیز نہیں تھی.... کوئی کوٹھڑی نہیں تھی.... کوئی درخت نہیں تھے.... بس ایک کھلے میدان کے گرد چار دیواری بنائی گئی تھی.... اس چار دیواری میں ایک لوہے کا دروازہ تھا.... اس دروازے کو کھول کر قیدیوں کو اندر دھکیل دیا جاتا تھا.... اور دروازہ بند کر دیا جاتا تھا.... بھوک اور پیاس کے مارے قیدی یہ سوچنے کی زحمت تک نہیں کرتے ہوں گے کہ اس جیل سے باہر نکلنے کی کوئی کوشش بھی کی جا سکتی ہے یا نہیں.... لیکن وہ تو یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتے تھے.... انہوں نے فوراً جیل کا جائزہ لیا۔

"کیوں بھئی.... اس جیل سے باہر کس طرح نکلیں؟"

"پہلے تالا اور دروازہ توڑ کر دیکھتے ہیں"۔ جیرال کی آواز سنائی دی۔

"وہ ہاں.... بالکل ٹھیک.... مسٹر ابتال آپ بھی ہمارے ساتھ ہیں یا نہیں"۔

ابتال کی طرف سے انہیں جواب نہیں ملا.... جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ساتھ نہیں آیا تھا.... جیل سے باہر رہ گیا تھا اور یہ ایک بہت اچھی صورت تھی۔

"بہت خوب.... اب مسٹر ابتال باہر سے دروازہ کھول ہی دیں گے"۔

"پہلے ان سے بات تو کر لی جائے"۔

وہ اٹھ کر دروازے تک آئے۔

"مسٹر ابتال! آپ باہر ہیں؟" جیرال نے بلند آواز منہ سے نکالی۔

"ہاں! اور میں کیا کرتا.... اب میں تالا کھولنے کی کوشش کر رہا ہوں.... لیکن یہ تالہ عجیب سا ہے.... اس دنیا کا تالا ہے نا.... میں ابھی تک اس کو توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا"۔

"کوئی پتھر اٹھا کر دے ماریں"۔

"آپ لوگ پریشان نہ ہوں.... میں برابر کوشش کر رہا ہوں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ وہیں ٹک گئے.... اس جگہ بدبو اندر کی نسبت کم تھی.... کافی دیر گزر گئی.... دروازے پر کئی بار کھڑبڑ ہوئی.... لیکن دروازہ نہ کھل سکا.... اور آخر کار ابتال کی تھکی تھکی آواز سنائی دی۔

"نہیں.... دروازہ نہیں کھولا جا رہا"۔

"ارے باپ رے.... مسٹر کب خال.... آپ اور اپنی ناکامی کا اعلان کر رہے ہیں"۔

"ہاں! اس لیے کہ میں مجبور ہوں.... کچھ نہیں کر پا رہا"۔

"کوئی بات نہیں.... ہم اب اندر سے کوشش کریں گے.... آپ باہر ٹھہریں"۔ جیرال بولا۔

اور انہوں نے جائزہ شروع کیا... باہر نکلنے کا کوئی راستا دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

"اب کیا کریں؟"

"یہ تینوں بتائیں گی"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ترکیب اور یہاں... اس حال میں"۔ فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"دماغ چل گیا ہے کیا تمہارا... اتنی بری بدبو میں کوئی ترکیب سوجھ سکتی ہے بھلا"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"عقل کے ناخن لو... اور کسی ترکیب کے بارے میں خیال تک دل میں نہ لاؤ"۔ رفعت نے کہا۔

"لو بھئی... یہ تو پھینک بیٹھیں ہتھیار... اب کیا ہو گا؟" آصف نے منہ بنایا۔

"ہتھیار ان بے چاریوں کے پاس تھے ہی کہاں؟" محمود نے جل کر کہا۔

"اگر یہ ہار گئی ہیں تو ہماری عقلوں کو کیا ہوا کہ ہم کوئی ترکیب نہیں سوچ سکتے"۔ آفتاب نے کہا۔

"بالکل ٹھیک... ہم خود سوچیں گے ترکیب"۔

"روکا کس نے ہے"۔ فرحت نے جھلا کر کہا۔

"دھت تیرے کی"۔ ایسے میں محمود نے ران پر ہاتھ مارا۔

"ان حالات میں دھت تیرے کی کہاں سے ٹپک پڑا"۔

"یہ... یہ آپ لوگ ان حالات میں کیسی باتیں کر رہے ہیں... جلدی سے باہر نکلنے کی کوشش کریں... ورنہ بدبو سے دماغ پھٹ جائیں گے اور پھر باہر جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا"۔

"اوہ... یہ بات بھی ہے"۔

ایسے میں رفعت نے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا... اور پھر اشاروں میں کہا۔

"ترکیب بہت آسان ہے... لیکن ہماری آواز سنائی نہ دے... کیوں کہ راڈور کے کان ضرور اس طرف لگے ہوں گے... اور کوئی تعجب نہیں کہ یہاں آلات نصب ہوں جن کی وجہ سے وہ باتیں سننے کے قابل ہو"۔

"بات معقول ہے... اب ہم ادھر ادھر کی باتیں تو آواز سے کریں گے، لیکن خفیہ باتیں اشاروں میں کریں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ رفعت نے کہا۔

"لیکن تمہاری ترکیب کیا ہے؟"

"انسانی ڈھانچے ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر کرتے چلے جائیں... اس طرح ہم دیوار تک پہنچ سکتے ہیں"۔ رفعت مسکرائی۔

"اور دوسری طرف کس طرح کودیں گے عقل مند صاحبہ"۔

"بھئی کودنا اتنا مشکل نہیں ہوتا... جتنا چھلانگ لگانا... چھلانگ لگانے کی صورت میں چوٹ ضرور لگ سکتی ہے... لیکن بہرحال ہم کود

سکتے ہیں.... مطلب یہ کہ نعمت کی ترکیب کے علاوہ اس وقت اور کوئی ترکیب سجھائی نہیں دے رہی"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

یہ باتیں انہوں نے اشاروں میں کیں.... اس کے بعد جب ڈھانچے ایک دوسرے کے اوپر رکھنے لگے.... اس وقت ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے.... بدبو سے دماغ اب بھی پھٹا جا رہا تھا' لیکن اب حالت پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔

"اس بدبو سے تو دماغ پھٹا جا رہا ہے.... اس قسم کا جیل خانہ تو کبھی دیکھا نہ سنا"۔ فاروق نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں.... یہ لوگ اگر ہماری دنیا میں کبھی ہمارے ہتھے چڑھے تو ہم بھی ان کے لیے بہت زبردست جیل بنائیں گے"۔

"لیکن اب ہمارے وہاں جانے کے امکانات کہاں رہ گئے ہیں؟" آفتاب نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"نہیں آفتاب.... بری بات"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا مطلب.... کون سی بری بات؟"

"مایوسی بری بات ہے.... ہمت جواں رکھو"۔

"اس قدر بدبو میں.... ہمت اور جواں رکھوں"۔ آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

وہ مسکرانے لگے۔

"اچھا نہیں رکھ سکتے تو ہمت کو بوڑھا کر لو.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ فاروق بولا۔

"توبہ ہے تم سے.... اب ہمت بوڑھی بھی ہونے لگی ہے.... ہے کوئی تک"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہو.... خیر تو ہے"۔

"اس بات کی کون سی کوئی تک ہے.... بھئی کاٹ کھانے کو کوئی جب دوڑتا ہے تو اس وقت خیریت کہاں ہوتی ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"سب لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو دوڑتے نظر آ رہے ہیں مجھے تو"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ عینک لگا لیں انکل"۔ محمود گھبرا گیا۔

"لک.... کیوں.... کیا ہوا.... ارے عینک تو میں نے پہلے ہی لگا رکھی ہے"۔

"اوہو اچھا.... یہ تو میں بھول ہی گیا"۔ محمود نے گڑبڑا کر کہا۔

"میری عینک کے بارے میں تم بھولنے والے ہو کون؟" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"ہائیں ہائیں.... انکل آپ ٹھیک تو ہیں"

"نہیں.... اس خوشبو نے دماغ الٹ دیا ہے"۔ پروفیسر سنجیدہ انداز میں بولے۔

"خوشبو نے نہیں انکل... بدبو نے"۔ فرحت ہنسی۔

"ارے بھئی دماغ جو الٹ گیا ہے... تو الٹی بات ہی کہوں گا نا"۔ پروفیسر داؤد جھلا اٹھے۔

"اور یہ بات آپ نے سیدھی کیسے کہہ دی؟" ٹی ایس ایم کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

سب مسکرا دیے... پروفیسر داؤد اسے گھورنے لگے... پھر بولے۔

"دیکھو میاں... نئے نئے ہم میں شامل ہوئے ہو... اس لیے معاف کرتا ہوں... ورنہ"۔

"ورنہ آپ کیا کرتے... یہ بھی تو بتا دیں... تاکہ میں آئندہ ہوشیار رہوں"۔ ٹی ایس ایم نے گھبرا کر کہا۔

"بس... تو ورنہ بھی معاف ہی کرتا"۔ وہ بولے۔

ایک بار پھر سب مسکرانے لگے۔

"ایسا لگتا ہے جیسے آپ زبردستی ہمیں ہنسانے کی کوشش کر رہے ہیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"میں کر رہا ہوں نا کوشش... تو تم نہ ہنسو... تم سے کوئی کہہ رہا ہے ہنسنے کے لیے... اور پھر یہاں ہنسنے کے لیے اور بہت ہیں... کیوں جمشید... تم ہو نا میری باتوں پر ہنسنے کے لیے تیار؟"

"کوئی ایسے ویسے تیار... آپ حکم کر دیکھیں... پھر دیکھیں ہم

کتنا ہنستے ہیں"۔

"فی الحال اپنی ہنسی کا طوفان تھامے رہو... شاید بعد میں ضرورت پڑ جائے"۔ انہوں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جی... کس چیز کی ضرورت؟" رفعت نے حیران ہو کر کہا۔

"ہنسی کی... اور کس کی"۔ اخلاق نے فوراً کہا۔

"ہاں بالکل... ہنسی کی ضرورت"۔

"ہنسی کی ضرورت"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"دیکھو! کیا یہ بھی کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے؟" فرزانہ کے لہجے میں بلا کی حیرت دوڑ گئی۔

"یہی میں سوچ کر چپ رہ گیا... کہ نہیں ہو سکتا ہے... اوہو... مجھے تو نیند آ رہی ہے"۔

"شاید ہم بھی سونے والے ہیں... اور پھر باتوں باتوں میں مینار تیار ہو گیا... ڈھانچوں کا مینار... وہ اس پر چڑھتے ہوئے دیوار تک پہنچ گئے... اب دوسری طرف چھلانگ لگانا واقعی ایک مسئلہ تھا... خاص طور پر پروفیسر داؤد... شوکی برادرز... ٹی ایس ایم اور جیرال کے ساتھ آنے والوں کے لیے"۔

"پہلے میں اور انسپکٹر کامران مرزا جائیں گے... تاکہ نیچے باقی لوگوں کو دبوچنے کا کوئی انتظام کر سکیں"۔ یہ بات انہوں نے اشاروں میں کہی... کھون، شاٹو اور رتونا جیسوں کے لیے یہ باتیں سمجھ میں آنے

والی نہیں تھیں... اس اشاراتی زبان کو بس وہی سمجھ سکتے تھے۔

اور پھر پہلے انسپکٹر جمشید نے چھلانگ لگائی... نیچے سے جب انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کو اشارہ کیا... تب انہوں نے چھلانگ لگائی... اس کے بعد جیرال... پھر منور علی خان اور خان رحمان... باقی لوگوں کو وہ ہاتھوں پر لینے کے لیے تیار ہو گئے... اور اس طرح ایک ایک کر کے سب نیچے آ گئے... اسی وقت انہوں نے لاوے کی آبشار کا رخ کیا... انہیں پورا یقین تھا کہ راتور شاتا وغیرہ انہیں جیل میں خیال کرتے رہیں گے اور اس طرح آنے کا خیال تک نہیں لائیں گے... لہٰذا وہ آواز نکالے بغیر اپنا کام ضرور کر سکتے تھے... اب وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے لیے بھی منہ نہیں کھول سکتے تھے... اس لیے جیل سے نکلنے سے پہلے ہی انہوں نے نیند کی باتیں کر ڈالی تھیں۔

(☆= اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اشتال جیل سے باہر رہ گیا ہے اس لیے وہ جیرال کے ساتھ نہیں کود سکتا۔)

"مسٹر راتور خیال کریں گے کہ ہم سو گئے ہیں... اور دوسرے دن وہ خیال کریں گے کہ شاید کمزوری کی وجہ سے اور بدبو کی وجہ سے ہم بات چیت کرنے کے قابل نہیں رہے"۔ انسپکٹر جمشید نے اشاروں میں کہا۔

"ہاں بالکل"۔ باقی سر ہلانے لگے۔

اور اس طرح وہ پھر لاوے کی آبشار کے پاس پہنچ گئے۔

"اف مالک... کیا اب پھر رسی پر نیچے کی طرف سفر کرنا پڑے گا"۔ فاروق کانپ گیا۔

"جواب میں انسپکٹر جمشید مسکرا دیے اور بولے۔

"نہیں... اب نمونہ لانے کے لیے نیچے جانے کی ضرورت نہیں"۔

"جی کیا فرمایا... ضرورت نہیں"۔ کئی اشارے ہوئے۔

"ہاں بالکل کوئی ضرورت نہیں"۔ انہوں نے کہا۔

"تو کیا آپ اس آبشار سے پیالہ بھر کر لائیں گے"۔

"نہیں... ایسا کرنے کی بھی ضرورت نہیں"۔

"تب پھر آخر... پروفیسر انکل کس طرح اس لاوے کا تجزیہ کریں گے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جب تم نیچے آئے تھے... اور مجھے ساری بات بتائی تھی تو اس وقت میرے کان کھڑے ہو گئے"۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں نے محسوس کر لیا تھا کہ آپ لوگ پکڑے جائیں گے... کیونکہ تھوڑے فاصلے پر ہی تو راتور کی مجھ سے جھڑپ ہوئی تھی... اور میں اس کھائی میں کود گیا تھا... جو مجھے اس آبشار کی طرف لے آئی تھی... پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ راتور آپ لوگوں تک نہ پہنچ جاتا... چنانچہ میں نے لاوے کے کچھ ٹکڑے اپنی جیب میں بھی رکھ لیے تھے...

اور وہ اب تک میری جیب میں ہی ہیں"۔

"اوہ اوہ"۔ وہ سب بولے۔

انسپکٹر جمشید نے جیب سے وہ ٹکڑے نکال کر پروفیسر صاحب کی طرف بڑھا دیے..... وہ اسی وقت ان کو دیکھنے کے لیے بیٹھ گئے..... اچانک انہوں نے کہا۔

"جمشید! میں شعاعی پستول کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں"۔

○☆○

وہ مارا

"وہ..... پستول..... یہ آپ نے کیا بات کہہ دی"۔ انسپکٹر جمشید پریشان ہو گئے۔

"کیوں..... کیا بات ہے..... کیا تم ایک پستول بھی نہیں لا کر دے سکتے"۔ انہوں نے جھلا کر کہا۔

"یہ بات نہیں..... ہم چاہتے تھے..... کہ اب ان لوگوں کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ ہم جیل سے نکل آئے ہیں..... وہ یہی خیال کرتے رہیں کہ ہم جیل میں ہی گل سڑ رہے ہیں..... لیکن اگر ہم نے پستول لانے کی کوشش کی تو ایک بار پھر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم باہر نکل آئے ہیں..... اور اس طرح ہمارے کام میں رکاوٹ پڑے گی"۔

"بات معقول ہے..... لیکن میرے لیے بھی پستول ضروری ہے..... بلکہ بہت زیادہ ضروری"۔

"تب پھر..... شوکی اور آفتاب جا کر ایک پستول لائیں گے..... اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کانوں کان خبر نہ ہو..... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ... پتا نہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"خیر... کوئی بات نہیں... آؤ بھئی شوکی چلیں"۔ آفتاب نے کہا پھر ان کی طرف مڑا۔

"کیا ہمیں پیدل جانا ہو گا"۔

"اب ہم تمہارے لیے یہاں ہوائی جہاز کا بندوبست تو کرنے سے رہے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھا اچھا... کوئی بات نہیں... خیر ہے"۔ شوکی نے ہاتھ ہلایا۔

پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے... آبادی تک پہنچنے کے لیے انہیں چار گھنٹے مسلسل چلنا پڑا... تب کہیں جا کر گھر نظر آئے۔

"اب ہمیں... ارے بیڑہ غرق"۔ شوکی چونک اٹھا۔

"یہ کیا بات ہوئی... اب ہمیں... بیڑہ غرق"۔

"عقل گھٹنوں میں آ گئی ہے ہم سب کی... آؤ واپس چلیں"۔

"کیا کہا... آؤ واپس چلیں... چار گھنٹے مسلسل چل کر ہم واپس چلیں... آخر کیوں... کیا پستول حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی"۔

"یہ بات نہیں... ہم نے غلط طریقہ اختیار کیا ہے"۔

"غلط طریقہ... وہ کیسے"؟

"بھئی جب ہمارے ساتھ مسٹر اقبال موجود ہے... تو پھر ہمیں یہ

کام کرنے کی کیا ضرورت ہے... وہ آبادی کے کسی بھی گھر سے ایک پستول حاصل کر سکتا ہے... اور اس طرح واقعی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی"۔

"دھت تیرے کی... یہ بات تم نے وہاں کیوں نہیں بتائی"۔

"یا... دھت... تم میرے ساتھ محمود آئے ہو یا آفتاب"؟ شوکی گھبرا گیا۔

"کیوں... کیا ہوا"؟

"دھت تیرے کی تو محمود کہتا ہے نا"۔

"اگر ہم پستول حاصل کیے بغیر گئے تو سب مذاق اڑائیں گے... اگرچہ اباجان اور انکل شاید تعریف بھی کر گزریں"۔

"لیکن محفوظ راستا وہی ہے... یعنی اقبال والا"۔

"اچھا ٹھیک ہے... دیکھا جائے گا... چلو چلیں"۔

چار گھنٹے کا سفر پھر کیا گیا اور وہ اپنے پڑاؤ میں پہنچے... انہیں دیکھ کر ان کے ساتھیوں کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم نظر تو آئے"۔ محمود بولا۔

"لیکن ایسا لگتا ہے... کہ یہ خالی ہاتھ آئے ہیں"۔ آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"کیوں... کیا رہا"؟ انسپکٹر کامران مرزا نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

چار گھنٹے کا سفر کر کے جب ہم آبادی کے پاس پہنچے تو ایک بات سمجھ میں آئی... اگر وہ بات یہیں سمجھ میں آ جاتی تو ایسا نہ ہوتا... یعنی آٹھ گھنٹے ضائع نہ ہوتے"۔

"کیا مطلب... کیا تم واقعی پستول لے کر نہیں آئے؟"

"ہاں ابا جان... لیکن اس کی وجہ ہے"۔

"جلدی بتاؤ"۔ وہ بولے۔

"اگر ہمیں دیکھ لیا جاتا تو سارا کھیل خراب ہو جاتا... وہاں پہنچ کر ہمیں خیال آیا کہ جب ہمارے درمیان ابدال صاحب موجود ہیں... تو یہ کام ہم کیوں کریں... یہ کسی کو نظر نہیں آتے"۔

"وحشت تیرے کی... اس قدر سامنے کی بات اور اس وقت کسی کو نہیں سوجھی"۔

"شاید یہ اس لاوے کی بھاپ کا اثر ہے... دور جانے کی وجہ سے ہم اس کے اثر سے نکل گئے... اس لیے یہ بات سوجھ گئی... مسٹر ابدال... آپ ہمارے درمیان موجود ہیں نا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

ابدال نے ان کا ہاتھ دبا دیا... کیونکہ وہ انہیں دیکھ ہی نہیں سکتے تھے... تو ان کے اشارے کس طرح دیکھتے۔

"ٹھیک ہے... تو پھر آپ جائیں"۔

انہوں نے قدموں کی آواز سنی... جس کا مطلب تھا... ابدال جا

رہا ہے... اس کی واپسی بھی آٹھ گھنٹے بعد ہوئی... اس وقت نصف رات ہو چکی تھی... لیکن ان میں سے کوئی سو نہیں سکا تھا... ابدال کے انتظار میں... وہ جاگتے رہے... آخر قدموں کی آواز سنائی دی... لیکن آنے والا انہیں نظر نہ آیا تو وہ سمجھ گئے... ابدال آ رہا ہے۔

"یہ آپ ہی ہیں نا؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

جواب میں ان کے پاس ایک پستول آ گیا... پستول جب تک ابدال کے ہاتھ میں تھا... انہیں نظر نہیں آ رہا تھا... جب اس نے گرایا تو نظر آنے لگا۔

پروفیسر پستول کو دیکھ کر خوش ہو گئے... انہوں نے پستول ہاتھ میں لیا اور لاوے کے ٹکڑے پر فائر کر دیا... شعاع تیر کی طرح ٹکڑے کی طرف گئی... ٹکڑے سے ٹکرائی اور غائب ہو گئی... ٹکڑا جوں کا توں پڑا رہا۔

"وہ مارا"۔ پروفیسر داؤد نے اچھل کر اشارہ کیا... جوش کی حالت میں بھی وہ یہ نہیں بھولے تھے کہ منہ سے آواز نکالنے پر پابندی ہے۔

"لیکن آپ نے کیا مارا"۔

"دیکھ نہیں رہے... لاوے پر شعاع نے کوئی اثر نہیں کیا"۔

"ہاں! وہ تو ہے... پھر"۔

"اگر ہم کسی طرح اس لاوے کا رخ سمندر کی طرف کر دیں... تو یہ سیدھا اس سوراخ میں جائے گا... اور سوراخ بند ہو جائے گا...

پھر یہ اپنے شعاعی پستولوں کے ذریعے بھی سوراخ نہیں کر سکیں گے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"سمندر میں یہ سوراخ ان لوگوں نے نہ جانے کتنی مدت میں بنایا ہو گا.... شاید سو سال میں.... یا اس سے زیادہ عرصہ تک کام کرنے کے بعد بنایا ہو گا.... لہٰذا نیا سوراخ بنانے میں انہیں اتنا عرصہ یا اس سے کچھ زیادہ.... یا کم لگے گا.... اور اس سوراخ کو لاوا بند کر دے گا.... گویا سو سال تک تو دنیا ان سے محفوظ ہو جائے گی"۔

"اوہ.... گویا خطرہ پھر بھی سر پر رہے گا"۔

"وہ تو ظاہر ہے.... لیکن ان سو سالوں سے فائدہ اٹھا کر ہمارے سائنس دان.... یعنی دنیا کے سائنس دان ان کا علاج سوچ لیں گے.... خود میں اس میدان میں کام کروں گا"۔

"خیر.... سوال تو یہ ہے کہ لاوا سمندر تک کس طرح لے جایا جائے گا.... اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لاوا سیدھا اس سوراخ میں جائے۔

"لاوے کا راستا ہمیں بنانا ہو گا.... سمندر میں گر کر لاوا خود بخود اس سوراخ کا رخ کرے گا.... کیونکہ آخر کو سوراخ اس کی تہ میں ہے اور لاوا بھی ظاہر ہے تہ میں جائے گا اور پھر یہ عمل مسلسل جاری رہے گا.... آخر کار لاوا اس سوراخ میں بھر جائے گا"۔

"اور راستا.... ہم بھلا آبشار کا راستا کس طرح تبدیل کر سکتے

ہیں"۔

"یہ سوال بہت مشکل ہے.... میں اس کا جواب نہیں دے سکتا.... یہ کام تم لوگ کرو گے"۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں بھئی.... کیا ہم لوگ یہ کام کر سکتے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"پ.... پتا نہیں.... نظر یہی آتا ہے کہ یہ ناممکن ہے"۔

"ہمیں محنت کرنا ہو گی.... پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ لاوا آ کہاں سے رہا ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اس کے نزدیک تو ہم پھٹک نہیں سکتے.... اس کا راستا کس طرح تبدیل کریں گے.... یہ سراغ کس طرح لگائیں گے کہ یہ آ کہاں سے رہا ہے"۔ فرحت نے منہ بنایا۔

"اوہ ویری گڈ"۔ پروفیسر داؤد اچھل پڑے۔

"اس میں ویری گڈ کہاں سے آ گیا.... میں نے تو مایوسی کی بات کی ہے"۔ فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

"تم نے کہا ہے.... لاوا کہاں سے آ رہا ہے.... واقعی ہمیں یہ جاننا ہو گا.... شاید اس جگہ کا سراغ لگانے کے بعد ہم اس پوزیشن میں آ سکیں کہ اس راستے کو بند کر دیں"۔

"اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار.... ایسی مایوسانہ باتیں بھی بھلا کس کام کی.... جو اور امید پیدا کر دیں"۔ فاروق جل کر بولا۔

وہ مسکرا دیے۔۔۔ اور پھر وہ آبشار سے کچھ دور رہ کر اس طرح چلنے لگے کہ آبشار نظروں میں رہے اور چکر پورا ہو جائے۔۔۔ لیکن یہ کام ان کے لیے اور بھی مشکل ثابت ہوا۔۔۔ آبشار پہاڑوں میں سے بہت اونچی جگہ سے آ رہی تھی۔۔۔ جب وہ کسی طرح بھی اس مقام کا سراغ نہ لگا سکے تو تھک کر بیٹھ گئے۔

"دراصل ہمارے پاس یہاں وسائل نہیں ہیں۔۔۔ ساز و سامان ہو اور دو چار ہزار آدمی ہوں تو ضرور اس جگہ پہنچا جا سکتا ہے۔۔۔ جہاں سے لاوا آ رہا ہے"۔

"ہوں! اگر ہم لاوے کا رخ نہیں بدل سکتے۔۔۔ اس کا سراغ نہیں لگا سکتے۔۔۔ تب پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ مخلوق ہماری دنیا پر حملہ کر کے رہے گی۔۔۔ اور ہم دیکھ چکے ہیں۔۔۔ ہماری دنیا سائنس میں ان سے بہت پیچھے ہے۔۔۔ جب تک ہم سائنس میں ان کے برابر ترقی کریں گے، یہ اس وقت تک اور آگے جا چکے ہوں گے۔۔۔ لہذا مقابلہ پھر بھی نہیں کر پائیں گے۔۔۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہماری دنیا ان کے قبضے میں ہو گی۔۔۔ اور ہم دوسری دنیا میں ہوں گے"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر آپ ہی بتائیں۔۔۔ ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"اس لاوے کا سراغ لگاؤ۔۔۔ یا آبشار جس جگہ گر رہی ہے۔۔۔ اس جگہ سے اس کا راستا تبدیل کرو"۔

"لیکن ہمارے پاس سامان نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جمشید۔۔۔ تم یہ کہتے ہوئے اچھے نہیں لگے۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا تم کیا کہتے ہو"۔

"میں بھی آپ کو اچھا نہیں لگوں گا۔۔۔ اس لیے کہ انسپکٹر جمشید ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔

"منور علی خان۔۔۔ خان رحمان۔۔۔ تم کیا کہتے ہو"۔

"وہی جو انہوں نے کہا ہے"۔

"محمود۔۔۔ تم کیا کہتے ہو۔۔۔ فاروق۔۔۔ فرزانہ۔۔۔ رفعت۔۔۔ کوئی تو بولو"۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں۔۔۔ ہمارے پاس ساز و سامان ہے"۔

"اور وہ کیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

"ارے باپ رے"۔ پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

"آپ کو کیا ہوا؟"

"عم۔۔۔ بھوک۔۔۔ مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔ میں تو یہ بات بالکل ہی بھول گیا تھا کہ ہم نے نہ جانے کب سے کچھ نہیں کھایا"۔

"اچھا ہوتا آپ کو یہ بات ابھی اور یاد نہ آتی۔۔۔ کھانے کے لیے تو یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔ خیر۔۔۔ مسٹر اقبال۔۔۔ آپ کو ایک بار اور تکلیف کرنا پڑے گی"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ میں جاتا ہوں۔۔۔ پروفیسر صاحب۔۔۔ آپ کو آٹھ

گھنٹے انتظار کرنا ہو گا"۔

"ہم... مارا گیا پھر تو میں"۔

"یہ غلطی میری ہے... بلکہ ہم سب کی ہے... جب میں پستول لینے گیا تو... اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ ساتھ میں کھانا بھی لانا ہے"۔

"اوہ ہاں! واقعی... یہ تو ہے... لیکن یہ مجبوری ہے... آپ کو جانا ہی پڑے گا"۔

"وہ تو خیر میں جا رہا ہوں... میں اپنی بات کر بھی نہیں رہا... میں تو پروفیسر صاحب کی بات کر رہا تھا کہ یہ کس طرح ٹھہریں گے"۔

"ٹھیک... کوئی بات نہیں... صبر کر لوں گا"۔ وہ بولے۔

ابنال کھانا لینے کے لیے چلا گیا... اور وہ پھر لاوے کی طرف آ گئے۔

. . . .

"ہاں تو محمود... تم نے کیا کہا تھا... ہمارے پاس ساز و سامان ہے... ہم میں سے ہر ایک کے پاس دو ہاتھ، دو پاؤں ہیں اور یہاں ہر طرف پتھر بکھرے پڑے ہیں"۔

"ہم سمجھے نہیں"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"اگر ہم ان پتھروں کو اٹھا اٹھا کر اس وادی میں گرانا شروع کر دیں... تو پتھروں سے یہ وادی اٹ جائے گی... لاوے سے خلا پر ہو جائیں گے اور اس طرح یہ جگہ ایک میدان بن جائے گی... سمندر کی

طرف پہلے ہی راستا ڈھلوان ہے... لہٰذا لاوا خود بخود سمندر کا رخ کرے گا"۔

"واہ... وہ مارا... بہت خوب... محمود... میں تمہارا منہ چوم لینا چاہتا ہوں میرے بچے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"لل... لیکن انکل... ابھی آپ نے غور نہیں کیا"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"غور بعد میں کروں گا"۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور واقعی محمود کا منہ چوم لیا۔

"یہ ناانصافی ہے انکل... محمود نے ایک بالکل ناقابل عمل ترکیب بتائی اور آپ نے اس کا منہ چوم لیا"۔

"ناقابل عمل کس طرح؟"

"یہ کام تو ہمیں کئی سال تک کرنا پڑے گا... اور کئی سال تک ہم یہاں کیسے رہیں گے... کیا کھائیں گے... کیا پئیں گے؟"

"اوہ واقعی... یہ کھائی پتھروں سے پر کر دینا تو آسان کام نہیں ہو گا"۔ پروفیسر مایوسانہ انداز میں بولے۔

"اور آپ اس کا منہ چوم چکے ہیں... اب یا تو ہم سب کا باری باری منہ چومیں... یا پھر اس کا منہ چومنا واپس لیں"۔ آفتاب نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"کیا کہا... منہ چومنا واپس لوں... بھئی یہ کوئی غلط الفاظ تو ہیں

نہیں۔۔۔ جنہیں واپس لیا جا سکتا ہے"۔

"اچھا خیر۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ یہ مسئلہ ادھار رہا۔۔۔ میرے پاس ایک ترکیب ہے۔۔۔ وہ سن لیں"۔ رفعت نے کہا۔

"سناؤ جلدی۔۔۔ مارے بے چینی کے میرا برا حال ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے۔۔۔ خیر۔۔۔ کسی طرح اگر ہم نئی مخلوق کو اس بات پر اکسا ڈالیں کہ وہ پتھر پھینک پھینک کر اس کھائی کو بند کر دیں تو یہ ممکن ہے"۔

"نہیں۔۔۔ یہ مخلوق ایسا کیوں کرے گی بھلا"۔

"یہ سوچنا فرزانہ اور فرحت کا کام ہے"۔ رفعت نے کہا۔

"میں سوچ چکی ہوں"۔ فرحت نے مسکرا کر کہا۔

"بھئی واہ۔۔۔ آج تو تم دونوں میرے بھی کان کاٹ ڈال رہی ہو"۔

"نہیں تو۔۔۔ فرزانہ بہن ایسا بھی کیا الزام"۔

"چلو بتاؤ۔۔۔ وقت نہ ضائع کرو"۔

"مسٹر اقبال یہ کام کریں گے۔۔۔ نظر نہ آنے والی مخلوق ہیں۔۔۔ اس مخلوق کے کان میں جا کر پھونک مار کر کہیں گے کہ یہ جیل سے نکل بھاگے ہیں اور اس کھائی میں اتر گئے ہیں۔۔۔ کھائی میں کیوں اتر گئے ہیں، یہ بات ان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ہاں حل ان کے ذہن

میں ڈالنا ہو گا۔۔۔ مسٹر اقبال ان سے کہیں گے۔۔۔ اب ان کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ پتھر پھینک پھینک کر اس وادی کو پاٹ دیا جائے۔۔۔ تاکہ وہ لوگ ان کے لیے پھر کبھی خطرے کا سبب نہ بن سکیں"۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ وہ ایسا نہیں کریں گے جب تک کہ شاتا ان سے نہ کہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور شاتا اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا۔۔۔ کہ ایسا حکم دے دے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ وہ مارا"۔ مکھن چلا اٹھا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا مارا؟" شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"شاتا کو اغوا کر لیا جائے۔۔۔ اس کے میک اپ میں ہم میں سے کوئی جائے اور شاتا بن جائے۔۔۔ پھر وہ اپنی قوم کو حکم دے کہ سب لوگ کھائی کے چاروں طرف پہنچ جائیں۔۔۔ اور پتھروں سے اس کو پاٹ دیں"۔

"یار عقل استعمال کرو۔۔۔ لیکن استعمال تم کر بھی کیسے سکتے ہو۔۔۔ جو چیز تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔۔۔ اس کو تم کیسے استعمال کر سکتے ہو"۔ آصف نے جل کر کہا۔

"کیوں جی۔۔۔ کیا برائی ہے۔۔۔ میری ترکیب میں"۔

"پہلی بات یہ کہ ہمارے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے"۔ آصف بولا۔

"وہ ہم مسٹر ابتال کے ذریعہ حاصل کرلیں گے"۔ مکھن ہنسا۔

"چلو خیر... یہ ہو جائے گا... شاتا کا میک اپ تو کر لیا جائے گا لیکن... ان کی زبان میں حکم کس طرح دیا جائے گا... اور مسٹر ابتال بھی کس طرح جا کر کہیں گے کہ ہم لوگ جیل سے بھاگ نکلے ہیں... ان کی دنیا کے جن بھوت آخر انہی کی زبان میں بات کرتے ہیں... یہ انگریزی بولنے والا بھوت کہاں سے آ ٹپکا... کیا وہ یہ نہیں سوچیں گے... ہمارے ذہنوں میں یہ بات پہلے سے موجود ہونی چاہیے کہ یہ لوگ عقل سے پیدل نہیں ہیں... اگر عقل سے پیدل ہوتے تو ہم لوگوں کے مقابلے میں سائنس میں آگے کیوں ہوتے"۔ محمود نے اچھی بھلی تقریر جھاڑ دی۔

"میں محمود کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں... یہ ترکیب نہیں چل سکے گی... پتھروں سے اس وادی کو ہمیں پاٹنا ہو گا... اگرچہ یہ کام آسان نہیں... اس میں وقت بھی بہت لگے گا... لیکن بہرحال... مسٹر ابتال ہمارے لیے اگر کھانے پینے کی چیزیں لاتے رہیں اور ہم مسلسل پتھر اس وادی میں گراتے رہیں تو ایک دن آخرکار ہم کامیاب ہو جائیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"لیکن کامران مرزا... یہ کھائی اس قدر چھوٹی نہیں ہے... شاید یہ پیالے کی مانند ہے... لیکن اس کو پتھروں سے بھرنے میں ایک بہت لمبا عرصہ چاہیے... کیا اتنا لمبا عرصہ ہم یہاں رہ سکتے ہیں"۔

"نہیں... لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں... کیا سوچیں"۔

"یہی سوچ لیں کہ ہم کیا سوچیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"نہیں بھئی... یہ باتیں دل کو نہیں لگ رہیں... لاوے کا رخ اور طرح تبدیل کرنا ہو گا... یا تو ہمیں وہ جگہ تلاش کرنا ہو گی جہاں سے لاوا نکل رہا ہے... یا پھر... ہمیں یہاں سے ناکام لوٹنا ہو گا"۔ شوکی نے انکار میں سر ہلایا۔

"ناکام تو ہم نہیں جائیں گے... آخر اپنی دنیا کو جا کر کیا بتائیں گے"۔ آصف نے کہا۔

"یہ کہ ہم کچھ نہیں کر سکے... دنیا کو تباہی سے نہیں بچا سکے"۔ اشفاق نے مدھم آواز منہ سے نکالی۔

ان سبھی پر مایوسی کا عالم طاری تھا... شاید اس قدر زیادہ مایوسی انہوں نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

"یا اللہ... کوئی تدبیر سجھا دے"۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا درد بھرے لہجے میں بولے۔

"آمین!" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"ارے... وہ مارا... سوجھ گئی ترکیب"۔ فرزانہ چلائی۔

○☆○

سونے کا جہاز

"خدا کا شکر ہے... فرزانہ کو کوئی ترکیب تو سوجھی"۔ انسپکٹر کامران مرزا خوش ہو گئے۔

"بس اب ان شاء اللہ بات بن جائے گی"۔ خان رحمان بولے۔

"بات تو تب بنے گی نا... جب اس بے چاری کو ترکیب بتانے دو گے"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا منہ بنایا۔

"دیکھئے کب نکال... اور سوری... انکل اقبال کے ذریعے ایک آدمی کو اغوا کرا لیا جائے۔ اس کے ذریعے ان کی زبان سیکھی جائے... یعنی جتنی زبان کی ہمیں ضرورت ہے... پھر مسٹر اقبال ایک جن کی حیثیت میں شاماتہ کے کلن میں جا کر یہ بات پھونک دیں کہ وہ لوگ... یعنی زمین سے آنے والے لوگ جنہیں جیل میں ٹھونس دیا گیا تھا... جیل سے نکل گئے ہیں... اور اس کھائی میں کود گئے ہیں... نہ جانے وہ کھائی میں کیا کرنا چاہتے ہیں... پہلے بھی انہیں کھائی سے نکلتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا... لہٰذا اس بار انہیں اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ وہ اوپر آ سکیں... لہٰذا... فوری طور پر عوام کو کہہ دیا جائے کہ چل کر اس

وادی کو پتھروں سے پاٹ دیا جائے"۔

"بہت خوب! میرا خیال ہے... یہ ترکیب سب سے زیادہ مناسب رہے گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"کیا پھر اس پر عمل شروع کریں"۔ پروفیسر بولے۔

"شروع کیا کریں... مسٹر اقبال تو پروفیسر انکل کے لیے کھانا لینے گئے ہیں"۔

"اوہ ہاں... اب ان کا انتظار کرنا ہو گا"۔

اور پھر اقبال کھانا لے آیا... ان سب نے پہلے تو پیٹ بھر کر کھانا کھایا... باقی کو محفوظ کر لیا... پھر محمود نے اقبال سے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے مسٹر اقبال... آپ کو ایک بار پھر جانا ہو گا"۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"آپ کو ان کی آبادی تک جانا ہو گا اور ایک آدمی کو اغوا کر کے لانا ہو گا"۔

"ارے باپ رے... اتنا مشکل کام"۔ اقبال نے گھبرا کر کہا۔

"اتنا مشکل کام... وہ کیسے؟"

"اس طرف سے کسی کو اٹھا کر چار گھنٹے تک چلنا پڑے گا... کیا یہ کوئی آسان کام ہے؟"

"واقعی... یہ کافی مشکل ہے... لیکن مسٹر اقبال... آپ کو یہ

کام کرنا ہی ہو گا... اس لیے کہ اگر ہم میں سے کوئی اغوا کرنے کے لیے جاتا ہے تو اسے دیکھ لیا جائے گا... اور اس طرح ہم سب خطرے میں گھر جائیں گے"۔

"لیکن ان کا ایک آدمی اغوا کرنے کی ہمیں کیا ضرورت پڑ گئی"۔

اب جیرال نے اسے اشاروں میں بتایا کہ ترکیب کیا ہے... ترکیب سن کر وہ مسکرایا۔

"یہ ترکیب بھی ان کی سوچی ہوئی ہے"۔

"ہاں! ایسی ہی ترکیبوں سے یہ ہم لوگوں کے تختے الٹتے ہیں... ان کی اصل کامیابی اس قسم کی ترکیبیں ہی ہیں... مسٹر ابطال... آپ کو یہ کام کرنا ہی ہو گا"۔

"اچھی بات ہے... میں ابھی اس مہم پر چلا"۔

انہوں نے اس کے قدموں کی آواز سنی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے... اس مہم میں مسٹر ابطال ہمارے ساتھ ہیں... ان کی وجہ سے کس قدر کام نکل رہے ہیں"۔

"ہاں واقعی... یہ تو ہے"۔

آٹھ گھنٹے بعد ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"ہم آپ کی زبان سیکھنا چاہتے ہیں... بس تھوڑی سی... چند جملے"۔

"اور وہ کون سے"۔

انسپکٹر جمشید... جملے دہرانے لگے... وہ اپنی زبان میں وہ جملے دہراتا چلا گیا... اس طرح چند گھنٹوں کی محنت کے بعد وہ اس قابل ہو گئے کہ ان کی زبان میں شاناتا سے کچھ کہہ سکیں... کہ ایک واقعہ ہوا ہے۔

"ایک بات اور انکل"۔ ایسے میں آصف بول اٹھا۔

"اب کیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے... اس نے ہمیں غلط زبان سکھائی ہو"۔ شوکی نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"تب پھر... اس کی تصدیق کیسے کی جائے"۔

"تو ایک اور پکڑ لاتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"ارے باپ رے... آپ تو مار دیں گے میری مت"۔ ابطال نے بوکھلا کر کہا۔

"مجبوری ہے مسٹر ابطال... آپ خود ہمیں اس مہم کے لیے گھسیٹ کر لائے ہیں... او ہماری مرضی کے عین مطابق کام کرنے کا آپ نے عہد کیا ہے... لہذا وہی کرنا ہو گا... جو ہم کہیں گے... ورنہ پھر باقی زندگی اسی دنیا میں گزارنا ہو گی... کیونکہ ناکامی کی صورت میں ہم اپنی دنیا میں جا کر کیا منہ دکھائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی

"ہوں! بات ٹھیک ہے۔۔۔ خیر۔۔۔ میں ایک اور کو لاتا ہوں"۔

"لیکن اسے کسی اور جگہ سے لائیں"۔

"اچھا"۔ اس نے کہا اور چلا گیا۔

اب پھر کئی گھنٹوں کا انتظار انہیں کرنا پڑا۔۔۔ وہ انتظار کرنے پر مجبور تھے۔۔۔ آخر کار اقبال واپس لوٹا۔۔۔ انہوں نے پہلے والے کو دور ایک چھوٹی سی کھائی میں چھپا دیا تھا۔۔۔ اس سے جو زبان، جو الفاظ اور جو جملے انہوں نے سیکھے تھے۔۔۔ وہ ادا کر کے پوچھا گیا۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ ان جملوں کا کیا مطلب ہے"۔

اس نے عجیب و غریب مطلب بتائے۔۔۔ وہ چونک اٹھے۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ اس نے ہمیں دھوکا دیا اور یہ لوگ بہت زیادہ چالاک ہیں۔۔۔ شوکی کا اندازہ درست تھا اور ہم بال بال بچے ہیں"۔

"اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"اچھا تم ہمیں ان جملوں کا ترجمہ بتاؤ"۔

یہ بات چیت وہ سرگوشیوں میں کر رہے تھے۔۔۔ اس سے پہلے انہوں نے جو بات چیت پہلے سے کی تھی، وہ بھی کانوں میں کی تھی۔۔۔ تاکہ کسی کو بھنک نہ پڑ جائے۔

اس نے ترجمہ کر کے انہیں یاد کرا دیا۔۔۔ اب اسے وہاں چھوڑا

گیا اور اس نے جو ترجمہ سکھایا گیا تھا۔۔۔ اس کا مطلب انہوں نے پہلے سے جا کر پوچھا۔۔۔ اس کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ تم لوگوں کو کس نے سکھایا"۔

"تو تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز منہ سے نکالی۔

اس کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔۔۔ اب وہ اسے پہلے کے پاس لے آئے۔

"ان دونوں کے منہ بالکل بند کر دو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کک۔۔۔ کیوں"۔ انہوں نے سرگوشی کی۔

"خبردار۔۔۔ اگر آواز سرگوشی سے بلند ہوئی تو بہت برا حشر کریں گے تمہارا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

انہیں تو گویا سانپ سونگھ گیا ان کے منہ بند کر دیئے گئے۔۔۔ اس کے لیے ان کے منہ میں رومال ٹھونسے گئے۔۔۔ اور اوپر سے رومال باندھ دیئے گئے تھے۔

"اب ان دونوں کو اس کھائی میں گرا دو۔۔۔ ان کے ہیٹ بھی اتار کر کھائی میں اچھال دو۔۔۔ تاکہ جب شاٹا اور اس کے آدمی آ کر کھائی میں جھانکیں تو انہیں واقعی نیچے کسی کی موجودگی کا احساس ہو"۔

"اوہ ہاں! واقعی۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا"۔

ان دونوں کو کھائی میں پھینک دیا گیا۔۔۔ گرتے وقت ان کی

آنکھوں میں سارے جہاں کا خوف سمٹ آیا... لیکن وہ مجبور تھے... انہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے... اس طرح ان کا منصوبہ فیل ہو سکتا تھا... اور منصوبے کے فیل ہونے کا مطلب تھا... پوری دنیا موت کی گود میں چلی جاتی۔

"اب مسٹر ابطال... آپ کا کام شروع ہوتا ہے... ویسے اس کیس میں زیادہ کام آپ ہی کر رہے ہیں"۔

"دماغ تو آپ لوگ لڑا رہے ہیں نا"۔ جیرال نے منہ بنایا۔

"اچھا... آپ ان کی زبان میں وہ جملے سیکھ چکے ہیں... جو آپ کو شاتا کے کان میں کہنے ہیں... آپ کسی کو نظر نہیں آتے... اس لیے یہ کام آپ کے لیے بہت آسان ہو گا"۔

"ہاں! ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں... میں یہ کام کروں گا"۔

اور پھر ابطال وہاں سے روانہ ہوا... وہ سیدھا محل پہنچا... محل میں داخل ہونے سے اسے کوئی کیسے روک سکتا تھا... وہ تو کسی کو نظر ہی نہیں آتا تھا... سامنے سے آتے ہوئے ایک پہرے دار سے وہ اچانک ٹکرا گیا... پہرے دار دھک سے رہ گیا... کیونکہ جس سے وہ ٹکرایا تھا... وہ تو اسے نظر ہی نہیں آ رہا تھا... ابطال اسے ہکا بکا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اب یہاں سے وہ سیدھا شاتا کی تلاش میں بڑھا... آخر ایک شاہانہ کمرے میں اسے شاتا نظر آ گیا... اتفاق کی بات کہ وہ اکیلا تھا...

اس سے قدرے دور رہتے ہوئے اس نے منہ سے شی کی آواز نکالی... شاتا نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔

"کک... کون؟" وہ کانپ گیا۔

"میں ایک جن ہوں... تمہیں ایک اطلاع دینے آیا ہوں"۔

"جن... اطلاع... کیا مطلب؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ایک اطلاع... خبردار ہو جاؤ... وہ لوگ تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دیں گے"۔

"کک... کون لوگ... تم کون ہو... مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے"۔

"میں جن ہوں... تمہیں بتا تو چکا ہوں... جن انسانوں کو نظر نہیں آتے"۔

"کیا... کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں اور تمہاری قوم کو بلکہ اس پوری دنیا کو بچانا چاہتا ہوں... اس لیے کہ میں بھی تو اس دنیا کا جن ہوں"۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"دوسری دنیا کے وہ لوگ جن کے بارے میں تمہیں راٹور نے خبردار کیا تھا... اور جنہیں تم نے جیل میں ٹھونس دیا تھا... تمہاری جیل سے نکل گئے ہیں اور اب تک وہ لاوے والی کھائی میں اتر چکے ہوں گے... لاوے والی کھائی میں وہ کیا کرنا چاہتے ہیں... یہ مجھے نہیں

معلوم۔۔۔ لیکن تمہارے لیے بہترین موقع ہے۔۔۔ کھائی کو پتھروں سے پر کرا دو"۔

"پتھروں سے پر کرا دوں۔۔۔ کیا مطلب؟"

"اوہو۔۔۔ وہ ہمیشہ کے لیے پتھروں میں دفن ہو جائیں گے۔۔۔ تمہارے پستول تو ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکے"۔

"لیکن میں تمہاری باتوں پر کس طرح یقین کر لوں"۔ شاتا نے پریشان ہو کر کہا۔

"جیل میں چیک کرا لو۔۔۔ اگر وہ وہاں ہوئے تو میں جھوٹا۔۔۔ ورنہ سچا"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن اس سے پہلے تو کبھی کسی جن نے مجھ سے بات نہیں کی"۔

"اس سے پہلے ایسا کوئی موقع بھی تو نہیں ملا ہے"۔

"اوہو۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ پھر میں معلوم کراتا ہوں"۔

اس نے ایک بٹن دبایا۔۔۔ فوراً ایک خادم اندر آیا۔

"معلوم کرو۔۔۔ مسٹر راثور کہاں ہیں؟"

"وہ دوسری دنیا کا چکر لگانے کے لیے گئے ہیں۔۔۔ ایک ہفتے بعد آئیں گے"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ جیل۔۔۔ میرا مطلب ہے کالی جیل کے نگران کو فون کرو۔۔۔ اس سے کہو، فوری طور پر یہ معلوم کر کے اطلاع دے کہ جو

نئے قیدی اندر داخل کیے گئے تھے۔۔۔ وہ اندر ہیں یا نہیں"۔

"جی کیا مطلب۔۔۔ بھلا وہ جیل سے نکل کیسے سکتے ہیں۔۔۔ اس جیل سے آج تک کوئی نہیں نکل سکا"۔

"تم سے جو کہا ہے۔۔۔ وہ کرو"۔

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں شاتا"۔ اس نے بوکھلا کر کہا اور باہر نکل گیا۔

"کیا تم۔۔۔ یہیں ہو مسٹر جن"۔ شاتا نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"ہاں! میں یہیں ہوں"۔ اقبال نے کہا۔

"جب تک اطلاع نہ آ جائے، اس وقت تک تم یہیں ٹھہرنا"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں یہیں ہوں"۔

اور پھر آدھ گھنٹے بعد وہ آدمی اندر آیا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"وہ۔۔۔ وہ جیل میں نہیں ہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ تم باہر ٹھہرو"۔

وہ باہر نکل گیا۔

"تمہاری اطلاع درست ہے۔۔۔ اب میں کیا کروں؟"

"میں نے خود انہیں لاوے والی وادی میں اترتے دیکھا ہے"۔

"لیکن کیسے؟"

"رسی کے ذریعے"۔ اس نے کہا۔

"اور رسی انہوں نے کہاں سے حاصل کی؟"

"آپ کے لوگوں کے گھروں سے۔۔۔ اور کہاں سے حاصل کرتے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ شانا دھک سے رہ گیا۔

"لیکن موقع سنہری ہے۔۔۔ آپ فوراً پورے عوام کو لے کر وہاں پہنچ جائیں۔۔۔ اور اس وادی پر پتھروں کی بارش کر دیں۔۔۔ اس کو اوپر تک پاٹ دیں۔۔۔ بس یہی طریقہ ہے۔۔۔ ان سے بچنے کا۔۔۔ ورنہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ راٹور جیسا آدمی ان سے گھبراتا ہے"۔

"ہاں! اس نے ہمیں بتایا تھا کہ۔۔۔ اس دنیا کے بس ان لوگوں سے بچتا ہے۔۔۔ یہ جہاں پہنچ جاتے ہیں۔۔۔ وہاں کی دنیا ادھر کی ادھر کر دیتے ہیں۔۔۔ تو کیا مجھے یہی کرنا ہو گا"۔

"یہ آپ لوگوں کے مشکل بھی کیا ہے۔۔۔ تمام لوگ پتھر اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیں۔۔۔ وادی ایک دن میں نہیں تو دو دن میں بھر جائے گی"۔

"پروا نہیں۔۔۔ چاہے ہفتہ لگ جائے۔۔۔ میں ابھی ساری قوم کو حکم دیتا ہوں۔۔۔ آپ کا بہت بہت شکریہ مسٹر جن"۔

"اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔۔۔ یہ تو میرا فرض تھا۔۔۔ میں خود وہیں جا رہا ہوں۔۔۔ چند پتھر تو میں بھی پھینک دوں گا"۔

"اوہ بہت خوب۔۔۔ میں ابھی اعلان کرتا ہوں"۔

اور پھر اعلان سننے کے بعد اقبال اپنے ساتھیوں کی طرف دوڑ پڑا۔۔۔ وہاں پہنچ کر۔۔۔ انہیں خوش خبری سنائی۔۔۔ رسی کھائی کے ساتھ پہلے ہی لٹکا دی گئی تھی۔۔۔ لہٰذا وہ وہاں سے فوراً ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔ وہ بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔۔۔ تاکہ کوئی انہیں نہ دیکھ لے۔۔۔ آخر وہ ساحل تک پہنچ گئے۔۔۔ ایسے میں فرزانہ بولی۔

"کیا ہم یہ اطمینان کیے بغیر یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں ابا جان کہ وہ کھائی کو پاٹ دیں گے"۔

"تو پھر۔۔۔ کیا تم چاہتے ہو۔۔۔ ہم کھائی کے پاٹے جانے تک یہیں ٹھہریں"۔

"ہاں۔۔۔ ہم سب کا اطمینان تو اسی صورت میں ہو گا"۔

"کیوں بھئی۔۔۔ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟"

"یہی خیال ہے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ پھر ہمیں چھپے رہنا ہو گا"۔

"چھپنے کی جگہ آپ لوگوں کو میں بتا دیتی ہوں۔۔۔ کسی کا خیال تک اس جگہ کی طرف نہیں جائے گا اور ہم اطمینان سے وہاں چھپے رہیں گے۔۔۔ سمندر سے مچھلیاں پکڑ کر کھا لیں گے۔۔۔ یا مسٹر اقبال کے ذریعے کھانا منگاتے رہیں گے۔۔۔ اس طرح ہمارے یہ دن اطمینان سے گزر جائیں گے"۔ فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے باپ رے۔۔۔ پھر مجھے کھانا لانا پڑے گا۔۔۔ وہ بھی کئی دن تک"۔ انطال گھبرا گیا۔

"اوہو۔۔۔ آپ بار بار کیوں لائیں گے۔۔۔ ایک بار کا لایا ہوا کھانا ہم کئی روز کھائیں گے۔۔۔ شاید آپ کو دو چکر لگانے پڑیں گے"۔

"خیر میں لگا لوں گا۔۔۔ چھپنے کی جگہ کون سی ہے؟"

"سونے کا جہاز"۔

"اوہ!!!" ان سب کے منہ سے نکلا۔۔۔ پھر سب بری طرح اچھلے۔۔۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

○☆○

مسکراہٹ کی وضاحت

سونے کا جہاز غائب تھا۔۔۔ وہ ٹکر ٹکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"حیرت ہے۔۔۔ جہاز کہاں گیا"۔

"شاید اس جہاز کو راٹور لے گیا"۔ شوکی نے خیال ظاہر کیا۔

"لیکن کیسے۔۔۔ اور کہاں لے گیا؟" آصف بولا۔

"اپنی دنیا میں۔۔۔ یہاں تو سونے کی کوئی قیمت ہے نہیں"۔ محمود نے کہا۔

"ہاں! شاید یہی بات ہے۔۔۔ وہ سونا کسی ملک کو فروخت کر دے گا۔۔۔ اس طرح انشارجہ کو ایک اور نقصان پہنچائے گا"۔

"لیکن وہ اتنی دولت کا کیا کرے گا۔۔۔ جب کہ اب اسے رہنا بھی اس دنیا میں ہے"۔

"انسان کی ہوس کبھی ختم نہیں ہوتی۔۔۔ اسے سونے کا ایک پہاڑ دے دیا جائے تو دوسرے پہاڑ کی تمنا کرنے لگے گا"۔

"افسوس! اب فرزانہ۔۔۔ چھپنے کی دوسری جگہ بتاؤ"۔

"کوئی جگہ نہیں۔۔۔ بس ہمیں چاہیے غوطہ خوری کے لباس پہن کر یہاں چوکس بیٹھے رہیں۔۔۔ مسٹر ابطال جا کر کھائی کی خبر لاتے رہیں"۔

چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔۔۔ اس دن چار گھنٹے بعد ابطال نے انہیں بتایا کہ لاکھوں لوگ کھائی میں پتھر گرا رہے ہیں۔۔۔ وہ سب سن کر خوش ہو گئے۔۔۔ ابطال آبادی کی طرف گیا اور ان کے لیے کھانا لے آیا۔

"مسٹر ابطال۔۔۔ اس مہم کے ہیرو آپ ہیں۔۔۔ اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو ہم شاید کامیاب نہ ہو پاتے"۔

"آپ لوگ پھر بھی کوئی نہ کوئی راستہ نکال لاتے۔۔۔ اب یہ لاوے والا مسئلہ۔۔۔ میں نے تو حل نہیں کیا"۔

"خیر۔۔۔ آپ ذرا وادی کی خبر لے آئیں"۔

ابطال اسی طرح بار بار جاتا رہا۔ آتا رہا۔ کھانا بھی لاتا رہا۔۔۔ وہ وہیں سامان پر جمے رہے۔۔۔ آخر چھے دن گزر گئے اور ابطال نے آکر انہیں بتایا کہ مسلسل چھ دن سے پوری قوم پتھر گرا رہی ہے۔۔۔ درمیان میں وہ صرف کھانے کی چھٹی کرتی ہے۔۔۔ اور کھائی پتھروں سے بھرنے والی ہے"۔

"بہت خوب!"۔ وہ خوش ہو گئے۔

اس دوران انسپکٹر جمشید ایک کتاب لکھنے میں مصروف رہے تھے۔۔۔ کاغذ انہوں نے ابطال کے ذریعے منگوائے تھے۔۔۔ اس کتاب

میں انہوں نے اسلام کے بارے میں تمام تر معلومات درج کی تھیں۔۔۔ انبیاء کے واقعات لکھے تھے۔۔۔ پھر اس قوم کو ترغیب دی تھی کہ وہ ایک اللہ کو اپنا رب ماننا شروع کر دیں۔۔۔ پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں۔۔۔ اور دین کے دوسرے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیں۔۔۔ مطلب یہ کہ سب کے سب اسلام لے آئیں۔۔۔ اور اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیں۔۔۔ تو اللہ اس سرزمین میں ان کے لیے وسعت پیدا فرما دیں گے۔۔۔ پھر انہیں بنی نوع انسان کو ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔۔۔ یہ کتاب مکمل ہوئی۔۔۔ ادھر کھائی پر ہو گئی۔۔۔ عوام آبادی کی طرف لوٹ گئے۔۔۔ مسٹر ابطال اب آپ جلدی سے یہ کتاب آبادی کے آس پاس کہیں کسی اونچے پتھر پر رکھ آئیں"۔

"اچھا۔۔۔ لیکن اس میں ہے کیا"۔

"اس قوم کے نام ایک پیغام۔۔۔ آپ یہ کتاب بس رکھ آئیں۔۔۔ پھر میں یہ پیغام آپ لوگوں کو بھی دوں گا"۔

"میں سمجھ گیا"۔ [illegible] ہنسا۔

"اور آپ کیا سمجھے؟"

"یہ کہ۔۔۔ یہ اسلام کا پیغام ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔ اب کیا خیال ہے۔۔۔ کتاب رکھ آئیں گے یا نہیں"۔

"ہاں! کیوں نہیں۔۔۔ اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں۔۔۔ لیکن

آپ کا جذبہ دیکھ کر میں ضرور متاثر ہوا ہوں... میں عیسائی ہوں...
لیکن میں نے اس قوم کو عیسائی بنانے کے لیے کوئی کتاب لکھنے کے
بارے میں سوچا تک نہیں... جب کہ آپ نے ان سات دنوں سے
فائدہ اٹھایا اور اپنے مذہب کو اس کے ذریعے ان تک پہنچانے کی
کوشش کر ڈالی... لہٰذا میں یہ کتاب ضرور ان کے آس پاس رکھ آؤں
گا... آپ لوگ واپسی کی تیاری کریں"۔

"ہاں بالکل"۔

ابطال چلا گیا... وہ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے۔

"کاش... ہم لاوے کو سمندر کی طرف آتے بھی دیکھ لیتے"۔
فرحت نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"اس میں ابھی وقت لگے گا"۔

"کیا مطلب... وقت لگے گا"۔

"ہاں... پتھروں کے درمیان خالی جگہیں بھی ہیں... وہ پر ہوں
گی... جب اوپر تک پر ہو جائیں گی... تب لاوا بہنا شروع ہو گا... اور
سمندر کا رخ کرے گا"۔

"پروفیسر انکل... آپ اس بات کا اندازہ اچھی طرح لگا چکے ہیں
نا کہ لاوا بہہ کر سمندر میں گرے گا"۔

"بالکل... باقی تینوں طرف زمین اونچی ہے"۔

"ہوں تب تو ٹھیک ہے... اس کا مطلب ہے... اب ہم یہاں

سے رخصت ہو رہے ہیں"۔

"ہاں اس نئی دنیا سے... اس کو کوئی خاص نقصان پہنچائے
بغیر... بس اتنا کر کے کہ یہ لوگ ہماری دنیا پر حملہ آور نہ ہو سکیں... یہ
بھی اللہ کی مخلوق ہے... انھیں بھی جینے کا حق ہے... بس یہ اسلام لے
آئیں... یہ ہے میری خواہش"۔

اسی وقت انھوں نے ابطال کے قدموں کی آواز سنی۔

(مگر جناب! کیسے دیکھا وہ تو نہ صرف ان لوگوں کو بلکہ نئی مخلوق بھی نظر
نہیں آتا تھا)

"آپ کو تو کسی تیاری کی ضرورت نہیں مسٹر ابطال"۔

"نہیں... میں تو پہلے ہی ہر طرح تیار ہو کر گیا تھا... کتاب ایسی
جگہ رکھ آیا ہوں... کہ کوئی نہ کوئی دیکھ ہی لے گا"۔

"چلیں ٹھیک ہے... اب یہاں سے چلتے ہیں"۔

انھوں نے ایک آخری نظر اس دنیا پر ڈالی... اور سمندر کی
طرف مڑ گئے... لیکن پھر انھیں ایک زبردست جھٹکا لگا... راٹور سمندر
سے نکل کر ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"یہ کیا... آپ لوگ واپس جا رہے ہیں"۔

"ہاں!! اب یہاں رک کر کیا کرنا... کروڑوں لوگوں سے ہم کس
طرح لڑ سکتے ہیں"۔

"لیکن آپ لوگ تو جیل میں تھے"۔ راٹور نے چونک کر کہا۔

"آپ تو جانتے ہیں مسٹر راٹور... جیلیں ہمیں اپنے اندر زیادہ دیر بند نہیں رکھتیں... ہم سے بہت جلد گھبرا جاتی ہیں"۔

حیرت ہے... شا کا دعویٰ تھا کہ اس جیل سے آج تک کوئی نہیں نکل پایا... اس میں نکلنے کا دروازہ صرف ایک ہے اور وہ باہر سے بند رہتا ہے... اسے صرف اس وقت کھولا جاتا ہے جب کوئی قیدی لایا جائے... ورنہ قیدیوں کو نکالنے کے لیے وہ دروازہ آج تک نہیں کھولا گیا... اور اس کی دیواریں بہت اونچی ہیں... پھر آخر آپ لوگ کیسے نکل آئے"۔

"اس بات کو چھوڑیں... اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی ترکیب سجھا دیتے ہیں... آپ یہ بات کریں... کہ ہمارے ساتھ اپنی دنیا میں جا رہے ہیں یا یہیں رہنا ہے"۔

"یہ آپ کی دنیا اب رہنے کی جگہ نہیں رہی... اور پھر کچھ سال بعد اس نئی مخلوق کا قبضہ اس دنیا پر ہو جائے گا... پھر میں دونوں دنیاؤں میں رہا کروں گا"۔ یہ کہہ کر وہ زور سے ہنسا۔

"اچھی بات ہے... ہمیں تو پھر اجازت ہے نا"۔

"نہیں... تم لوگ کیسے جا سکتے ہو... تم تو اس دنیا کے خطرناک ترین لوگ ہو... کسی وقت بھی ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ اٹکا سکتے ہو... لہٰذا میں تمہیں نہیں جانے دوں گا"۔

"ارے باپ رے... آپ کے ارادے تو خطرناک ہیں"۔

"ہاں بس... ہیں... تم سب میں سے ایک بھی نہیں جا سکے گا"۔

"ایک تو خیر واقعی نہیں جا سکے گا... ہم جائیں گے تو سب جائیں گے... ورنہ ایک بھی نہیں جائے گا... کیوں ساتھیو؟"

"بالکل!" ان سب نے ایک ساتھ کہا۔

"تب پھر یہاں جنگ ہو گی... ایک ہولناک جنگ... ایک خونریز جنگ... ایک سنسنی خیز جنگ... ایک ہنگامہ آرا..."

"بس بس... مسٹر راٹور... کہیں آپ ان دنوں کسی خاص جاسوسی مصنف کے خاص جاسوسی ناول تو نہیں پڑھتے رہے"۔

"کک... کیسے اندازہ لگایا؟" راٹور دھک سے رہ گیا۔

"ہے ایک بے وقوف سا مصنف... وہ اپنے ناولوں کے ساتھ یہ الفاظ لکھتا ہے... سنسنی خیز، ہنگامہ آرا جاسوسی ناول"۔

"شش... شاید... میں نے ایسے ناول پڑھے ہیں"۔

"بس بس... یہ انہی کا اثر ہے"۔

"ہو گا... لیکن جنگ ضرور ہو گی"۔

"اچھا بابا... کر لیں آپ جنگ بھی... اگر اتنا ہی شوق ہے... لیکن ایک خیال رہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اور وہ کیا؟"

"اس بار ہم آپ کا بالکل کوئی لحاظ نہیں کریں گے

"ہائیں... یہ میرے لیے ایک بالکل نئی بات ہے... تو کیا آپ لوگ پہلے میرا لحاظ کرتے رہے ہیں"۔ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"ہاں تو اور کیا... آپ اس وقت تک اسی لیے تو بچتے چلے آ رہے ہیں"۔ آفتاب مسکرا کر بولا۔

"تب پھر میری آپ لوگوں سے درخواست ہے... یہ کہ میرا لحاظ ہرگز نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے... نہیں کریں گے... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"تو پھر دیر کا ہے کی... اور سوچنا کیا... ابھی ہو جاتے ہیں دو دو ہاتھ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی راٹور نے اپنا غوطہ خوری کا لباس اتار دیا... انھیں بھی لباس اتارنا پڑے... کیونکہ ان کو پہن کر لڑنا بہت مشکل تھا۔

"اب وہ سب ایک طرف اور راٹور ان کے سامنے دوسری طرف کھڑا تھا... راٹور کی کمر کی طرف سمندر تھا... جب کہ ان کی کمر کی طرف وہ پہاڑی میدان تھا جس سے بہہ کر لاوے کو آنا تھا۔

"ویسے... ایک بات پر مجھے بہت حیرت ہے... آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"آپ لوگوں نے اس طرح مکمل طور پر ناکام ہو کر جانا کیسے گوارا کر لیا"۔

"ہم نے بہت سوچا... بہت غور کیا... آپ خود بتائیں... ہم یہاں کیا کر سکتے ہیں... جو کر سکتے تھے وہ کر گزرے"۔

"کیا مطلب... کیا کر گزرے؟"

"مطلب یہ کہ یہاں تک آ گئے... یہ کیا چھوٹی بات ہے"۔

"ہاں خیر... ہے تو بڑی بات... لیکن فائدہ کیا ہوا؟"

"یہ ہوا کہ آنکھوں سے اس مخلوق کی دنیا کو دیکھ لیا... اب ہم اپنی دنیا میں جا کر اس کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کریں گے... کیوں مسٹر جیرال"۔

"بالکل"۔ اس نے فوراً کہا، ساتھ ہی مسکرایا بھی۔

"مسٹر جیرال کی یہ مسکراہٹ میری سمجھ میں نہیں آئی"۔ راٹور نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"مسٹر جیرال... آپ ذرا اپنی مسکراہٹ کی وضاحت کر دیں"۔ محمود بولا۔

"مسکراہٹ کی وضاحت"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"لیکن یہ کسی ناول کا نام نہیں ہو سکتا"۔ رفعت نے جل کر کہا۔

"یہی تو میں کہنے والا تھا"۔

"کیا کہنے والے تھے"۔ رفعت نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ یہ کسی ناول کا نام نہیں ہو سکتا"۔

"ارے میاں جاؤ... کسی اور کو الو بناؤ"۔ رفعت نے برا سا منہ بنایا۔

"اب یہاں الو بنانے کے لیے اور ہے ہی کون... اب میں مسٹر راٹور کو تو الو بنانے سے رہا... کیوں مسٹر راٹور... آپ الو بننا پسند کریں گے؟"

"کیا الو الو لگا رکھی ہے... الو ہو گے تم سب... بنے بنائے الو"۔ راٹور چلایا۔

"دیکھا... میں نے مسٹر راٹور کو غصہ دلا دیا... یہ ہماری پہلی کامیابی ہے"۔ قابوق مسکرایا۔

"دھت تیرے کی"۔ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"ارے تو اس میں جھلانے کی کیا ضرورت پڑ گئی"۔

"یہ بات مسٹر راٹور کو بتانے کی کیا ضرورت تھی... اب یہ اپنے غصے پر قابو پا لیں گے"۔ محمود نے تلملا کر کہا۔

"اوہ واقعی... یہ تو مجھ سے بہت بھیانک غلطی ہو گئی... خیر... اب تو ہو گئی، اب کیا کروں"۔

"اب سر پکڑ کر روؤ"۔ راٹور ہنسا۔

"لیکن رونے کے لیے... سر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے"۔

"میرا خیال ہے... تم میرا وقت برباد کرنے پر تلے ہو... لیکن میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا"۔

"جتنا وقت برباد کر چکے... اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ میری بے وقوفی تھی"۔

"چلیے ایک بات تو معلوم ہوئی... کہ آپ بھی کسی نہ کسی درجے میں بے وقوف ہیں"۔

"وہ تو ہر آدمی ہوتا ہے... تم مقابلے کی بات کرو... میرا خیال ہے... ایک ہی وقت میں سب مجھ پر ٹوٹ پڑو"۔

"نہیں... ہم باری باری لڑیں گے"۔

"اچھی بات ہے... تو پھر آؤ"۔

"سب سے پہلے اخلاق مقابلہ کرے گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی... کیا فرمایا... میں مقابلہ کروں گا... مسٹر راٹور سے"۔ اخلاق دھک سے رہ گیا۔

"ہاں! کیا تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے؟" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں... خوف کا تو دور دور تک پتا نہیں... لیکن آپ نے سب سے پہلے میرا نام کیوں تجویز کیا؟"

"میں مسٹر راٹھور کو بتانا چاہتا ہوں... ہماری جماعت کا سب سے کمزور آدمی بھی ان کے مقابلے میں نکلنے کی اہلیت رکھتا ہے"۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے"۔ اخلاق نے کہا اور میدان میں نکل آیا... اس کے چہرے پر گہرا اطمینان اور سکون تھا۔

راٹھور اسے دیکھ کر ہنسا... اخلاق کے سکون میں اب بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"آپ مجھ پر حملہ کریں گے یا میں آپ پر کروں؟

"مجھے وار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... تم وار کرو"۔

اخلاق پرسکون انداز میں چلتا اس تک پہنچا... اور ہلکا سا ہاتھ اس کی ناک پر رسید کیا... ظاہر ہے اس سے راٹھور کا کیا بگڑتا... اس نے پھر ایک مکا ناک پر رسید کیا... راٹھور اسی طرح کھڑا رہا... تیسرا مکا لگا... راٹھور کھڑا رہا... مسکراتا رہا... آہستہ آہستہ وہ مکے مارتا چلا گیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو"۔ راٹھور چلایا۔

"وار!" اخلاق مسکرایا۔

"وار اس طرح کرتے ہیں؟"

"یہ بات طے نہیں ہوئی تھی کہ وار کس طرح کرتے ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"آپ نے خود مجھے اجازت دی ہے وار کرنے کی اور یہ کہا ہے کہ آپ کو وار کرنے کی کیا ضرورت ہے... اب میرے وار ذرا سکون

سے برداشت کریں"۔

"لیکن اس طرح وقت ضائع ہوگا"۔

"ہمیں کون سا دفتر پہنچنا ہے"۔ اخلاق نے کہا اور سب مسکرا دیئے۔

اچانک راٹھور کا منہ مارے حیرت کے کھلا کا کھلا رہ گیا... اور ایسے میں اخلاق کا مکا پھسل کر اس کے منہ میں چلا گیا... بس پھر کیا تھا... راٹھور بری طرح گھبرا گیا... اسے ایک زوردار ابکائی آئی اور اس نے اخلاق کو دونوں ہاتھوں سے پرے دھکیل دیا۔

اخلاق اڑتا ہوا دور جا گرا۔

"یہ مقابلہ حیرت انگیز تھا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور اس مقابلے میں سمجھتا ہوں... مسٹر راٹھور کو مکمل طور پر شکست ہوئی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس میں کوئی شک نہیں"۔ جیرال نے اعتراف کیا۔

"بکواس"۔ راٹھور چلایا۔

"بکواس کیسے؟"

"میں کیسے ہار گیا... تمہارا چوہا تو وہ پڑا ہے"۔

"لیکن اس نے تم جیسے طاقت ور کو وعدہ خلافی پر مجبور کر دیا... تم نے کہا تھا... مجھے وار کرنے کی ضرورت نہیں"۔ جیرال نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اوہ!" راٹور دھک سے رہ گیا... پھر اس نے فوراً کہا۔

"ایک بار حیران ہونے کی وجہ سے میرا منہ کھل گیا تھا... اسی وقت اس کا مکا میرے منہ میں چلا گیا... اس وجہ سے ایسا ہوا... ورنہ میں کیوں لگاتا اسے ہاتھ"۔

"خیر... تم نہ مانو اپنی شکست... ہم مان رہے ہیں اخلاق کی فتح... اور اب آتے ہیں آپ کے مقابلے پر ہمارے دوست اشفاق احمد"۔ انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

اشفاق شرماتا ہوا آگے بڑھا... اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"وہ بات یہ ہے راٹور صاحب... مجھے لڑنا وڑنا نہیں آتا... لڑنے کی بجائے میں ایک گزارش کرتا ہوں... اور وہ یہ کہ آپ اسلام لے آئیں... اگر آپ اسلام لے آتے ہیں تو یہ لڑائی خود بخود ختم ہو جائے گی... آپ نے دیکھا... میں نے کتنی مزے کی ترکیب بتائی ہے... اگر آپ اسلام لے آتے ہیں اور ہمارے ساتھی بن جاتے ہیں تو ہم اس مہم کا ہیرو آپ کو تسلیم کرلیں گے"۔

"کیا اوٹ پٹانگ باتیں ہو رہی ہیں مجھ سے... ارے بھئی، میں تو اسلام کا دشمن نمبر ایک ہوں"۔

"اچھا! اگر یہ بات ہے تو پھر میں لڑوں گا... چاہے میری جان نکل جائے"۔

"ارے ہاں مسٹر راٹور... آپ کو حیرت کس بات پر ہوئی

تھی... یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں"۔

"ہاں... واقعی... یہ... یہ کس قدر حیرت کی بات ہے"۔

"آخر کون سی بات... پتا بھی تو چلے"۔ خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"وہ جہاز کہاں گیا... سونے کا جہاز"۔ راٹور نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہمارا خیال تھا... جہاز کو آپ لے گئے"۔

"میں بھلا پورا جہاز کس طرح لے جا سکتا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اشفاق کے منہ پر ایک مکا جڑ دیا... اشفاق اونچا اچھلا اور دھب سے گرا... سب حیران رہ گئے۔

○☆○

چھینکیں

"یہ کیا کیا... اسے مقابلے کی دعوت دیے بغیر وار کر دیا... جب کہ اخلاق کو پوری پوری اجازت دی تھی"۔ انسپکٹر جمشید چلائے۔

"اس لیے کہ اس نے مجھے اسلام کی دعوت دی تھی"۔

"اوہ تو تم نے اسے یہ سزا اس لیے دی ہے... تو پھر سن لو راٹور... ہم اسلام کے لیے کٹ مرنا جانتے ہیں... آج سے نہیں... چودہ سو سال سے... ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ روایت شروع کی تھی... جو آج تک چلی آ رہی ہے... لہٰذا ہم بھی تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں"۔

"میں تم سب کا وہ حشر کروں گا کہ تم آئندہ کسی کو اسلام کی دعوت دینے کے قابل نہیں رہ جاؤ گے"۔

"اللہ مالک ہے... ہمارا تیسرا ساتھی آتا ہے... مکھن"۔

"جی ضرور... کیوں نہیں... اب میں راٹور کے خلاف اپنے دماغ میں نفرت محسوس کر رہا ہوں... اگر یہ اسلام کے خلاف ایسی باتیں نہ کرتے تو اور بات تھی... لہٰذا نعرۂ تکبیر لگا کر آگے بڑھتا ہوں"۔

سب نے اللہ اکبر کہا... مکھن دوڑتا ہوا گیا اور اپنا سر اس سے ٹکرا دیا... راٹور ایک قدم اپنی جگہ سے ہٹ گیا... تاہم اس نے دونوں بازوؤں سے مکھن کو پکڑ لیا اور گھومنے لگا... پھر مکھن کو چھوڑ دیا... مکھن ہوا میں اڑتا ہوا دور جا گرا۔

"محمود... فاروق... اپنے ساتھی کو دیکھو اور لڑائی کے میدان کے نزدیک لے آؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔ اس سرد آواز کا مطلب تھا... کہ انہیں اب راٹور پر غصہ آگیا تھا... لیکن یہ غصہ ایسا نہیں ہوتا تھا جو انہیں آپے سے باہر کر دیتا۔

"شوکی... اب تمہاری باری ہے"۔

"میں لڑوں گا... ضرور لڑوں گا"۔ اس نے کہا اور آگے بڑھا۔

"ایک ہاتھ کی مار نہیں تم سب... میں تو تم سے کھیل رہا ہوں"۔ راٹور گرجا۔

"تم اپنا کھیل جاری رکھو... ہم اپنا کام جاری رکھیں گے... فتح اور شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے... ہمارے نہیں... ہم شکست کھانے کے بعد بھی کامیاب اور تم فتح پانے کے بعد بھی ناکام"۔ شوکی بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"یہ بات اس طرح ہے کہ مسلمان کبھی بھی شکست نہیں کھاتا... دنیاوی لحاظ سے جو شکست وہ کھاتا ہے... اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں بھی جنت عطا فرماتے ہیں... بلکہ شہیدوں کے رتبے تو

اور زیادہ بلند ہیں اس کے ہاں"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"تم لوگ لڑ رہے ہو یا اسلام کی باتیں کر رہے ہو۔۔۔ اس موقع پر صرف لڑو"۔

"یہی ہے ہماری لڑائی۔۔۔ اب جو تم کر سکتے ہو کرو"۔ یہ کہہ کر شوکی آگے بڑھا اور جونہی اس کے نزدیک پہنچا۔۔۔ زمین پر گر گیا۔۔۔ ساتھ ہی وہ لڑھک کر اس کے پیروں تک پہنچ گیا۔۔۔ راٹھور نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔۔۔ شوکی نے یک دم اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیں۔۔۔ لیکن وہ ان کو ہلا بھی نہ سکا۔۔۔ ساتھ ہی راٹھور کا مکا اس کے سر پر لگا۔۔۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے پہاڑ اس کے سر پر آ گیا ہو۔۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔۔۔ راٹھور نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا۔۔۔ اور ان کی طرف اچھال دیا۔۔۔ انسپکٹر جمشید بلا کی تیزی سے آگے بڑھے اور شوکی کو دونوں ہاتھوں پر سنبھال لیا۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ سر سے خون بہہ رہا تھا۔۔۔ انہوں نے جلدی سے اپنا رومال اس کے سر پر کس دیا۔۔۔ اس وقت اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پھر انہوں نے اسے ایک طرف لٹا دیا۔۔۔ لیکن اسی وقت اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ آپ میری فکر نہ کریں۔۔۔ دنیا کے اس دشمن کو آج کسی قابل نہ رہنے دیں۔۔۔ بس میں یہ چاہتا ہوں"۔

"ان شاء اللہ ایسا ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور اب باری آتی ہے۔۔۔ بھلا کس کی"۔

"میری"۔ ایک آواز ابھری۔۔۔ یہ آواز تھی ٹی ایس ایم کی۔

"ارے نہیں بھئی۔۔۔ تم لڑنا کیا جانو۔۔۔ چوٹ کھا بیٹھو گے"۔

انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"چوٹ۔۔۔ وہ تو سبھی کھا رہے ہیں۔۔۔ یوں بھی آخر کھانے کو کچھ تو ہونا چاہیے"۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ کر لو کوشش"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

ٹی ایس ایم آگے بڑھ گیا۔۔۔ راٹھور سے قدرے فاصلے پر رک کر اس نے کہا۔

"آپ مجھے حملہ کرنے کی اجازت دیں گے"۔

"ضرور کیوں نہیں۔۔۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں ہاتھ پیر نہ ہلاؤں اور صرف تم وار کرو"۔

"آپ ہاتھ بھی ہلائیے اور پیر بھی۔۔۔ لیکن پہلا وار مجھے کر لینے دیں"۔ ٹی ایس ایم نے کہا۔

"اجازت ہے"۔ راٹھور نے کسی بادشاہ کی طرح کہا۔

ٹی ایس ایم اس کی کمر کی طرف چلا گیا۔۔۔ یہ دیکھ کر راٹھور بولا۔

"ارے! یہ کیا بھئی۔۔۔ پیچھے سے وار کرو گے"۔

"آپ کو اگر اس بات سے گھبراہٹ ہوتی ہے تو میں سامنے آ جاتا ہوں"۔

"ایسی کوئی بات نہیں... تم وار کرو"۔

ٹی ایس ایم دور ہٹتا چلا گیا... راٹور جوں کا توں کھڑا رہا۔

"کیا کرنے لگے بھئی"۔

"آ رہا ہوں... فکر نہ کریں"۔

"ارے! تمہاری آواز تو دور سے آ رہی ہے"۔

"ہاں مسٹر ٹاروب... میرا مطلب ہے... راٹور... میں دوڑ کر آؤں گا"۔

"کوئی بات نہیں... آؤ"۔

ٹی ایس ایم نے اپنی جگہ سے دوڑ لگائی... بے تحاشا دوڑتا ہوا آیا اور راٹور کے نزدیک آ کر اچھلا... سب نے دیکھا... وہ اس کے کندھوں پر سوار ہو گیا تھا... اس نے بایاں بازو اس کی گردن کے گرد کس دیا اور دائیں ہاتھ کی دونوں انگلیاں اس کے نتھنوں میں گھسیڑ دیں۔

راٹور بہت زور سے اچھلا... اور ٹی ایس ایم دور گرتا نظر آیا... لیکن راٹور بے تحاشہ چھینکیں مار رہا تھا... اس کی آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا اور ناک سے بھی... چھینکتے چھینکتے وہ بے دم سا ہوا جا رہا تھا۔

"موقع بہت اچھا ہے... ہمیں ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔

یہ کہ کر محمود، فاروق اور فرزانہ اس کی طرف دوڑ پڑے تینوں ایک ساتھ اس سے ٹکرائے... راٹور دھم سے گرا... اور وہ اس پر

چڑھ گئے۔

راٹور ابھی تک جھٹک رہا تھا... چھینکیں اسے سانس نہیں لینے دے رہی تھیں... محمود نے ایک ٹانگ پکڑ لی... فاروق نے دوسری... فرزانہ نے ایک بازو قابو میں کر لیا... اور آصف وغیرہ کی طرف دیکھا۔

"تم کب میدان میں کودو گے... کس بات کا انتظار ہے"۔

آفتاب... آصف اور فرحت زور سے چونکے... اور پھر ان کی طرف دوڑ پڑے... آصف نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا... آفتاب نے سر کے بال قابو میں کر لیے اور فرحت اس کے پیٹ پر چڑھ کر اچھلنے کودنے لگی۔

"والی بال کھیل رہی ہو کیا"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"تک... کیا بات ہے"۔

"چھینکوں سے فارغ ہو کر اگر ان صاحب نے ایک جھرجھری لے لی تو ہم سب دور جا گریں گے"۔

"تب پھر میں کیا کروں"۔

"چھینکوں کی مشین کی طرف توجہ دو... رومال کی بتی بنا کر اس کی ناک میں بار بار گھسیڑتی رہو"۔

"یہ گندا کام مجھ سے نہیں ہو گا"۔ فرحت نے منہ بنایا۔

"بھائی پی سی ایس... تم کہاں ہو... تم ہی آؤ اس گندے کام کے لیے... کیونکہ ابتدا تم سے ہوئی ہے اس کام کی"۔

لیکن ٹی ایس ایم کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ شاید وہ گہری
بے ہوشی کے مزے لوٹ رہا تھا۔
"بوی پارٹی میں سے کوئی آگے کیوں نہیں آ جاتا"۔ محمود نے
جل کر کہا۔
"تم لوگوں نے اسے بہت خوبصورتی سے قابو کیا ہے۔۔۔ ہم اس
خوبصورتی میں خلل نہیں ڈالنا چاہتے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔
"آپ کا مطلب ہے۔۔۔ آپ دخل نہیں دیں گے۔۔۔ ہم اپنا کام
جاری رکھیں"۔
"ہاں! ہم چاہتے ہیں۔۔۔ یہ صرف تمہارے ہاتھوں شکست
کھائے۔۔۔ تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ یہ کیا چیز ہے"۔
"میری چھینکیں۔۔۔" راٹور اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔
"بے چارا کہنا چاہتا ہے کہ میری چھینکیں رک جائیں۔۔۔ پھر میں
نبٹ لوں گا تم سے"۔
"اور ہم چھینکیں رکنے کیوں دیں گے۔۔۔ یہاں سے کوئی تنکا مل
سکتا ہے اباجان"۔ محمود نے ہانک لگائی۔
"حد ہو گئی۔۔۔ اس خشک پہاڑی علاقے میں تنکے کی بات کر رہے
ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔
"اب میں شہتیر کی بات تو کرنے سے رہا"۔ محمود نے منہ بنایا۔
"مم۔۔۔ میری چھینکیں۔۔۔ رکنے۔۔۔"

راٹور اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔۔۔ پھر چھینکیں آ گئی تھیں۔۔۔
بے دم ہوا جا رہا تھا۔
"میں کہتا ہوں۔۔۔ موقع بہت اچھا ہے۔۔۔ آپ لوگ بھی آ
جائیں"۔
"ٹھہرو میں ایک پتھر لاتا ہوں"۔ خان رحمان نے کہا۔
"جی انکل۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ پتھر لاتا ہیں۔۔۔ پتھر کا کیا کریں
گے"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔
"بھئی کرنا کیا ہے۔۔۔ اس کے سر پر ماریں گے"۔
"کیا خیال ہے انسپکٹر کامران مرزا اسے مہلت دینا ٹھیک نہیں"۔
"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔ لیکن پتھر آپ ماریں۔۔۔ خان
رحمان نہیں"۔ وہ بولے۔
"اچھی بات ہے"۔
انہوں نے دیکھا۔۔۔ خان رحمان ایک بڑا سا پتھر اٹھا چکے تھے۔۔۔
اور راٹور کی طرف بڑھ رہے تھے۔
"خان رحمان۔۔۔ یہ کام میں کروں گا"۔
"اوہ اچھا۔۔۔ کوئی بات نہیں"۔ انہوں نے پتھر انہیں دے دیا۔
انسپکٹر جمشید پتھر میں ہاتھ لیے راٹور کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔ اب
سب کی نظریں پتھر پر تھیں۔۔۔ سب بری طرح بے چین تھے کہ دیکھیں
اب کیا ہوتا ہے۔۔۔ راٹور کا سر پھٹتا ہے یا کچھ اور ہوتا ہے"۔

"مجھے ایک بات پر حیرت ہے... اس وقت یہ ان لہروں کے
حصار میں کیوں نہیں تھا"۔ ایسے میں منور علی خان نے کہا۔

"لہروں کا وہ حصار یہ صرف ہماری دنیا میں استعمال کرتے ہیں...
یہاں انہیں اس کی کیا ضرورت... اسی لیے تو ہم نئی مخلوق سے محفوظ
رہے ہیں... اور انہوں نے اپنے پستول ہم پر اس لیے استعمال نہیں
کیے کہ راٹور نے انہیں بتا دیا ہو گا کہ ہم نے پستولوں کو بے اثر کرنے
والے لباس تیار کرا لیے ہیں"۔ پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید راٹور کے سر پر پہنچ گئے راٹور نے کھلی
کھلی آنکھوں سے اس پتھر کو دیکھا۔

"آفتاب... سر کے بال چھوڑ دو... اور پیچھے ہٹ جاؤ... ورنہ
پتھر تمہارے ہاتھوں پر بھی لگ سکتا ہے"۔

"بال چھوڑنا خطرناک نہیں ہو گا؟" اس نے سوالیہ انداز میں
کہا۔

"نہیں... یہ بالوں کی وجہ سے نہیں... چھینکوں کی وجہ سے
ہمارے قابو میں آیا ہے"۔ وہ بولے۔

آفتاب ہٹ گیا... انسپکٹر جمشید کے ہاتھ سر سے بلند ہوئے اور
پتھر یک دم نیچے آیا... اسی وقت راٹور بری طرح تڑپا اور ان سب
سمیت اس جگہ سے ہٹ گیا... پتھر زمین پر لگا... وہ سب حیرت زدہ رہ
گئے... اس طرح اپنی جگہ سے سرک جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

"یہ... یہ کیا ہوا"۔

"آفتاب... سر کے بال پکڑ کر زمین سے بال لگا دو... میں پتھر
اس کی پیشانی پر رسید کروں گا"۔

"او کے انکل"۔ آفتاب نے کہا اور آگے بڑھ کر بال پکڑ لیے۔

انہوں نے پھر پتھر اٹھا لیا... اور پھر ہاتھ تیزی سے پیشانی کی
طرف آئے... لیکن اس سے پہلے راٹور نے پھر ایک جھرجھری سی لی
اور ان سمیت وہاں سے سرک گیا... پتھر پھر زمین پر لگا... ساتھ ہی
راٹور نے اپنے جسم کو ایک زبردست جھٹکا دیا۔

وہ سب اچھل اچھل کر مختلف سمتوں میں جا گرے... انسپکٹر
جمشید کا پتھر زمین پر گرا... ساتھ ہی انہوں نے راٹور کو اٹھتے دیکھا۔

"لعنت ہے ان ڈاکٹروں پر... بڑے سے بڑے ماہرین میری
چھینکوں کا علاج نہیں کر سکے"۔ اس نے کہا۔

اب چھینکیں رک گئی تھیں اور شاید اسی لیے اس نے ان سب
کو دور پھینک مارا تھا... اس نے سب پر ایک نظر ڈالی... انسپکٹر جمشید
اس کے نزدیک ہی تھے... کیونکہ ابھی ابھی پتھر پھینکا تھا انہوں نے...
اس نے تیر کی طرح ان پر چھلانگ لگائی... انہوں نے بچنے کی پوری کوشش
کی... عین وقت پر اپنی جگہ سے لڑھک گئے... لیکن اس کے باوجود وہ
راٹور کی زد سے نہ بچ سکے... ان کے سر پر راٹور کی ٹھوکر اس زور سے
لگی کہ وہ چاروں شانے چت گرے اور پھر اٹھ نہ سکے... ان کا جسم

ساکت ہو چکا تھا۔

"پروفیسر داؤد... یہ تھا تمہاری پارٹی کا سب سے زیادہ طاقت ور آدمی"۔ راٹور ہنسا۔

"پروا نہیں... ابھی میرے ترکش میں اور تیر ہیں... انسپکٹر کامران مرزا اسے موقع نہ دو"۔ وہ پرسکون آواز میں بولے۔

"کیوں نہیں... آپ پریشان نہ ہوں"۔

یہ کہتے ہی انہوں نے راٹور کی طرف دوڑ لگا دی... نزدیک پہنچتے ہی انہوں نے اپنی دائیں لات گھمائی... راٹور فوراً جھک گیا... ان کی لات اس کے اوپر سے گزر گئی... ساتھ ہی اس کا مکا ان کی کمر پر لگا... وہ دھب سے منہ کے بل زمین پر گرے اور ساکت ہو گئے۔

"پروفیسر داؤد... تمہاری پارٹی کا دوسرا سب سے طاقت ور آدمی بھی گیا... میرا ایک مکا بھی برداشت نہ کر سکا"۔

"کوئی پروا نہیں... ابھی میرے ترکش میں تیر ہیں... منور علی خان... اب تم اپنا فن دکھاؤ"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ یہ کہہ کر منور علی خان اس کے بالکل سامنے جا کھڑے ہوئے اور بولے۔

"آئیں مسٹر راٹور... ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر طاقت آزما لیں"۔

یہ بات انہوں نے اس خیال سے کہی تھی کہ وہ شیروں، ہاتھیوں اور گینڈوں سے زور آزمائی کرتے رہتے تھے... راٹور ان کی بات سن کر

ہنسا اور دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے... انہوں نے انگلیاں اس کی انگلیوں میں پھنسا دیں... اور لگے دونوں زور لگانے... لیکن نہ منور علی خان انہیں ہرا سکے... نہ وہ انہیں... اس مقابلے میں دونوں برابر رہے... اتنا ضرور ہوا کہ راٹور کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے... لیکن ساتھ ہی منور علی خان بھی کم حیران نہیں تھے۔

"حیرت ہے... میں آپ کے ہاتھ نہیں موڑ سکا"۔ راٹور بولا۔

"مجھے بھی یہی حیرت ہے"۔

"تب پھر مقابلہ دوسری طرح ہو گا"۔ یہ کہہ کر اس نے ان کے ہاتھ چھوڑ دیے اور ایک مکا ان کے منہ پر مارا۔

وہ فوراً جھک گئے اور یہی ان کی غلطی تھی... ساتھ ہی راٹور کے دوسرے ہاتھ کا مکا ان کی کمر پر لگا... وہ بھی لیٹ گئے... یہ دیکھ کر خان رحمان تیر کی طرح آئے... ان کا سر راٹور کی کمر سے ٹکرایا... وہ اس وقت پوری طرح سنبھل کر نہیں کھڑا تھا... لہٰذا منہ کے بل گرا... لیکن اس کی پھرتی داد کے قابل تھی... ایک سیکنڈ میں وہ سیدھا کھڑا نظر آیا۔

"بہت خوب! یہ ٹکر کسی تجربہ کار کی تھی"۔

"میں نے فوج میں رہ کر اس ٹکر کی بہت مشق کی تھی... آج تک میرے سر کی ٹکر جس کی کمر پر لگی... وہ اٹھ نہیں سکا... تم پہلے آدمی ہو... جسے میں نے اٹھتے دیکھا"۔

"تب تو شاباش دو"۔ وہ مسکرایا۔

"ہاں! یہ لو"۔ خان رحمان نے کہا اور اپنی ٹانگ گھمائی۔

ان کی ٹانگ اس کے ہاتھ میں آ گئی اور وہ الٹ کر گرے۔۔۔ لیکن گرنے سے پہلے ہی راٹور نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا انہیں دیا۔۔۔ وہ گویا اڑتے ہوئے دور جا کر گرے۔

میدان میں اب صرف جیرال' انطال اور ان کے ساتھی رہ گئے تھے۔۔۔ جونہی راٹور ان کی طرف بڑھا۔

جیرال تن گیا اور سرد آواز میں بولا۔

"میرا نام جیرال ہے۔۔۔ یہ بات آج تمہارے ذہن میں بٹھا دوں گا"۔

اتنا کہتے ہی جیرال زمین پر تڑ سے گرا اور بلا کی رفتار سے پھسلتا ہوا راٹور کی ٹانگوں سے جا ٹکرایا۔

○☆○

نئی خبر

انہوں نے پہلی مرتبہ راٹور کو اچھلتے دیکھا۔۔۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے آتا۔۔۔ کسی نے اسے پھر اچھال دیا۔

"بہت خوب مسٹر انطال۔۔۔ یہ اسی قابل ہے"۔ جیرال چہکا اور آگے بڑھا۔۔۔ اس نے چاہا کہ جونہی راٹور نیچے گرے' وہ پھر اسے اچھال دے' لیکن اس بار راٹور اور انداز میں نیچے آیا۔۔۔ گرتے ہی وہ لڑھکا اور جیرال سے ٹکرا گیا۔۔۔ جیرال بھی اڑتا ہوا ایک چٹان پر گرا اور ساکت ہو گیا۔۔۔ ادھر انطال راٹور کے بالوں سے لٹک گیا۔۔۔ کیونکہ انہیں اس کا سر پیچھے کی طرف جھکتا نظر آیا تھا۔۔۔ پھر انہوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا۔۔۔ راٹور گھوم رہا تھا۔۔۔ اس کے بال سیدھے ہوتے جا رہے تھے۔۔۔ جس کا مطلب تھا ان کے ساتھ ساتھ انطال بھی گھوم رہا تھا۔۔۔ انہوں نے انطال کی ایک ڈری ڈری چیخ سنی۔۔۔ پھر اس کی ہولناک چیخ گونج اٹھی۔۔۔ انہوں نے دیکھا اب اس کے بال نیچے آ چکے تھے۔۔۔ اور وہ گھومنا ترک کر چکا تھا۔

"اور اب۔۔۔ کون ہے میرے مقابلے پر میدان میں"۔

سب نے ادھر ادھر دیکھا۔۔۔ کوئی راٹور کے مقابلے میں نہیں تھا۔۔۔ راٹور کا قہقہہ گونجا۔۔۔ لیکن پھر اچانک اس کا قہقہہ درمیان میں رہ گیا۔۔۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔

"ارے ارے یہ کیا۔۔۔ ہی ہی ہی۔۔۔ نہ کرو۔۔۔ خبیثو۔۔۔ رک جاؤ"۔

وہ سب حیران رہ گئے۔۔۔ رفعت اس کی کمر سے چمٹی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھوں سے گدگدیاں کر رہی تھی اور اتنی ہی دیر میں راٹور بے دم ہو چلا تھا۔

"ہائیں رفعت۔۔۔ تم۔۔۔ تم باقی تھیں"۔ محمود چلایا۔

"ہاں باقی تھی۔۔۔ آپ سب مجھے بھول گئے۔۔۔ میں ایک چٹان کی اوٹ میں لڑائی کا نظارہ کرتی رہی ہوں"۔

"اچھا کرتی رہی ہو"۔ یہ کہہ کر فرزانہ نے ان کی طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ اور راٹور کے ایک بازو سے چمٹ گئی۔۔۔ ساتھ ہی وہ اس کی پسلیوں میں گدگدی کرنے لگی۔

"ارے ارے۔۔۔ یہ کیا مذاق ہے۔۔۔ چھوڑو مجھے"۔ راٹور چلایا۔۔۔ ساتھ ہی وہ ہنس بھی رہا تھا۔

"ابھی نہیں۔۔۔ ذرا ٹھہریں"۔ یہ کہہ کر فرحت بھی آگے بڑھی۔۔۔ وہ اپنے رومال کے کونے کو لپیٹ کر اس کی بتی بنا چکی تھی۔۔۔ اس نے بتی راٹور کی ناک میں گھسیڑ دی۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ گدگدی نے

پہلے ہی اسے بے حال کیا ہوا تھا۔۔۔ اس پر دوسری مصیبت۔۔۔ چھینکیں اوپر تلے شروع ہو گئیں۔۔۔ اب اس کے ناک اور منہ سے پانی بہنے لگا۔

"بہت خوب۔۔۔ یہ شاندار عمل جاری رکھو"۔ انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

اب تو باقی لوگ بھی ان کی طرف لپک پڑے۔۔۔ اب کوئی راٹور کو گدگدی کر رہا تھا تو کوئی اس کی ناک میں کوئی چیز داخل کر رہا تھا۔

"تت۔۔۔ تت۔۔۔ تم لوگ تو مجھے بالکل بے جان کر دو"۔ اس نے مشکل سے کہا۔

"اس کے سوا ہمیں چاہیے بھی کیا"۔

"لیکن کیا فائدہ"۔ اس نے پھر بہت مشکل سے کہا۔

"کس فائدے اور نقصان کی بات کر رہے ہیں مسٹر راٹور"۔

"یہ۔۔۔ یہ مخلوق آخر تم لوگوں کی دنیا پر ٹوٹ پڑے گی۔۔۔ بھوکے گدھوں کی طرح ٹوٹ پڑے گی۔۔۔ اس وقت تم کیا کر لو گے"۔

"آپ پہلے اپنی بات کریں۔۔۔ مخلوق کی بات ہم بعد میں کر لیں گے"۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔ آپ کا کیا پروگرام ہے۔۔۔ یہیں ٹھہریں گے یا ہمارے ساتھ چلیں گے"۔

"مجھے یہیں رہنے دیا جائے"۔

"دیکھ لیں... سوچ لیں"۔

"کک... کیا دیکھ لوں اور کک... کیا سوچ لوں؟"

"یہ کہ... آپ یہاں رہ کر کہیں نقصان میں نہ رہیں"۔

"نہیں... میں ہر حال میں فائدے میں رہوں گا"۔

"ایسا نہیں ہو گا... آپ نقصان میں رہیں گے... دوسرے یہ کہ آپ ہماری دنیا کے مجرم ہیں... آپ نے دنیا سے غداری کی ہے... اس غداری کی سزا بھی آپ کو دی جائے گی"۔

"تم اول تو مجھے یہاں سے لے جا نہیں سکو گے... کسی طرح سے لے گئے تو وہاں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے"۔

"چلیے دیکھتے ہیں... کہ ہم کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں... فی الحال تو ہم آپ کو بے دم کر رہے ہیں... چلو بھئی سب کے سب گدگدی کرو... اور ناک میں کوئی نہ کوئی چیز گھسیڑتے رہو"۔

"یہ... یہ لڑنے کا کون سا طریقہ ہے؟" راٹور نے جھلا کر کہا۔

"بس اپنا اپنا طریقہ ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

اور پھر راٹور بالکل بے دم ہو گیا... رسی سے جکڑنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا... وہ ایک جھرجھری لے کر اس کو توڑ سکتا تھا... اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اسے کس طرح لے جایا جائے۔

"بے ہوش کر کے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اوہ ہاں... یہ ٹھیک رہے گا... اسے بے ہوش کر دیا جائے...

اور غوطہ خوری کے لباس کے اوپر رسی باندھ دی جائے... اس رسی کے ذریعے یہ بھی ساتھ ہی کھنچا چلا آئے گا"۔ فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

اس ترکیب پر عمل شروع ہوا... اس طرح ان کا سمندر میں سفر جاری ہو گیا... وہ اس سوراخ میں سفر کرتے رہے... وہ جانتے تھے... اس سوراخ میں سفر آخری بار کیا جا رہا ہے... مستقبل قریب میں وہ سوراخ بند ہونے والا تھا... وہ اس کا پکا انتظام کر آئے تھے۔

مسلسل کئی گھنٹے کے سفر کے بعد آخر وہ اپنی دنیا کے سمندر میں آ گئے... اب باقی کام آسان تھا... سطح سمندر پر آ کر انہوں نے غوطہ خوری کے لباس اتار دیے۔

"مسٹر جیرال... یہاں سے آپ کا کام شروع ہوتا ہے... انشارجہ کے حکام کو بلائیں... انہیں ساری روداد سنائیں... اور ہمارے بیوی بچوں کو فوراً یہاں منگوائیں... تاکہ ہم اپنے ملک جا سکیں... اور وہاں سے انشارجہ کا چکر ختم کرائیں"۔

"ضرور... کیوں نہیں... لیکن میرا ایک سوال ہے"۔ جیرال نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"سونے کا جہاز کہاں گیا؟"

"میں آپ کے ساتھ رہا ہوں... بلکہ ہم سب آپ کے ساتھ

رہے ہیں۔۔۔ پھر بھی آپ یہ سوال مجھ سے پوچھ رہے ہیں"۔

"تو پھر۔۔۔ میں یہ سوال کس سے پوچھوں"۔

"راٹور سے پوچھیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

راٹور ابھی تک پروفیسر داؤد کی دوا سے بے ہوش تھا۔۔۔ اسے ہوش میں لایا گیا۔۔۔ لیکن اس طرح کہ گدگدی کا عمل شروع کر دیا گیا۔۔۔ تاکہ وہ کوئی حرکت کرنے کے قابل نہ رہے"۔

"اوہو۔۔۔ اب تو یہ گدگدی بند کریں"۔

"ابھی نہیں۔۔۔ پہلے مسٹر جیرال آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں پوچھیں۔۔۔ کیا پوچھنا ہے"۔

"سونے کا جہاز کہاں ہے؟"

"اس پر میں خود حیران ہوں"۔

"اب مسٹر جمشید۔۔۔ آپ کیا کہتے ہیں؟"

"میں کیا کہوں"۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ سونے کا جہاز آپ کے ملک پہنچ چکا ہے"۔ جیرال نے سرد آواز میں کہا۔

"ارے۔۔۔ لیکن کیسے؟" راٹور چلا اٹھا۔

"ان لوگوں کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا ذکر میں پہلے بھی بار بار کر چکا ہوں۔۔۔ اب دیکھ لیں انہوں نے سونے کا پورا جہاز گم کر دیا ہے"۔

"لیکن کیسے؟"

"اسی بات پر میں حیران ہوں۔۔۔ اور یہ جاننے کے لیے بری طرح بے چین ہوں"۔

"مسٹر جیرال۔۔۔ اور راٹور اور مسٹر ابظال۔۔۔ آپ لوگ معاہدے پر عمل نہیں کر رہے۔۔۔ ہمارے بیوی بچوں کو یہاں بلوائیں۔۔۔ اور ہمیں ہمارے ملک پہنچائیں۔۔۔ اور وہاں سے انشارجہ کا قبضہ ختم کروائیں۔۔۔ ورنہ پھر"۔

"ورنہ پھر کیا؟" ابظال نے جھلا کر کہا۔

"ورنہ پھر ہم ایک راستا اس تعلق کے لیے چھوڑ آئے ہیں"۔

"اس طرح تو تم خود بھی ختم ہو گے"۔

"باری پہلے انشارجہ کی آئے گی۔۔۔ اس وقت تک ہم اپنا کوئی انتظام کر لیں گے۔۔۔ لیکن تم نہیں بچ سکو گے۔۔۔ لہذا جو میں کہہ رہا ہوں۔۔۔ وہ کریں"۔

"تو آپ سونے کے جہاز کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے"۔

"بتاؤں گا۔۔۔ لیکن معاہدے پر عمل در آمد ہونے کے بعد"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر ان کے بیوی بچے سب ان کے پاس پہنچ گئے۔۔۔ وہ سب ایک دوسرے سے مل کر حد درجہ خوش ہوئے۔

"اس بار تو ہم بالکل مایوس ہو گئے تھے۔۔۔ ہر ایک کو یقین آ چکا

تھا اس مہم سے آپ لوگ زندہ سلامت واپس نہیں آئیں گے"۔

"یہ سب اللہ کا کرم ہے۔۔۔ اور اب ہم اپنے ملک چلیں گے"۔

"لیکن اس مہم کے حالات تو سنا دیں"۔

"وہ راستے میں سنائیں گے"۔

"اور راٹور کا کیا کریں گے؟"

"راٹور انشارجہ کا مجرم ہے۔۔۔ انشارجہ جانے۔۔۔ وہ جانے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

اور پھر انہیں ایک سپیشل طیارے میں ان کے ملک روانہ کر دیا گیا۔۔۔ راستے میں انہیں مہم کے حالات سنائے گئے۔

"اور سونے کا جہاز"۔ بیگم جمشید بولی۔

وہ مسکرانے لگے۔۔۔ گویا سب کو سونے کے جہاز کی فکر تھی۔

"سونے کے جہاز کے بارے میں اس وقت بتاؤں گا۔۔۔ جب اپنے ملک کے حالات دیکھ لوں گا۔۔۔ ابھی معلوم نہیں کہ وہاں سے انشارجہ کا قبضہ ختم ہو گیا ہے یا نہیں"۔

وہ اپنے ملک پہنچے تو حالات معمول پر معلوم ہوئے۔۔۔ صدر صاحب سے ملاقات کی گئی۔۔۔ حالات معلوم کیے گئے۔۔۔ انہوں نے بتایا کہ انشارجہ اپنا قبضہ کئی دن پہلے ختم کر چکا ہے۔۔۔ اور اب وہ پوری طرح آزاد ہیں۔

"خدا کا شکر ہے"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

"لیکن جمشید۔۔۔ سونے کے جہاز کا کیا چکر ہے۔۔۔ اس کی خبریں پوری دنیا کے اخبارات میں آ رہی ہیں۔۔۔ سب حیران ہیں کہ تم نے اس جہاز کو کیسے غائب کرایا اور اب وہ کہاں ہے"۔

"میں بتاؤں گا۔۔۔ اس کے بارے میں آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس مہم میں ہمارے ساتھ چم پانگ بھی تھا"۔

"چم پانگ کون؟" صدر صاحب چونک کر بولے۔

"چم پانگ ایک جن ہے۔۔۔ ہمارا دوست ہے"۔

"ہائیں یہ جن کب سے تم لوگوں کے دوست ہو گئے"۔

"یہ بھی بتاتا ہوں"۔

اور پھر انہوں نے چم پانگ کے ساتھ ساتھ ٹی ایس ایم کے بارے میں بھی بتایا۔۔۔ اس طرح ساری بات ان کی سمجھ میں آ سکی۔

"بس چم پانگ کے کان میں میں نے کہا کہ وہ دوسری دنیا کی مہم کو چھوڑے۔۔۔ اور اس جہاز کو سمندر ہی سمندر کھینچ کر ہمارے ملک لے جائے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے۔۔۔ سونے کا جہاز اس وقت ہمارے ملک میں ہے"۔ صدر صاحب چلائے۔

"ہاں سر۔۔۔ ہمارے ملک کے کام آئے گا۔۔۔ وہ اس مہم کا ہمارا معاوضہ ہے"۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔ بالکل ٹھیک"۔

"لیکن ابا جان۔۔۔ جیرال اور ابطال خاموشی سے یہ برداشت نہیں کریں گے"۔

"کوئی پروا نہیں"۔

چند دن بعد جیرال کا فون انہیں موصول ہوا۔۔۔ وہ سب ابھی انسپکٹر جمشید کے گھر میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔

"سونے کے جہاز کے بارے میں کیا خبر ہے انسپکٹر جمشید؟"

"وہ ہمارے پاس ہے"۔

"وہ آپ ہماری حکومت کو واپس کر دیں گے"۔

"یہ تو نہیں ہو گا"۔

"تو پھر ہم اس کو واپس لے لیں گے"۔ جیرال غرایا۔

"ضرور کوشش کر دیکھیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ وہ تم اپنے ملک کیسے لے گئے"۔

"ایک جن کے ذریعے۔۔۔ جو ٹی ایس ایم کا دوست ہے"۔

"اوہ۔۔۔ جن"۔ جیرال نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں جن"۔

"حیرت ہے۔۔۔ یہ جن تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گیا"۔

"بس یہ سب اللہ کی مہربانی ہے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ ہم سونے کا جہاز حاصل کرنے آ رہے

ہیں۔۔۔ ساتھ میں ایک خبر سن لو"۔

"اور وہ کیا خبر ہے؟"

"یہ کہ راٹور نے معافی مانگ لی ہے۔۔۔ اسے بتا دیا گیا ہے کہ تم نئی مخلوق کا راستا بند کر آئے ہو۔۔۔ لہٰذا اب وہ ایک بار پھر ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے ساتھ ہی اس مہم پر آ رہا ہے"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔۔۔ پھر انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"اور۔۔۔ سوراخ کی کیا خبر ہے؟"

"سوراخ کی خبر میں ابھی دیر ہے۔۔۔ آخر لاوا پہلے اس کھائی میں پتھروں کے درمیان بچ رہنے والی جگہ کو پر کرے گا۔۔۔ اوپر تک آنے میں اسے کئی ماہ لگ سکتے ہیں۔۔۔ بہرحال ماہرین سوراخ کا جائزہ روزانہ لے رہے ہیں۔۔۔ جونہی اس کے پر ہونے کی خبر ملی۔۔۔ تم لوگوں کو اطلاع کر دی جائے گی۔۔۔ یوں مجھے سو فیصد امید ہے۔۔۔ سوراخ بند ہو جائے گا"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ شکریہ"۔

فون بند ہو گیا۔۔۔ وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔ پھر انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"ہمیں فوری طور پر اس جہاز کی حفاظت کا انتظام کرنا ہے۔۔۔ بھئی پی سی ایس۔۔۔ کہاں ہے۔۔۔ وہ تمہارا ام پانگ"۔

"سچ... کیا فرمایا... پی سی ایس... اور مم پانگ"۔ ٹی ایس ا...
نے بوکھلا کر کہا۔

اور وہ سب مسکرانے لگے... پھر جہاز کی حفاظت کے لیے فوری
طور پر حرکت میں آ گئے۔

○☆○
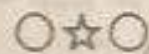
اشتیاق احمد کا سنسنی خیز ہنگامہ آرا، مزاح اور جاسوسی سے بھرپور ناول

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید
آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا
اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

39 واں خاص نمبر

سونے کا جہاز

اشتیاق احمد

- دنیا کے اس پار کے بعد... سونے کا جہاز۔
- کہانی کا آغاز چم پانگ اور ٹی ایس ایم سے ہو رہا ہے... کوئی ان سے ایک سودا کرنا چاہتا تھا... عجیب سودا۔
- فاروق کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔
- انسپکٹر جمشید سے فون پر ایک چونکا دینے والی بات کہی گئی...

وہ کیا تھی۔

○ راٹور' جیرال اور ابقال' دنیا کے تین خطرناک ترین آدمی ان کے مقابلے پر ایک ساتھ۔

○ انسپکٹر کامران مرزا پارٹی کو بھی میدان عمل میں کودنا پڑ گیا۔

○ اور پھر شوکی برادرز بھی دوڑ پڑے۔

○ ایک ہنگامے کی ابتدا۔

○ انشارجہ میں جشن منایا جا رہا تھا۔۔۔ جشن کے دوران ان کا خوفناک پروگرام۔

○ اکرام کے سر سے خون بہ رہا تھا اور وہ فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔۔۔ محمود' فاروق اور فرزانہ کے لئے سنسنی خیز لمحات کا آغاز۔

○ پروگرام کا ایک حصہ بھی کس حد تک خوفناک تھا۔

○ انہیں پتھر کے ایک مکان کا قیدی بننا پڑا۔۔۔ لیکن وہ مکان کیسا تھا۔

○ ایسے پراسرار اور پرہول مکان سے آپ کی ملاقات کبھی نہ ہوئی ہو گی۔

○ ذکو اور ریاض راؤ کون تھے۔

○ اور جب فرزانہ نے انہیں خبردار کیا۔۔۔ ہم بہت بڑا دھوکا کھا رہے ہیں۔

○ اور پھر وہ جیرال کی چال میں آ گئے۔

○ جیرال کی چالیں بہت زبردست تھیں۔

○ راٹور کو جیرال اور ابقال کے انچارج کے روپ میں دیکھیے۔

○ اور پھر انہیں ابقال کے بال نظر آ گئے۔۔۔ نیلے بال۔

○ ایک پراسرار دروازہ جو کبھی نظر آ جاتا تھا اور کبھی نہیں۔

○ راٹور کی چالوں کے جواب میں وہ آخرکار سونے کا جہاز واپس کرنے پر مجبور ہو گئے۔۔۔ اس وقت ان پر کیا بیتی۔

○ آپ خود پر بھی وہی کچھ گزرتا محسوس کریں گے۔

○ وہ سب کے سب یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ فاروق کیا کرنا چاہتا ہے۔

○ آپ کے کردار خود کو بالکل بے بس محسوس کر رہے تھے۔

○ جب ان کے ملک کے صدر کو ناخوشگوار ترین کام کرنا پڑا۔۔۔ آپ دھک سے رہ جائیں گے۔

○ خوف کی لپیٹ نے انہیں کس طرح اپنے حصار میں لے لیا۔۔۔ آپ دنگ رہ جائیں گے۔

○ آخری جنگ عجیب انداز سے شروع ہوئی تھی۔

○ ان کے مقابلے میں تین ناقابل شکست مجرم تھے۔۔۔ ان میں

سے ہر ایک ان پر بھاری تھا۔۔۔ پھر انہوں نے تینوں سے کس طرح مقابلہ کیا۔

- ابقال کے جسم سے ایک بھاری میز پورے زور سے ٹکرایا۔۔۔ لیکن اسے کوئی تکلیف تک نہ ہوئی۔
- جب جیرال انسپکٹر جمشید کے مقابلے پر آیا۔۔۔ لیکن ابقال کہاں تھا۔۔۔ خوف ہی خوف۔
- ابقال کا اعلان۔۔۔ آج ان کے لیے موت ہی موت ہے۔
- فرزانہ اگر وہ کام نہ دکھاتی۔
- ایک طرف آپ کے اپنے کردار اور دوسری طرف آپ کے پسندیدہ مجرم۔۔۔ جیرال، ابقال اور راٹو۔۔۔ پھر کیا کیا گل کھلیں گے۔
- ایک خاص ناول۔۔۔ خاص طور پر آپ کے لیے۔
- 20 جولائی 1996ء کو بک سٹالوں پہ دھاوا بول دیں۔۔۔ یا پھر براہ راست ہمیں آرڈر ارسال فرمائیں۔۔۔ لیکن جلدی کیجیے گا۔۔۔ کہیں آپ ہاتھ ملتے نہ رہ جائیں۔
- آرڈر دینے کے لئے ہمارا پتا نوٹ فرمالیں۔

20 جولائی کو پڑھیں	قیمت 60 روپے

انداز پبلی کیشنز 9/12 نصیر آباد، سانده کلاں۔ لاہور

مرزائیوں سے ایک سوال

س: آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں؟ تیرھویں صدی کے مجدد کا نام بتائیں؟

ہے کوئی مرزائی جو اس سوال کا جواب دے۔

اشتیاق احمد

انداز پبلی کیشنز 9/12 نصیر آباد، سانده کلاں۔ لاہور

ان کی کہانیوں کے کردار شرارتیں کرنے پہ آئیں تو گماں گزرتا ہے
کہ لکھنے والا انہی شرارتوں سے بھی بنا ہے جو ہر ادا نرالی اور ہر انداز
مسکراہٹ لیے ہے۔ سائنس کی باتیں کرنے لگیں تو یقین کرنا مشکل ہو جاتا
ہے کہ کسی خفیہ اور پوشیدہ سائنسی تحقیق کے خزانے تک رسائی
بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر سچی بات تو یہ ہے کہ اشتیاق احمد کے
رسائی ہر اس خوبصورت اور نازک مقام تک ہے جہاں بہت سے لوگ
جلنے لگتے ہیں۔ وہ خوش بخت ہیں کہ انہیں بے شمار پڑھنے والے ہی نہیں
ان کی طرح سوچنے اور انہیں سمجھنے اور پیار کرنے والے مل گئے ہیں۔۔۔
جنہیں اپنی آنکھوں اور ان کے لکھے لفظوں کا عکس ایک سا لگتا ہے۔ یہی
وہ مقام ہوتا ہے جہاں پڑھنے والا لفظوں سے تعریف اور دعا نہیں کرتا بلکہ
اس کا چہرہ بتاتا ہے کہ رواں رواں مصروف دعا ہے۔
اختر عباس
ANDAZ
PUBLICATIONS